# معجزاتِ آلِ محمدؑ

(آئمہ اطہارؑ کے معجزات پر مبنی کتاب "مَدِینَۃُ المَعَاجِز" کا ترجمہ)

## حصہ اول

تالیف

علامہ سید ہاشم البحرانی قدس سرہ

ترجمہ

حجۃ الاسلام مولانا محمد حسن جعفری

ادارہ منہاج الصالحین لاہور

# معجزاتِ آلِ محمدؑ

(حصہ اول)

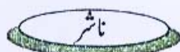
(معجزاتِ آئمہؑ پر مشتمل مشہور کتاب مَدِینَةُ المَعَاجِز کا ترجمہ)

تالیف

آیت اللہ ہاشم البحرانی قدس سرہ

ترجمہ

حجۃ الاسلام علامہ محمد حسن جعفری ایم اے




ادارہ منہاج الصالحین

جناح ٹاؤن، ٹھوکر نیاز بیگ، ملتان روڈ، لاہور۔ فون: 5425372

| | | |
|---|---|---|
| نام کتاب | : | معجزاتِ آلِ محمدؑ (حصہ اول) |
| تالیف | : | آیت اللہ ہاشم البحرانی |
| ترجمہ | : | مولانا محمد حسن جعفری ایم اے |
| اہتمام | : | مولانا ریاض حسین جعفری فاضل قم |
| کمپوزنگ | : | ادارہ منہاج الصالحین' لاہور |
| کمپوزر | : | سید حیدر زیدی |
| اشاعت | : | مئی 2004ء |
| ہدیہ | : | 200 روپے |

ملنے کا پتہ

ادارہ منہاج الصالحین

دکان نمبر 20 'فسٹ فلور' الحمد مارکیٹ' غزنی سٹریٹ' اُردو بازار'

لاہور- فون: 7225252

# فہرست

○○○

# معجزوں کا شہر

علمی و اَدبی ذوق رکھنے والے ہمارے دوست مولانا محمد حسن جعفری صاحب ڈیرہ غازی خان سے ہمارے ہاں تشریف لائے۔ رات کافی دیر تک مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی، دورانِ گفتگو کتب کے تراجم پر بات چلی تو میں نے کہا: مولانا! ہمیں چاہیے کہ ہم بزرگ علماء کی کتب جو زیادہ تر عربی اور فارسی زبانمیں ہیں کا اردو زبان میں ترجمہ کریں، تا کہ پوری دنیا پر پھیلے ہوئے اردو دان حضرات جن کی تعداد کم و بیش ایک ارب افراد سے تجاوز کر چکی ہے ان علمی خزانوں کو ان تک پہنچائیں۔ اس طرح ہم تشنگان علم کی پیاس کم کرنے میں ممد و معاون ہوسکیں گے۔ جس سے علماء رفتگان کی روحیں خوش ہوں گی اور وہ ہمارے لئے بہشت بریں سے دعا گو ہوں گی۔ جب کہ نوجوان نسل کو بھی پتہ چلے گا کہ ہمارے علماء متقدمین کن کن مصیبتوں، مشکلوں اور پریشانیوں میں گھر کر بغیر کسی طمع و لالچ اور جاہ و جلال کے خدمت دین میں محور ہے ہیں۔

آج میں علماء رفتگان کے احوال زندگی پڑھتا ہوں، ان کے عہد کی مشکلات کا احساس کرتا ہوں، تو دل کے نہاں خانوں سے ان کے لئے ایک دعا اٹھتی ہے کہ اے علماء شیعہ، زندہ باد، تم نے مادی وسائل کے بغیر اور دشمنانِ آل اطہارؑ کی دشمنیاں مول لے کر بھی اپنی مذہبی ذمہ داریوں سے فروگذاشت نہ کی۔

ہمارے بیشتر علماء کرام نے ارکانِ مذہب کو محکم و استوار کیا ہے۔ اپنی علمی لیاقت و صلاحیت کے مطابق مذہب حقہ کی آبیاری کی۔ علماء شیعہ کی فہرست مرتب کرنا تو نہایت مشکل امر ہے لیکن چند اکابرین کا تذکرہ ضروری ہے، جن کے تفصیلی حالاتِ زندگی ہماری کتاب ''شیعہ ستارے'' سے (جو عنقریب منظر عام پر آ رہی ہے۔) میسر ہوں گے۔

''علامہ محمد باقر مجلسی، سید عبدالحسین لاہوری، خواجہ نصیر الدین طوسی، علامہ کاشف

الغطاء، علامہ شرف الدین عاملی، سید ابن طاؤس، آقای محدث نوری، علامہ شیخ عبدالکریم حائری، شیخ صدوق ؒ، علی ہذا القیاس ان بزرگان نے بڑی جانفشانی سے مکتب اہل بیتؑ کی خدمت کی، میری خواہش ہے کہ تاریخ کی ان نابغہ روزگار شخصیات کا کماحقہ تعارف کروایا جائے، اور ان کے شہ پاروں کو اردو قالب میں ڈھالا جائے۔ انشاء اللہ اگر پروردگار نے ہمت و توفیق عنایت کی تو ان کے آثار خالدہ کو اردو زبان میں متعارف کروائیں گے۔

زیرِ نظر مشہور و معروف کتاب "مدینۃ المعاجز" کا ترجمہ و تلخیص ہے۔ جس کا نام معجزات آل محمد رکھا ہے۔ اصل کتاب آٹھ جلدوں پر مشتمل ہے، جب کہ اردو زبان میں پانچ حصوں پر محیط ہوگی۔ یہ علامہ ہاشم بحرانی قدس سرہ کی معجزات آئمہؑ پر مشتمل کتاب ہے۔ آپ نے ساری عمر آل اطہارؑ کے معجزات و فضائل کے لئے کام کیا۔ مترجم نے آپ کے احوال پر مفصل روشنی ڈالی ہے۔ آپ کی تالیفات کی تفصیل بھی دی ہے۔ کتب کی فہرست سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کے اندر محبت آل محمدؐ کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اور محبت کے اس بحر بیکراں کی موجیں دشمن اہل بیتؑ کے دل و دماغ کی تاریکی کو دور کر کے روشن اور منور کرتی تھیں اور کرتی رہیں گی۔

دعا ہے کہ رب کائنات اس جید عالم بزرگوار سید ہاشم البحرانی قدس سرہ کی سیرت عالیہ پر ہمیں چلنے کی توفیق عطا فرمائے، اور ہمارے دوست حضرت علامہ محمد حسن جعفری صاحب کو گوشہ نشین ہو کر ان ملکوتی ہستیوں کے آثار کو زندہ جاوید کرنے کی توفیق عنایت فرمائے۔ خدایا! ان علماء علام کے تصدق میں ہمارے اس مشن کو کامیاب و کامران فرما! اور ہمارا حشر و نشر ائمہؑ اہل بیتؑ کے ساتھ فرما! اور ہمیں ہر قسم کی بلیات ارضی و سماوی سے محفوظ و مامون فرما۔ آمین! ثم آمین!

والسلام مع الاکرام

طالب دعا!

ریاض حسین جعفری فاضل قم

سربراہ ادارہ منہاج الصالحین لاہور

# کچھ اپنی زبان میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی سیدنا محمد المصطفیٰؐ خاتم الانبیاء والمرسلین والہ البررۃ الکرام الطیبین الطاھرین ولعنۃ اللّٰہ علی اعدائھم اعداء الدین الی یوم الدین

قارئین کرام! زیرنظر کتاب معجزات آئمہ کی مشہورترین کتاب ''مدینۃ المعاجز'' کا خلاصہ ہے۔ اصل کتاب آٹھ جلدوں پر مشتمل ہے اور تمام مجلدات کو اُردو زبان میں منتقل کرنا خاصا مشکل اور کٹھن کام تھا۔ جب کہ آئمہ ہدیٰ علیہم السلام کے معجزات کو آسان اُردو میں منتقل کرنا بھی ایمانی اور اسلامی تقاضا تھا۔

چنانچہ میں نے مذکورہ کتاب کے واقعات و معجزات کا جامع خلاصہ اپنے قارئین کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے اور اس کا مقصد بارگاہِ احدیت میں اپنے گناہوں کی مغفرت اور تقرب حاصل کرنا اور آئمہ ہدیٰ صلوات اللہ علیہم کی نگاہِ شفقت اور ان کی شفاعت کا حصول ہے۔

زیرنظر کتاب علامہ سید ہاشم بحرانی اعلیٰ اللہ مقامہ کی تصنیف لطیف کا خلاصہ ہے اس لیے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مؤلف کتاب کے حالات کا اختصار سے جائزہ پیش کیا

جائے۔

آپ کا پورا نام سید ہاشم بن سلیمان بن اسماعیل بن عبدالجواد بن علی بن سلیمان بن سید ناصر الحسینی البحرانی التوبلی الکتکانی ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب علم الہدیٰ سید مرتضی رضوان اللہ علیہ تک پہنچتا ہے اور سید موصوف کا تعلق امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی نسل سے ہے۔

آپ کا سن ولادت معلوم نہیں ہے۔ آپ کی وفات ۱۱۰۷ھ یا ۱۱۰۹ھ کو نعیم نامی قریہ میں واقع ہوئی اور وہاں سے آپ کا جنازہ ''توبلی'' لایا گیا جہاں آپ دفن ہوئے اور وہاں آپ کا عالی شان مزار ہے۔

## آپ کے مشائخ و اساتذہ

آپ نے اپنے دور کے جلیل القدر علماء سے کسبِ فیض کیا اور جی بھر کے ان کے خرمنِ علم سے خوشہ چینی کی۔ آپ کے معروف مشائخ حسب ذیل ہیں:

۱- سید عبدالعظیم بن سید عباس استر آبادی۔ آپ شیخ بہائی کے اجلہ تلامذہ میں سے تھے اور شیخ بہائی نے انھیں اجازہ حدیث عطا کیا تھا اور سید موصوف نے سید ہاشم بحرانی کو مشہد مقدس میں اجازہ حدیث عطا کیا تھا۔

۲- سید عبدالعظیم کے علاوہ آپ کے مشہور اساتذہ میں شیخ فخرالدین الطریحی بن محمد علی بن احمد النجفی کا نام نامی بہت نمایاں ہے۔ آپ علم اصولِ فقہ اور لغت و حدیث کے بہت بڑے عالم تھے۔

سید بحرانی نے مدینۃ المعاجز میں لکھا ہے:

''میں نے ان سے نجف اشرف میں کسبِ فیض کیا تھا اور انہوں نے مجھے روایت حدیث کا اجازت نامہ مرحمت فرمایا تھا''۔

## آپ کے تلامذہ

آپ کے تلامذہ میں نامور محققین شامل ہیں جن میں کچھ مشہور ترین شخصیات حسب ذیل ہیں:

۱- شیخ ابوالحسن شمس الدین سلیمان الماحوزی۔ آپ کو محقق بحرانی کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

۲- شیخ علی بن عبداللہ بن راشد المقابی البحرانی: آپ نے اپنے استاد کی "حلیۃ الابرار" اور "حلیۃ النظر" کو نقل کیا تھا۔ ان کے نقل کردہ دونوں نسخے اس وقت امام علی رضا علیہ السلام کی لائبریری میں موجود ہیں۔

۳- الشیخ محمد بن حسن بن علی جنہیں "حر عاملی" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ عظیم القدر فقیہہ اور جلیل القدر محدث تھے اور آپ نے ہی وسائل الشیعہ تالیف کی تھی۔

شیخ حر عاملی نے اپنی کتاب "امل الامل" میں لکھا ہے کہ میں نے سید بحرانی کی زیارت کی اور ان سے احادیث نقل کیں۔ (امل الامل، ج ۲، ص ۳۴۱)

۴- سید محمد عطار بن سید علی بغدادی: آپ مشہور ادیب اور شاعر تھے۔ ان کے متعلق شیخ محمد حرزالدین نے "معارف الرجال" میں لکھا۔

سید محمد عطار نے اپنے دور کے علماء سے احادیث پڑھی تھیں جن میں سید ہاشم بحرانی بھی تھے۔ (معارف الرجال، ج ۲، ص ۳۳۰)

۵- شیخ محمود بن عبدالسلام المعنی البحرانی: اللہ تعالٰی نے انھیں طویل عمر دی تھی۔ ان کے متعلق بلاذری نے "انوار البدرین" میں لکھا کہ انہوں نے سید ہاشم بحرانی اور شیخ حر عاملی جیسے مشائخ عظام سے اجازہ حاصل کیا تھا۔ (الکواکب المنتشرہ، ص ۲۳۳۔ انوار البدرین، ص ۱۴۸)

۶- الشیخ ہیکل الجزائری بن عبدعلی الاسدی: انھیں سید بحرانی نے ''الاستبصار'' کے ایک نسخہ پر اجازہ حدیث لکھ کر دیا تھا اور انہوں نے اپنے استاد کو ''الشیخ الفاضل، العالم الکامل، البھی الوفی'' کے القاب سے یاد کیا۔ (تراجم الرجال، ص۲۴۲)

سید ہاشم بحرانی رضوان اللہ علیہ نے اپنی دینی تعلیم نجف اشرف میں حاصل کی تھی۔ علمائے رجال نے آپ کو حسب ذیل الفاظ سے خراجِ تحسین پیش کیا۔ ''الامامی، الفاضل، العالم، الماھر، المدقق، الفقیہ، العارف بالتفسیر والعربیۃ والرجال، المحدث، الجامع، المتتبع الاخبار مالم یسبق الیہ سابق سوی شیخنا المجلسی رحمہ اللہ، الصالح، الورع، العابد، الزاہد، الثقۃ ......

آپ کی عدالت وتقویٰ اور استقامت کے متعلق محدث قمی کا صرف یہ نذرانہ عقیدت ہی کافی ہے۔

''سید ہاشم بحرانی تقدس وتقویٰ کے اسی مقام پر فائز تھے جس کے متعلق صاحب ''الجواہر'' نے بحث عدالت میں یہ الفاظ لکھے کہ اگر عدالت کا مفہوم ایک خصوصی ملکہ ہوتا جس میں حسنِ ظاہر شامل نہ ہوتا تو پھر مقدس اور دیبلی اور سید ہاشم بحرانی کے علاوہ کسی دوسرے کو عادل کہنا تک بھی درست نہ ہوتا''۔ (سفینۃ البحار، ج ۲، ص ۱۷۷)

آپ شیخ محمد بن ماجد بن مسعود بحرانی کے بعد منصب قضاوت پر فائز ہوئے۔ آپ نے اپنے زمانہ قضاوت میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو خوب فروغ دیا۔ آپ حق وصداقت کے لیے کسی ملامت کنندہ کی ملامت سے کبھی نہیں ڈرتے تھے۔ آپ نے اپنے فتاویٰ پر مبنی کوئی کتاب تالیف نہیں کی تھی اور اس سلسلہ میں آپ سید ابن طاؤس رحمۃ اللہ علیہ کی طرح بڑے محتاط تھے۔ اور آپ نے جتنی بھی کتابیں تالیف کیں ان میں صرف معصومین سے مروی روایات کو ہی نقل کیا۔ اس میں اپنی ذاتی رائے کو کبھی بیان نہیں کیا۔

## آپ کی تالیفات

آپ نے بہت سی کتابیں تالیف فرمائیں جو کہ آپ کی وسعت علمی کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ ریاض العلماء کے مؤلف کے مطابق آپ نے چھوٹی بڑی ۷۵ کتابیں تالیف کی تھیں جن میں سے کچھ کتابیں یہ ہیں:

۱- اثبات الوصیۃ

۲- احتجاج المخالفین علی امامۃ امیر المومنین علیہ السلام۔

اس کتاب میں آپ نے امامت علی علیہ السلام پر مخالفین کے ۷۵ سوالات نقل کیے اور پھر ان کے مسکت جواب دیئے۔

۳- الانصاف فی النص علی الائمۃ الاشراف من آل عبد مناف۔

اس کتاب کو عرفِ عام میں کتاب النصوص بھی کہا جاتا ہے اور اس میں آپ نے آئمہ طاہرینؑ کی امامت کے اثبات میں تین سو آٹھ احادیث نقل کی ہیں۔ یہ کتاب سید مرعشی مرحوم کے کتاب خانہ میں موجود ہے۔

۴- ایضاح المسترشدین فی بیان تراجم الراجعین الی ولایۃ امیر المومنین۔

اس کتاب میں آپ نے ایسے دوسو ترپن (۲۵۳) افراد کا تعارف کرایا جنہوں نے مکتب خلافت کے نظریات سے تائب ہو کر امیر المومنین علیہ السلام کی خلافت بلافصل کے عقیدہ کو اپنایا تھا۔

۵- البرھان فی تفسیر القرآن: یہ تفسیر کی مشہور کتاب ہے۔ اس میں آپ نے احادیث آئمہ سے تفسیر بیان کی ہے۔

۶- البھجۃ المرضیۃ فی اثبات الخلافۃ والوصیۃ: ممکن ہے کہ یہ ان کی کتاب اثبات الوصیۃ کا دوسرا نام ہو۔

۷- تبصرۃ الولی فیمن رأی المھدی عجل اللہ فرجہ الشریف: اس میں آپ نے ان

خوش نصیب افراد کا تذکرہ کیا جنہوں نے امامِ زمانہ کی زیارت کی تھی۔

۸- التحفۃ البھیۃ فی اثبات الوصیۃ لعلی علیہ السلام۔

۹- ترتیب التہذیب: اس کتاب میں مؤلف نے تہذیب الاحکام کی روایات کو مرتب کیا اور یہ کتاب ۱۳۹۲ھ کو تین مجلدات میں آفسٹ پیپر پر شائع ہوئی اور آیت اللہ مرعشی النجفی نے اس کا مقدمہ تحریر کیا اور انہوں نے مقدمہ میں لکھا:

مجھے اپنی زندگی کی قسم! مولف نے اس کتاب میں محنت کا حق ادا کر دیا اور انہوں نے اس موضوع سے متعلق تمام توقعات سے بڑھ کر حقِ تحقیق ادا کیا۔

۱۰- در تعریف رجال من لا یحضرہ الفقیہ: اس کتاب میں شیخ صدوق کی کتاب من لا یحضرہ الفقیہ کے رجال پر بحث کی۔

۱۱- تفضیل الائمۃ علی الانبیاء عدا نبینا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الذی ھو اشرف المخلوقات وافضلھم۔

۱۲- تفضیل علیؑ علی اولی العزم من الرسل: اس کتاب کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے یہ کتاب اپنی مرض موت میں لکھائی تھی اور آپ بیماری کی وجہ سے حرکت کرنے سے قاصر تھے۔ آپ نے اسی موضوع کی احادیث بیان کیں اور کاتب نے انھیں نقل کیا۔ آپ نے یہ کتاب چودہ دنوں میں نقل کرائی تھی۔

۱۳- تنبیہ الاریب فی ایضاح رجال التہذیب: کتاب تہذیب الاحکام کے رواۃ کے متعلق یہ مبسوط کتاب ہے۔ اس کتاب پر شیخ حسن بن محمد دمستانی المتوفی ۱۱۸۱ھ نے تحقیق کی اور اسے باقی کتب فقہ کی ترتیب سے مدون کیا اور انہوں نے اس کا نام ''انتخاب الجید من تنبیہات السید'' رکھا۔ اس کا ایک نسخہ سید مرعشی کے کتب خانہ میں موجود ہے۔

۱۴- التنبیہات فی اتمام الفقہ من الطھارۃ الی الدیات: یہ استدلالی فقہ پر مبسوط کتاب ہے اور یہ کتاب علامہ مجلسی کے ورثاء کے پاس موجود ہے۔

۱۵- التیمیۃ فی بیان نسب التیمی۔

۱۶- حقیقۃ الایمان المبثوث علی الجوارح: آپ اس کتاب کی تالیف سے ۱۰۹۰ھ میں فارغ ہوئے۔

۱۷- حلیۃ الابرار فی احوال محمد وآلہ الاطہار: یہ ایک بڑی کتاب ہے جس میں رسولؐ خدا کی حیاتِ مبارکہ کو تیرہ فصول میں بیان کیا گیا ہے اور حال ہی میں مؤسسۃ المعارف الاسلامیہ نے اس کو منظم کر کے شائع کیا ہے۔

۱۸- حلیۃ النظر فی فضل الآئمۃ الاثنی عشر: اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ مکتبہ رضویہ میں موجود ہے۔

۱۹- الدر النفید فی خصائص الحسین الشہید علیہ السلام۔

۲۰- الدرۃ الثمینۃ۔ اس کتاب کو "یتیمہ" بھی کہا جاتا ہے۔ یہ کتاب بارہ ابواب پر مشتمل ہے اور ہر باب ایک ایک امام کے ساتھ مخصوص ہے اور اس میں ہر امام کے فضائل کی بارہ بارہ احادیث ہیں۔

۲۱- روضۃ العارفین ونزہۃ الراغبین:

اس کتاب کا ایک خطی نسخہ شیخ علی کاشف الغطاء اور ایک اور نسخہ صدر لائبریری میں بھی موجود ہے۔ اس کتاب میں انہوں نے ۱۵۸ محبان علی علیہ السلام کے احوال لکھے تھے اور ان کی ابتدا ابان بن تغلب اور انتہا حضرت قنبر پر کی۔

۲۲- روضۃ الواعظین فی احادیث الآئمۃ الطاہرین: اس کا ایک نسخہ سید ہبۃ الدین شہرستانی اور ایک دوسرا نسخہ تہران کی سپہ سالار لائبریری میں رکھا ہوا ہے۔

۲۳- سلاسل الحدید وتقیید اہل التقلید: یہ کتاب ابن ابی الحدید کی شرح نہج البلاغہ کا جامع خلاصہ ہے۔

۲۴- سیر الصحابہ: یہ کتاب ۱۰۷۰ھ میں تالیف ہوئی تھی۔

۲۵- شرح ترتیب التہذیب۔

۲۶- در شفاء الغلیل من تاویل العلیل۔ آپ اس کتاب کی تالیف سے ۱۱۰۰ھ میں فارغ ہوئے۔

۲۷- عمدۃ النظر فی بیان عصمۃ الآئمۃ الاثنی عشر ببراھین الکتاب والعقل والاثر: اس کتاب میں آئمہ اہل بیتؑ کی عصمت کا اثبات کیا گیا ہے۔ اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ الحاج مولی علی محمد نجف آبادی کی وقف کردہ لائبریری نجف میں موجود ہے۔

۲۸- غایۃ المرام وحجۃ الخصام: اس کتاب میں حضرت علیؑ کی خلافت و امامت کا اثبات کیا گیا ہے۔ شیخ محمد تقی دوزفولی نے اس کا فارسی میں ترجمہ کیا تھا جو کہ ۱۲۷۷ھ کو شائع ہوا۔ اسی کتاب پر میرزا انجم الدین جعفر تہرانی نے بھی حاشیہ تحریر کیا جس میں انہوں نے ایسی احادیث نقل کیں جو کہ مولف سے چھوٹ گئی تھیں۔ آقا نجفی اصفہانی المتوفی ۱۳۲۲ھ نے غایۃ المرام کی تلخیص لکھی تھی۔

۲۹- فضل الشیعۃ: اس کتاب میں مولف نے شیعانِ علیؑ کی فضیلت کی ایک سو اٹھارہ احادیث نقل کی ہیں۔ اس کتاب کا قلمی نسخہ مکتبہ رضویہ میں موجود ہے۔

۳۰- کشف المھم فی طریق غدیر خم۔

۳۱- اللباب المستخرج من کتاب الشھاب: اس کتاب میں مؤلف نے قاضی قضاعی سلامہ بن جعفر الشافعی المتوفی ۴۵۴ھ کی کتاب ''شھاب الاخبار'' سے امیر المومنین اور آئمہ طاہرینؑ کی شان میں وارد احادیث کا استخراج کیا۔

۳۲- اللوامع النورانیۃ فی اسماء علی واھل بیتہ القرآنیۃ: اس کتاب میں مؤلف نے آیات مجیدہ کی تفسیر بیان کی جو آئمہ معصومین علیہم السلام کی شان میں نازل ہوئیں۔ اس کتاب میں آپ نے ایک ہزار ایک سو چون (۱۱۵۴) آیات نقل کیں اور آئمہ اہل بیتؑ سے مروی روایات بیان کیں۔

۳۳- المحجۃ فی ما نزل فی القائم الحجۃ: اس کتاب میں مؤلف نے ایک سو بیس آیات نقل کیں اور آئمہ اہل بیتؑ کی احادیث سے ثابت کیا کہ مذکورہ آیات کا تعلق قائم

آلِ محمد علیہ السلام سے ہے۔

۳۴- مدینۃ المعاجز الائمۃ الاثنی عشر ودلائل الحجج علی البشر۔

یہ کتاب آٹھ مجلدات پر مشتمل ہے اور زیر نظر کتاب اسُی کا خلاصہ ہے۔

۳۵- مصابیح الانوار۔ اس کتاب میں مؤلف نے حضرت رسولؐ خدا کے معجزات نقل کیے ہیں۔

۳۶- معالم الزلفیٰ فی معارف النشاۃ الاولیٰ والاخریٰ۔

ریاض الجنان کے مؤلف لکھتے ہیں کہ یہ ایک عمدہ کتاب ہے اور بہت سے فوائد پر مشتمل ہے مگر اس میں مؤلف نے بہت سی گمنام کتابوں کے حوالے دیے ہیں جو کہ بحارالانوار میں مذکور نہیں ہیں۔ یہ کتاب کئی بار طبع ہو چکی ہے۔

۳۷- معجزات النبی ۔صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

۳۸- مناقب امیرالمومنین علیہ السلام۔ علامہ تہرانی اپنی کتاب ''الذریعۃ'' میں لکھتے ہیں کہ شیخ احمد بن سلیمان البحرانی نے اپنی کتاب ''عقد اللئال فی مناقب النبی والآل'' میں اس کتاب سے کافی اقتباسات نقل کیے ہیں۔ مذکورہ کتاب ۱۳۷۲ھ میں کاظمین سے شائع ہوئی ہے۔

۳۹- مناقب الشیعۃ۔

۴۰- مولد القائم علیہ السلام

۴۱- المیثمیۃ ۔سید محسن امین نے اپنی کتاب الاعیان میں اسے سید بحرانی کی ایک کتاب کے طور پر متعارف کرایا ہے۔

۴۲- الجنۃ والنار۔

۴۳- نسب عمر۔

۴۴- نہایۃ الاکمال فیما یتم بہ تقبل الاعمال: اس کتاب میں مؤلف نے اصولِ دین پر جامع بحث کی ہے۔

۴۵- نورالانوار: یہ کتاب قرآن کریم کی روائی تفسیر پر مشتمل ہے' اور یہ ''کنز الدقائق'' اور ''نور الثقلین'' کی نظیر ہے۔

اس کا ایک نسخہ جس میں سورہ الحاقہ سے سورہ فلق کی تفسیر ہے' سید محمد علی روضاتی کی لائبریری میں موجود ہے۔

۴۶- وفاۃ الزہراء علیہا السلام۔

۴۷- وفاۃ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

۴۸- الھادی وضیاء النادی: یہ کتاب قرآن کریم کی تفسیر ہے اور تفسیر کے لیے مؤلف نے احادیث اہل بیتؑ کو نقل کیا ہے۔ اس کتاب کے متعدد نسخے بہت سے کتب خانوں میں موجود ہیں۔

۴۹- الھدایۃ القرآنیۃ فی التفسیر: مؤلف نے یہ کتاب البرہان' نورالانوار' اللباب اور اللوامع کے بعد تالیف کی تھی کیونکہ اس میں ان کی مذکورہ کتاب کے حوالے موجود ہیں۔ اس کا ایک نسخہ مکتبہ رضویہ میں موجود ہے۔

۵۰- الیتیمۃ فی احوال الآئمۃ الاثنی عشر علیہم السلام: واضح رہے کہ یہ کتاب مذکورۃ الصدر ''الدرۃ الیتیمۃ'' کے علاوہ ہے۔

۵۱- ینابیع المعاجز واصول الدلائل۔ یہ کتاب مدینۃ المعاجز کی تلخیص ہے۔
(مؤلف کی تالیفات کی تفصیل کے لیے ہم نے آقائے بزرگ تہرانی کی کتاب الذریعہ کے علاوہ اس موضوع کی دیگر کتب ریاض العلماء اور اعیان الشیعہ سے استفادہ کیا ہے)
اور کتاب ہذا بھی سید ہاشم بحرانی کی کتاب مدینۃ المعاجز کی تلخیص پر مشتمل ہے اور میں اس تلخیص میں کتنا کامیاب رہا اس کا اندازہ تو قارئین کرام کی آراء سے ہی ہو سکے گا۔

میں اپنے محترم قارئین کی خدمت میں یہ بھی عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ کتاب ہذا کا انتخاب اور تلخیص حجۃ الاسلام والمسلمین ناشر علوم محمدؐ وآلِ محمدؐ علامہ ریاض حسین جعفری مدیر ادارہ منہاج الصالحین کا مرہونِ منت ہے' کیونکہ انہوں نے ہی بندہ کو

اس عظیم کام کی ترغیب دی اور وعدہ کیا کہ وہ اس عظیم کتاب کو دیدہ زیب انداز میں طبع کرائیں گے۔ لہٰذا مجھے یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ اگر علامہ جعفری اس کی ترغیب نہ دیتے تو شاید میں یہ بارِگراں اٹھانے پر آمادہ ہی نہ ہوتا۔

آخر میں قارئینِ کرام سے التماس ہے کہ وہ مترجم اور ناشر دونوں کی توفیقات کے اضافہ کے لیے دعا فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ سے درخواست ہے کہ وہ اپنے محبوب بندوں کے صدقے میں ہماری اس حقیر کاوش کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور اسے مومنین کے ایمانی اضافہ کا سامان قرار دے اور ذوات قدسیہ طاہرہ ومطہرہ سے درخواست ہے کہ وہ ہماری اس عاجزانہ جدوجہد کو اپنے دربار میں قبول فرمائیں اور اپنے گداؤں کو اپنی شفاعت سے سرفراز فرمائیں۔ میں آئمہ ہدیٰ علیہم السلام کے حضور زبانِ حال سے برادرانِ یوسفؑ کا وہ قول دہرانا چاہتا ہوں:

**یاایھا العزیز قدمسنا واھلنا الضر وجئنا ببضاعة فرجة**
**..... لنا الکیل وتصدیق عینا ان اللہ یجزی المتصدقین**

والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گدائے در اہل بیتؑ!
محمد حسن جعفری

# پہلا باب

## معجزات امیر المومنین علی علیہ السلام پر مشتمل ہے

## حضرتؑ کی ولادت باسعادت کا معجزہ

شیخ طوسی نے ''المجالس'' میں دو اسناد کے حوالے سے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے۔ انہوں نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے ارشاد فرمایا:

عباس بن عبدالمطلب اور یزید بن قعنب گروہ بنی ہاشم کے ساتھ بیت اللہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں امیرالمومنینؑ کی والدہ حضرت فاطمہؑ بنت اسد وہاں آئیں۔ اس وقت امیرالمومنینؑ شکمِ مادر میں تھے۔ بی بی بیت اللہ کے پاس آ کر رک گئیں۔ اس وقت انہیں دردِ زہ شروع ہو چکا تھا۔ انہوں نے آسمان کی جانب دیکھا اور اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دعا کی:

ای رب انی مؤمنة بک وبما جآء به من عندک الرسول وبکل نبی من انبیائک وکل کتاب انزلته وانی مصدقةٌ بکلامِ جدی ابراھیمَ الخلیل وانه بنی بیتک العتیق فاسئلک بحقِ ھذا البیتِ ومن بناہُ وبھذَا المولودِ الذیُ فی احشابی الذی یکلمینی ویؤنسنی بحدیثهٖ وانا موقنةٌ انه احدیٰ ایاتک ودلائلک لما یسرت علیَّ ولادتی —

پروردگار! میں تجھ پر ایمان رکھتی ہوں اور تیری طرف سے جو کچھ تیرے انبیاء ورسل لے کر آئے ہیں، میں اس پر بھی ایمان رکھتی ہوں اور تو نے جتنی کتابیں نازل کی ہیں ان سب پر ایمان رکھتی ہوں اور میں اپنے دادا حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ کے کلام کی تصدیق

کرتی ہوں اس نے ہی تیرا قدیمی گھر بنایا تھا۔ میں تجھے اسی گھر
اوراس کے بنانے والے اور اس مولود کے حق کا واسطہ دے
کرسوال کرتی ہوں جو کہ میرے شکم میں ہے جو مجھ سے کلام کرتا
ہے اور اپنی باتوں سے مجھے مانوس رکھتا ہے اور میں یقین رکھتی
ہوں کہ وہ تیری آیات میں سے ایک آیت ہے اور تیرے دلائل
میں سے ایک دلیل ہے۔ میری ولادت کے عمل کو میرے لیے
آسان بنا!

عباس بن عبدالمطلب اور یزید بن قعنب کا بیان ہے کہ جب فاطمہؑ بنت اسد نے یہ الفاظ کہے اور یہ دعا کی تو ہم نے دیکھا کہ پچھلی طرف سے بیت اللہ کی دیوار پھٹ گئی اور فاطمہؑ بنت اسد اس میں داخل ہو گئیں اور ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو گئیں۔ پھر پھٹی ہوئی دیوار اللہ کے حکم سے دوبارہ مل گئی۔ ہم نے اسے خدا کا ایک خصوصی امر خیال کیا اور فاطمہؑ بنت اسد تین دن تک بیت اللہ میں رہیں۔ اہل مکہ میں اس واقعہ کے متعلق بڑی گفتگو ہوئی اور مکہ کی گلیوں بلکہ گھروں میں پردہ نشین عورتیں بھی اسی موضوع کے متعلق گفتگو کرنے لگیں۔

تین دن کے بعد دیوارِ کعبہ دوبارہ اسی جگہ سے پھٹ گئی جہاں سے وہ پہلے پھٹی تھی۔ دیوارِ کعبہ پھٹنے کے بعد فاطمہؑ بنت اسد کعبہ سے برآمد ہوئیں۔ اس وقت ان کے ہاتھوں پر علیؑ تھے۔ انہوں نے کہا:

**معاشر الناس! ان اللّٰہ عزوجل اختارنی من خلقه وفضلنی
علی المختارات ممن مضٰی قبلی - وقد اختار اللّٰہ اسیة
بنت مزاحم فانها عبدت اللّٰہ سرافی موضع لایحب اللّٰہ
ان یعبد فیه الا اضطرارا وان مریم بنت عمران هانت
ویسرت علیها ولادة عیسٰی فهزت الجذع الیابس من**

النخلة فی فلاة من الارض حتی تساقط علیها رطبا جنیا وان اللّٰہ اختارنی وفضلنی علیهما وعلی کل من مضیٰ من نساء العالمین لانی ولدت فی بیته العتیق وبقیت فیه ثلاثة ایام اکل من ثمار الجنة وارزاقها فلما اردت ان اخرج وولدی علی یدی هتف بی هاتف وقال: یافاطمة سمیه علیا فنا العلی الاعلیٰ وانی خلقته من قدرتی وعزجلالی وقسط عدلی واشتققت اسمه من اسمی وادبته باربی (وفوضت الیه امری ووقفته علی غامض علمی وولد فی بیتی) وهو اول من یؤذن فوق بیتی ویکسر الاصنام ویرمیها علی وجهها ویعظمنی ویمجدنی ویهللنی وهو الامام بعد حبیبی ونبیبی وخیرتی من خلقی محمد رسولی ووصیه فطوبیٰ لمن احبه ونصره والویل لمن عصاه وخذله وجحدحقه

لوگو! اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات میں سے مجھے منتخب کیا اور مجھ سے قبل جن خواتین کو چنا تھا ان پر مجھے فضیلت دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آسیہ بنت مزاحم کا انتخاب کیا۔ اس نے چھپ کر ایک ایسی جگہ پر اللہ کی عبادت کی جہاں مجبوری کے علاوہ عبادت کرنے کو اللہ پسند نہیں کرتا۔

اللہ تعالیٰ نے مریمؑ بنت عمران کا انتخاب کیا ان کے لیے عیسیٰؑ کی ولادت آسان بنا دی گئی۔ انہوں نے ویران زمین پر خشک کھجور کے درخت کو ہلایا تو ان پر تازہ کھجوریں گریں۔

اللہ تعالیٰ نے میرا انتخاب کیا اور ان دونوں خواتین اور مجھ سے پہلی

تمام خواتین پر مجھے فضیلت دی کیونکہ میں نے اللہ کے قدیم گھر میں بچہ کو جنم دیا اور میں نے بیت اللہ میں تین دن قیام کیا اور اس دوران جنت کے پھل اور جنت کا رزق کھاتی رہی' اور جب میں نے اپنے بیٹے کو اپنے ہاتھوں پر لیے ہوئے باہر نکلنے کا ارادہ کیا تو ایک منادی نے مجھے ندا دی اور کہا:

اے فاطمہؑ! اس کا نام علیؑ رکھنا' میں علی الاعلیٰ ہوں۔ میں نے اسے اپنی قدرت' اپنے جلال کی عزت اور اپنے عدل و انصاف سے پیدا کیا ہے اور میں نے اس کے نام کو اپنے نام سے مشتق کیا ہے اور میں نے اسے اپنے ادب سے مؤدب بنایا۔ (اور میں نے اپنا حکم اس کے سپرد کیا اور میں نے اسے اپنے گہرے علم سے واقفیت عطا کی اور وہ میرے گھر میں پیدا ہوا)۔ اور وہ پہلا فرد ہے جو میرے گھر کے اوپر کھڑا ہو کر اذان دے گا اور میرے گھر میں نصب بتوں کو توڑے گا اور انھیں منہ کے بل زمین پر گرا دے گا۔ وہ میری عظمت بیان کرے گا اور میری تمجید کرے گا اور میرے کلمہ توحید کو جاری کرے گا۔ وہ میرے حبیب اور میرے نبی اور میرے منتخب رسول محمد مصطفیٰؐ کے بعد امام ہوگا اور اس کا وصی ہوگا۔ اس کے لیے خوش خبری ہے جو اس سے محبت رکھے گا اور اس کی مدد کرے گا اور اس کے لیے ہلاکت اور افسوس ہے جو اس کی نافرمانی کرے گا اور اس کی مدد نہ کرے گا اور اس کے حق کا انکار کرے گا۔

روایت میں ہے کہ جب حضرت ابوطالبؑ نے اپنے فرزند کو دیکھا تو آپ بہت خوش ہوئے۔ حضرت علیؑ نے ان سے کہا:

السلام علیکم یاابت ورحمة اللّٰہ وبرکاتہ.

اباجان! آپ پر سلام اور اللہ کی رحمت اور برکتیں آپ پر نازل ہوں۔

راوی کا بیان ہے کہ پھر رسولؐ خدا تشریف لائے۔ آپؐ جیسے ہی آئے تو حضرت علیؑ نے ہل جل کر آپؐ کی تعظیم کی اور آپ کو دیکھ کر مسکرانے لگے اور کہا:

السلام علیک یارسول اللّٰہ ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ

رسولؐ خدا! آپؐ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔

پھر حکمِ خدا سے آپ کھانسے اور آپؐ نے سورہ مومنون کی آیات کی تلاوت کی اور کہا:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم – قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ الَّذِیۡنَ هُمۡ فِیۡ صَلَاتِهِمۡ خَاشِعُوۡنَ

''اللہ کے نام کا سہارا لے کر جو کہ مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے' یقیناً اہل ایمان نے نجات پائی جو کہ اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں''۔

یہ سن کر رسولؐ خدا نے فرمایا:

قد افلحوا بک

تیرے ذریعہ سے وہ نجات پائیں گے۔

حضرت نے سورہ مومنون کی گیارہ آیات تلاوت کیں اور جب انہوں نے دسویں اور گیارہویں آیت پڑھی اور کہا:

اُولٰٓئِکَ هُمُ الۡوَارِثُوۡنَ الَّذِیۡنَ یَرِثُوۡنَ الۡفِرۡدَوۡسَ هُمۡ فِیۡهَا خَالِدُوۡنَ ٥

''وہی لوگ وارث ہیں جو کہ جنت الفردوس کے وارث بنیں گے

وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے''۔

رسولؐ خدا نے فرمایا:

**انت واللّٰہ امیرھم تمیرھم من علومک فیمتارون وانت واللّٰہ ویعلمھم وبک یھتدون**

''اللہ کی قسم! تو ان کا امیر ہوگا تو انھیں اپنے علوم کا رزق فراہم کرے گا اور وہ علم کے ہتھیاروں سے مسلح ہوں گے۔ خدا کی قسم! تو ان کا رہبر ہوگا اور وہ تیرے ذریعہ سے ہدایت پائیں گے''۔

۔ اس کے بعد رسولؐ خدا نے حضرت فاطمہؑ بنت اسد سے کہا کہ آپ اس کے چچا حمزہؓ کے پاس جائیں اور اسے اس کی خوشخبری دیں۔

بی بی نے کہا: اگر میں انھیں خوشخبری دینے جاؤں تو میرے بچے کو کون سیراب کرے گا؟

رسولؐ خدا نے فرمایا: میں اسے سیراب کروں گا۔

فاطمہؑ بنت اسد نے کہا: تو کیا آپ اسے سیراب کریں گے؟

رسولؐ خدا نے فرمایا: جی ہاں۔ اس کے بعد آنحضرتؐ نے اپنی زبان علیؑ کے منہ میں دی تو اس سے بارہ چشمے جاری ہوئے۔ اس دن کو ''یوم الترویہ'' کا نام دیا گیا یعنی سیراب ہونے کا دن۔

جب فاطمہؑ بنت اسد واپس آئیں تو انہوں نے ایک نور دیکھا جو علیؑ سے اٹھ اٹھ کر آسمان تک جا رہا تھا۔ بی بی کہتی ہیں کہ میں نے اپنے بیٹے کے بدن کو مضبوط کر کے باندھا مگر وہ بندھن ٹوٹ گیا۔ پھر میں نے اپنے بیٹے کو دو کپڑوں کے بدن سے باندھا مگر علیؑ نے اسے بھی توڑ دیا۔ میں نے تین کپڑوں سے اپنے فرزند کو باندھا۔ مگر آپؑ نے وہ بھی توڑ دیئے۔ پھر میں نے چار کپڑوں سے اپنے بیٹے کو باندھا اور وہ چاروں کپڑے مصر کے بنے ہوئے مضبوط کپڑے تھے مگر میرے بیٹے نے وہ بھی توڑ دیئے۔ اس کے بعد

ہیں نے اسے دیباج کے پانچ کپڑوں سے باندھا تو میرے بچے نے وہ بھی توڑ دیئے۔ پھر میں دیباج کے چھ اور چمڑے کے ایک مضبوط کپڑے سے باندھا میرے بیٹے نے انگڑائی لی وہ سب کے سب حکمِ خداوندی سے پھٹ گئے۔ اس کے بعد میرے بیٹے نے کہا:

امی جان! آپ میرے ہاتھ نہ باندھیں کیونکہ میں اپنی انگلی کے ساتھ اپنے رب سے مناجات کرنے کا خواہش مند ہوں۔

شیرِ خدا کا یہ فعل دیکھ کر ابو طالبؑ نے کہا: یقیناً اسے شان ملے گی اور یہ نامور بچہ ہوگا۔

پھر دوسرے دن رسولؐ خدا فاطمہؑ بنت اسد کے پاس تشریف لائے۔ جب علی علیہ السلام نے آپ کو دیکھا تو انہوں نے آنحضرتؐ پر سلام کیا اور آپ کو دیکھ کر مسکرانے لگے اور اشارہ سے کہنے لگے کہ آپؐ مجھے اٹھائیں اور مجھے وہی غذا دیں جو آپؐ نے کل مجھے دی تھی۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپؑ کو اٹھایا تو آپؑ کی والدہ نے کہا:

عرفه ورب الكعبة

ربِ کعبہ کی قسم! اس نے انہیں پہچان لیا ہے۔

حضرت فاطمہؑ بنت اسد کے اسی جملے کی وجہ سے اسی دن کا نام ''یوم عرفہ'' رکھا گیا یعنی اس دن امیر المومنین علیہ السلام نے رسولؐ خدا کو پہچان لیا تھا۔ اور جب تیسرا دن ہوا اور وہ دن دس ذی الحج کا تھا تو حضرت ابو طالبؑ نے لوگوں میں منادی کرائی کہ آؤ اور میرے بیٹے علیؑ کی ولادت کی خوشی میں کھانا کھاؤ۔

ابو طالبؑ نے تین سو اونٹ اور ایک ہزار گائے اور بکریاں ذبح کیں اور عظیم الشان دعوت کا اہتمام کیا اور انہوں نے لوگوں سے کہا:

میرے فرزند کی ولادت کی دعوت کھانے والو! پہلے بیت اللہ کے گرد سات مرتبہ

طواف کرو، پھر میرے ہاں آجاؤ اور میرے بیٹے علیؑ پر سلام کرو۔ یقیناً خدا نے اسے شرف دیا ہے۔

ابو طالبؑ کے اسی فعل کی وجہ سے اس دن کا نام ''یوم النحر'' رکھا گیا، یعنی قربانی کا دن۔ (امالی طوسی، ج ۲، ص ۳۱۷)

۲- ابن شہر آشوب مناقب میں لکھتے ہیں کہ شیعوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضرت علی علیہ السلام کعبہ میں پیدا ہوئے۔ سنی علماء نے بھی اسی حقیقت کو تسلیم کیا ہے اور لکھا کہ حضرت کی پیدائش کعبہ میں ہوئی تھی۔ (مناقب آل ابی طالب ج ۲، ص ۱۷۵۔ حلیۃ الابرار، ج ۱، ص ۲۳۰۔ مناقب ابن مغازی، ص ۶، حدیث ۳۔ الفصول المہمہ ابن صباغ مالکی، ص ۳۰۔ کفایۃ الطالب گنجی الشافعی، ص ۴۰۵، باب ۷)

## لفظ امیر المومنین کا اختصاص

(بحذف اسناد) جابر بن یزید جعفی کا بیان ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ امیر المومنین علیہ السلام کو ''امیر المومنین'' کا لقب کیوں دیا گیا؟

امامؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان کا لقب امیر المومنین رکھا اور جب اس نے روزِ میثاق لوگوں سے اپنی ربوبیت کا وعدہ لیا تھا تو اس کے ساتھ لوگوں سے یہ وعدہ بھی لیا تھا کہ محمدؐ میرے رسول ہیں اور علی امیر المومنینؑ ہے۔ (اصول کافی، ج ۲، ص ۴۱۲)

۲- (بحذف اسناد) ابو بصیر نے امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کیا کہ آپ نے قرآنی آیت لتؤمنن به ولتنصرنه (تم ضرور اس پر ایمان لاؤ گے اور ضرور اس کی مدد کرو گے) کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ سے لے کر جتنے بھی نبی بھیجے وہ سب کے سب اسی دنیا میں واپس آئیں گے اور رسولؐ خدا اور امیر المومنینؑ کی مدد کریں گے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے لیے لازم قرار دیا ہے کہ وہ انبیائے ماسبق پر ایمان لائیں''۔

اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَانُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ (آل عمران: ۸۴)

''ہم اللہ پر ایمان لائے اور جو کچھ ہم پر اتارا گیا اور جو کچھ ابراہیمؑ، اسماعیلؑ، اسحاقؑ، یعقوبؑ اور اولادِ یعقوبؑ پر اتارا گیا اس پر بھی ہم ایمان لائے اور جو کچھ موسیٰؑ اور عیسیٰؑ اور انبیاء کو ان کے رب کی طرف سے عطا ہوا ہے ہم اس پر ایمان لائے۔ ہم ان میں سے کسی میں بھی تفریق نہیں کرتے اور ہم اس کے فرماں بردار ہیں۔ (تفسیر قمی، ج ۱، ص ۲۴۷)۔ (بحار الانوار، ج ۵۳، ص ۶۱۔ حدیث ۵۰)

۵- (بحذف اسناد) امام جعفر صادق علیہ السلام نے قرآن مجید کی آیت واذ اخذ ربک من بنی اٰدم من ظھورھم ذریتھم واشھدھم علٰی انفسھم...... (اور جب تیرے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی ذریت کو نکالا اور انھیں ان کی جانوں پر گواہ بنایا...... ) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کی پشت سے اسی کی نسل کو برآمد کیا اور وہ ذرات کی مانند تھے اور اللہ تعالیٰ نے انھیں اپنی معرفت کرائی اور اگر خدا ایسا نہ کرتا تو کوئی بھی اسے پہچان نہ سکتا''۔

اللہ تعالیٰ نے ان سے کہا:

الست بربکم؟

''کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟''

تمام بنی آدم نے جواب میں کہا:

''بے شک تو ہمارا رب ہے''۔

پھر اللہ نے فرمایا:

''یہ محمدؐ میرا رسول اور علیؑ امیر المومنین میرا خلیفہ اور میرا امین ہے''۔ (بصائر الدرجات، ص ۷۱، حدیث ۶ وصفحہ ۲۷۲، حدیث ۹)

۶- (بحذف اسناد) ابوحمزہ ثمالی نے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی کہ آپ نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے بیان کیا۔

اللہ تعالیٰ نے جبریل امین کو حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیجا اور حکم دیا کہ وہ اپنی زندگی میں حضرت علیؑ کی گواہی دیں اور انھیں امیر المومنینؑ کے لقب سے ملقب کریں۔

رسول اکرمؐ نے سات افراد کو اپنے پاس بلایا اور ان سے فرمایا: میں نے تمھیں اس لیے بلایا ہے تا کہ تم اللہ کی طرف سے زمین میں اس کے گواہ رہو۔ خواہ تم اس گواہی پر قائم رہو یا اسے چھوڑ دو۔

پھر آپؐ نے حضرت ابوبکر سے کہا کہ تم اٹھو اور علیؑ کو امیر المومنین کہہ کر سلام کرو۔

حضرت ابوبکر نے کہا: کیا یہ اللہ اور اس کے رسولؐ کا حکم ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر اٹھے اور انہوں نے حضرت علیؑ کو امیر المومنین کہہ کر سلام کیا۔ پھر آنحضرتؐ نے حضرت عمر سے کہا کہ تم اٹھو اور علیؑ کو امیر المومنین کہہ کر سلام کرو۔

حضرت عمر نے کہا: کیا اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکم سے ہم نے علیؑ کو امیر المومنین کہہ کر پکارنا ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ یہ سن کر حضرت عمر اٹھے اور حضرت علیؑ کو امیر المومنین کہہ کر سلام کیا۔

پھر آنحضرتؐ نے مقداد بن اسود الکندی سے فرمایا کہ تم اٹھو اور علیؑ کو

امیر المومنین کہہ کر سلام کرو۔

یہ سن کر مقداد اٹھے اور انہوں نے حضرتؑ کو سلام کیا اور انہوں نے شیخین کے جملے نہ دہرائے۔

پھر آنحضرتؐ نے ابوذر غفاری سے کہا کہ تم اٹھو اور علیؑ کو امیر المومنین کہہ کر سلام کرو۔ ابوذر اٹھے اور انہوں نے آپؑ کو امیر المومنین کہہ کر سلام کیا۔

پھر آپؐ نے حذیفہ یمانی سے فرمایا کہ تم اٹھو اور علیؑ کو امیر المومنین کہہ کر سلام کرو۔ حذیفہ اٹھے اور انہوں نے آپؑ کو امیر المومنین کہہ کر سلام کیا۔

پھر آنحضرتؐ نے عمار بن یاسر سے کہا: تم اٹھو اور علیؑ کو امیر المومنین کہہ کر سلام کرو۔ عمار اٹھے اور انہوں نے آپؑ کو امیر المومنین کہہ کر سلام کیا۔

پھر آپ نے عبداللہ بن مسعود سے فرمایا کہ تم اٹھو اور علی کو امیر المومنین کہہ کر سلام کرو۔ ابن مسعود اٹھے اور انہوں نے آپ کو امیر المومنین کہہ کر سلام کیا۔

آخر میں آنحضرتؐ نے بریدہ سے کہا کہ تم اٹھو اور علیؑ کو امیر المومنین کہہ کر سلام کرو۔ بریدہ اٹھے اور انہوں نے حکمِ نبوت کی تعمیل کی۔ بریدہ ان سب سے چھوٹے تھے۔ (امام شیخ مفید، ص ۱۸، حدیث ۷۔ بحار الانوار، جلد ۳۷، صفحہ ۳۳۵، حدیث ۷۴)

۷- بریدہ بن خصیب کا بیان ہے کہ رسولؐ خدا نے مجھ سمیت سات افراد کو جن میں ابوبکر و عمر اور طلحہ و زبیر بھی شامل تھے حکم دیا تھا کہ تم علیؑ کو امیر المومنین کہہ کر سلام کرو۔ ہم نے رسولؐ خدا کی موجودگی میں انھیں امیر المومنینؑ کہہ کر سلام کیا۔

۸- ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں علیؑ آئے اور انہوں نے ''السلام علیکم یارسولؐ اللہ'' کہہ کر آنحضرتؐ پر سلام کیا۔ اس کے جواب میں رسول اکرمؐ نے فرمایا: وعلیک السلام یاامیر المومنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

حضرت علیؑ نے کہا: یارسولؐ اللہ! آپ اپنی زندگی میں مجھے امیر المومنین کہہ کر

پکارتے ہیں؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: جی ہاں' میں اپنی زندگی میں ہی کہوں گا۔ کل جب آپؑ ہمارے پاس سے گزرے تو اس وقت میں اور جبریل آپس میں محو گفتگو تھے' مگر آپؑ نے ہمیں سلام نہیں کیا تھا۔ جبریل نے مجھ سے کہا: کیا بات ہے امیرالمومنینؑ ہمارے پاس سے گزرے مگر انہوں نے ہمیں سلام نہیں کیا؟ خدا کی قسم! اگر وہ ہمیں سلام کرتے تو ہمیں بہت خوشی ہوتی اور ہم انھیں جوابِ سلام دیتے؟

حضرت علیؑ نے کہا: یارسولؐ اللہ! بات یہ ہے کہ کل میں نے آپ کو دحیہ کلبی کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کرتے ہوئے پایا تھا لہٰذا میں نے مناسب خیال نہ کیا کہ سلام کر کے آپ دونوں کی گفتگو کو قطع کروں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: وہ دحیہ نہیں بلکہ جبریل علیہ السلام تھے۔ میں نے ان سے کہا تھا جبریل تم نے اس کا نام امیرالمومنین کیوں رکھا؟

جبریل نے کہا: جنگِ بدر کے موقع پر اللہ نے مجھے حکم دیا تھا کہ تم محمدؐ پر اترو اور ان سے کہو کہ وہ امیرالمومنین علی بن ابی طالبؑ کو حکم دیں کہ وہ دونوں صفوں کے درمیان اٹھ کر چلیں' کیونکہ ملائکہ انھیں دو صفوں میں چلتے ہوئے دیکھنا پسند کرتے ہیں۔ علیؑ کا نام امیرالمومنین (میں نے نہیں بلکہ) اللہ نے رکھا ہے۔

علیؑ تو آسمان والوں کا امیر ہے اور تو زمین والوں کا امیر ہے اور جو لوگ اس جہان سے چلے گئے تو ان کا امیر ہے اور جو باقی ہیں تو ان کا امیر ہے۔ نہ تو تجھ سے پہلے کوئی امیر گزرا ہے اور نہ تیرے بعد کوئی امیر ہوگا' کیونکہ جن لوگوں کا اللہ نے یہ نام نہیں رکھا ان کے لیے یہ نام رکھنا حرام ہے۔ (مائۃ منقبۃ ابن شاذان' صفحہ ۵۱ منقبت ۲۶۔ الیقین فی امرۃ امیرالمومنین' صفحہ ۵۸ باب ۷۹)

۹- امام محمد باقر علیہ السلام سے قرآنی آیت فسئل الذین یقرؤون الکتاب من قبلک (آپ ان سے سوال کریں جو آپ سے پہلے کتاب پڑھتے تھے) کی تفسیر

پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جب شب معراج میں چوتھے آسمان پر پہنچا تو جبریلؑ نے اذان واقامت کہی اور تمام انبیاء، صدیقین، شہداء اور ملائکہ کو جمع کیا۔ پھر میں نے آگے بڑھ کر انھیں نماز پڑھائی۔ جب میں وہاں سے جانے لگا تو جبریلؑ نے مجھ سے کہا کہ آپ ان سے پوچھیں کہ وہ کس بات کی گواہی دیتے ہیں؟

انہوں نے کہا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں اور علیؑ امیر المومنین ہیں۔

۱۰- (بحذف اسناد) حضرت علی علیہ السلام نے کہا کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جب مجھے معراج نصیب ہوئی تو میں اپنے رب کے قرب میں اتنا پہنچا کہ دو کمانوں یا اس سے بھی کچھ کم فاصلہ رہ گیا تھا تو اس وقت میرے رب نے مجھے وحی کی اس وحی میں اللہ نے یہ کہا:

محمدؐ! علیؑ بن ابی طالبؑ امیر المومنین کو سلام کہنا۔ میں نے اس سے پہلے اور اس کے بعد کسی کا نام امیر المومنین نہیں رکھا۔ (امالی طوسی، جلد ۱، صفحہ ۳۰۱۔ بحار الانوار، ج ۳۷، ص ۲۹۰، حدیث ۲)

۱۱- ایک شخص امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا: ''السلام علیکم یا امیر المومنین''۔ جیسے ہی اس شخص نے آپ کو امیر المومنین کہا تو آپ اچانک کھڑے ہو گئے اور اس سے فرمایا: رک جاؤ، یہ نام حضرت علی علیہ السلام کے علاوہ کسی کے لیے بھی درست نہیں ہے۔ اللہ نے یہ نام صرف ان کو ہی عطا کیا ہے۔ ان کے علاوہ کسی دوسرے کا یہ نام نہیں رکھا اور حضرتؑ کے علاوہ جو بھی اپنے لیے یہ نام پسند کرے گا تو وہ لواطت شدہ شخص ہوگا۔ اور اگر وہ پہلے سے لواطت شدہ نہ بھی ہوا تو اس کا نام کو رکھنے کے بعد ضرور ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اس طرف اشارہ کیا ہے:

ان یدعون من دونہ الا اناثًا وان یدعون الا شیطانًامریدًا

(النساء: ۱۱۷)

وہ اس کو چھوڑ کر عورتوں کو پکار رہے ہیں اور وہ سرکش شیطان کو ہی پکار رہے ہیں۔

راوی نے کہا: مولا! یہ بتائیں کہ آپ کے قائم علیہ السلام کو کس نام سے پکارا جائے گا؟

آپؑ نے فرمایا: ان پر ان الفاظ سے سلام کیا جائے گا:

السلام علیک یابقیة اللّٰہ ، السلام علیکم یابن رسول اللّٰہ

(تفسیر عیاشی، ج ۱، ص ۲۷۶، حدیث ۲۷۴۔ بحارالانوار، ج ۳۷، ص ۳۳۱، حدیث ۷۰۔ البرہان، ج ۱، ص ۴۱۶، حدیث ۲۔ حلیۃ الابرار، ج ۲، ص ۶۳۹۔ نورالثقلین، ج ۲، ص ۵۵۱)

## روز طائف اللہ نے حضرت علیؑ سے سرگوشی کی

۱- (بحذف اسناد) جابر بن عبداللہ انصاری بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ طائف کے موقع پر رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ کو بلایا اور ان سے سرگوشی کی۔ لوگ کہنے لگے جن میں حضرت ابوبکر وعمر بھی شامل تھے کہ رسولؐ خدا نے ہمیں چھوڑ کر علیؑ سے ہی سرگوشی کی ہے۔ رسول اکرم نے لوگوں میں خطبہ دیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا:

لوگو! تم کہتے ہو کہ میں نے علیؑ سے سرگوشی کی ہے۔ خدا کی قسم! میں نے علیؑ سے سرگوشی نہیں کی بلکہ اللہ نے اس سے سرگوشی کی ہے۔ (الاختصاص، ص ۱۹۹۔ بحارالانوار، ج ۳۹، ص ۱۵۳، حدیث ۹۔ بصائرالدرجات، ص ۴۱۰، حدیث ۳)

۲- (بحذف اسناد) ابورافع کا بیان ہے کہ جب رسولؐ خدا نے حضرت ابوبکر کو سورہ برأت کی آیات کی تبلیغ کے لیے روانہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم سے فرمایا:

آپ اسے چھوڑ رہے ہیں جس سے کئی بار میں نے سرگوشی کی ہے اور اسے بھیج رہے ہیں جس سے میں نے کبھی سرگوشی نہیں کی؟

اس کے بعد آنخضرتؐ نے حضرت علیؑ کو تبلیغ سورہ برأت کے لیے روانہ کیا۔ چلتے وقت حضرت علیؑ نے رسولؐ خدا سے عرض کی: یارسولؐ اللہ! آپ مجھے وصیت کریں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ تجھے وصیت کرے گا اور وہ تجھ سے سرگوشی کرے گا۔

چنانچہ برأت کی تبلیغ کے دن نمازِ ظہر سے لے کر نمازِ عصر تک اللہ نے حضرت علیؑ سے سرگوشی کی۔ (الاختصاص، ص ۲۰۰۔ بحارالانوار، ج ۳۹، ص ۱۵۵، حدیث ۱۳، بصائرالدرجات، ص ۴۱۱، حدیث ۶)

۳- (بحذف اسناد) حمران بن اعین کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے کہا: میں نے سنا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت علیؑ سے مناجات کی تھی۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں۔ طائف میں اللہ نے حضرت علیؑ سے سرگوشی کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو حرام، حلال اور تاویل کی تعلیم دی اور رسولؐ خدا نے ان تمام باتوں کی علیؑ کو تعلیم دی۔ (الاختصاص، ص ۲۷۸)

۴- (بحذف اسناد) جابر کہتے ہیں کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طائف کا محاصرہ کیے ہوئے تھے اسی دوران آپؐ نے علیؑ کو بلایا اور طویل وقت تک علیؑ سے سرگوشیاں کرتے رہے۔

لوگوں نے آنخضرتؐ سے کہا: آج آپ نے علیؑ سے طویل سرگوشیاں کی ہیں؟

آنخضرتؐ نے فرمایا: میں نے اس سے سرگوشی نہیں کی بلکہ اللہ نے اس سے سرگوشی کی۔ (امالی طوسی، ج ۱، ص ۳۴۰)

۵- جب حضرت عمر زخمی ہوئے اور انھیں اپنی موت کا یقین ہو گیا تو انہوں نے

منصب خلافت کے لیے چھ رکنی شوریٰ تشکیل دی اور جب شوریٰ کا اجلاس ہوا تو حضرت علیؑ نے اہل شوریٰ سے کہا:

میں تم سے جو کچھ بیان کروں اگر وہ حق ہو تو اسے قبول کر لینا اور میری بات غلط ہو تو تم اس کی تردید کر دینا۔

پھر آپؑ نے وہاں اپنے بہت سے خصائص کا تذکرہ کیا اور اپنی ہر خاصیت کے لیے اہل شوریٰ سے پوچھتے تھے کہ کیا یہ سچ ہے؟ اس کے جواب میں اہل شوریٰ آپؑ کے بیان کی تصدیق کرتے تھے۔

آپؑ نے اپنے فضائل بیان کرتے ہوئے اہل شوریٰ سے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ رسول اکرمؐ نے محاصرہ طائف کے دوران مجھ سے سرگوشی کی تھی جو کہ لمبی ہوگئی۔ تم میں سے کچھ افراد نے آنحضرتؐ سے کہا تھا: یارسولؐ اللہ! آپ نے ہمیں نظر انداز کر کے علیؑ سے سرگوشی کی۔

رسولؐ خدا نے اس کے جواب میں فرمایا تھا: میں نے اس سے سرگوشی نہیں کی بلکہ اللہ نے اس سے سرگوشی کی۔ تو کیا یہ بات سچ ہے؟

تمام حاضرین نے کہا: جی ہاں یہ سچ ہے۔

اس روایت کو اہل سنت محدثین نے بھی اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ جن میں امام ترمذی، ابویعلیٰ، ابن کثیر، ابن مغازی اور سمعانی زیادہ اہم ہیں۔ (سنن ترمذی، ج ۵، ص ۶۳۹ ۔ حدیث ۳۷۲۶ ۔ مسند ابویعلیٰ موصلی، ج ۴، ص ۱۱۸، حدیث ۳۳۹ (۲۱۶۳) ابن کثیر البدای والنہایہ، ج ۷، ص ۳۵۶ ۔ انساب سمعانی وغیر ذلک من کتب العامۃ)

## مقامِ شب معراج

۱۔ (بحذف اسناد) ابوبصیر نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی کہ آپ نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے حضرت علیؑ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا:

علیؑ ! جب میں شب معراج آسمانوں پر گیا تو ہر آسمان پر فرشتوں نے مجھے بشارتیں دیں یہاں تک کہ جبریل امینؑ نے ملائکہ کے گروہ کے ساتھ مجھ سے کہا:

''اگر آپؐ کی اُمت علیؑ کی محبت پر جمع ہو جاتی تو اللہ دوزخ کو پیدا ہی نہ کرتا''۔

علیؑ ! اللہ تعالیٰ نے سات مقامات پر تجھے میرے ساتھ حاضر کیا یہاں تک کہ میں تجھ سے مانوس ہو گیا۔ ان میں سے پہلا موقع وہ ہے جب مجھے آسمانوں پر لے جایا گیا تو جبریل نے مجھ سے کہا:

محمدؐ! آپ کا بھائی کہاں ہے؟

میں نے کہا: میں اسے اپنے پیچھے چھوڑ آیا ہوں۔

جبریلؑ نے کہا: آپؐ اللہ سے دعا مانگیں وہ اسے آپ کے پاس حاضر کرے۔

اس وقت میں نے اللہ سے دعا کی تو تیری مثال میرے ساتھ موجود تھی۔ میں نے وہاں ملائکہ کو صف باندھے ہوئے دیکھا۔ میں نے جبریلؑ سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟

جبریلؑ نے کہا: یہ وہ ہیں جن پر اللہ قیامت کے دن فخر ومباہات کرے گا۔

میں قریب گیا اور میں نے وہاں جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ قیامت تک ہونے والا ہے وہ سب کچھ میں نے وہاں بیان کیا۔

اور دوسرا اس وقت تجھے اپنے پاس موجود پایا جب مجھے صاحبِ عرش کی طرف سفر پر لے جایا گیا تو جبریلؑ نے مجھ سے کہا: محمدؐ! آپ کا بھائی کہاں ہے؟

میں نے کہا: میں اسے اپنے پیچھے چھوڑ آیا ہوں۔

جبریلؑ نے کہا: آپ خدا سے دعا مانگیں کہ وہ اسے آپ کے پاس حاضر کر دے۔

چنانچہ میں نے اللہ سے دعا کی تو تیری مثال میرے پاس موجود تھی۔

میرے لیے ساتوں آسمانوں کے حجاب اٹھا دیے گئے۔ میں نے وہاں کے رہنے والوں کو دیکھا اور ہر فرشتے کی جگہ کو ملاحظہ کیا۔

تیسرا اس وقت تجھے اپنے پاس موجود پایا جب مجھے جنات کی طرف مبعوث کیا گیا تو جبریلؑ امین نے مجھ سے کہا کہ آپ کا بھائی کہاں ہے؟

میں نے کہا کہ میں اسے اپنے پیچھے چھوڑ آیا ہوں۔

جبریلؑ نے کہا: آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ اسے آپ کے پاس حاضر کرے۔

میں نے دعا مانگی تو اس وقت بھی مجھے اپنے پاس موجود پایا۔ میں نے وہاں ان سے جو بھی باتیں کیں اور انہوں نے مجھ سے جو بھی باتیں کیں وہ سب کی سب تو نے سنیں اور انھیں یاد رکھا۔

چوتھا مقام جہاں تو میرے ساتھ تھا' ہم لیلۃ القدر کے لیے مخصوص کیے گئے اس وقت تو میرے ساتھ موجود تھا۔ ہمارے علاوہ کسی کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

پانچواں مقام وہ تھا جب میں نے اللہ سے مناجات کی۔ اس وقت تیری مثال میرے ساتھ موجود تھی۔ میں نے تیرے لیے جن جن چیزوں کی اللہ سے درخواست کی سوائے نبوت کے وہ سب کی سب دعائیں قبول ہوئیں مگر نبوت کے متعلق اللہ نے مجھ سے کہا کہ میں نے نبوت کو تیرے لیے مخصوص کیا اور اس عہدہ کو تجھ پر ختم کیا۔

چھٹا مقام وہ ہے جب میں نے بیت المعمور کا طواف کیا تو اس وقت تیری مثال میرے ساتھ موجود تھی۔

ساتواں مقام وہ ہے جب مختلف گروہ میرے ہاتھوں ہلاک ہوئے تو اس وقت تو میرے ساتھ تھا۔

علیؑ! اللہ تعالیٰ نے دنیا پر نگاہ ڈالی تو اس نے تمام جہانوں کے مردوں میں سے مجھے منتخب کیا۔ اس نے پھر دوسری نگاہ ڈالی تو تمام جہان کے مردوں میں سے تجھے منتخب کیا۔ اس نے تیسری بار کائنات پر نظر ڈالی تو تمام جہانوں کی عورتوں میں سے فاطمہؑ کا انتخاب کیا۔ پھر اس نے چوتھی بار کائنات پر نگاہ ڈالی تو اس نے تمام جہانوں کے مردوں میں سے حسنؑ و حسینؑ اور اولاد زہراؑ کے آئمہ کو منتخب کیا۔

علیؑ ! میں نے چار مقامات پر تیرے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملا ہوا دیکھا اور اسے دیکھ کر میں بڑا مانوس ہوا۔

۱- جب میں آسمان کا سفر کرتے ہوئے بیت المقدس پہنچا تو میں نے بیت المقدس کی ایک چٹان پر یہ جملے لکھے ہوئے دیکھے:

لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ ایدتہ بوزیرہ ونصرتہ بہ

اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ میں نے اس کے وزیر کے ذریعہ سے اس کی تائید ونصرت کی۔

میں نے کہا: جبریل! میرا وزیر کون ہے؟

اس نے کہا: وہ علیؑ بن ابی طالبؑ ہے۔

۲- جب میں سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچا تو میں نے وہاں یہ جملے لکھے ہوئے دیکھے:

لا الٰہ الا اللّٰہ انا وحدی ومحمد صفوتی من خلقی ایدتہ بوزیرہ ونصرتہ بہ

مجھ اللہ واحد کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ محمدؐ میری مخلوق میں سے میرے چنے ہوئے فرد ہیں۔ میں نے اس کی تائید ونصرت اس کے وزیر سے کرائی ہے۔

میں نے کہا: جبریل! میرا وزیر کون ہے؟

انہوں نے کہا: وہ علی بن ابی طالب ہے؟

۳- جب میں نے سدرہ کو عبور کیا اور عرش رب العالمین پر پہنچا تو میں نے عرش کے ستونوں میں سے ایک ستون پر یہ کلمات لکھے ہوئے دیکھے:

لا الٰہ الا اللّٰہ انا وحدی محمد حبیبی وصفوتی من خلقی ایدتہ بوزیرہ واخیہ ونصرتہ بہ

مجھ واحد اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے' محمدؐ میرے محبوب اور میری

مخلوق میں سے میرے چنے ہوئے فرد ہیں۔ میں نے اس کے وزیر اور اس کے بھائی سے ان کی تائید ونصرت کرائی ہے۔

(روایت میں صرف یہی تین مقامات کا ہی تذکرہ کیا گیا ہے جب کہ روایت کی ابتدا میں چار مقامات بیان کیے گئے ہیں۔ اس کے لیے قارئین ہمیں معذور سمجھیں۔ من المترجم عفی عنہ)

علیؑ! اللہ نے مجھے تیرے متعلق سات باتیں عطا کی ہیں:

۱- تو وہ پہلا شخص ہوگا جس کی قبر میری قبر کے ساتھ سب سے پہلے کھول دی جائے گی۔

۲- تو میرے ساتھ (پُل) صراط پر ہوگا اور تو دوزخ سے کہے گا: اسے پکڑ لے' یہ تیرا ہے اور اسے چھوڑ دے یہ تیرا نہیں ہے۔

۳- اور جب مجھے قیامت کے روز لباس پہنایا جائے گا تو تو وہ پہلا شخص ہوگا جسے میرے ساتھ لباس پہنایا جائے گا' اور جب میں قبر سے زندہ کیا جاؤں گا تو تو بھی زندہ کیا جائے گا۔

۴- اور تو وہ پہلا شخص ہوگا جو میرے ساتھ عرش کی دائیں جانب کھڑا ہوگا۔

۵- اور تو وہ پہلا شخص ہوگا جو میرے ساتھ جنت کے دروازے پر دستک دے گا۔

۶- تو وہ پہلا شخص ہوگا جو میرے ساتھ مقام علیین پر رہائش اختیار کرے گا۔

۷- تو وہ پہلا شخص ہوگا جسے میرے ساتھ سربمہر خالص شراب سے سیراب کیا جائے گا جس کی مہر مشک کی ہوگی اور ایسی چیزوں میں شوق کرنے والوں کو آپس میں سبقت اور رغبت کرنی چاہیے۔ (الآمالی طوسی' ج ۲' ص ۲۵۵۔ بحار بحوالہ امالی' ج ۱۸' ص ۳۸۸' حدیث ۹۷)

(بحذف اسناد) بریدہ اسلمی نے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

علیؑ! اللہ نے سات مقامات پر تجھے میرے ساتھ حاضر کیا:

۱-ان میں سے پہلا مقام وہ ہے جب مجھے آسمانوں پر لے جایا گیا تو جبریلؑ نے مجھ سے کہا: آپ کا بھائی کہاں ہے؟

میں نے کہا کہ میں اسے اپنے پیچھے چھوڑ آیا ہوں۔

جبریلؑ نے کہا: آپؐ اللہ سے دعا کریں کہ وہ اسے آپ کے پاس حاضر کرے۔

میں نے دعا مانگی تو تو میرے ساتھ موجود تھا۔ اس مقام پر ملائکہ صفیں باندھے کھڑے تھے۔ میں نے کہا: جبریل! یہ کون ہیں؟

جبریلؑ نے کہا: یہ وہ ہیں جن پر اللہ آپ کے ذریعہ سے فخر ومباہات کرتا ہے۔ اس وقت مجھے گفتگو کی اجازت ملی تو میں نے وہاں ایسی حسین گفتگو کی جیسی آج تک کسی نے نہیں کی ہوگی اور میں نے اپنی گفتگو میں ان تمام چیزوں کا ذکر کیا جنھیں اللہ پیدا کر چکا ہے یا جنھیں روزِ قیامت تک وہ پیدا کرے گا۔

۲-جبریل میرے پاس آئے اور مجھے آسمانوں کی سیر کے لیے لے گئے' انہوں نے مجھ سے کہا: آپ کا بھائی کہاں ہے؟

میں نے کہا کہ میں اسے پیچھے چھوڑ آیا ہوں۔

جبریلؑ نے کہا: آپ دعا کریں کہ اللہ اسے یہاں آپ کے پاس لے آئے۔ میں نے اللہ سے دعا کی تو اچانک تو میرے ساتھ موجود تھا۔ میرے لیے ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کے حجاب ہٹا دیے گئے۔ میں نے ان کے تمام باشندوں اور رہائش پذیر افراد کو دیکھا اور ہر فرشتے کی جگہ کا ملاحظہ کیا اور میں نے وہاں جو کچھ دیکھا وہ سب کچھ تو نے بھی دیکھا۔

۳- میں جنات کی طرف گیا تو جبریلؑ نے مجھ سے کہا: آپ کا بھائی کہاں ہے؟

میں نے کہا: میں اسے پیچھے چھوڑ آیا ہوں۔

جبریلؑ نے کہا: آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ اسے آپ کے پاس حاضر کرے۔

میں نے اللہ سے دعا کی تو تو میرے ساتھ موجود تھا۔ وہاں پر میں نے جنات سے

جو بھی گفتگو کی اور جو کچھ جنات نے مجھے کہا تو نے وہ تمام باتیں سنیں اور ان باتوں سے تو بھی اتنا ہی واقف ہے جتنا کہ میں واقف ہوں۔

۴- میں نے تیرے متعلق اللہ سے جو بھی سوال کیا تو نبوت کے علاوہ اللہ نے میری ہر درخواست قبول فرمائی اور نبوت کے متعلق کہا: محمدؐ! میں نے نبوت کے لیے تجھے مخصوص کر لیا ہے۔

۵- اللہ نے ہمیں لیلۃ القدر کے لیے مخصوص کیا ہے ہمارے علاوہ اور کسی کا کوئی حصہ نہیں ہے۔

۶- جبریلؑ آئے اور مجھے آسمان پر لے گئے اور انہوں نے مجھ سے کہا: آپ کا بھائی کہاں ہے؟

میں نے کہا: میں اسے پیچھے چھوڑ آیا ہوں۔

جبریلؑ نے کہا: آپ اللہ سے دعا مانگیں خدا اسے آپ کے پاس حاضر کرے۔ میں نے دعا مانگی تو تو میرے ساتھ وہاں موجود تھا۔ وہاں جبریل نے اذان دی اور میں نے تمام آسمان والوں کو نماز پڑھائی۔ اس وقت تو میرے ساتھ تھا۔

۷- ہم باقی رہ جائیں گے یہاں تک کہ کوئی بھی باقی نہ رہے گا اور تمام گروہ ہمارے ہاتھوں سے ہلاک ہوں گے۔ (مختصر البصائر، ص ۶۹۔ تفسیر قمی، ج ۲، ص ۳۳۵۔ بحار، ج ۱۸، ص ۴۰۵)

ابن عباس کا بیان ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ، فاطمہؑ اور حسنؑ وحسینؑ کو شب معراج آسمان پر دیکھا اور ان پر سلام کیا جب کہ حضورؐ انھیں زمین پر چھوڑ کر گئے تھے۔ (شارق انوار الیقین فی حقائق کشف اسرار امیر المومنین حافظ رجب البرسی۔ مگر یہ روایت صحیح نہیں ہے کیونکہ معراج مکہ میں ہوئی اور حضرت علیؑ و زہراءؑ کی شادی مدینہ میں ہوئی اور حسنین کریمین بھی مدینہ میں پیدا ہوئے تھے۔ اسی لیے یہ روایت ناقابل قبول ہے۔ مترجم)

## آپؑ کو فرشتوں کے محاکمہ کے لیے جبریلؑ کا آسمان پر لے جانا

ا- (بحذف اسناد) عبداللہ بن مسعود کا بیان ہے کہ میں حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا کے دروازہ پر گیا اور ان سے کہا: آپ کا شوہر کہاں ہے؟

سیدہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا: انھیں جبریل آسمان پر لے گئے ہیں؟

میں نے پوچھا: وہ کیوں؟

بی بی نے فرمایا: ملائکہ کا ایک بات میں اختلاف ہوا تو انہوں نے اللہ سے کسی کے محاکمہ کی درخواست کی۔ اللہ نے ان کی طرف وحی کی کہ تم خود ہی کسی فیصل کا انتخاب کرلو۔ اس کے بعد ملائکہ نے علی بن ابی طالبؑ کا انتخاب کیا۔ (الاختصاص مفید، ص ۲۱۳۔ بحارالانوار بحوالہ اختصاص، ج ۳۹، ص ۱۵۰، حدیث ۱۵)

## شبِ بدر جبریل و میکائیل و اسرافیل اور دوسرے فرشتوں کا حضرتؑ کو سلام کرنا

ا- (بحذف اسناد) جنگِ بدر کی شب کو رسولؐ خدا نے اپنے اصحاب کو کنوئیں سے پانی لانے کے لیے کہا مگر سب نے خاموشی اختیار کرلی۔ حضرت علیؑ مشک لے کر کنوئیں کی طرف روانہ ہوئے۔ آپ نے وہاں سے پانی بھرا اور آپ پانی لے کر آرہے تھے کہ تیز ہوا کا جھونکا آیا جس سے پانی بہہ گیا۔ آپ دوبارہ آئے اور مشک بھری۔ پھر تیز ہوا کا جھونکا آیا اور پانی زمین پر بہہ گیا۔ الغرض تین بار ایسا ہوتا رہا۔ چوتھی بار آپ نے مشک بھری اور رسولؐ خدا کے پاس آگئے اور انھیں حالات سے مطلع کیا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

پہلی ہوا میں جبریلؑ ایک ہزار فرشتوں کو ساتھ لے کر گزرے تھے اور انہوں نے آپ کو سلام کیا تھا اور دوسری ہوا میں میکائیلؑ ایک ہزار فرشتوں کو ساتھ لے کر گزرے۔

انہوں نے بھی آپ کو سلام کیا اور تیسری ہوا میں اسرافیلؑ ایک ہزار فرشتوں کو ساتھ لے کر گزرے تھے۔ انہوں نے بھی آپ کو سلام کیا تھا۔

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: وہ سب تمہاری حفاظت کے لیے آئے تھے۔ (مناقب ابن شہر آشوب، ج ۲، ص ۲۴۲۔ بحار بحوالہ مناقب، ج ۱۹، صفحہ ۲۸۶۔ غایۃ المرام، ص ۶۶۱۔ حدیث ۲)

اسماعیل حمیری نے اسی واقعہ کے متعلق کہا تھا۔ (اسماعیل بن محمد بن یزید بن ربیعہ حمیری اہل بیتؑ طاہرین کے بہترین مداح تھے اور انہوں نے شانِ آل محمدؐ میں مشہور نظمیں لکھی تھیں۔ انہوں نے ۱۷۳ھ میں وفات پائی۔ سیر اعلام النبلاء)

وسلم جبریل ومیکال لیلۃ
علیہ وحیاہ اسرافیل معربا
احاطوا بہ فی روعۃ جاء یستقی
وکان علی السفبھا قد تخربا
ثلاثۃ آلاف ملائک سلموا
علیہ فادناھم وحیا ورحبا

جبریلؑ، میکائیلؑ اور اسرافیلؑ نے رات کے وقت انھیں سلام کیا تھا۔ جب وہ خطرات کے دور میں پانی لینے کے لیے آئے تھے تو ملائکہ نے ان کو حفاظت کے لیے اپنے گھیرے میں لیا تھا جب کہ علیؑ خطرات کے عادی تھے۔ تین ہزار فرشتوں نے انھیں خوش آمدید کہا اور انھیں سلام کیا تھا۔

۲- اسی واقعہ کو اہل سنت محدث عبداللہ بن احمد بن حنبل نے بھی نقل کیا اور انہوں نے لکھا کہ حارث نے حضرت علیؑ سے روایت کی انہوں نے کہا:

بدر کی شب رسولؐ خدا نے فرمایا:

ہمیں کون پانی پلائے گا؟

تمام لوگ خاموش رہے۔ حضرت علیؑ اٹھے اور انہوں نے مشک کندھے پہ ڈالی اور تاریک کنوئیں پر آئے اور اس میں پانی بھرنے کے لیے اترے۔ اتنے میں اللہ تعالیٰ نے جبریل و میکائیل (اور اسرافیل) کی طرف وحی کی کہ تم محمد مصطفےٰؐ اور ان کے گروہ کی مدد کے لیے تیار ہو جاؤ۔ وہ آسمان سے اترے۔ ان کے اترنے کی شدید قسم کی آواز آئی جس سے کان پھٹنے کو آرہے تھے۔ جب وہ کنوئیں کے پاس سے گزرے تو انہوں نے حضرت علیؑ کا احترام کرتے ہوئے اپنے رب کی طرف سے علیؑ پر سلام کیا۔ (فضائل احمد بن حنبل، ج ۲، ص ۶۱۳، حدیث ۱۰۴۹۔ طرائف بحوالہ فضائل، ص ۴۷، حدیث ۹۵۔ غایۃ المرام، ص ۶۱، باب ۱۲۱۔ شرح نہج البلاغہ معتزلی، ج ۹، ص ۱۷۲، حدیث ۱۶)

۳۔ حضرت علی علیہ السلام نے مجلس شوریٰ کے اجلاس میں اہل شوریٰ کے سامنے اپنے بہت سے فضائل و مناقب بیان کیے تھے ان میں سے حضرتؑ نے ایک فضیلت یہ بھی بیان کی تھی کہ بتاؤ شبِ بدر ملائکہ نے تمہیں سلام کیا تھا یا مجھے سلام کیا تھا؟

سب نے کہا: ملائکہ نے آپؑ کو ہی سلام کیا تھا۔ (امالی طوسی، ج ۲، ص ۱۵۹ -- ۱۶۰۔ بحار، بحوالہ امالی، ج ۸، ص ۳۵۴۔ ارشاد القلوب، ص ۲۵۹، حلیۃ الابرار، ج ۱، ص ۴۰۷)

## آسمانی فرشتے حضرت علیؑ کو جانتے پہچانتے ہیں

۱۔ (بحذف اسناد) ابن اذنیہ کا بیان ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: فرقہ نواصب کیا بیان کرتا ہے؟

میں نے کہا: مولا کس چیز کے متعلق آپ ان کی رائے پوچھنا چاہتے ہیں؟

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: وہ اذان، رکوع و سجود کے متعلق کیا کہتے ہیں؟

میں نے کہا کہ وہ کہتے ہیں کہ ابی بن کعب نے یہ سب کچھ نیند میں دیکھا تھا۔

امامؑ نے فرمایا: انہوں نے جھوٹ کہا: اللہ کا دین اس سے کہیں بلند ہے کہ اس کی بنیاد ایک خواب پر قرار دے دی جائے۔

سدیر صیرفی نے کہا: میں آپ پر قربان ہو جاؤں۔ آپ ہی اس کی وضاحت فرما دیں۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اللہ نے اپنے نبی کو سات آسمانوں کی سیر کروائی۔ (ایک اور روایت کے مطابق اللہ نے اپنے نبی کو سات مرتبہ معراج کرائی) پہلے آسمان میں ان پر برکت نازل کی اور دوسرے آسمان پر انھیں اپنے فرائض کی تعلیم دی۔ اللہ تعالیٰ نے نور کا ایک محمل اتارا جس میں چالیس قسم کے وہ نور تھے جو اللہ کے عرش کو گھیرے ہوئے تھے اور وہ دیکھنے والوں کی نگاہوں کو خیرہ کر رہے تھے۔

ان میں سے ایک نور زرد رنگ کا تھا اور زردی اسی سے پیدا ہوئی۔ ایک نور سرخ تھا۔ چنانچہ سرخ رنگ کو اس سے سرخی نصیب ہوئی۔ ان میں سے ایک سفید تھا۔ اسی سے سفید رنگ کو سفیدی ملی اور باقی نورانی مخلوقات کی تعداد کے مطابق تھے۔ اس محمل کے رنگ حلقوں اور چاندی کے زنجیروں کی شکل میں تھے۔ اس کے بعد آپ کو آسمان کی جانب لے جایا گیا۔ فرشتے آسمان کے اطراف میں ایک طرف ہو گئے اور وہ سجدے میں گر گئے اور انہوں نے "سبوحٌ قدوسٌ" کی تسبیح پڑھی اور کہنے لگے: یہ نور ہمارے رب کے نور سے کتنی مشابہت رکھتا ہے!

جبریل نے کہا: اللہ اکبر، اللہ اکبر۔ پھر آسمان کے دروازے کھول دیے گئے اور ملائکہ نے صفیں باندھ کر رسولؐ خدا کو سلام کیا اور حبیبؐ خدا سے پوچھا:

آپؐ کے بھائی کیسے ہیں؟ جب آپؐ زمین پر جائیں تو انھیں ہمارا سلام کہیں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: تو کیا تم اسے جانتے ہو؟

فرشتوں نے کہا: ہم بھلا ان سے ناواقف کیسے رہ سکتے ہیں جبکہ ہم سے اللہ نے آپ کا اور علیؑ کا اور قیامت کے دن تک پیدا ہونے والے ان کے شیعوں کا عہد لیا تھا اور

ہم روزانہ پانچ مرتبہ اس کے شیعوں کے چہروں کو مس کرتے ہیں یعنی ہم ہر نماز کے وقت ان کے چہروں کو مس کرتے ہیں اور ہم آپؐ پر اور ان پر درود بھیجتے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے میرے لیے چالیس دوسرے انوار کا اضافہ کیا جو کہ پہلے نور سے مختلف تھے اور میرے لیے نور کے حلقوں اور زنجیروں میں اضافہ کیا اور مجھے دوسرے آسمان پر لے جایا گیا۔ جب میں دوسرے آسمان کے دروازے کے قریب پہنچا تو فرشتے سمٹ کر آسمان کے اطراف میں جمع ہو گئے اور وہ سجدے میں گر پڑے اور انہوں نے کہا: "سبوحٌ قدوسٌ ربُّ الملائکۃِ والروحِ"۔ پھر کہا: یہ نور ہمارے پروردگار سے کتنی مشابہت رکھتا ہے!

اس وقت جبریلؑ نے کہا:

"اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ، اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ"

فرشتے اکٹھے ہوئے اور جبریلؑ سے پوچھنے لگے: آپ کے ساتھ یہ کون آئے ہیں؟

جبریلؑ نے کہا: یہ محمدؐ ہیں۔

فرشتوں نے کہا: تو کیا وہ مبعوث ہو چکے ہیں؟

جبریلؑ نے کہا: جی ہاں۔ یہ سن کر وہ دوڑتے ہوئے میری طرف آئے اور انہوں نے مجھ پر سلام کیا اور کہنے لگے: "اپنے بھائی کو ہمارا سلام کہیے گا"۔

میں نے ان سے پوچھا کہ کیا تم انھیں جانتے ہو؟

فرشتوں نے کہا: ہم بھلا ان سے ناواقف کیسے رہ سکتے ہیں جب کہ ہم سے اللہ نے آپؐ کا اور علیؑ کا اور قیامت کے دن تک پیدا ہونے والے ان کے شیعوں کا عہد لیا تھا اور ہم روزانہ پانچ مرتبہ اس کے شیعوں کے چہروں کو مس کرتے ہیں یعنی ہم ہر نماز کے وقت ان کے چہروں کو مس کرتے ہیں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: پھر میرے پروردگار نے مجھے چالیس قسم کے اور انوار عطا

کیے جو کہ پہلے انوار سے مختلف تھے اور مجھے تیسرے آسمان پر لے جایا گیا۔ فرشتے سمٹ کر ایک طرف ہوئے اور سجدہ میں گر پڑے اور کہنے لگے: "سبوحٌ قدوسٌ ربُّ الملائکۃِ والروحِ"۔

پھر کہنے لگے: یہ نور ہمارے پروردگار کے نور سے کتنی مشابہت رکھتا ہے۔

اس وقت جبریلؑ نے کہا: اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ ، اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ۔

فرشتے جمع ہوئے اور کہنے لگے: اول و آخر، حاشر، ناشر کو خوش آمدید۔ محمدؐ تمام انبیاء سے بہتر اور علیؑ تمام اوصیاء سے بہتر ہیں۔

پھر انہوں نے مجھ پر سلام کہا اور مجھ سے میرے بھائی کے متعلق پوچھا۔

میں نے کہا کہ وہ زمین پر ہیں تو کیا تم انھیں پہچانتے ہو؟

کہنے لگے: ہم بھلا ان سے ناواقف کیسے رہ سکتے ہیں جبکہ ہر سال بیت المعمور کا حج ہوتا ہے اور اس پر سفید کپڑے کا غلاف چڑھا ہوتا ہے اور اس غلاف پر محمدؐ، علیؑ اور حسن و حسینؑ اور دوسرے ائمہ اور قیامت کے دن تک پیدا ہونے والے ان کے شیعوں کے نام لکھے ہوئے ہوتے ہیں اور ہم روزانہ پانچ مرتبہ ان پر برکت نازل کرتے ہیں۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ روزانہ ہر نماز کے وقت ان کے سروں پر اپنے ہاتھ پھیرتے ہیں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: پھر میرے پروردگار نے مجھے اور چالیس انوار عطا کیے جو کہ پہلے انوار سے بالکل مختلف تھے اور مجھے چوتھے آسمان پر لے جایا گیا۔ وہاں پر فرشتوں نے زبان سے کچھ بھی نہ کہا۔ البتہ مجھے بھنبھناہٹ کی ایک آواز سی سنائی دی۔ گویا وہ ان کے سینوں سے برآمد ہو رہی تھی۔ فرشتے اکٹھے ہوئے اور آسمان کے دروازے کھل گئے اور وہ میری طرف دوڑتے ہوئے آئے۔

اس وقت جبریلؑ نے کہا:

حی علی الصلاۃ، حی علی الصلاۃ، حی علی الفلاح ،

حی علی الفلاح.

فرشتوں نے کہا: یہ دو ملی ہوئی معروف آوازیں ہیں۔

پھر جبریلؑ نے "قد قامت الصلاۃ، قدقامت الصلاۃ" کہا۔ ملائکہ نے کہا: وہ قیامت کے دن تک اس کے شیعوں کے لیے قائم رہے گی۔

پھر فرشتے جمع ہوئے اور انہوں نے کہا: آپؐ نے اپنے بھائی کو کس حال میں چھوڑا؟

میں نے ان سے کہا تو کیا تم اسے جانتے ہو؟

فرشتوں نے کہا: ہم اسے پہچانتے ہیں اور اس کے شیعوں کو بھی پہچانتے ہیں کیونکہ وہ عرش خداوندی کے گرد حالت نور میں ہیں اور بیت المعمور پر نور کا ایک غلاف ہے جس پر نورانی سطریں لکھی ہوئی ہیں۔ ان میں محمدؐ، علیؑ، حسنؑ و حسینؑ اور دوسرے ائمہ اور قیامت کے دن تک آنے والے ان کے شیعوں کے نام لکھے ہوئے ہیں۔ ان میں نہ تو کسی کے نام کا اضافہ ہوسکتا ہے اور نہ ہی کسی کی کمی ہوسکتی ہے اور یہی ہمارا اشتیاق ہے اور ہر جمعہ کے دن یہ میثاق ہمارے سامنے پڑھا جاتا ہے۔

پھر مجھے کہا گیا: محمدؐ! آپ اپنا سر اوپر بلند کریں۔

میں نے سر اُٹھایا تو آسمانوں کے طبق شگافتہ ہوگئے اور حجابات اُٹھا دیے گئے۔

پھر مجھ سے کہا گیا: سر اُٹھا کر دیکھیں آپ کو کیا دکھائی دیتا ہے؟

میں نے سر اُٹھایا تو مجھے تمہارے اس گھر (کعبہ) جیسا ایک گھر دکھائی دیا اور اس کے حرم جیسا ایک حرم دکھائی دیا اور اگر میں ہاتھ سے کوئی چیز ڈالتا تو وہ اسی پر ہی گرتی۔

پھر مجھ سے کہا گیا: محمدؐ! یہ ایک حرم ہے اور آپ محترم ہیں اور ہر مثل کی کوئی نہ کوئی مثال ہوتی ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی اور فرمایا:

محمدؐ! "صاد" کے قریب جائیں اور اپنے اعضائے سجدہ کو دھوئیں اور انھیں پاک

کریں اور اپنے رب کی نماز پڑھیں۔

رسولؐ خدا ''صادؔ'' کے قریب ہوئے اور ''صادؔ'' عرش کی دائیں طرف سے بہنے والا پانی تھا۔ آپ نے دائیں ہاتھ سے وضو شروع کیا اسی لیے وضو کے لیے دایاں ہاتھ مقرر ہوا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کی طرف وحی کی کہ آپؐ اپنا چہرہ دھوئیں کیونکہ آپؐ نے میری عظمت کو دیکھنا ہے۔ پھر اپنے دائیں اور بائیں بازو کو دھوئیں کیونکہ آپؐ نے اپنے ہاتھوں میں میرے کلام کو پکڑنا ہے۔ پھر اپنے ہاتھوں کی تری سے اپنے سر اور ٹخنوں تک پاؤں کا مسح کریں۔ میں آپؐ پر اپنی برکت نازل کروں گا اور آپؐ کو ایسے مقام پر فائز کروں گا جہاں کسی نے قدم نہیں رکھا ہوگا۔ یہ اذان اور وضو کی وجہ ہے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کی طرف وحی کی اور فرمایا:

محمدؐ! آپؐ حجر اسود کی طرف رخ کر کے میرے حجابات کی تعداد میں تکبیر کہیں۔ اسی لیے سات تکبیرات قائم ہوئیں کیونکہ حجابات کی تعداد بھی سات ہے۔ حجاب کے انقطاع پر آنحضرتؐ نے افتتاح کیا۔ اسی لیے افتتاح کو سنت کا درجہ حاصل ہوا۔ حجابوں کے درمیان نور کے سمندر حائل ہیں اور انھی کا نور اللہ نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل کیا تھا۔ افتتاح کی تکبیرات تین مقرر ہوئیں کیونکہ حجابات کو تین بار ہٹایا گیا اور یوں تکبیریں سات اور افتتاح تین مقرر ہوئیں۔

جب آنحضرتؐ تکبیر اور افتتاح سے فارغ ہوئے تو اللہ نے انھیں وحی کی کہ اب میرا نام لو۔ اس کے جواب میں آپ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تلاوت کی اور اسی وجہ سے بسملہ ہر سورت کے آغاز میں رکھی گئی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو وحی کی کہ آپ میری حمد بجا لائیں۔ آنحضرتؐ نے حکم خداوندی پر عمل کرتے ہوئے ''الحمد للہ رب العالمین'' کہا اور آپ نے اپنے دل میں ''شکراً'' کے الفاظ کہے۔ پھر اللہ نے آپ کو وحی کی کہ تم نے میری حمد کو قطع کیا ہے لہٰذا میرا نام لو۔ آنحضرتؐ نے کہا: الرحمن الرحیم۔ یہی وجہ ہے کہ سورہ فاتحہ میں یہ الفاظ

دو مرتبہ وارد ہوئے ہیں۔ ایک مرتبہ بسملہ میں ہیں اور ایک مرتبہ "الحمدللہ رب العالمین" کے بعد ہیں۔

جب آنحضرتؐ "ولا الضآلین" پر پہنچے تو آپؐ نے "الحمدللہ رب العالمین" کہا۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت کو وحی کی تم نے میرے ذکر کو قطع کیا ہے لہٰذا پھر میرا نام لو۔ آنحضرتؐ نے پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی تلاوت کی اور یہی وجہ ہے کہ بسملہ شریف دوسری سورت کا حصہ قرار پائی۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی کی: محمد! آپؐ اپنے رب کی نسبت کی تلاوت کریں اور پڑھیں:

قل هو اللّٰه احمد الله الصمد لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا احد

آپؐ نے سورۃ اخلاص پڑھی۔ پھر وحی منقطع ہوئی تو آپؐ نے "کذلک اللہ، کذلک ربنا" کہا۔ جب آنحضرتؐ نے یہ الفاظ ادا کیے تو اللہ تعالیٰ نے وحی کی۔ محمد! اپنے رب کے لیے رکوع کر۔ آپؐ نے رکوع کیا اللہ نے حالتِ رکوع میں وحی کی کہ تم "سبحان ربی العظیم" پڑھو۔ آپؐ نے تین مرتبہ یہ کلمات دہرائے۔

پھر اللہ نے وحی کی اور فرمایا: محمد! اپنا سر اٹھاؤ۔

یہ حکم خداوندی سن کر آنحضرتؐ نے رکوع سے سر اٹھایا اور سیدھے کھڑے ہو گئے۔ اللہ نے وحی کی: محمد! اب اپنے رب کا سجدہ بجالاؤ۔ رسولؐ خدا سجدے میں گئے تو اللہ نے وحی کی کہ "سبحان ربی الاعلیٰ" پڑھو۔ آپؐ نے تین مرتبہ یہ تسبیح دہرائی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی کی: سجدے سے سر اٹھاؤ۔ آپؐ نے سر اٹھایا تو آپ کو مشاہدہ عظمت نہ ہوا۔ اسی لیے آپؐ نے دوسرا سجدہ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہر رکعت میں دو سجدے قرار پائے۔

بعد ازاں آپؐ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے وحی کی کہ اب سورہ حمد پڑھو۔

جب آپؐ حمد پڑھ چکے تو اللہ کی وحی ہوئی کہ اب سورہ "انا انزلناہ" پڑھو۔

یہ سورت قیامت کے دن تک آپؐ اور آپؐ کے اہل بیتؑ سے منسوب رہے گی۔

اس کے بعد آنحضرتؐ نے رکوع میں وہی ذکر کیا جو پہلے کر چکے تھے۔ پھر آپؐ نے سجدہ کیا۔ جب سجدہ سے سر اٹھایا تو عظمت الٰہی کا مشاہدہ کیا۔ آپ نے عظمت الٰہی کو دیکھ کر دوسرا سجدہ کیا۔ یہ دوسرا سجدہ آنحضرتؐ نے اپنی طرف سے کیا تھا۔ اللہ کی طرف سے اس کی وحی نازل نہیں ہوئی تھی۔

جب آپ دوسرے سجدے میں تھے تو اللہ کی طرف سے وحی ہوئی: محمد! سجدہ سے سر اٹھاؤ اور بیٹھ جاؤ۔ آپؐ اٹھ کر بیٹھ گئے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے تم پر نعمات کی ہیں لہٰذا میرا نام لو اور الہام میں آپؐ کو یہ کلمات تعلیم کیے گئے:

بسم اللّٰہ وباللّٰہ ولا الٰہ الا اللّٰہ والاسماء الحسنیٰ کلھا للّٰہ

بعدازاں آپ کو وحی ہوئی: محمد! اپنے آپ پر اور اپنے اہل بیتؑ پر درود بھیجو۔

آپؐ نے کہا: صل اللّٰہ علی وعلیٰ اھل البیتی۔ پھر آپؐ نے دیکھا کہ انبیاء ومرسلین اور ملائکہ کی صفیں لگی ہوئی تھیں۔ آپؐ سے کہا گیا: محمد! آپؐ ان پر سلام کریں۔

آپؐ نے کہا: السلام علیکم ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ۔ پھر آپ کو وحی کی گئی کہ سلام، تحیت، رحمت وبرکات آپؐ اور آپ کی اہل بیتؑ ہیں۔

بعدازاں اللہ نے وحی کی کہ بائیں طرف متوجہ نہ ہوں۔

آنحضرتؐ جب رکوع میں تھے تو آپؐ نے ملائکہ کی تسبیح وحمد وتہلیل کی صدائیں سنی تھیں۔ اسی لیے جب آپؐ نے رکوع سے سر اٹھایا تو آپؐ نے "سمع اللّٰہ لمن حمدہ" کہا۔

آنحضرتؐ کی یہ دو رکعات ہی نماز کی اولین بنیاد ہیں۔ لہٰذا اگر ان پہلی دو رکعات میں کوئی کمی بیشی ہو جائے تو نماز باطل ہو جائے گی اور نمازی کو دوبارہ نماز پڑھنا ہوگی اور

ابتدا میں نمازِ ظہر بھی دو رکعات نازل ہوئی تھی۔

۲۔ (بحذف اسناد) ابن شہر آشوب نقل کرتے ہیں کہ قرآن مجید کی آیت "وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلاً اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ" (الزخرف: ۵۷) "اور جب ابن مریم کی مثال بیان کی جاتی ہے تو آپ کی قوم اس سے منہ موڑ لیتی ہے"۔ اس کی آیت مجیدہ کی تفسیر کرتے ہوئے ابن عباس نے کہا۔

ایک مرتبہ جبریل امینؑ رسولؐ خدا کی دائیں طرف بیٹھے تھے کہ اتنے میں علیؑ بن ابی طالب آئے۔ انھیں دیکھ کر جبریلؑ ہنس دیے اور کہا: محمدؐ! یہ علیؑ ابن ابی طالب آئے ہیں۔

رسولؐ اکرم نے فرمایا: جبریلؑ تو کیا آسمان والے بھی اسے پہچانتے ہیں؟

جبریل امینؑ نے کہا: محمدؐ! اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو نبی بنا کر مبعوث کیا ہے۔ آسمان والے زمین والوں کی بہ نسبت علیؑ کو زیادہ جانتے پہچانتے ہیں۔ علیؑ نے جب بھی کسی جنگ میں تکبیر کہی تو ہم نے بھی اس کے ساتھ تکبیر کہی اور اس نے جب بھی کوئی حملہ کیا تو ہم نے بھی اس کے ساتھ حملہ کیا اور جب بھی اس نے تلوار چلائی تو ہم نے بھی اس کے ساتھ تلوار چلائی۔

محمدؐ! آپ کو جب بھی عیسیٰؑ کے چہرے اور اس کی عبادت اور یحییٰؑ کے زہد اور اس کی اطاعت اور ملکِ سلیمانؑ اور اس کی سخاوت دیکھنے کا اشتیاق ہو تو آپ علیؑ بن ابی طالبؑ کے چہرہ کو دیکھ لیں۔ علیؑ بن ابی طالب، عیسیٰؑ بن مریمؑ کی شبیہ ہے (اذا قومک منه یصدون) آپ کی قوم اس کا ذکر سن کر چیخنے اور تعجب کرنے لگ جاتی ہے۔ (مناقب ابن شہر آشوب، ج ۲، ص ۲۳۵۔ بحار الانوار بحوالہ مناقب، ج ۳۹، ص ۹۸)

## پانی پر موکل فرشتے کا حضرتؑ کو سلام کرنا

۱۔ (بحذف اسناد) جابر بیان کرتے ہیں کہ میں فرات کے کنارے حضرت علی

علیہ السلام کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا کہ اچانک فرات سے ایک موج بلند ہوئی اور اس نے حضرت علیؑ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ آپ مجھے دکھائی نہ دیتے تھے۔ پھر وہ موج واپس دریا میں چلی گئی اور حضرت اپنی جگہ پر کھڑے تھے اور آپ کا لباس بھی گیلا نہیں ہوا تھا۔

یہ منظر دیکھ کر میں حیرت زدہ رہ گیا اور میں تعجب کرنے لگ گیا اور میں نے اُس کے متعلق آپؑ سے سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا: تو نے اسے دیکھا تھا؟

میں نے کہا: جی ہاں۔

آپ نے فرمایا: وہ پانی پر موکل فرشتہ تھا۔ وہ پانی سے نکلا اور اس نے مجھ پر سلام کہا اور مجھے گلے لگایا۔ (امالی شیخ طوسی، ج ۱، ص ۳۰۴۔ بحارالانوار بحوالہ امالی، ج ۳۹، ص ۱۰۹، حدیث ۱۱۶)

## ایک اور فرشتے کا حضرتؑ پر سلام کرنا

۱- (بحذف اسناد) حذیفہ یمانی نے بیان کیا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: تم نے اس شخص کو دیکھا جو ابھی میرے پاس آیا تھا؟

میں نے کہا: جی ہاں یارسولؐ اللہ!

آنحضرتؐ نے فرمایا: یہ دراصل ایک فرشتہ ہے جو آج سے پہلے زمین پر کبھی نہیں اترا۔ اس نے اللہ سے زمین پر اترنے کی اجازت مانگی تا کہ وہ علی علیہ السلام پر سلام کرے۔ چنانچہ اس نے علیؑ کو سلام کیا اور اس نے مجھے یہ بشارت دی کہ حسن و حسین علیہم السلام جوانانِ جنت کے سردار ہیں اور فاطمہؑ جنتی عورتوں کی سردار ہے۔ (امالی شیخ مفید، ص ۲۲، حدیث ۴۔ بحارالانوار، ج ۳۷، ص ۳۸، حدیث ۲۶)

## بدر و اُحد میں ''لاسیف الا ذوالفقار'' کی منادی

۱- (بحذف اسناد) امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین علیہم

السلام کی سند سے روایت کی کہ امام حسین علیہ السلام نے فرمایا: ایک اعرابی رسولؐ خدا سے ملنے کے لیے آیا۔ آپ سرخ رنگ کی خوبصورت چادر اوڑھ کر اس کے پاس آئے۔

اعرابی نے کہا: یارسولؐ اللہ! آپ تو یوں میرے پاس آئے جیسے آپ جوان ہوں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: اعرابی! میں خود ہی جوان نہیں بلکہ میں ایک جوان کا فرزند اور ایک جوان کا بھائی بھی ہوں۔

اعرابی نے کہا: آپؐ تو جوان ہیں لیکن آپ جوان کے فرزند اور جوان کے بھائی کیسے ہیں؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: کیا تو نے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نہیں سنا:

قَالُوْا سَمِعْنَا فَتی یَّذْکُرُھُمْ یُقَالُ لَهٗ اِبْرٰھِیْمُ (الانبیا: ٦٠)

کہنے لگے ہم نے ایک جوان کے متعلق سنا جوان بتوں کو برا بھلا کہتا ہے اسے ابراہیم کہا جاتا ہے۔

ابراہیم جوان تھے، میں ان کا فرزند ہوں اور جہاں تک ایک جوان کے بھائی ہونے کا تعلق ہے تو اُحد کے دن منادی نے یہ ندا دی تھی:

لافتی الا علی لاسیف الا ذوالفقار

علیؑ جیسا کوئی جوان نہیں اور ذوالفقار جیسی کوئی تلوار نہیں۔

وہ جوان علیؑ میرا بھائی ہے اور میں اس کا بھائی ہوں۔ (امالی صدوق، ص ١٦٧، حدیث ١٠۔ معانی الاخبار، ص ١١٩۔ بحار بحوالہ امالی وھانی، ج ۴۲، ص ۶۴، حدیث ٦)

٢- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: جنگِ بدر میں ایک فرشتے نے آسمان سے منادی کی۔ اس فرشتے کا نام رضوان تھا اور اس نے یہ منادی کی تھی:

لاسیف الا ذوالفقار ولا فتی الا علی (روضۃ الواعظین، ص ١٢٨)

یہی روایت علمائے اہل سنت نے بھی اپنے ہاں نقل کی ہے۔ چنانچہ سمعانی نے

کتاب فضائل الصحابہ، ابن مغازی الشافعی نے مناقب میں بھی یہ روایت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کی ہے۔

## حضرت علیؑ اپنے گھر پر جبریلؑ کے قدموں کی آہٹ سنا کرتے تھے

۱- (بحذف اسناد) ابن عباس کے سامنے کچھ لوگوں نے حضرت علیؑ کا شکوہ کیا تو انہوں نے کہا: تم لوگ اس کا شکوہ کرتے ہو جو اپنے گھر کی چھت پر سے جبریل کے قدموں کی آہٹ سنا کرتا تھا۔ (فضائل الصحابہ احمد بن حنبل، ج ۲، ص ۶۵۳، حدیث ۱۱۱۲، ذخائر العقبیٰ، ص ۹۴)

## منبر پر بیٹھ کر جبریلؑ کو پہچان لینا

ایک مرتبہ امیر المومنین منبر پر تشریف فرما تھے اور آپ نے فرمایا:

**ایھا الناس سلونی قبل ان تفقدونی سلونی عن طرق السماوات فانی اعرف بھا من طرق الارض**

لوگو! مجھ سے پوچھ لو قبل اس کے کہ تم مجھے نہ پاؤ مجھ سے آسمانوں کے راستے پوچھ لو، میں آسمان کے راستوں کو زمین کے راستوں سے زیادہ بہتر جانتا ہوں۔

مجمع کے درمیان سے ایک شخص اٹھا اور کہا کہ بتائیں اس وقت جبریلؑ کہاں ہے؟

حضرت امیر علیہ السلام نے آنکھ اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا۔ پھر آپؑ نے زمین کی طرف دیکھا۔ پھر آپؑ نے مشرق کی طرف دیکھ اور بعد میں مغرب کی طرف دیکھا۔ پھر آپؑ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

شیخ! تو ہی جبریلؑ ہے۔

یہ کہنا تھا کہ اس نے ایک پرندہ کی شکل اختیار کی اور لوگوں کے درمیان سے پرواز کر گیا۔ اس وقت لوگوں نے چیخ کر کہا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ واقعی رسولؐ خدا کے حقیقی جانشین ہیں۔ (فضائل ابن شاذان، ص ۹۸۔ بحار بحوالہ فضائل، ج ۳۹، ص ۱۰۸، حدیث ۱۳)

## وہ ناقہ جو حضرتؑ نے جبریل سے خریدی اور میکائیل کے ہاتھ فروخت کی

۱- (بحذف اسناد) خالد ربعی راوی ہیں کہ امیرالمومنین علیہ السلام اپنے کسی کام کے سلسلہ میں مکہ آئے۔ آپ نے ایک اعرابی کو دیکھا جو غلافِ کعبہ سے چمٹا ہوا تھا اور وہ گڑگڑا کر کہہ رہا تھا:

**یاصاحب البیت! البیت بیتک والضیف ضیفک ولکل ضیف من ضیفہ قری فاجعل قرای منک اللیلۃ المغفرۃ**

اے گھر کے مالک! یہ گھر تیرا گھر ہے اور مہمان تیرا مہمان ہے اور ہر میزبان اپنے مہمان کو مہمانی دیتا ہے۔ آج رات مجھے مغفرت کی مہمانی عطا فرما۔

امیرالمومنینؑ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: کیا تم اعرابی کی گفتگو سن رہے ہو؟

آپ کے ساتھیوں نے کہا: جی ہاں۔ ہم سن رہے ہیں۔ اس پر آپ نے فرمایا: اللہ کی شان اس سے کہیں بلند و برتر ہے کہ وہ اپنے مہمان کو خالی ہاتھ لوٹائے۔

اور دوسری روایت آپ حرم میں تشریف لائے تو آپ نے دیکھا وہ اسی رکن کے ساتھ چمٹ کر کہہ رہا تھا:

**یاعزیز فی عزک فلا اعز منک فی عزک اعزنی بعز عزک فی عز لایعلم احد کیف ھو اتوجہ الیک واتوسل الیک بحق محمد وآل محمد علیک اعطنی ما لا**

**یعطینی احد غیرک واصرف عنی مالایصرفه احد غیرک**

اے وہ ذات جو اپنی عزت میں عزیز ہے اور عزت کے اعتبار سے تجھ سے زیادہ صاحبِ عزت کوئی نہیں۔ اپنی عزت کے صدقہ میں مجھے بھی ایسی عزت عطا کر جس کی ماہیت کے متعلق کسی کو علم نہ ہو۔ میں تیرے حضور محمد وآل محمد کے حق کا وسیلہ دے کر تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ مجھے وہ کچھ عطا کر جو تیرے علاوہ اور کوئی کسی کو نہیں دے سکتا اور مجھ سے وہ مصائب دُور فرما جو تیرے علاوہ کوئی دور نہیں کر سکتا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم! یہ سریانی میں اسم اعظم ہے۔ مجھے میرے حبیب حضرت رسولؐ خدا نے اسی کی خبر دی تھی۔ اسی نے اللہ سے جنت طلب کی ہے اور خدا نے اسے دے دی ہے اور اسی نے خدا سے دوزخ سے محفوظ رہنے کی دعا دی ہے' اللہ نے اسے دوزخ سے بچا لیا ہے۔

تیسری رات آپ حرم میں تشریف لائے تو آپ نے دیکھا وہ اعرابی اسی رکن کعبہ سے چمٹ کر یہ مناجات کر رہا تھا:

**یامن لا یحویه مکان ولا یخلو منه مکان بلا کیفیة کان ارزق الاعرابی اربعة الاف دراهم**

اے وہ ذات جسے مکان اپنے اندر سمانے سے قاصر ہے اور اے وہ ذات جس سے کوئی بھی مکان خالی نہیں ہے اور جو بغیر کسی کیفیت کے ہر مقام پر موجود ہے۔ اعرابی کو چار ہزار درہم عطا فرما۔

اس کی یہ التجا سن کر امیر المومنین علیہ السلام آگے بڑھے اور فرمایا: اعرابی! تو نے اپنے رب سے مغفرت کی مہمانی طلب کی' اللہ نے تجھے عطا فرمائی۔ تو نے اس سے جنت

مانگی اس نے تجھے عنایت کی اور تو نے اس سے دوزخ سے بچنے کا سوال کیا' اس نے تجھے دوزخ سے بچالیا اور آج رات تو اللہ سے چار ہزار درہم مانگ رہا ہے؟

اعرابی نے کہا: آپؑ کون ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: میں علیؑ بن ابی طالبؑ ہوں۔

اعرابی نے جیسے ہی آپؑ کا نام سنا تو اس نے کہا: خدا کی قسم! آپ ہی میرا مقصود ہیں اور میری حاجت کا تعلق آپؑ سے ہی ہے۔

حضرتؑ نے فرمایا: پھر تم سوال کرو۔

اعرابی نے کہا: مجھے ایک ہزار درہم حق مہر کے لیے ضرورت ہے اور ایک ہزار درہم قرض کی ادائیگی کے لیے ضرورت ہے۔ ایک ہزار درہم سے مکان خریدوں گا اور ایک ہزار درہم سے اپنی ضروریات پوری کروں گا۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: میں مکہ سے مدینہ جا رہا ہوں تم مدینہ آ کر میرے گھر کا کسی سے پوچھ لینا۔

اعرابی نے ایک ہفتہ تک مکہ میں قیام کیا۔ پھر وہ مدینہ آیا اور مدینہ پہنچ کر اس نے بلند آواز سے کہا: کوئی ہے جو مجھے امیر المومنینؑ کا گھر بتائے۔

اس وقت امام حسین علیہ السلام بچوں کے ساتھ کھڑے تھے۔ انہوں نے جیسے ہی اعرابی کی صدا سنی تو انہوں نے فرمایا: میں تجھے امیر المومنینؑ کے گھر لے جاتا ہوں اور میں ان کا بیٹا حسینؑ بن علیؑ ہوں۔

اعرابی نے کہا: آپؑ کے والد کون ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: میرے والد امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ ہیں۔

اس نے کہا: آپؑ کی والدہ کون ہیں؟

امامؑ نے فرمایا: میری والدہ فاطمہ زہراءؑ دختر رسولؐ خدا ہیں۔

اس نے کہا: آپؑ کی نانی کون تھیں؟

حضرتؑ نے فرمایا: میں خدیجہؑ بنت خویلد کا نواسا ہوں۔

اس نے کہا: آپ کا بھائی کون ہے؟

حضرتؑ نے فرمایا: میرے بھائی کا نام ابو محمد حسن بن علیؑ ہے۔

اعرابی نے کہا: آپ ہر طرف سے نجیب ہیں۔اب آپ مجھے امیرالمومنینؑ کے دروازے پر لے چلیں اور ان سے کہیں: آپ نے مکہ میں جس اعرابی کو ضمانت دی تھی وہ اس وقت دروازہ پر ہے۔

جب وہ آیا تو حضرتؑ نے اپنی زوجہ طاہرہ سے فرمایا: کیا آپ کے پاس کوئی چیز کھانے کے لیے موجود ہے جو اعرابی کو دی جا سکے؟

حضرت سیدہ نے عرض کیا: ابوالحسن! میرے گھر میں کھانے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔

پھر حضرتؑ نے فرمایا: جاؤ سلمان فارسی کو میرے پاس لے آؤ۔

سلمان فارسی آئے تو حضرتؑ نے اس سے کہا: تمہارا وہ باغ جو رسولؐ خدا نے کاشت کیا تھا اس باغ کو تاجروں کے سامنے پیش کرو۔

سلمان بازار گئے اور انہوں نے باغ بیچنے کا اعلان کیا۔ان کا باغ بارہ ہزار درہم میں فروخت ہوا۔سلمان نے ساری رقم اٹھا کر امیرالمومنین کی خدمت میں پیش کی۔امیر المومنین نے اعرابی کو بلا کر چار ہزار درہم دیے۔اس کے بعد آپ نے اسے اور چالیس درہم نان ونفقہ کے لیے دیے۔

جب مدینہ کے دوسرے حاجت مندوں کو پتہ چلا تو وہ بھی اکٹھے ہو گئے۔ایک انصاری حضرت سیدہؑ کے دروازہ پر گیا اور انھیں واقعہ کی اطلاع دی۔حضرت سیدہؑ نے فرمایا:

یہاں پر چل کر آنے کی تجھے خدا اچھی جزا دے گا۔

حضرت علی علیہ السلام بیٹھ گئے اور آپ نے ساری رقم اپنے سامنے ڈھیر کر کے

رکھ دی اور سائل آنے لگے۔ آپ مٹھی درہموں کی بھر کر ایک ایک سائل کو دیتے گئے یہاں تک کہ ساری رقم ختم ہوگئی۔

جب آپ اپنے بیت الشرف تشریف لائے تو حضرت سیدہؑ نے عرض کیا:

ابن عم! آپ نے وہ باغ فروخت کر دیا جو کہ میرے والد نے آپ کے لیے کاشت کیا تھا؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: جی ہاں! میں نے اس کے بدلے دنیا اور آخرت کی زیادہ بھلائی حاصل کی ہے۔

حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا نے عرض کیا: وہ رقم کہاں ہے؟

حضرتؑ نے فرمایا: میں نے وہ تمام دولت ان آنکھوں کے سپرد کی ہے جنھیں میں سوال کی ذلت میں مبتلا ہوتے ہوئے دیکھنا پسند نہیں کرتا تھا۔

حضرت سیدہ نے عرض کیا: اس وقت میں اور میرے دونوں بیٹے بھوکے ہیں اور مجھے یہ بھی یقین ہے کہ آپؑ بھی ہماری طرح بھوکے ہوں گے تو کیا اس ساری دولت میں ہمارے لیے کوئی حصہ نہیں تھا؟

یہ کہہ کر حضرت سیدہ نے اپنے شوہر کا دامن تھاما۔

حضرتؑ نے فرمایا: زہراءؑ! اسے چھوڑ دو۔

حضرت زہراءؑ نے کہا: میں آپؑ کا دامنِ عصمت اس وقت تک نہیں چھوڑوں گی جب تک میرے والد ماجد آپ کے اور میرے درمیان آ کر فیصلہ نہیں کریں گے۔

جبریلؑ امین رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہوئے اور انہوں نے کہا: محمد! اللہ آپ کو سلام کہتا ہے اور آپؐ سے فرما رہا ہے کہ میری طرف سے آپ علیؑ کو سلام کریں اور فاطمہؑ سے کہہ دیں کہ وہ علیؑ کے دامنِ عصمت کو چھوڑ دیں۔

رسول اکرمؐ حضرت علیؑ کے بیت الشرف میں تشریف لائے۔ آپؐ نے دیکھا کہ حضرت سیدہؑ نے اپنے شوہر کا دامن عصمت تھاما ہوا ہے۔

آپؐ نے فرمایا: بیٹی آپ نے شوہر کا دامن کیوں تھام رکھا ہے؟

بی بی نے عرض کیا: ابا جان! آپ نے جو باغ لگایا تھا اسے انہوں نے بارہ ہزار درہم میں فروخت کر دیا ہے اور ساری رقم غرباء و مساکین میں تقسیم کر دی ہے اور گھر میں ایک درہم تک بھی نہیں لائے جس سے ہم کھانے پینے کا کچھ سامان خریدتے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: پیاری بیٹی! جبریلؑ نے مجھے میرے رب کے سلام پہنچائے ہیں اور انہوں نے کہا ہے کہ میں اللہ کی طرف سے علیؑ کو بھی سلام کہوں اور اللہ نے مجھے کہا ہے کہ میں آپؑ کو یہ پیغام پہنچاؤں کہ آپؑ اپنے شوہر کا دامن عصمت چھوڑ دیں۔

حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا نے کہا: میں خدا سے استغفار کرتی ہوں اور آئندہ ایسا نہیں کروں گی۔

حضرت سیدہ کا بیان ہے کہ اس کے بعد میرے والد میرے گھر سے اٹھ کر ایک طرف کو چل دیئے اور میرے شوہر اٹھ کر دوسری طرف کو چل دیئے۔ ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ میرے والد صلوات اللہ علیہ میرے گھر تشریف لائے اور ان کے پاس سات سو ہجری درہم تھے اور انہوں نے فرمایا: میرے ابن عم کہاں ہیں؟

میں نے عرض کیا: وہ باہر تشریف لے گئے ہیں۔ پھر آنحضرتؐ نے فرمایا:

آپ یہ درہم سنبھالیں اور جب میرے ابن عم آئیں تو ان سے کہیں کہ وہ تمہارے لیے کھانے پینے کی اشیاء خرید کر لائیں۔

تھوڑی سی دیر گزری کہ میرے شوہر بھی گھر میں تشریف لائے اور انہوں نے فرمایا: کیا رسولؐ خدا ہمارے گھر تشریف لائے تھے کیونکہ مجھے گھر میں ان کی خوشبو محسوس ہو رہی ہے۔

میں (جنابِ سیدہؑ) نے عرض کیا: جی ہاں! آنحضرت تشریف لائے تھے اور وہ کچھ رقم بھی ہمارے حوالے کر گئے ہیں اور انہوں نے فرمایا کہ اس سے آپ خورد و نوش کی چیزیں خرید کریں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: وہ رقم میرے سپرد کرو۔

میں نے سات سو ہجری درہم ان کے حوالے کیے اور انہوں نے وہ رقم لے کر کہا:

**بسم اللہ والحمدللہ کثیرا طیبا وھذا من رزق اللہ**

پھر حضرت علیؑ نے حسنؑ مجتبیٰ سے فرمایا: بیٹا! میرے ساتھ چلو۔ چنانچہ باپ بیٹا دونوں بازار آئے وہاں ایک شخص کو کھڑے دیکھا جو کہہ رہا تھا:

کوئی ہے جو صحیح وقت پر ادا کرنے والے کو قرض دے؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: پیارے فرزند! کیا ہم اسے قرض دے دیں؟

حسنؑ مجتبیٰ نے عرض کیا: جی ہاں ابا جان!

حضرت علیؑ نے وہ تمام درہم اس کے سپرد کر دیئے۔ یہ فیاضی دیکھ کر امام حسنؑ نے عرض کی: ابا جان! آپ نے سارے درہم ہی اسے دے ڈالے؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: جی ہاں۔ پیارے فرزند جو ذات قلیل رزق دے سکتی ہے وہ ذات کثیر رزق دینے پر بھی قادر ہے۔

پھر آپ حسنؑ مجتبیٰ کو ساتھ لے کر بازار گئے تو ایک اعرابی کھڑا تھا اور اس کے ہاتھ میں ناقہ کی مہار تھی۔ اس نے حضرتؑ سے کہا: آپ مجھ سے میری یہ ناقہ خرید لیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: میرے پاس رقم نہیں ہے؟

اس نے کہا: میں دوپہر ہونے تک آپ کو مہلت دیتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: اعرابی! اس کی قیمت کیا ہے؟

اعرابی نے کہا: اس کی قیمت ایک سو درہم ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: حسن! اس سے ناقہ لے لو۔ امام حسنؑ نے ناقہ کی مہار تھامی۔ تھوڑا سا آگے گئے تو ایک اور اعرابی حضرت سے ملا اور دونوں کی شکلیں ایک دوسرے سے ملتی جلتی تھیں اور لباس ایک دوسرے سے مختلف تھے۔ اس نے حضرت سے کہا: کیا آپ ناقہ فروخت کریں گے؟

حضرتؑ نے فرمایا: تم ناقہ لے کر کیا کرو گے؟

اس نے کہا: جب آپ کے ابن عم (رسول اکرمؐ) پہلی جنگ کے لیے جائیں گے تو میں بھی اس ناقہ پر سوار ہو کر ان کی معیت میں جہاد کروں گا۔

حضرتؑ نے فرمایا: اگر تم قبول کرو تو میں یہ ناقہ تمہیں مفت دینے پر بھی آمادہ ہوں۔

اس اعرابی نے کہا: نہیں میرے پاس رقم موجود ہے اور میں قیمت دے کر ہی یہ ناقہ خریدوں گا۔

پھر اس نے آپ سے پوچھا: آپ نے یہ ناقہ کتنے میں خرید کی ہے؟

حضرتؑ نے فرمایا: میں نے یہ ناقہ ایک سو درہم میں خرید کی ہے۔

اعرابی نے کہا: میں آپ کو ایک سو ستر درہم دوں گا۔

حضرتؑ نے فرمایا: حسن بیٹا رقم لے لو اور ناقہ کی مہار اس کے حوالے کر دو۔ اس میں سے ہم ایک سو درہم اس اعرابی کو دیں گے جس سے ہم نے ناقہ خرید کی تھی اور ستر درہم سے ہم اپنے گھر کے لیے خورد و نوش کا سامان خرید کریں گے۔

حضرت علی علیہ السلام کا بیان ہے کہ پھر میں رقم لے کر اس اعرابی کی تلاش میں گیا جس سے میں نے ناقہ خریدی تھی تو وہاں مجھے اعرابی تو دکھائی نہ دیا البتہ وہاں پیغمبرؐ اسلام مجھے دکھائی دیئے جب کہ رسول اکرمؐ اس جگہ پر کبھی بھی تشریف نہیں لایا کرتے تھے۔ جب آنحضرتؐ کی مجھ پر نظر پڑی تو آپؐ اتنا ہنسے کہ آپؐ کے دندانِ مبارک چمک اٹھے۔ میں نے کہا: اللہ تعالیٰ ہمیشہ آپ کو مسکراہٹ نصیب کرے اور آپ کو ہر روز خوش خبری عطا کرے۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا: ابوالحسن! آپ اس اعرابی کو ڈھونڈ رہے ہیں جس سے تم نے ناقہ خرید کی تھی؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں یارسولؐ اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوجائیں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: ابوالحسن تمہارے ہاتھ ناقہ فروخت کرنے والے جبریلؑ تھے اور تم سے ناقہ خرید کرنے والے میکائیل تھے اور وہ ناقہ جنت کی ناقاؤں میں سے تھی اور یہ درہم رب العالمین نے بھیجے آپ انھیں خرچ کریں اور کسی قسم کے فاقہ وغربت سے مت گھبرائیں۔ (امالی شیخ صدوق، ص ۳۷۷، حدیث ۱۰۔ بحارالانوار، بحوالہ امالی، ج ۴۱، ص ۴۴، حدیث ۱)۔

(یہ روایت بلحاظ متن وسند مخدوش ہے کیونکہ حضرت زہراءؑ کے زہد سے یہ بات بعید ہے کہ انہوں نے اپنے خاوند کے دامنِ عصمت کو پکڑ کر یہ کہا ہو کہ میں یہ دامن اس وقت تک نہیں چھوڑوں گی جب تک میرے والد فیصلہ نہ کردیں۔ حضرت سیدہ تطہیر کی محور تھیں اسی لیے ان سے اس تلخی کی توقع نہیں کی جاسکتی اور حضرت علی جنابِ سیدہ کے امام بھی تھے اور جناب سیدہ امام کی مخالفت نہیں کرسکتی تھیں اور بلحاظ سند بھی اس کے رجال کی توثیق علمائے رجال نے نہیں کی ہے۔ من المترجم عفی عنہ)

## قمیصِ ہارونؑ جو حضرتؑ کو اللہ نے ہدیہ میں بھیجی

حضرت قنبر راوی ہیں کہ میں حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کے ساتھ فرات کے کنارے جارہا تھا۔ آپؑ نے نہانے کی غرض سے قمیص اتاری اور پانی میں داخل ہوئے۔ اتنے میں دریا سے ایک موج اٹھی اور قمیص کو اپنے ساتھ لے گئی۔ جب حضرت نہا کر باہر تشریف لائے تو آپؑ کو قمیص دکھائی نہ دی۔ آپؑ سخت غمگین ہوئے۔ اس وقت ایک ہاتفِ غیبی نے صدا دی:

''ابوالحسنؑ! اپنی دائیں جانب دیکھیں اور وہاں جو آپ کو دکھائی دے رہا ہو اسے اٹھالیں''۔

جب آپ نے دائیں جانب دیکھا تو وہاں ایک چادر رکھی تھی جس میں ایک قمیص لپٹی ہوئی تھی۔ آپ نے قمیص اٹھا کر پہنی تو اس کی جیب سے ایک رقعہ گرا جس میں یہ

عبارت تحریر تھی۔

**ھذہ ھدیة من اللّٰہ العزیز الحکیم الی علی بن ابی طالب**
**وھذا قمیص ھارون بن عمران واورثناھا قوما اخرین**

یہ خدائے عزیز وحکیم کی طرف سے علیؑ بن ابی طالبؑ کے لیے ہدیہ ہے۔ یہ ہارون بن عمران کی قمیص ہے۔ ہم نے ایک اور قوم کو اس کا وارث بنایا۔ (مناقب ابن شہر آشوب، ج ۲، ص ۲۲۹)

## وہ گھوڑا جو خدا کی طرف سے آپؑ کو بطور ہدیہ عطا ہوا

حسن بن زکریا فارسی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رسولؐ اکرم اور حضرت علیؑ کسی کام کے سلسلہ میں باہر گئے۔ رسولؐ اکرم گھوڑے پر سوار تھے جب کہ حضرت علیؑ پیدل تھے۔ چلتے چلتے ایک تالاب پر پہنچے جہاں انہوں نے وضو کیا اور نماز پڑھی۔

حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ میں رکوع وسجدہ کے درمیان میں تھا کہ میں نے ایک آواز سنی۔ کوئی کہہ رہا تھا:

علی! سر اٹھا کر دیکھو تمہارے لیے خدا کی طرف سے ہدیہ آیا ہے۔

میں نے دیکھا تو ایک گھوڑا جس پر زین اور لگام لگی ہوئی تھی وہاں کھڑا تھا۔ پھر منادی نے کہا:

اللہ کی طرف سے یہ گھوڑا تیرے لیے ہدیہ ہے۔ اس پر سواری کرو۔ چنانچہ میں نماز ختم کر کے اس گھوڑے پر سوار ہوا۔ (مناقب ابن شہر آشوب، ج ۲، ص ۲۲۹۔ بحار الانوار بحوالہ مناقب، ج ۳۹، ص ۱۲۶)

## زمین کا حضرتؑ سے گفتگو کرنا

سند متصل کے ساتھ اسماء بنت واثلہ بن الاسقع سے روایت ہے۔ اس نے کہا کہ

میں نے اسماء بنت عمیس خثعمیہ سے سنا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت سیدہ فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا سے سنا۔ انہوں نے فرمایا:

ایک رات علی ابن ابی طالبؑ نے تو مجھے ڈرا ہی دیا کیونکہ میں نے دیکھا کہ زمین ان سے ہم کلام تھی اور وہ زمین سے باتیں کر رہے تھے۔ صبح کے وقت میں اپنے والد صلوات اللہ علیہ کے پاس گئی اور ان سے رات کا واقعہ گوش گزار کیا۔ آنحضرتؐ نے یہ سن کر ایک طویل سجدہ کیا اور مجھ سے فرمایا:

اللہ نے تیرے شوہر کو اپنی باقی مخلوق پر فضیلت دی ہے اور اللہ نے زمین کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے حالات سے انھیں آگاہ کیا کرے۔ چنانچہ مشرق سے مغرب تک جو کچھ بھی زمین پر ہوتا ہے زمین انھیں اس سے آگاہ کرتی ہے۔ (کتاب الاقبال سید ابن طاؤس' ص ۵۸۵-۵۸۶۔ بحار الانوار' بحوالہ کتاب الاقبال' ج ۴۳' ص ۱۱۸' حدیث ۲۶-۲۷۔ عوالم' ج ۱۱' ص ۱۵۶' حدیث ۶-۷۔ کشف الغمہ' ج ۱' ص ۲۷۵)

## ابلیسؑ کی طرف سے فضیلتِ علیؑ کا اعتراف

۱- (بحذف اسناد) سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ کچھ افراد جمع ہو کر حضرت علی علیہ السلام کا شکوہ کرنے میں مصروف تھے۔ اتنے میں ابلیس کا وہاں سے گزر ہوا اور وہ انھیں دیکھ کر ان کے سامنے رک گیا۔

حضرت علیؑ کے حریفوں نے کہا: تو کون ہے؟

اس نے کہا: میں ابومُرہ ہوں۔

اہلِ محفل نے کہا: کیا تو ہماری گفتگو سن رہا ہے؟

ابلیس لعین نے کہا: تمہارا برا ہو' تم امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ کو سب کر رہے ہو جب کہ وہ تمہارا مولا ہے۔

حضرت علیؑ کے مخالفین نے کہا: تیرے پاس کیا ثبوت ہے کہ وہ ہمارا مولا ہے؟

ابلیس نے کہا: تمہارے نبیؐ نے خود ہی تو کہا تھا:

**من کنت مولاہ فعلی مولاہ ، اللھم وال من والاہ وعاد من عاداہ وانصر من نصرہ واخذل من خذلہ**

''جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے۔ خدایا جو اس سے دوستی رکھے تو اس سے دوستی رکھ اور جو اسے دشمنی رکھے تو بھی اس سے دشمنی رکھ۔ اور جو اس کی مدد کرے تو اس کی مدد کر اور جو اسے بے یار ومدد گار چھوڑ دے تو بھی اسے بے یار ومدد گار چھوڑ دے''۔

منافقین کہنے لگے: تو کیا تو بھی اس کے دوستوں اور شیعوں میں سے ہے؟

ابلیس لعین نے کہا: میں اس کے دوستوں اور شیعوں میں سے نہیں ہوں البتہ میں اس سے محبت کرتا ہوں اور جو بھی اس سے بغض رکھتا ہے میں اس کی دولت و اولاد میں شریک ہو جاتا ہوں۔

منافقین نے کہا: ابومُرہ! تو اس کے متعلق کیا کہتا ہے؟

اس نے کہا: اے گروہ ناکثین وقاسطین ومارقین! میں نے جنات میں رہ کر بارہ ہزار سال تک اللہ کی عبادت کی تھی اور جب اللہ نے قومِ جنات کو ہلاک کیا تھا تو میں نے اللہ کے حضور اپنی تنہائی کی شکایت کی تھی۔ چنانچہ مجھے آسمان دنیا پر لے جایا گیا۔ میں نے آسمان دنیا پر رہ کر بارہ ہزار سال تک اللہ کی عبادت کی اور میں یہ عبادت بزمِ ملائکہ کے ساتھ بجالایا تھا۔

ایک مرتبہ ہم اللہ کی تسبیح وتقدیس میں مصروف تھے کہ ہمارے پاس سے ایک نورِ شعشانی کا گزر ہوا۔ اس نور کو دیکھ کر فرشتے سجدہ میں گر پڑے اور انہوں نے ''سبوح قدوس'' کی تسبیح پڑھی اور حیرت سے پوچھا:

خدایا! یہ نور کسی ملک مقرب کا تھا یا کسی نبی مرسل کا تھا؟

اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ندا آئی۔ یہ نور نہ تو کسی ملک مقرب کا تھا اور نہ

ہی کسی نبی مرسل کا تھا۔ یہ نور علی بن ابی طالب کی طینت کا تھا۔ (امالی صدوق، ص ۲۸۴۔ حدیث ۶، علل الشرائع، ص ۱۴۳، حدیث ۹۔ بحارالانوار، بحوالہ امالی وعلل الشرائع، ج ۳۹، ص ۱۶۲، حدیث ۱)

۲- ابن شہرآشوب نے ایک طویل واقعہ مناقب میں نقل کیا جس کا کچھ حصہ یہ ہے:

علی بن محمد صوفی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ ابلیس لعین سے میری ملاقات ہوئی۔ اس نے مجھ سے پوچھا: تو کون ہے؟

میں نے اسے بتایا کہ میرا تعلق اولادِ آدم سے ہے۔

اس نے کہا: لا الٰہ الا اللہ۔ تیرا تعلق اس قوم سے ہے جو اپنے خیال کے مطابق اللہ سے محبت کرتے ہیں اور پھر اس کی نافرمانی کرتے ہیں اور زبان سے ابلیس سے نفرت کرتے ہیں پھر اسی کی ہی اطاعت کرتے ہیں؟

میں (صوفی) نے کہا: تو کون ہے؟

اس نے کہا: میں اسم کبیر اور طبلِ عظیم کا مالک ہوں۔ میں ہابیل کا قاتل ہوں اور میں نوحؑ کے ساتھ کشتی میں بیٹھنے والا ہوں۔ میں ناقہ صالح کو پے کرانے والا ہوں اور میں ابراہیمؑ کے جلانے کے لیے نارِ نمرود بھڑکانے والا ہوں۔ میں یحییٰ کی قتل کی تدبیر کرنے والا ہوں۔ میں ہی جادوگروں کو ابتدا میں دربارِ فرعون میں لانے والا ہوں اور سامری کے ہاتھوں میں ہی بنی اسرائیل کی گمراہی کے لیے گئوسالہ بنوانے والا ہوں اور میں ابرہہ اور اس کے لشکر کو ہاتھیوں پر سوار کر کے کعبہ کو تباہ کرنے کی غرض سے انھیں مکہ کی طرف روانہ کرنے والا ہوں۔ میں اُحد و حنین میں محمدؐ کے مقابلہ کے لیے لوگوں کو جمع کرنے والا ہوں اور میں وفاتِ پیغمبرؐ کے دن اہل سقیفہ کے دلوں میں حسد کی آگ روشن کرنے والا ہوں۔ میں بصرہ کی جنگ میں ہودج اور اونٹ کو میدان میں لانے والا ہوں۔ میں منافقین کا امام ہوں۔ پہلے گروہوں کو تباہ کرانے والا اور آخری گروہوں کو

گمراہ کرنے والا میں ہوں۔ میں ناکثین کا بزرگ، قاسطین کا رکن اور مارقین کی اُمید ہوں۔ میں ابومُرہ ہوں۔ میں آگ کا پیکر ہوں۔ میری تخلیق مٹی سے نہیں ہوئی اور میں وہی ہوں جس پر رب العالمین کا غضب نازل ہوا تھا۔

میں (صوفی) نے کہا: تجھے اللہ کا واسطہ، مجھے کوئی ایسا عمل بتا جس کی وجہ سے مجھے اللہ کی قربت حاصل ہو اور اس کے ساتھ مجھے ایسا عمل بتا جس کے ذریعے سے میں دنیاوی مصائب کا مقابلہ کرسکوں۔

اس نے کہا: اگر دنیا کے مصائب سے بچنا چاہتا ہے تو پھر کفایت شعاری اختیار کر اور اگر آخرت کی ضرورت ہے تو اس کے لیے علی ابن ابی طالبؑ سے محبت کر اور اس کے دشمنوں سے بغض رکھ۔ یاد رکھ میں سات آسمانوں پر اللہ کی اطاعت کر چکا ہوں اور سات زمینوں پر اللہ کی نافرمانی کر چکا ہوں۔ میں نے جس بھی ملک مقرب اور نبی مرسل کو دیکھا تو اسے علیؑ کی محبت کے ذریعہ سے ہی اللہ کا قرب حاصل کرتے ہوئے پایا۔

صوفی کا بیان ہے کہ اس کے بعد وہ میری نظروں سے غائب ہوگیا۔ بعدازاں میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے ملاقات کی اور انھیں اسی روئیداد کی خبر دی تو انہوں نے سارا واقعہ سن کر فرمایا: ملعون نے زبان سے ایمان کا اظہار کیا اور دل سے کفر کیا۔ (مناقب ابن شہرآشوب، ج ۲، ص ۲۵۱۔ بحارالانوار بحوالہ مناقب، ج ۳۹، ص ۱۸۱، حدیث ۲۳۔ یہ روایت ازروئے سند مجہول ہے جیسا کہ الفاظ سے ہی ظاہر ہے۔ من المترجم)

۳- امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

ایک جنی عورت نبی اکرمؐ کے پاس آیا کرتی تھی اور اس کا نام عفراء تھا۔ وہ رسول اکرمؐ کی گفتگو سن کر قومِ جنات کے نیک اطوار لوگوں کے پاس جاتی تھی اور انھیں آپؐ کے فرامین سنایا کرتی تھی۔ چنانچہ بہت سے جنات نے حضرتؐ کے کلام سے متاثر ہوکر اس کے ہاتھوں پر اسلام قبول کیا تھا۔

ایک مرتبہ وہ جنی عورت ایک طویل عرصہ تک آنحضرتؐ کی خدمت میں نہ آئی۔
رسول اکرمؐ نے اس کے متعلق جبریل امینؑ سے پوچھا تو انہوں نے کہا:
وہ اپنی ایک بہن کو ملنے کے لیے گئی ہوئی ہے جس سے وہ راہِ خدا میں محبت کرتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
ان لوگوں کے لیے خوشخبری ہو جو اللہ کی وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کریں۔
اللہ تعالیٰ نے جنت میں سرخ یاقوت سے ایک عمود بنایا ہے۔ اس عمود پر ستر ہزار محل ہیں اور ہر محل میں ستر ہزار کمرے ہیں جنھیں اللہ نے ان لوگوں کے لیے بنایا ہے جو اللہ کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہوں گے۔ پھر کچھ دنوں کے بعد عفرا آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپؐ نے فرمایا:

عفراء تو کہاں چلی گئی تھی؟
اس نے کہا: میں اپنی ایک بہن سے ملنے کے لیے گئی تھی۔
آنحضرتؐ نے فرمایا: خوشخبری ہو ان کے لیے جو اللہ کی وجہ سے محبت کریں اور ایک دوسرے سے ملاقات کریں۔
پھر آنحضرتؐ نے اس سے فرمایا: تو نے کیا کچھ دیکھا ہے؟
اس نے کہا: میں نے بہت سے عجائبات دیکھے ہیں۔
آنحضرتؐ نے فرمایا: تو نے سب سے زیادہ عجیب کیا چیز دیکھی ہے؟
اس نے کہا: یارسولؐ اللہ! میں نے بحر اخضر میں ابلیس کو ایک سفید چٹان پر بیٹھا ہوا دیکھا۔ اس نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا رکھے تھے اور وہ کہہ رہا تھا:
پروردگار! تو نے قسم کھا رکھی ہے کہ تو مجھے دوزخ میں ضرور ڈالے گا۔ خدایا! جب تیری قَسم پوری ہو جائے اور تو مجھے دوزخ میں ڈال دے تو میں تجھے محمدؐ وعلیؑ وفاطمہؑ اور حسنؑ وحسینؑ کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ مجھے دوزخ سے چھٹکارہ دینا اور مجھے

محمدؐ وآل محمدؐ کے ساتھ محشور کرنا۔

میں ''عفراء'' نے اس سے کہا:

حارث! یہ کون سے اسماء ہیں جن کا واسطہ دے کر تو خدا سے سوال کر رہا ہے۔

ابلیس لعین نے کہا: میں نے خلقتِ آدم سے نو ہزار برس قبل یہ نام ساقِ عرش پر لکھے ہوئے دیکھے تھے جس سے میں نے جانا کہ یہ اللہ کی انتہائی پیاری مخلوق ہے اسی لیے میں اللہ کو ان کے حق کا واسطہ دے کر سوال کر رہا ہوں۔

یہ سن کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اگر اہلِ ارض اللہ کو ان اسماء کا واسطہ دے کر اس سے سوال کریں تو اللہ ان کی حاجات ضرور پوری کرے گا۔

## ہام بن ہیم بن لاقیس بن ابلیس کا واقعہ

۱۔ (بحذف اسناد) حضرت امام حسین علیہ السلام سے روایت ہے۔ آپ نے کہا کہ میرے جد اطہر حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

میں ایک دن مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک کھجور جتنا لمبا شخص مسجد میں داخل ہوا' اور جب وہ پاؤں اٹھا کر رکھتا تو کھڑکھڑاہٹ کی آواز سی بلند ہوتی۔

اس وقت آنحضرتؐ نے فرمایا: لوگو! اس شخص کا تعلق اولادِ آدم سے نہیں ہے۔

حاضرین نے کہا: تو کیا یہاں آدمی کے علاوہ کوئی اور بھی آ سکتا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: بہرحال یہ انسانوں کی صنف سے تعلق نہیں رکھتا۔

وہ شخص آنحضرتؐ کے قریب ہوا' اور اس نے آپؐ پر سلام کیا۔ اس کے جواب میں آنحضرتؐ نے بھی اسے سلام کیا۔ پھر آنحضرتؐ نے اس سے پوچھا کہ تو کون ہے؟

اس نے کہا: میں ہام بن ہیم بن لاقیس بن ابلیس ہوں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تیرے اور ابلیس کے درمیان صرف دو پشتوں کا فاصلہ

ہے؟

اس نے کہا: جی ہاں یارسولؐ اللہ!

آنحضرتؐ نے فرمایا: اس وقت تیری عمر کیا ہوگی؟

اس نے کہا کہ آپ میری عمر کا اس بات سے خود ہی اندازہ لگائیں جب قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تھا تو میں اس وقت لڑکا تھا۔ مجھے باتوں کی سمجھ تھی اور میں جنگلوں میں پھرا کرتا تھا اور قطع رحمی کا حکم دیا کرتا تھا۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: اگر تو ان عادات پر باقی ہے تو پھر تو انتہائی بدسیرت ہے۔

اس نے کہا: یارسولؐ اللہ! ہرگز نہیں، میں خدا کے فضل سے توبہ کر چکا ہوں اور میں مومن ہوں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: تو نے کس کے ہاتھ پر توبہ کی تھی اور ایمان قبول کیا تھا؟

اس نے کہا: میں نے نوح علیہ السلام کے ہاتھوں پر توبہ کی تھی اور انھی کے ہاتھ پر ایمان قبول کیا تھا اور میں نے انھیں ان کی بددعا کی وجہ سے ملامت بھی کی تھی جس کے جواب میں انہوں نے بھی فرمایا تھا کہ مجھے خود بھی اس پر ندامت محسوس ہوئی ہے اور میں خدا کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں جاہلوں میں سے قرار پاؤں۔

پھر میں نے ان کے بعد ہود علیہ السلام سے ملاقات کی تھی اور میں ان کی نماز پڑھتا تھا اور ہودؑ نے مجھے اپنے جدامجد ادریسؑ کے کچھ صحائف کی بھی تعلیم دی تھی۔ اور میں مسلسل ہودؑ کے ساتھ رہا یہاں تک کہ اللہ نے ان کی بدکار قوم پر آندھی کا عذاب نازل کیا تھا اور خدا نے انھیں اور مجھے اس عذاب سے محفوظ رکھا۔

ہودؑ کے بعد میں صالحؑ نبی کے ساتھ بھی رہا یہاں تک کہ اللہ نے اس کی قوم پر زلزلہ کا عذاب نازل کیا اور اللہ نے اس عذاب سے انھیں اور مجھے محفوظ رکھا۔

صالحؑ کے بعد میں نے آپؐ کے والد حضرت ابراہیمؑ سے بھی ملاقات کی اور میں ان کی صحبت میں رہا۔ میں نے ان سے درخواست کی کہ وہ خدا کے نازل کردہ صحائف کی

مجھے بھی تعلیم دیں۔ چنانچہ انہوں نے میری درخواست قبول کی تھی اور انہوں نے مجھے اپنے صحائف کی تعلیم دی تھی۔ میں ان کے ساتھ نماز پڑھتا رہا اور جب مشرکین نے انھیں آگ میں ڈالا اور اللہ نے اس آگ کو ٹھنڈک اور سلامتی میں تبدیل کیا تو میں اس وقت بھی وہیں موجود تھا اور میں ان کا ہمدرد تھا اور ان کی وفات تک میں ان کے ساتھ رہا۔

ان کی وفات کے بعد میں ان کے فرزند اسماعیلؑ اور اسحاق علیہم السلام کے ساتھ رہا۔ پھر میں یعقوبؑ کے ساتھ رہا اور جب یعقوبؑ کے بیٹوں نے آپؐ کے بھائی یوسفؑ کو کنوئیں میں ڈالا تو اس وقت میں ان کے ساتھ تھا اور میں کنوئیں میں انھیں تسلیاں دیتا رہا اور جب وہ کنوئیں سے نکلے اور بادشاہ بنے اور جب ان کے والدین ان کے پاس آئے اس تمام عرصہ میں مَیں ان کے ساتھ رہا۔

میں نے آپؐ کے بھائی موسیٰؑ سے ملاقات کی اور میں نے ان سے درخواست کی تھی کہ وہ مجھے تورات کی تعلیم دیں۔ انہوں نے مجھے تورات کی تعلیم دی تھی۔ ان کی وفات کے بعد میں ان کے وصی یوشع بن نونؑ کے ساتھ رہا اور یوشعؑ کی وفات تک میں ان کے ساتھ رہا۔

پھر میں مختلف انبیاء کے ساتھ رہا یہاں تک کہ میں آپ کے بھائی داؤدؑ کے ساتھ رہا اور میں نے ان سے زبور سیکھنے کی درخواست کی تھی اور انہوں نے مجھے زبور کی تعلیم دی تھی۔ پھر میں سلیمانؑ بن داؤدؑ کے ساتھ رہا اور ان کے بعد ان کے وصی آصف بن برخیا بن سمعیا کے ساتھ رہا۔ الغرض میں مختلف انبیاء کے ساتھ رہا یہاں تک کہ میں عیسیٰؑ کی صحبت میں رہا اور اس وقت میں آپؐ کو جملہ انبیائے سابقین اور بالخصوص حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف سے سلام عرض کرتا ہوں۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی سرگزشت سننے کے بعد فرمایا:

میری طرف سے بھی اللہ کے جملہ انبیاء ورسل اور بالخصوص میرے بھائی عیسیٰؑ کو

سلام پہنچیں اور جب تک آسمان و زمین قائم ہیں ان تمام بزرگوار شخصیات پر سلام ہو اور ہام بن ہیم تجھ پر بھی میرا سلام ہو۔ تو نے وصیت کی حفاظت کی اور امانت کی ادائیگی کی۔ اب اگر تجھے کوئی حاجت ہو تو مجھ سے بیان کرو۔

ہام بن ہیم نے کہا: یارسولؐ اللہ! میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ اپنی اُمت کو حکم صادر فرمائیں کہ وہ آپؐ کے بعد آپؐ کے وصی کے فرمان کی مخالفت نہ کرے۔ میں نے گذشتہ اُمتوں کو دیکھا ہے کہ وہ بھی اسی لیے ہلاک ہوئیں کہ انہوں نے اوصیاء کی نافرمانی کی تھی۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: ہام! کیا تو میرے وصی کو جانتا ہے؟

اس نے کہا: یارسولؐ اللہ! میں نے ان کا حلیہ سنا ہے اور کتب سابقہ میں ان کی صفات اور ان کا نام پڑھا ہوا ہے۔ چنانچہ میں جب انھیں دیکھوں گا تو پہچان لوں گا۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: اس محفل میں نگاہ کرو کیا تمہیں میرا وصی اس وقت یہاں دکھائی دیتا ہے؟

اس نے دائیں بائیں پوری محفل پر نگاہ دوڑائی اور کہا: یارسولؐ اللہ! اس وقت وہ یہاں موجود نہیں ہے۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: آدمؑ کا وصی کون تھا؟

اس نے کہا: شیثؑ علیہ السلام

(چونکہ یہ مکالمہ کافی طویل ہے اس لیے ہم نے اسے مکالمہ کی شکل میں لکھیں گے۔ مترجم)

رسولؐ خدا: شیثؑ کا وصی کون تھا؟

ہام: انوش۔

رسولؐ خدا: انوش کا وصی کون تھا؟

ہام: قینان۔

رسولؐ خدا: قینان کا وصی کون تھا؟

ہام: مہلائیل۔

رسولؐ خدا: مہلائیل کا وصی کون تھا؟

ہام: اُد۔

رسولؐ خدا: اُد کا وصی کون تھا؟

ہام: نبی مرسل ادریسؑ۔

رسولؐ خدا: ادریسؑ کا وصی کون تھا؟

ہام: متوشلخ۔

رسولؐ خدا: متوشخ کا وصی کون تھا؟

ہام: لمک۔

رسولؐ خدا: لمک کا وصی کون تھا؟

ہام: اللہ کا سب سے بڑا ذاکر اور شاکر حضرت نوح علیہ السلام۔

رسولؐ خدا: حضرت نوحؑ کا وصی کون تھا؟

ہام: سام بن نوح۔

رسولؐ خدا: سام کا وصی کون تھا؟

ہام: ارفخشد۔

رسولؐ خدا: ارفخشد کا وصی کون تھا؟

ہام: غابر۔

رسولؐ خدا: غابر کا وصی کون تھا؟

ہام: سالخ۔

رسولؐ خدا: سالخ کا وصی کون تھا؟

ہام: قانع۔

رسولؐ خدا: قانع کا وصی کون تھا؟

ہام: اشروع۔

رسولؐ خدا: اشروع کا وصی کون تھا؟

ہام: ارغو۔

رسولؐ خدا: ارغو کا وصی کون تھا؟

ہام: تاخور۔

رسولؐ خدا: تاخور کا وصی کون تھا؟

ہام: تارخ۔

رسولؐ خدا: تارخ کا وصی کون تھا؟

ہام: اس کا کوئی وصی نہ تھا۔ اللہ نے اس کی صلب سے ابراہیم خلیل اللہ کو پیدا کیا۔

رسولؐ خدا: تو نے بالکل سچ کہا۔ ابراہیمؑ خلیل اللہ کا وصی کون تھا؟

ہام: اسماعیلؑ۔

رسولؐ خدا: اسماعیلؑ کا وصی کون تھا؟

ہام: قیدار۔

رسولؐ خدا: قیدار کا وصی کون تھا؟

ہام: بنت۔

رسولؐ خدا: بنت کا وصی کون تھا؟

ہام: حمل۔

رسولؐ خدا: حمل کا وصی کون تھا؟

ہام: اس کا کوئی وصی نہ تھا۔ اس کی بجائے اللہ نے سلسلہ ہدایت کو گھرانہ اسحاق کی طرف منتقل کر دیا اور اسحاق کا وصی یعقوبؑ تھا۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: جی ہاں۔ تو نے بالکل سچ کہا۔ اب بتا کہ ان کے اوصیاء کی

کیا ترتیب تھی؟

ہام: یعقوبؑ کا وصی یوسفؑ۔ یوسفؑ کا وصی موسیٰؑ، موسیٰؑ کا یوشع بن نون، یوشع کا وصی داوٗد۔ داوٗدؑ کا وصی سلیمانؑ اور سلیمانؑ کا وصی آصف بن برخیا اور عیسیٰؑ کا وصی شمعون الصفا تھا۔

رسولؐ خدا: کیا تو نے میرے وصی کا ذکر اور اس کے اوصاف کا تذکرہ سابقہ کتابوں میں کہیں پایا ہے؟

ہام: جی ہاں یا رسولؐ اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو برحق نبی بنا کر مبعوث کیا ہے۔ تورات میں آپ کا نام ''ومیذ ومیذ'' ہے اور آپ کے وصی کا نام ''ایلیا'' ہے۔ انجیل میں آپ کا نام ''خمیاطا'' ہے اور آپ کے وصی کا نام ''ہیدار'' ہے۔ اور زبور میں آپ کا نام ''ماح ماح'' ہے اور آپ کے وصی کا نام ''فارقلیطا'' ہے۔

رسولؐ خدا: ''ومیذ ومیذ'' کا کیا معنی ہے؟

ہام: اس کا معنی ہے طیب و طاہر۔

رسولؐ خدا: ''خمیاطا'' کا کیا مفہوم ہے؟

ہام: اس کا معنی ہے مصطفیٰ۔ یعنی چنا ہوا۔

رسولؐ خدا: ''ماح ماح'' کا کیا مفہوم ہے؟

ہام: اس کا معنی ہے ''ہر کفر و شرک کو مٹانے والا''۔

رسولؐ خدا: تورات میں میرے وصی کا نام ''الیا'' ہے، اس کا کیا مفہوم ہے؟

ہام: اس کا مفہوم ہے ''ولی''۔ کیونکہ وہ آپ کے بعد ولی ہوگا اسی لیے تورات میں اسے ''الیا'' کہا گیا ہے۔

رسولؐ خدا: میرے وصی کا نام انجیل میں ''ہیدار'' ہے، اس کا کیا مفہوم ہے؟

ہام: اس کا معنی ہے صدیق اکبر اور فاروق اعظم۔

رسولؐ خدا: میرے وصی کا نام زبور میں ''فارقلیطا'' ہے۔ اس لفظ کا کیا معنی ہے؟

ہام: اس کا معنی ہے ''اپنے رب کا محبوب''۔

رسولؐ خدا: ہام! کیا اگر تو اسے دیکھ لے تو کیا تو اسے پہچان لے گا؟

ہام: جی ہاں۔ آپؐ کے وصی کے سر کی کھوپڑی گول ہے اور وہ معتدل القامت ہے۔ اس کا سینہ چوڑا ہے۔ وہ شجاعت کے بیشہ کا شیر ہے۔ اس کی آنکھیں بڑی اور روشن ہیں۔ اس کی پنڈلیاں پتلیاں اور اس کے کندھے چوڑے ہیں۔

یہ سن کر رسولؐ خدا نے سلمان سے فرمایا کہ جاؤ اور میرے بھائی علیؑ کو یہاں بلا لاؤ۔ حضرت علیؑ تشریف لائے اور ہام کی نگاہ جیسے ہی حضرتؑ کے چہرہ پر پڑی تو اس نے بے ساختہ کہا:

میرے ماں باپ آپؐ پر قربان آپ کا وصی یہ ہے۔ آپؐ اپنی اُمت کو حکم دیں کہ وہ آپؐ کے بعد ان کی نافرمانی نہ کرے۔ اگر لوگوں نے ان کی مخالفت کی تو وہ بھی سابقہ اُمتوں کی طرح سے ہلاک ہوجائیں گے۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: ہام! میں اپنی اُمت کو یہ بات بتا چکا ہوں۔ کیا اس کے علاوہ تیری کوئی اور حاجت ہے تو میں اسے پورا کروں؟

ہام نے کہا: جی ہاں یارسولؐ اللہ! میں یہ چاہتا ہوں کہ آپؐ مجھے قرآن مجید کی چند سورتوں کی تعلیم دیں اور اپنے سنن وشرائع بیان فرمائیں تاکہ میں آپ کے طریقہ کے مطابق اللہ کی نماز پڑھ سکوں۔

نبی اکرمؐ نے حضرت علیؑ کو آواز دے کر فرمایا: ابوالحسن! اسے اپنے ساتھ لے جاؤ اور اسے تعلیم دو۔

حضرت علیؑ کا بیان ہے کہ میں نے اسے سورہ فاتحہ' معوذتین' سورہ اخلاص اور آیت الکرسی اور آل عمران' اعراف' انعام اور انفال کی کچھ آیات اور مفصلات میں سے تیس سورتوں کی تعلیم دی۔ پھر وہ ہم سے غائب ہوگیا۔ بعدازاں جنگِ صفین میں ہمیں ''لیلۃ الہریر'' کو دکھائی دیا۔ جب ''لیلۃ الہریر'' کو شدید جنگ ہو رہی تھی تو میں نے ایک

آواز سنی۔ کسی نے پکار کر کہا:

امیر المومنین! اپنے سر سے خود ہٹائیں کیونکہ کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ آپ کے سر پر بال کم ہوں گے۔

میں نے جواب میں کہا: میں وہی ہوں اور میں نے اس وقت اپنے سر سے خود ہٹائی۔ پھر میں نے اسے کہا: آواز دینے والے! ہمارے سامنے آؤ خدا تم پر رحم کرے۔

میرے کہنے پر وہ ظاہر ہوا۔ میں نے دیکھا وہ ہام بن ہیم تھا۔ میں نے اس سے کہا تم کون ہو؟

اس نے کہا: میں آپ کا ممنونِ احسان ہوں۔ میں آپ کا وہی شاگرد ہوں جسے آپ نے اللہ کی کتاب کی تعلیم دی تھی اور میں آپ پر اور محمد مصطفیؐ پر ایمان لایا تھا۔ پھر اس نے حضرت پر سلام کیا اور آپ سے گفتگو کی اور صبح ہونے تک وہ حضرت کے شانہ بشانہ شریک ہو کر جنگ کرتا رہا۔ اس کے بعد غائب ہو گیا۔

اصبغ بن نباتہ کہتے ہیں: میں نے امیر المومنین علیہ السلام سے کچھ عرصہ بعد اس کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: ہام بن ہیم شہید ہو چکا ہے، رحمۃ اللہ علیہ۔ (روضۃ شاذان: ص ۴۱-۴۲۔ بحار بحوالہ روضہ، ج ۳۸، ص ۵۴، حدیث ۹۔ عرض مترجم: قرآن مجید کی اس آیت سے اس واقعہ کا ابطال ثابت ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ○ مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا.

(الکہف: ۵۰-۵۱)

"کیا تم لوگ مجھے چھوڑ کر شیطان اور اس کی اولاد کو اپنا سرپرست بنا رہے ہو جب کہ وہ تو تمہارے دشمن ہیں۔ ظالموں کے لیے بدترین بدلہ ہے۔ میں نے انھیں (شیطان اور اس کی اولاد)

آسمانوں اور زمین کی خلقت کا گواہ نہیں بنایا اور انھیں خود ان کی خلقت کا بھی گواہ نہیں بنایا اور میں ظالموں کو قوتِ بازو نہیں بنایا کرتا"۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے شیطانی ذریت کو گمراہ کہا ہے اور اہلِ ایمان کا دشمن کہا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ اللہ نے انھیں اپنے دین کا یاور و ناصر نہیں بنایا۔ یہاں چند مفسرین نے کہا ہے کہ ذریت شیطان سے اس کے پیروکار مراد ہیں۔ مگر پورے قرآن میں لفظ ذریت پیروکار کے معنی میں استعمال نہیں ہوا ہے اور ویسے بھی مجازی معنی تب لیا جاتا ہے جب حقیقت محال ہو۔ فتدبر و لا تکن من الغافلین۔)

## اژدہا کی شکل میں حضرتؑ کے پاس آنے والا جن

ا۔ (بحذف اسناد) امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

ایک مرتبہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام منبر پر تشریف فرما تھے کہ اچانک مسجد کے دروازے سے ایک اژدہا نمودار ہوا۔ لوگوں نے اٹھ کر اسے مارنا چاہا۔ حضرت علی علیہ السلام نے لوگوں کو ایسا کرنے سے روک دیا۔ پھر وہی اژدہا مسجد میں داخل ہوا اور سیدھا حضرت کے منبر کے پاس آیا۔ اس نے اپنا پھن اٹھا کر حضرت کو سلام کیا۔ آپ نے اسے اشارہ سے فرمایا کہ وہ فی الحال رک جائے اور آپ کا خطبہ پورا ہو لینے دے۔ جب آپ خطبہ سے فارغ ہوئے تو اس سے فرمایا تو کون ہے؟

اس نے کہا: میں آپؑ کی طرف سے جنات پر مقرر کردہ جانشین عمرو بن عثمان ہوں۔ میرے باپ کی وفات ہو چکی ہے اور اس نے مرتے وقت مجھے وصیت کی تھی کہ میں آپؑ کی خدمت میں حاضری دوں اور آپ کی رائے سے آگاہی حاصل کروں۔

اب میں اپنے والد کی حسب وصیت آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں اور آپ کی خواہش کیا ہے؟

امیر المومنین علیہ السلام نے اس سے فرمایا:

میں تجھے اللہ کے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں اور تجھے تیرے باپ کا جانشین مقرر کرتا ہوں لہٰذا تو یہاں سے واپس چلا جااور اپنے باپ کے منصب کو جا کر سنبھال۔ چنانچہ عمرو نے امیر المومنین کو الوداع کہا اور واپس چلا گیا۔ اور وہی قومِ جنات پر حضرت علیؑ کی طرف سے جانشین ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کی کہ کیا وہ عمرو آپ کے پاس بھی حاضری دیتا ہے اور کیا اس کے لیے آپ کے پاس آنا واجب ہے؟

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں۔ (الکافی' ج ۱' ص ۳۹۶۔ بصائر الدرجات' ص ۹۷' حدیث ۷۔ اثبات الهداة' ج ۲' ص ۴۰۴' حدیث ۱۰)

## اژدہا کی شکل میں آنے والا ایک اور جن

۱- (بحذف اسناد) امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

ایک مرتبہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام منبر کوفہ پر جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ آپ نے لوگوں کے دوڑنے بھاگنے کی آوازیں سنیں۔ لوگ ایک دوسرے پر گر رہے تھے۔

آپ نے فرمایا: لوگو! کیا بات ہے تم اتنے پریشان کیوں ہو گئے ہو؟

لوگوں نے کہا: امیر المومنینؑ! مسجد مین بہت بڑا اژدہا آچکا ہے اور ہم اس سے ڈر گئے ہیں اور ہم اسے جان سے مارنا چاہتے ہیں۔

آپ نے فرمایا: مت گھبراؤ اور تم اسے کچھ نہ کہو۔ اسے میرے پاس آنے دو۔ یہ ایک قاصد ہے ایک ضرورت کے سلسلہ میں یہاں آیا ہے۔

یہ سن کر لوگ اِدھر اُدھر ہو گئے اور اژدہا صفوں کے درمیان میں سے ہوتا ہوا منبر کے پاس آیا اور اس نے اپنا منہ امیر المومنینؑ کے کان پر رکھ دیا اور کافی دیر تک اس کے

منہ سے سیٹیوں کی سی آوازیں آتی رہیں اور امیرالمومنینؑ بھی اپنا سر مسلسل ہلاتے رہے۔ اس کے بعد آپ نے بھی اس کی طرح منہ سے کچھ سیٹیاں سی نکالیں۔ وہ منبر سے دُور ہوگیا اور اچانک صفوں کے درمیان ہی گم ہوگیا۔ اور اس کی یوں گمشدگی پر لوگوں نے تعجب کا اظہار کیا اور لوگوں نے حضرت سے پوچھا کہ اس اژدہا کا کیا معاملہ تھا؟

آپ نے فرمایا: یہ مسلمان جنات پر میرا جانشین ہے۔ اس کی قوم کا چند باتوں میں اختلاف ہوا تھا۔ انہوں نے اسے میرے پاس روانہ کیا۔ اور اس نے آ کر مجھ سے وہ مسائل دریافت کیے اور میں نے اسے ان مسائل کا جواب دیا۔ اب یہ مطمئن ہوکر واپس چلا گیا۔ (عیون المعجزات، ص ۱۳)

## گوشۂ مسجد سے برآمد ہونے والے ایک سانپ کا واقعہ

۱- (بحذف اسناد) حارث اعور کا بیان ہے کہ امیرالمومنینؑ منبر کوفہ پر بیٹھ کر خطبہ دینے میں مصروف تھے کہ آپ نے مسجد کے ایک گوشہ کی طرف نگاہ کی تو آپ نے قنبر سے فرمایا: اس بل میں تجھے جو کچھ بھی دکھائی دے اسے اٹھا کر میرے سامنے لے آؤ۔

قنبر گئے۔ انہوں نے بل میں دیکھا تو انھیں وہاں ایک خوبصورت نقش و نگار والا سانپ دکھائی دیا۔ پہلے پہلے تو قنبر گھبرا گئے لیکن اپنے آقا کا حکم سمجھ کر انہوں نے اسے اٹھالیا۔ سانپ ان کے ہاتھ سے پھسلا اور سیدھا منبر کی طرف بڑھا جہاں آپ تشریف فرما تھے۔ اس نے اپنا پھن بلند کیا اور امیرالمومنین علیہ السلام کے کان میں کچھ سرگوشیاں کرتا رہا اور اس کے جواب میں حضرت نے بھی اس سے کچھ سرگوشیاں کیں۔ پھر وہ منبر سے نیچے اتر کر اس بل کی طرف آیا اور وہاں گم ہوگیا۔ اس کے جانے کے بعد امیرالمومنین کچھ سوچتے رہے۔ پھر آپ سر جھکا کر رونے لگے اور جب رو چکے تو حاضرین سے فرمایا: کیا تمہیں تعجب ہو رہا ہے؟

حاضرین نے کہا: مولا! یہ بات ہی تعجب کی ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اس سانپ نے سمع و طاعت کی شرط پر حضرت رسولؐ خدا کی بیعت کی تھی وہ اس وقت بھی میرا فرمان سنتا اور اس پر عمل کرتا ہے کیونکہ میں رسولؐ خدا کا وصی ہوں لیکن تمہاری حالت یہ ہے کہ میں تمہیں سمع و طاعت کا حکم دیتا ہوں تم میں سے کچھ میرا فرمان سنتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں اور کچھ سرے سے نہ تو میرا فرمان سنتے ہیں اور نہ ہی اطاعت کرتے ہیں۔ (الثاقب فی المناقب' ص ۲۴۷' حدیث ا۔ بحارالانوار' ج۴۱' ص ۲۳۱' حدیث ۲ بحوالہ الخرائج' ج ا' ص ۱۹۱' حدیث ۳۷۔ اسی روایت کو حضینی نے الہدایہ' ص ۲۷ پر بھی نقل کیا ہے)

## باب فیل سے آنے والے اژدہا کا واقعہ

ا۔ (بحذف اسناد) حارث اعور کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ جمعہ کے دن امیرالمومنین علیہ السلام منبر کوفہ پر بیٹھ کر خطبہ دے رہے تھے کہ مسجد کوفہ کے باب فیل سے ایک اژدہا نمودار ہوا جس کا سر اونٹ کے سر سے بھی بڑا تھا اور وہ سر کو ہلاتا ہوا منبر کی طرف روانہ ہوا۔ لوگوں نے جیسے ہی اتنے بڑے اژدہا کو دیکھا تو خوف کے مارے ہٹ گئے اور وہ اژدہا بڑے اطمینان وسکون سے منبر کے قریب آیا اور اس نے حضرتؑ کے کان میں کچھ باتیں کیں اور آپ نے بھی اس سے سرگوشی کی۔ پھر وہ واپس چلا گیا اور جب وہ باب الفیل کے قریب پہنچا تو لوگوں کی نگاہوں سے چھپ گیا۔

یہ منظر دیکھ کر اہل ایمان نے کہا: یہ امیرالمومنین کے عجائبات میں سے ایک اعجوبہ ہے جب کہ منافقین نے کہا: یہ علیؑ کا جادو ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: لوگو! جسے تم نے ابھی دیکھا ہے اسے رسول کریمؐ نے قوم جنات پر اپنا وصی مقرر کیا تھا جب کہ آنحضرتؐ نے مجھے انسانوں پر اپنا وصی مقرر کیا تھا۔ اس کی قوم میں تنازعہ ہوا جس کی وجہ سے بہت سی جانیں تلف ہوگئیں اور اسے اس تنازعہ کا حل معلوم نہیں تھا۔ اسی لیے یہ میرے پاس اس شکل وصورت میں آیا اور مجھ

سے اس تنازعہ کا حل دریافت کیا اور میں نے اسے اس کا حل بتایا۔

اس شکل وصورت میں آنے سے اس کا ایک مقصد یہ تھا کہ وہ تمہیں میری فضیلت اور مقام دکھانا چاہتا تھا اور وہ تمہاری بہ نسبت میری فضیلت ومقام کو زیادہ بہتر سمجھتا ہے۔
(الثاقب فی المناقب' صفحہ ۲۴۸' حدیث ۲)

## موسیٰؑ وہارونؑ کی مدد کرنے والا سلطان کون تھا؟

۱- رجب برسی مشارق انوار الیقین میں لکھتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ وہارونؑ کو حکم دیا کہ وہ فرعون کو جا کر تبلیغ کریں۔ حکم الٰہی پا کر دونوں بھائی دربارِ فرعون کی طرف روانہ ہوئے اور دونوں دل ہی دل میں گھبرا رہے تھے کہ نجانے فرعون ہم سے کیا سلوک کر بیٹھے۔ اتنے میں انہوں نے دیکھا کہ ایک سوار ان کے آگے آیا جس نے زربفت کا لباس پہنا ہوا تھا اور اس کے ہاتھ میں سونے کی تلوار تھی۔ اس نے ان سے کہا کہ تم دونوں بے خطر ہو کر میرے پیچھے چلے آؤ۔

اس سوار نے فرعون کے پاس پہنچ کر فرعون سے کہا: ان دونوں بزرگواروں کی اطاعت کر ورنہ میں تجھے قتل کر دوں گا۔

فرعون یہ دھمکی سن کر گھبرا گیا اور پھر وہ شاہسوار اس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

فرعون نے حضرت موسیٰؑ وہارونؑ سے کہا کہ تم کل میرے پاس آنا اور جو کچھ تمہیں کہنا ہو مجھ سے کہنا۔

جب موسیٰؑ وہارونؑ وہاں سے چلے گئے تو فرعون نے اپنے دربانوں سے کہا: تم نے اس شاہسوار کو میری اجازت کے بغیر کیوں آنے دیا تھا؟

دربانوں نے کہا: ہمیں آپ کی عزت کی قسم! ہم نے کسی شاہسوار کو یہاں سے گزرتے ہوئے نہیں دیکھا' ہمارے سامنے سے تو صرف یہی دو بھائی گزر کر آپ کے پاس آئے ہیں۔

وہ شاہسوار مثال علیؑ تھا جس کے ذریعہ سے اللہ نے انبیاء کی چھپ کر تائید کرائی اور محمد مصطفیٰؐ کی کھلم کھلا تائید کرائی۔ کیونکہ علیؑ ہی اللہ کا وہ کلمہ کبریٰ ہے جسے اللہ نے اپنے اولیاء کی مدد کے لیے مختلف ادوار میں مختلف صورتوں میں بھیجا اور علیؑ نے اولیائے الٰہی کی ہر دور میں مدد کی اور اسی کلمہ کبریٰ کا واسطہ دے کر اولیائے الٰہی نے خدا سے دعائیں کیں۔ اللہ نے ان کی دعاؤں کو شرفِ قبولیت بخشا اور انھیں مشکلات سے نجات دی اور قرآن مجید کی اس آیت میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

ونجعلُ لکما سلطانًا فلا یصلونَ الیکمَا باٰیاتنا......

ہم تم دونوں کے لیے سلطان مقرر کریں گے فرعون اور اس کے پیرو
ہماری آیات کی بدولت تم تک نہ پہنچ پائیں گے۔

ابن عباس نے کہا: ان دونوں کے لیے وہ شاہسوار آیت الکبریٰ اور سلطان تھا۔ (مشارق انوار الیقین، ص ۸۱)

۲- برسی لکھتے ہیں:

مفسرین نے اس آیت مجیدہ کی تفسیر میں لکھا۔ یہ آیت اور سلطان علی کی صورت تھی۔ اسی طرح سے دوسرے انبیاء کے لیے بھی علیؑ کی صورت آیت اللہ الکبریٰ بنتی رہی۔

۳- برسی لکھتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

یاعلی ان اللّٰہ ایدبک النبین سرا وایدنی بک جھرا

علیؑ! اللہ تعالیٰ نے باقی انبیاء کی تائید تیرے ذریعہ سے چھپ کر کرائی اور میری تائید تیرے ذریعہ سے کھلم کھلا کرائی۔

## عطرفہ جن کا واقعہ

سید مرتضیٰ ''عیون المعجزات'' میں رقم طراز ہیں کہ عطرفہ جن کا واقعہ علمائے شیعہ

کے ہاں بڑا معروف ہے اور یہ واقعہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے معجزات میں سے ایک معجزہ اور آپ کے دلائل امامت میں سے ایک دلیل ہے اور میں نے اس واقعہ کو ''کتاب الانوار'' سے نقل کیا ہے اور وہ روایت یہ ہے:

زاذان نے حضرت سلمان فارسی سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا:

ایک مرتبہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ سے باہر ایک چٹیل میدان میں بیٹھے ہوئے تھے اور آپؐ کے پاس آپؐ کے صحابہ کی ایک جماعت بھی موجود تھی اور آپ ان سے گفتگو کرنے میں مصروف تھے۔ اچانک ہم نے دیکھا کہ ایک بگولہ بلند ہوا جس سے کافی غبار پھیلا اور وہ بگولہ قریب ہوتے ہوتے رسولؐ خدا کے سامنے آکر رک گیا۔ پھر اس میں سے ایک آواز بلند ہوئی اور سب سے پہلے اس نے آنحضرتؐ پر سلام کیا' پھر کہا:

یارسولؐ اللہ! میں اپنی قوم کی طرف سے آپؐ کے پاس قاصد بن کر آیا ہوں اور ہم اپنے آپ کو آپؐ کی پناہ میں دیتے ہیں اور آپؐ بھی ہمیں پناہ دیں۔ آپؐ سے ہم یہ درخواست کرتے ہیں کہ آپؐ ہمارے ساتھ کسی مرد کو روانہ کریں جو کہ ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان حق وصداقت کا فیصلہ کرے اور آپؐ مجھ سے پختہ قسم اور عہد لے لیں کہ میں اسے کل صبح کے وقت آپؐ کی خدمت میں صحیح سالم پہنچاؤں گا۔ ہاں البتہ اگر میں مر گیا یا اللہ کی طرف سے میرے ساتھ کوئی حادثہ پیش آ گیا تو پھر میری مجبوری ہوگی۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: تو کون ہے اور تیرا تعلق کس قوم وقبیلہ سے ہے؟

اس نے کہا: یارسولؐ اللہ! میں عطرفہ ہوں اور میرے باپ کا نام شمراخ ہے اور میرا تعلق قومِ جنات کے قبیلہ بنی نجاح سے ہے۔ آپؐ کی بعثت سے قبل میں اور میری قوم کے افراد آسمان پر جا کر وہاں کی خبریں سنا کرتے تھے اور آپؐ کی بعثت سے وہ سلسلہ قدرت کی طرف سے بند ہو گیا اور جب اللہ نے آپ کو مبعوث کیا تو ہم آپ پر ایمان لائے اور ہم نے آپ کی تصدیق کی جب کہ ہماری قوم کے کچھ لوگوں نے اس کی مخالفت

کی جس کی وجہ سے ہماری قوم میں پھوٹ پڑ گئی اور ہمارے مخالفین طاقت اور عددی قوت کے لحاظ سے ہم سے زیادہ طاقت ور ہیں۔ انہوں نے ہمارے پانی کے چشموں اور چراگاہوں پر قبضہ کرلیا ہے اور وہ ہمیں اور ہمارے مویشیوں کو ستاتے ہیں۔ آپ ہمارے ساتھ کسی ایسے شخص کو روانہ کریں جو ہمارے اور ہمارے مخالفین کے درمیان حق وصداقت کے مطابق فیصلہ کرے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم ہمیں اپنی شکل وصورت تو دکھاؤ۔

حضرت سلمان کہتے ہیں: پھر اس نے اپنی صورت ہمیں دکھائی۔ اس کے پورے بدن پر بال ہی بال تھے۔ اس کی آنکھیں بڑی لیکن سیدھی تھیں اور اس کی آنکھیں پورے سر تک پھیلی ہوئی تھیں اور اس کے دانت کسی درندہ کی طرح تھے۔

پھر رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پختہ عہد لیا کہ وہ جس فرد کو بھی لے جائے گا اسے صحیح وسلامت واپس پہنچائے گا۔

جب جن ضروری قسمیں کھا چکا تو رسولؐ خدا نے حضرت ابوبکر سے فرمایا: تم اپنے ایمانی بھائی عطرفہ کے ساتھ جاؤ اور ان کے حالات کا جائزہ لے کر حق وصداقت پر مبنی فیصلہ کرو۔

حضرت ابوبکر نے کہا: یارسولؐ اللہ! یہ تو بتائیں کہ یہ لوگ رہتے کہاں ہیں؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: یہ زمین کے نیچے رہتے ہیں۔

حضرت ابوبکر نے کہا: یارسولؐ اللہ! میں بھلا زمین کے نیچے کس طرح جاؤں گا اور میں تو ان کی زبان بھی نہیں جانتا اسی لیے میں ان کے درمیان فیصلہ کیسے کروں گا؟

پھر آنحضرتؐ نے حضرت عمر بن الخطاب کو جانے کے لیے کہا تو انہوں نے حضرت ابوبکر کا سا جواب دیا۔

پھر رسولؐ خدا نے حضرت عثمان کو عطرفہ کے ساتھ جانے کے لیے کہا تو انہوں نے بھی وہی جواب دیا جو ان سے پہلے ان کے دو ساتھی دے چکے تھے۔

پھر رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ کو طلب کیا اور آپؐ نے ان سے فرمایا: علیؑ! تم اپنے ایمانی بھائی عطرفہ کے ساتھ جاؤ اور وہاں کے حالات کا جائزہ لے کر ان میں حق و صداقت کا فیصلہ کرو۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے تلوار حمائل کی اور عطرفہ کے ساتھ چل پڑے۔

سلمان کا بیان ہے کچھ دیر تک میں ان دونوں کے پیچھے چلتا رہا۔ حضرت علیؑ نے مجھ سے فرمایا: اے ابوعبداللہ! خدا تیری سعی پر تجھے جزائے خیر عطا فرمائے تم واپس لوٹ جاؤ۔ میں وہاں رک گیا اور انھیں جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ پھر میں نے یہ منظر دیکھا کہ زمین پھٹ گئی اور وہ دونوں اس میں داخل ہوگئے۔ یہ منظر دیکھ کر مجھے علیؑ کی جان کے تلف ہونے کا اندیشہ ہوا اور مجھے اس پر سخت قلق پہنچا۔

الغرض رات گزر گئی اور رسولؐ اکرم نے لوگوں کو فجر کی نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد آنحضرتؐ ایک پہاڑی پر آ کر بیٹھ گئے اور علیؑ کا انتظار کرنے لگے۔ آپؐ کے اصحاب بھی آپؐ کے گرد جمع ہوگئے مگر امیرالمومنین نہ آئے یہاں تک کہ سورج ڈھل گیا اور لوگوں نے بھانت بھانت کی بولیاں بولنا شروع کیں۔ منافقین نے کہا:

اچھا ہوا جن بہانہ بنا کر علیؑ کو یہاں سے لے گیا اور ابوترابؑ سے ہماری جان چھوٹ گئی اور یہ جو ہر وقت علیؑ پر فخر کرتے تھے ان کا فخر بھی ختم ہوا۔

رسول اکرمؐ نے ظہر کی نماز پڑھائی۔ نماز کے بعد آپ پھر علیؑ کے انتظار میں بیٹھ گئے یہاں تک کہ نمازِ عصر کا وقت ہوگیا۔ رسولؐ خدا علیؑ کے نہ آنے پر پریشان ہوئے۔ سورج ڈوبنے کے قریب آیا کہ جہاں آنحضرت بیٹھے تھے قریب سے زمین شق ہوئی۔ امیرالمومنین علیہ السلام برآمد ہوئے جبکہ آپ کی تلوار سے خون کے قطرے ٹپک رہے تھے اور واپسی پر عطرفہ جن بھی حضرت کے ساتھ تھا۔

رسول اکرمؐ نے اپنے بھائی کو آتے ہوئے دیکھا تو آپ اٹھے اور فرطِ مسرت سے ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا: تم نے آنے میں اتنی دیر کیوں لگائی؟

حضرت علیؑ نے عرض کی: یارسولؐ اللہ! میں وہاں گیا تو عطرفہ کی قوم کے ہزاروں افراد اور منافقین اس کے خلاف بغاوت کر چکے تھے۔ میں نے انھیں تین باتوں میں سے ایک کے اختیار کرنے کی دعوت دی۔

میں نے ان سے کہا کہ وہ اللہ کی توحید اور آپ کی رسالت پر ایمان لے آئیں لیکن انہوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا۔ پھر میں نے ان سے جزیہ دینے کو کہا لیکن انہوں نے جزیہ سے بھی انکار کر دیا۔ پھر میں نے انھیں کہا کہ وہ عطرفہ اور اس کی قوم کے ساتھ مصالحت کرلیں اور مصالحت کے طور پر وہ کچھ پانی کے چشمے اور کچھ چراگاہیں عطرفہ اور اس کی قوم کے حوالے کر دیں لیکن انہوں نے اس سے بھی انکار کیا۔ چنانچہ مجبوراً تلوار کا سہارا لینا پڑا اور ان سے شدید جنگ کی چنانچہ ۸۰ ہزار افراد قتل کیے۔ جب انہوں نے اپنی اتنی بڑی بربادی کو دیکھا تو مجھ سے امان اور صلح کی درخواست کی۔ پھر وہ ایمان لائے اور میں نے ان کے اختلاف ختم کرائے۔ اب ان معاملات سے فراغت پا کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔

عطرفہ جن نے کہا: یارسولؐ اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کو اور امیرالمومنین کو ہماری مدد پر جزائے خیر دے۔ (عیون المعجزات' ص ۴۳۔ بحارالانوار بحوالہ عیون' ج ۱۸' ص ۸۶' حدیث ۴ و جلد ۶۳' ص ۹۰' حدیث ۴۵۔ حلیۃ الابرار' ج ۱' ص ۲۷۰۔ نوادر المعجزات طبری' ص ۵۲' حدیث ۲۱' اربعین ابن ابی الفوارس' حدیث ۲۶ بروایت ابوسعید الخدری۔ الیقین' ص ۶۸' باب ۹۰ بروایت ابوسعید خدری بطور حدیث مرفوع۔ الفضائل شاذان' ص ۶۰ بروایت زاذان' الروضۃ' ص ۳۴ بروایت ابوسعید خدری۔ چند الفاظ کے اختلاف کے ساتھ)

## آسمان سے اُترنے والا جام

حسین بن ہمدان حضینی نے الہدایہ الکبریٰ میں اپنے اسناد کے ساتھ مفضل بن عمر جعفی سے نقل کیا اور انہوں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی۔ آپ نے

فرمایا:

ایک دن حضرت رسولؐ خدا مسجد نبوی کے صحن میں تشریف فرما تھے اور امیر المومنین علیہ السلام آپ کے دائیں جانب اور حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ آپ کے بائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں ان پر ایک بادل نے سایہ کیا جس سے چمک اور ہلکی آوازیں آ رہی تھیں اور وہ بادل کافی جھک آیا۔

رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ سے فرمایا: ابوالحسن! اللہ کی طرف سے ہمارے لیے ہدیہ آیا ہے۔ پھر آنحضرتؐ نے اپنا ہاتھ بادل کی طرف بلند کیا اور آپ کے ہاتھ کا اٹھنا تھا کہ بادل مزید جھکا۔ یہاں تک کہ وہ آپ کے ہاتھ سے ٹکرانے لگا۔ اس سے ایک جام ظاہر ہوا جس کی چمک دمک اتنی زیادہ تھی کہ آنکھیں چندھیا گئیں اور اس سے خوشبو کی اتنی لپٹیں اٹھ رہی تھیں کہ حاضرین دنگ رہ گئے اور جام سے تسبیحِ پروردگار کی آوازیں آ رہی تھیں اور وہ تسبیح بھی خالص عربی زبان میں کر رہا تھا۔ پھر وہ جام سیدھا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہتھیلی پر آیا جب وہ جام آنحضرت کے کف مبارک پر آیا تو آواز آئی:

السلام علیک یاحبیب اللّٰہ وصفوتہ وبنیہ المختار من العالمین والمفضل علی اھل الملل اجمعین من الاولین والاخرین وعلی وحیّک خیر الوصیین واخیک خیر المؤاخین وخلیفتک خیر المستخلفین وامام المتقین وامیر المومنین ونور المستیزین وسراج المتقین وعلی زوجتہ خیر نساء العالمین الزھراء فی الزاھرین البتول ام الائمۃ الراشدین وعلی سبطیک ونوریک وریحانتیک وقرۃ عینیک الحسن والحسین۔

''اللہ کے محبوب اور ان کے مصطفیٰ اور تمام عالمین میں سے اللہ کے چنے ہوئے اور اولین و آخرین کی تمام حلقوں میں سے خدا کے منتخب کردہ رسول پر سلام ہوں اور آپ

کے وصی پر جو کہ تمام اوصیاء سے افضل ہے اور آپ کے اس بھائی پر جو تمام بھائیوں سے بہتر ہے اور آپ کے اس جانشین پر جو کہ تمام خلفاء سے بہتر ہے جو متقین کا رہبر اور مومنین کا حاکم اور روشنی طلب کرنے والوں کے لیے روشنی اور جو متقین کا چراغ ہے اس پر سلام ہوں اور ان کی زوجہ پر سلام ہوں جو کہ تمام جہانوں کی عورتوں سے بہتر ہے جو تمام روشن اجسام میں سب سے زیادہ روشن ہے جو بتول ہے اور جو آئمہ راشدین کی والدہ ہے۔ اس پر سلام ہوں۔ آپ کے دونواسوں، دونور ویقی اور آپ کے دو پھولوں آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک حسن و حسین پر سلام ہوں۔

جام سے سلام کی آواز اتنی واضح اور بلند تھی جسے رسولؐ خدا، امیر المومنین، حسنین کریمین اور تمام حاضرین مسجد نے اپنے کانوں سنا جبکہ اس کی تیز روشنی آنکھوں کو خیرہ کیے دیتی تھی۔

اس تمام عرصہ میں رسولؐ خدا مسلسل اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر ادا کرتے رہے۔ پھر اس جام سے یہ آواز بلند ہوئی:

یارسولؐ اللہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے آپؐ اور علیؑ اور آپؐ کی صاحبزادی فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ کی طرف بھیجا ہے۔ اب آپ مجھے علیؑ کی ہتھیلی پر رکھیں۔

رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ سے فرمایا: اب تم اللہ کے تحفہ کو اپنے ہاتھوں پہ لو۔

حضرت علیؑ نے دایاں ہاتھ بڑھایا اور اس جام کو اپنی ہتھیلی پر رکھا، اسے بوسہ دیا، اس کی خوشبو سونگھی اور فرمایا: اللہ کی طرف سے اس کے رسول اور ان کے اہل بیتؑ کی طرف نازل ہونے والے ہدیہ کو خوش آمدید ہو۔ پھر حضرت علیؑ نے کثرت سے اللہ کی حمد وثنا کی اور جام سے بھی تکبیر وتہلیل کی آوازیں آتی رہیں۔

اس کے بعد جام سے آواز آئی: یارسولؐ اللہ! آپ علیؑ سے کہیں کہ وہ مجھے اللہ کے حکم کے مطابق فاطمہ زہراؑ اور حسن و حسینؑ کے حوالے کرے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ سے فرمایا:

ابوالحسن! اٹھو اور یہ جام فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ کے ہاتھوں پر رکھو۔

امیر المومنین علیہ السلام جام اٹھا کر گھر کو چل پڑے اور اس وقت اس جام کی روشنی سورج کی روشنی کو بھی مات کر رہی تھی اور اس کی خوشبو نے تمام خوشبوؤں سے افضل تھی۔ آپ نے پیغمبر اکرمؐ کے حکم کے مطابق وہ جام حضرت سیدہ الاحسنین کریمین علیہم السلام کے ہاتھوں پر رکھا اور جنابِ سیدہ اور حسنین کریمین نے اس جام کو بوسے دیے اور اللہ کی حمد وثنا کی۔ بعدازاں حضرت علیؑ نے اس جام کو اٹھایا اور دوبارہ رسولؐ خدا کی ہتھیلی پر جا کر رکھ دیا۔ اب وہ جام آنحضرتؐ کی ہتھیلی پر آیا تو اہلِ مسجد میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا:

یارسولؐ اللہ! آخر اس کی کیا وجہ ہے کہ جب بھی اللہ کی طرف سے آپ کو کوئی تحفہ اور ہدیہ ملتا ہے تو آپ اس میں علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ کو شریک کر لیتے ہیں؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تو بہت زیادہ جسارت کر رہا ہے۔ کیا تو نے جام کی باتیں خود نہیں سنی تھیں۔ اب اس کے بعد تو تجھے پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں تھی؟

اس نے کہا: یارسولؐ اللہ! کیا آپ اجازت دیں گے کہ میں اسے اٹھا کر سونگھوں اور اسے بوسہ دوں؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تجھے یا کسی اور کو ایسا کرنے کا ہرگز اختیار نہیں ہے۔

اس نے کہا: تو کیا مجھے اتنی اجازت دیں گے کہ میں اسے اپنے ہاتھوں سے چھو سکوں؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

تو بہت زیادہ اصرار کر رہا ہے۔ اٹھ اور اسے ہاتھ لگانے کی کوشش کر اور اگر تو اپنی کوشش میں کامیاب ہو گیا تو پھر میں اللہ کا رسول ہی نہیں ہوں کہ اللہ کی طرف سے حق

لے کر ہی نہیں آیا۔

اس شخص نے جام کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن اس کا ہاتھ جام تک نہ پہنچ سکا اور دیکھتے ہی دیکھتے جام بلند ہوا اور بادل کی طرف چلا گیا۔

اس وقت جام سے آواز بلند ہوئی:

یارسولؐ اللہ! کیا کوئی اپنے زائر سے یہ سلوک بھی کرتا ہے؟

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا:

تجھ پر افسوس خدا اور اس کے رسولؐ کے خلاف تیری جرأتیں بہت ہی بڑھ چکی ہیں۔

پھر آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ سے کہا:

علیؑ! اٹھو اور اٹھ کر جام کو دوبارہ پکڑو اور اس سے کہو کہ خدا نے تجھے کون سا پیغام دے کر ہمارے پاس بھیجا تھا؟ اور کیا تم اس پیغام کو بھول گئے ہو۔

امیر المومنینؑ اٹھے اور آپؑ نے ہاتھ بڑھا کر جام کو اپنے ہاتھوں میں لیا اور فرمایا:

رسولؐ خدا فرما رہے ہیں کہ اللہ نے تجھے کون سا پیغام دے کر ہمارے پاس بھیجا تھا اور کیا تو وہ پیغام بھول گیا؟

جام نے کہا: برادرِ رسولؐ! اللہ نے مجھے حکم دیا کہ میں تم سے یہ کہو کہ اللہ نے میرے ذمہ یہ ڈیوٹی لگائی ہے کہ جب بھی تمہارے کسی شیعہ کی وفات کا وقت ہوتا ہے تو میں اس کے پاس پہنچ جاتا ہوں اور وہ مجھے دیکھ کر مانوس ہوتا ہے اور اسے موت کی اذیت کا احساس ہی نہیں ہوتا۔ تمہارا شیعہ موت کے وقت تمہارا دیدار کرتا ہے اور میری خوشبو سونگھتا ہے اور اس حالت میں اس کی رُوح اس کے جسد عنصری سے پرواز کر جاتی ہے اور اسے موت کا مطلقاً احساس ہی نہیں ہوتا۔

جب جام نے یہ پیغام پہنچایا تو اس وقت اس گستاخ نے اپنے ساتھی سے کہا:

کاش! جام نے پہلی بات ہی کی ہوتی تو بہتر تھا۔ کم از کم وہ دوسری بات تو نہ

کہتا۔ (الہدایہ الکبریٰ' صفحہ ۳۲-۳۳۳۔ مؤلف نے اس واقعہ کو اپنی دوسری کتاب معالم الزلفی باب ۸۶' ص ۳۱۸ پر بھی نقل کیا ہے)

## حضرت کے وضو کے لیے جنت سے پانی کا آنا

۱۔ علمائے تسنن کے مشہور عالم موفق بن احمد خوارزمی نے اپنی کتاب مناقب امیر المومنین علیہ السلام میں اپنے اسناد سے انس بن مالک سے یہ روایت نقل کی کہ ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی۔ آپ نے نماز کی پہلی رکعت کے رکوع کو کافی لمبا کیا۔ یہاں تک کہ ہمیں یہ گمان ہونے لگا کہ شاید آپ کو سہو ہی واقع نہ ہوا ہو۔ پھر کافی دیر کے بعد آپ نے اپنا سر رکوع سے اٹھایا اور ''سمع اللہ لمن حمدہ'' کہا۔ اس کے بعد آپ نے مختصر سی نماز پڑھی اور جب آپ نے سلام پڑھ کر نماز تمام کی تو آپ نے پلٹ کر صفوں کو دیکھنا شروع کیا اور آپ کا چہرہ یوں لگتا تھا جیسے ستاروں کے جھرمٹ میں چودھویں کا چاند ہو۔ پھر آپ نے گھٹنوں پر ہاتھ رکھا اور سیدھے کھڑے ہوئے اور آپ کے چہرہ کے نور سے مسجد چمک اٹھی۔ بعدازاں آپ نے پوری توجہ سے پہلی صف کو دیکھا۔ پھر آپ نے پوری توجہ سے دوسری صف کو دیکھا۔ پھر آپ نے پوری توجہ کے ساتھ تیسری صف میں بیٹھے ہوئے ایک ایک شخص کو دیکھا اور پھر آپ نے اچٹتی سی ایک نظر باقی صفوں پر کی اور فرمایا:

کیا وجہ ہے مجھے میرا ابن عم علی بن ابی طالبؑ دکھائی کیوں نہیں دیتا؟

حضرت علیؑ جو کہ آخری صف میں بیٹھے ہوئے تھے وہ اٹھے اور عرض کیا:

لبیک لبیک یارسولؐ اللہ! آقا میں حاضر ہوں۔

پھر آپؐ نے فرمایا: علیؑ! یہاں قریب آؤ۔

حکم پیغمبرؐ سن کر علیؑ صفوں کو چیرتے ہوئے اور مہاجرین و انصار کی گردنوں کو پھلانگتے ہوئے آنحضرتؐ کے قریب پہنچے تو رسولؐ خدا نے فرمایا:

علیؑ! آج تم نے دیر کیوں کی اور پہلی صف میں کیوں شامل نہ ہوئے؟

حضرت علیؑ نے عرض کی: یا رسولؐ اللہ! مجھے تجدید وضو کی احتیاج تھی اور میں وضو کی غرض سے اپنے گھر گیا اور میں نے وہاں حسنؑ، حسینؑ اور فضہ کو آواز دی لیکن کسی نے مجھے جواب نہ دیا۔ اتنے میں ایک ہاتف کی آواز مجھے سنائی دی جو کہہ رہا تھا کہ ابوالحسن اے ابن عم پیغمبر! ذرا اس طرف نگاہ کریں۔

میں نے جب اس طرف دیکھا تو میں نے دیکھا کہ ایک سونے کا آفتابہ وہاں رکھا ہوا تھا جس میں پانی تھا اور اس کے اوپر رومال تھا۔ چنانچہ میں نے رومال کو اٹھا کر اپنے دائیں کندھے پر ڈالا، آفتابہ کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ اس سے پانی خود بخود گر کر میرے ہاتھوں پر آنے لگا۔ میں نے اس سے وضو کیا اور وہ پانی مکھن کی طرح نرم اور شہد سے زیادہ شیریں تھا اور اس کی خوشبو کستوری سے بڑھ کر تھی اور جیسے ہی میں وضو سے فارغ ہوا تو وہاں نہ تو کوئی آفتابہ تھا اور نہ ہی کوئی رومال تھا اور مجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ آفتابہ اور رومال کو کس نے اٹھایا۔

یہ سن کر رسولؐ خدا مسکرا دیئے اور آپ نے حضرت کو اپنے سینے سے لگایا آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور فرمایا:

ابوالحسن! کیا میں تمہیں خوشخبری نہ سناؤں وہ آفتابہ جنت کا تھا اور رومال اور پانی فردوس سے آیا تھا۔ جبریلؑ نے تجھے نماز کے لیے تیار کر دیا اور وہ رومال میکائیل کے ہاتھ میں تھا۔

علیؑ! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمدؐ کی جان ہے جب تک تم نماز میں شامل نہیں ہوئے اس وقت تک اسرافیل رکوع میں میرے گھٹنے کو تھامے رہے اور مجھے رکوع سے اٹھنے ہی نہیں دیا۔ کیا اس فضیلت کے باوجود بھی تیری محبت کی وجہ سے مجھے لوگ ملامت کرتے ہیں؟ جب کہ آسمان کے اوپر اللہ اور اس کے فرشتے تجھ سے محبت کرتے ہیں۔ (مناقب خوارزمی، ص ۲۱۶۔ الطرائف بحوالہ مناقب، ص ۶۸۔ بحارالانوار

بحوالہ الطرائف، ج ۳۹، صفحہ ۱۱۶ حدیث ۴)

## درِ خیبر اُکھاڑنا

شیخ مفید ہ ''الارشاد'' میں اپنے اسناد سے ابوعبداللہ جدلی سے روایت کرتے ہیں۔ اس نے کہا: میں نے امیرالمومنین علیہ السلام سے سنا۔ آپؑ نے فرمایا: جب میں نے خیبر کا دروازہ اکھاڑا تو میں نے اسے اپنی ڈھال بنالیا اور میں نے اسے ڈھال بنا کر یہودیوں سے جنگ کی اور جب اللہ نے انھیں رُسوا کر دیا تو میں نے اس دروازے کو خندق پر ڈال دیا۔

ایک شخص نے آپؑ سے کہا: یا علیؑ! آپ کو اس کا بوجھ تو محسوس ہوا ہوگا؟

آپؑ نے جواب دیا: مجھے درِ خیبر کا بوجھ بس اپنی اس ڈھال جتنا ہی محسوس ہوا جسے میں پہلے سے اٹھایا کرتا تھا۔

اہلِ سیر کا بیان ہے کہ جب مسلمان خیبر کی جنگ سے فارغ ہوئے تو انہوں نے درِ خیبر کو اٹھانا چاہا مگر وہ اتنا بھاری تھا کہ ستر افراد نے مل کر اسے اٹھایا۔

ایک شاعر نے حضرت علیؑ کے اس کارنامے کو ان الفاظ میں سراہا:

ان امرء احمل الرتاج بخیبر
يوم اليهود بقدرة لمؤيد
حمل الرتاج رتاج باب قموصها
والمسلمون واهل خيبر حشد
فرمى به ولقد تكلف رده
سبعون شنها كلهم يتشدد
ردوه بعد مشقة وتكلف
ومقال بعضهم بعض اردد

بے شک جس نے یہود سے جنگ کرتے ہوئے خیبر کا دروازہ اٹھایا
وہ قدرت کی طرف سے مؤید ہے'
جس نے مسلمانوں اور یہودیوں کے دیکھتے ہوئے قلعہ قموص کا
دروازہ اٹھایا'
اور جب اس نے دروازہ پھینکا اور اس دروازہ کو ستر افراد نے بڑی
مشکل سے حرکت دی۔ (ارشاد مفید' ص ۶۷' بحارالانوار' ج ۲۱'
ص ۴' حدیث ۱۱)

۲-ابن شہر آشوب مناقب میں لکھتے ہیں:

دروازے کا طول اٹھارہ ہاتھ تھا اور خندق کا عرض بیس ہاتھ تھا۔ حضرت علیؑ نے دروازے کو خندق کے ایک سرے پر رکھا مگر اس کا دوسرا سرا خندق کے دوسرے کنارے تک نہیں پہنچتا تھا۔ اسی لیے آپ خندق میں اترے اور دروازے کو اپنے ہاتھ پہ تھاما اور پورا لشکر وہاں سے گزرا اور آپ اس پورے عرصہ میں دروازے کو تھام کر کھڑے رہے۔ لشکر میں سے کچھ ایسے بھی تھے جو ڈر ڈر کر دروازے سے گزرتے تھے۔ ایک روایت کے مطابق اس جنگ میں لشکر کی تعداد آٹھ ہزار سات سو تھی۔

## ایک کاہنہ اور ایک یہودی عالم نے خیبر کی تباہی کی پیش گوئی کی تھی

۲-شیخ مفید ''الارشاد'' میں رقم طراز ہیں کہ آنحضرتؐ نے بیس سے کچھ زیادہ راتوں تک خیبر کا محاصرہ کیا تھا۔ آپؐ اپنا پرچم علیؑ کے سپرد کرنا چاہتے تھے لیکن علیؑ آشوبِ چشم میں مبتلا ہو گئے اور جنگ کرنے کے قابل نہ رہے۔ خیبر کے ایک قلعہ کا محافظ مرحب تھا۔ رسولؐ خدا نے اس قلعہ پر قبضہ کرنے کے لیے لشکر کو روانہ کیا اور پرچم حضرت ابوبکر کو دیا۔ حضرت ابوبکر مہاجرین و انصار کا لشکر لے کر گئے لیکن ناکام لوٹے۔ لشکر انھیں ملامت کرتا تھا اور وہ لشکر کا شکوہ کرتے تھے۔

دوسرے دن رسولؐ خدا نے حضرت عمر کو پرچم دیا۔ وہ تھوڑی دیر بعد واپس آگئے۔ وہ لشکر کو بزدل کہتے تھے اور لشکر والے انھیں بزدل کہتے تھے۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: یہ لوگ اس پرچم کے لائق ہی نہیں ہیں۔ علی ابن ابی طالب کو میرے پاس لے آؤ۔ لوگوں نے کہا: وہ تو آشوبِ چشم میں مبتلا ہیں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: تم میرے پاس اس مرد کو لے آؤ جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور رسولؐ بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ وہ اس پرچم کا حق ادا کرے گا اور وہ فرار نہیں ہوگا۔

کچھ افراد علیؑ کو بازو سے پکڑ کر رسولؐ خدا کی خدمت میں لے آئے۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا: علیؑ! تمہیں کیا تکلیف ہے؟

حضرت علیؑ نے کہا: یارسولؐ اللہ! میں آشوبِ چشم میں مبتلا ہوں، مجھے کچھ دکھائی نہیں دیتا اور مجھے سر میں درد ہے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: بیٹھ جاؤ اور اپنا سر میری ران پر رکھو۔ حضرت علیؑ نے ایسا ہی کیا۔ رسولؐ خدا نے ان کے لیے دعا مانگی اور اپنا لعابِ دہن ان کی آنکھوں پر لگایا۔ لعاب دہن لگتے ہی آپ کی آنکھیں کھل گئیں اور درد ختم ہوگیا۔

آپؐ نے دعا میں کہا تھا:

اَللّٰهُمَّ قِهِ الْحرَ وَّالْبَرْدَ

خدایا! اسے گرمی اور سردی سے محفوظ رکھنا۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا پرچم ان کے سپرد کیا اور وہ پرچم سفید رنگ کا تھا اور آپؐ نے ان سے فرمایا: یہ پرچم تھامو اور روانہ ہو جاؤ۔ جبریل تمہارے ساتھ ہوں گے فتح ونصرت تمہارے آگے ہوگی اور یہودیوں کے دلوں میں تمہارا رعب ڈال دیا جائے گا اور علیؑ یاد رکھنا! ان لوگوں کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جو انھیں تباہ کرے گا اس کا نام ''ایلیاہ'' ہوگا لہٰذا جب تم ان کے مقابلہ پر جاؤ تو ان سے کہنا کہ میں ''علی'' ہوں

انشاءاللہ وہ مغلوب ہو جائیں گے۔

حضرت علیؑ فرماتے ہیں: میں پرچم لے کر قلعہ قموص کے سامنے آیا اور مرحب میرے مقابلہ پر آیا۔ اس نے خود اور زرہ پہن رکھی تھی اور اس نے رجز پڑھا:

قد علمت خيبر انی مرحب

شاكی السلاح بطل مجرب

سارا خیبر جانتا ہے کہ میں مرحب ہوں۔ میں ہتھیار بند بہادر اور تجربہ کار شجاع ہوں۔

اس کے جواب میں، میں نے یہ رجز پڑھا:

انا الذی سمتنی امی حیدرة

ضرغام اجام وليث قسورة

عبل الذراعين شديد القصرة

كليث غابات كريه المنظرة

اكيلكم بالسيف كيل السندرة

اضربكم ضربا يبين الفقرة

واترك القرن بقاع جذرة

اضرب بالسيف رقاب الكفرة

ضرب غلام ماجد حزورة

من يترك الحق يقوم صفرة

میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر (شیر) رکھا ہے۔ میں جنگلوں کا شیر اور پھاڑنے والا درندہ ہوں۔

میں موٹے بازوؤں اور مضبوط گردن والا ہوں۔ اور میں جنگلات کے شیر کی طرح مہیب صورت ہوں۔

میں تمہیں تلوار سے اس طرح ناپوں گا جس طرح بڑے پیمانے سے
ناپا جاتا ہے اور تمہیں ایسی مار ماروں گا جو پیٹھ کی تک ہڈی کو جدا کر
دے گی۔

اور میں اپنے مدمقابل کو میدان میں ٹکڑے ٹکڑے کر کے چھوڑوں گا
اور تلوار سے کافروں کی گردنیں اڑا دوں گا جیسے شریف قوی اور
نوجوان گردن اڑاتے ہیں۔ جو حق ترک کرے گا وہ ذلت اٹھائے
گا۔ (نقلاً عن دیوان علیؑ۔ من المترجم عفی عنہ)

پھر ہم نے ایک دوسرے پر حملے کیے۔ میں نے اس پر تلوار کا وار کیا جس سے اس کی خود اور زرہ کٹ گئی اور وہ زمین پر گر گیا۔

روایات میں ہے کہ جب آپؑ نے فرمایا: ''میں علی بن ابی طالب ہوں'' تو اس وقت ایک یہودی عالم نے چیخ کر کہا: موسٰی کی کتاب کی قسم! اب تم مغلوب ہوں گے۔

یہودی عالم کی اس پیش گوئی نے یہودیوں کو گھبراہٹ میں مبتلا کر دیا جس کی وجہ سے وہ لڑائی کے قابل ہی نہ رہے۔

جب مرحب قتل ہوا تو اس کے ساتھیوں نے قلعہ کا دروازہ بند کر دیا۔ حضرت علیؑ نے خیبر کا دروازہ اُکھاڑا۔ پھر آپؑ نے اس دروازہ کو خندق پر ڈال کر اسے پل بنا دیا۔ اسلامی لشکر نے اس پُل کو عبور کیا اور قلعہ قموص میں داخل ہو گیا جہاں انھیں بہت زیادہ مالِ غنیمت ملا اور جب لشکر وہاں سے واپس آ گیا تو آپؑ نے اس دروازے کو پکڑ کر دُور اُچھال دیا جو کہ چالیس ہاتھ دُور جا گرا۔ اس دروازے کو بیس افراد بند کیا کرتے تھے۔

جب مرحب واصل جہنم ہوا اور اسلامی لشکر کو فتح نصیب ہوئی تو حسان بن ثابت نے آنحضرتؐ سے اس واقعہ کو نظم میں بیان کرنے کی درخواست کی۔

رسول اکرمؐ کی طرف سے اجازت ملنے پر حسان نے یہ اشعار کہے:

فکان علی ارمد العین یبتغی
دواء فلما لم یحس مداویا
شفاہ رسول اللّٰہ منہ بتفلة
فبورک مرقیا وبورک راقیا
وقال ساعطی الرایة الیوم فارسا
کریما محبا للرسول موالیا
یحب الھی والالہ یحبہ
بہ یفتح اللّٰہ الحصون الاوابیا
فاصفٰی بہ دون البریة کلھا
علیا وسماہ الوزیر المواخیا

علیؑ آشوبِ چشم میں مبتلا تھے اور وہ دوا کے خواہش تھے لیکن انھیں کوئی معالج نہ ملا۔

رسولؐ خدا نے لعابِ دہن کے ذریعہ انھیں تندرست کر دیا جس پر دم کیا گیا وہ بھی بابرکت تھا اور جس نے دم کیا وہ بھی بابرکت تھا۔

رسولؐ کریم نے فرمایا: میں آج سخی شاہسوار کو علَم دوں گا جو کہ رسولؐ سے محبت رکھتا ہوگا

اور جو میرے خدا سے محبت رکھتا ہوگا اور خدا بھی اس سے محبت رکھتا ہوگا اور اس کے ذریعہ سے اللہ مضبوط قلعوں کو فتح کرے گا۔

رسول کریمؐ نے تمام لوگوں میں سے صرف علیؑ کا انتخاب کیا اور انھیں بھائی اور وزیر کا لقب دیا۔ (ارشاد مفید، ص ۶۵-۶۷۔ بحارالانوار بحوالہ ارشاد، ج ۲۱، ص ۱۴، حدیث ۱۱۔ رحاب اہل البیت، ج ۱، ص ۲۴۳۔ الخرائج راوندی، ج ۱، ص ۱۶۰ وصفحہ ۲۱۷۔ مذکورہ

اشعار گیارہ صحابہ سے سند صحیح کے ساتھ مروی ہیں۔ (الغدیر)

۳۔ شیخ طوسی نے امالی میں اپنی اسناد سے لکھا: جب مسلمان خیبر میں یہودیوں کے مقابلہ میں گئے تو قلعہ سے ایک یہودی پہلوان برآمد ہوا جس کا نام مرحب تھا۔ اس کا قد بڑا لمبا اور اس کی کھوپڑی بہت بڑی تھی اور وہ یہودیوں کا مشہور و معروف پہلوان تھا۔

مرحب کو دیکھ کر مسلمان فوجی واپس آ گئے اور کوئی بھی جم کر مقابلہ نہ کر سکا۔ مرحب کی دایہ اس سے بہت محبت کرتی تھی اور وہ کاہنہ تھی اور وہ مرحب سے ہمیشہ کہا کرتی تھی کہ ہر پہلوان سے جنگ لڑنا تو کامیاب ہوگا لیکن جس پہلوان کا نام ''حیدر'' ہو، اس سے جنگ نہ کرنا کیونکہ اگر تو نے حیدر سے جنگ کی تو تُو ہلاک ہو جائے گا۔

صحابہ نے رسولؐ خدا سے مرحب کی شکایت کی اور کہا کہ وہ ناقابلِ تسخیر ہے اور اس درخواست کی کہ آپؐ اس کے مقابلہ پر علیؑ کو روانہ کریں۔

نبی اکرمؐ نے علیؑ کو بلایا اور فرمایا کہ تم مرحب کے مقابلہ پر جاؤ۔

حضرت علیؑ علمِ اسلام لے کر مرحب کے مقابلہ پر روانہ ہوئے اور مرحب بھی جھومتا ہوا آپ کے مقابلہ کے لیے آگے بڑھا مگر حضرتؑ نے اسے کوئی اہمیت نہ دی۔ مرحب نے آپؑ کے سامنے آ کر رجز پڑھا اور کہا: علمت خیبر انی مرحب ''زمینِ خیبر کو معلوم ہے کہ میں مرحب ہوں''۔

اس کے جواب میں حضرتؑ نے رجز پڑھا اور کہا:

انا الذی سمتنی امی حیدرہ

''میں وہ ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا تھا''۔

جب مرحب نے حیدر کا نام سنا تو اسے اپنی دایہ کی نصیحت یاد آئی اور وہ گھبرا کر پیچھے ہٹا۔ ابلیس نے جب اسے واپس جاتے ہوئے دیکھا تو ایک یہودی عالم کی شکل و صورت میں اس کے پاس آیا اور اس سے کہا: مرحب کہاں جا رہا ہے؟

اس نے کہا: میری دایہ نے مجھے نصیحت کی تھی کہ جس کا نام حیدر ہو، اس سے کبھی

جنگ نہ کرنا اور اگر تو نے حیدر سے جنگ کی تو تو مارا جائے گا۔ چنانچہ میں اسی لیے واپس جا رہا ہوں۔

ابلیس نے کہا: عورتیں ویسے ہی ناقص العقل ہوتی ہیں اور ان کی باتیں زیادہ تر غلط ہوتی ہیں اور پوری کائنات میں یہ اکیلا ''حیدر'' تو نہیں ہے اور اگر بالفرض پوری دنیا میں یہ اکیلا ہی حیدر ہوتا تو بھی تجھ جیسے بہادر کے لیے یوں واپس جانا مناسب نہیں تھا۔ اب اس کے مقابلہ کے لیے واپس چلا جا' ممکن ہے تو ہی کامیاب ہو جائے اور اسے قتل کر ڈالے اور اگر تو نے اسے قتل کر دیا تو تُو ہمیشہ کے لیے اپنی قوم کا سربراہ ہو جائے گا اور میں تیرا معاون بنوں گا اور تمام یہودیوں سے کہوں گا کہ وہ تجھے اپنا سردار مان لیں۔

الغرض مرحب ابلیس کی باتوں میں آ گیا اور واپس آیا۔ خدا کی قسم! بس اونٹنی کے دودھ دوہنے جتنا ہی وقت گزرا تھا کہ حضرت علیؑ نے اس پر ایسی ضرب ماری جس سے وہ منہ کے بل زمین پر گرا اور مر گیا۔ اس کے مرتے ہی یہودیوں کو شکست ہو گئی اور مرحب مارا گیا' مرحب مارا گیا' کی آوازیں لگاتے ہوئے دوڑنے لگے۔

حضرت کمیت بن زید اسدی نے آپؑ کی تعریف میں کہا تھا:

**سقى جرح الموت ابن عثمان بعدما**

**تعاورها منه وليد ومرحب**

علیؑ وہ ہیں جنھوں نے طلحہ بن عثمان اور ولید و مرحب کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔

واضح رہے کہ ولید بن عتبہ معاویہ کا ماموں تھا اور طلحہ بن عثمان کا تعلق بھی قریش سے تھا۔ ان دونوں کو حضرتؑ نے جنگِ بدر میں قتل کیا تھا اور مرحب کا تعلق یہودیوں سے تھا اسے آپؑ نے جنگ خیبر میں موت کے گھاٹ اتارا تھا۔ (امالی طوسی' ج ۱' ص ۴۰۲۔ بحار الانوار بحوالہ امالی' ج ۲۱' ص ۹' حدیث ۳۔ الخرائج' ج ۱' ص ۲۱۷' حدیث ۶۱)

## حدیث بساط اور اصحابِ کہف سے گفتگو

۱- امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے بیان فرمایا: ایک دن حضرت رسولؐ خدا مسجد نبوی میں تشریف فرما تھے کہ اتنے میں حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام اور ان کی بساط اور اصحابِ کہف کا ذکر ہوا اور لوگ پوچھنے لگے کہ کیا وہ زندہ ہیں یا مر چکے ہیں؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کون ہے جو باب کہف کو دیکھنے اور اصحابِ کہف پر سلام کرنا چاہتا ہے؟

یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ عمر اور عثمان نے کہا کہ ہم ان پر سلام کے خواہش مند ہیں۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: درحان بن مالک! آ جاؤ۔

اس آواز پر ایک نوجوان معطر لباس پہنے ہوئے حاضر ہوا۔ نبی اکرمؐ نے اس سے فرمایا: ہمارے پاس بساطِ سلیمان لاؤ۔

چند لمحات کے بعد وہ جوان مسجد میں حاضر ہوا اور اس نے ایک چادر اٹھائی ہوئی تھی جس کا طول و عرض چالیس چالیس ذراع تھا اور وہ چادر سفید بالوں سے بنی ہوئی تھی۔ جوان نے وہ چادر مسجد میں رکھی اور غائب ہوگیا۔

رسول اکرمؐ نے بلال اور اپنے غلام ثوبان سے فرمایا کہ وہ اس چادر کو زمین پر پھیلائیں۔ بلال اور ثوبان نے حکم کی تعمیل کی۔ پھر آنحضرتؐ نے حضرت ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ امیر المومنین اور سلمان سے فرمایا: تم اٹھو اور تم مین سے ہر ایک شخص چادر کے ایک ایک کونے پر بیٹھ جائے اور امیر المومنین تمہارے درمیان میں بیٹھیں گے۔

نبی اکرمؐ کے فرمان کے مطابق پانچوں افراد اپنے اپنے مقام پر بیٹھ گئے۔ حضرت علیؑ نے آواز دی: اے منشیہ! آ جاؤ۔

پھر اس چادر کے نیچے ہوا داخل ہوئی اور جس نے چادر کو بلند کیا اور چادر فضا میں

پرواز کرنے لگی یہاں تک کہ وہ اس غار کے دہانے پر آ کر رک گئی جس میں اصحابِ کہف موجود تھے۔

تمام افراد چادر سے اترے۔ امیرالمومنین علیہ السلام نے حضرت ابوبکر سے فرمایا: تم شیخِ قریش ہو۔ لہٰذا آگے بڑھو اور انھیں سلام کرو۔

حضرت ابوبکر نے کہا: یا علیؑ! میں انھیں کن الفاظ سے سلام کہوں؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: تم ان پر ان الفاظ سے سلام کرو۔

**السلام علیکم ایتھا الفتیة الذین امنوا بربھم' السلام علیکم یانجباء اللّٰہ فی ارضہ**

''یعنی اپنے رب پر ایمان لانے والے جوانو تم پر سلام ہو۔ خدا کی زمین پر خدا کے منتخب کردہ لوگو تم پر سلام ہو''۔

حضرت ابوبکر غار کے دروازہ کی طرف بڑھے۔ اس وقت غار کا دروازہ بند تھا۔ انہوں نے مذکورہ الفاظ کے ساتھ تین بار سلام کیا لیکن کسی نے بھی انھیں جواب نہ دیا۔ وہ واپس آئے اور امیرالمومنینؑ سے کہا کہ مجھے تو کسی نے جواب نہیں دیا۔

امیرالمومنینؑ نے حضرت عمر سے کہا کہ اب تم اٹھو اور ان پر سلام کرو۔

حضرت عمر نے بھی تین مرتبہ اصحابِ کہف کو سلام کیا لیکن کسی نے انھیں جواب نہ دیا۔

پھر امیرالمومنینؑ نے حضرت عثمان سے کہا کہ تم اٹھو اور اصحابِ کہف کو سلام کرو۔ چنانچہ انہوں نے بھی سلام کیا لیکن کسی نے انھیں جواب نہ دیا۔

پھر امیرالمومنین نے حضرت سلمان فارسی سے کہا کہ اب تم اٹھو اور انھیں سلام کرو۔

سلمان اٹھے اور انہوں نے بھی اصحابِ کہف کو سلام کیا۔ اسی وقت غار سے آواز آئی تو ایک ایسا بندہ ہے جس کے دل کا اللہ نے ایمان کے لیے امتحان لیا ہے تو بھلائی پر

ہے اور تیرا انجام بھی بہتر ہوگا لیکن ہمیں یہ حکم ہے کہ ہم صرف انبیاء واوصیاء کے سلام کا ہی جواب دیتے ہیں۔

ان کا یہ جواب سن کر سلمان آئے اور وہ بھی بیٹھ گئے۔

آخر میں حضرت امیرالمومنینؑ اٹھے اور آپ نے انھیں سلام کرتے ہوئے فرمایا:

**السلام علیکم یانجباء اللّٰه فی ارضه الوافین بعهداللّٰه ' نعم الفتیة انتم**

خدا کی زمین پر اس کے منتخب کردہ لوگو! تم پر سلام ہو' اللہ کے عہد کو نبھانے والو تم پر سلام ہو' تم بہترین جوان ہو۔

اس وقت غار کے اندر سے بہت سی آوازیں بلند ہوئیں:

**وعلیک السلام یا امیرالمومنین وسید المسلمین وامام المتقین وقائد الفر المحجلین فاز واللّٰه من والاک وخاب من عاداک**

امیرالمومنین' سید المسلمین اور قائد الفرالمحجلین ' آپ پر بھی سلام ہو۔ خدا کی قسم وہ کامیاب ہوا جس نے آپ سے محبت رکھی اور وہ شخص ناکام ہوا جس نے آپ سے دشمنی رکھی۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے ان سے فرمایا: تم نے میرے ساتھیوں کو جواب کیوں نہیں دیا؟

اصحاب کہف نے کہا: امیرالمومنین! ہم زندہ ہیں لیکن ہمیں کلام کرنے سے روک دیا گیا ہے اور ہم نبی یا نبی کے وصی کے علاوہ کسی کو جواب نہیں دیتے اور آپ پر اور آپ کے بعد آپ کے اوصیاء پر سلام ہو۔ اللہ ان کے ہاتھوں پر اپنے حق کو غالب کرے گا۔

اس کے بعد وہ خاموش ہو گئے۔ حضرت امیرالمومنین نے پھر سب کو بیٹھنے کا حکم دیا۔ جب سب بیٹھ گئے تو آپ نے ''منشہ'' کو حکم دیا۔ اس نے بساط کو بلند کیا اور چادر

پرواز کرتی ہوئی مدینہ واپس آ گئی اور صحابہ نے آنحضرت کو ساری روئیداد سنائی۔ (عیون المعجزات' صفحہ ۱۴۔ بحارالانوار بحوالہ عیون' ج ۳۹' ص ۱۳۶' حدیث ۱۱)

۲-اسی سلسلہ کی ایک اور روایت ابو جعدہ سے مروی ہے۔ اس نے کہا میں بصرہ گیا اور وہاں صحابی انس بن مالک کی محفل میں شریک ہوا۔ وہ لوگوں سے رسولؐ خدا کی احادیث بیان کر رہا تھا۔ اہل مسجد میں سے ایک شخص نے انس سے کہا: یہ تمہارے بدن پر برص کے داغ کیوں ہیں جب کہ میرے والد نے مجھ سے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کسی مومن کو برص اور جذام میں مبتلا نہیں کرتا۔

یہ سن کر انس بن مالک نے اپنا سر زمین کی طرف جھکایا' اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگ گئے اور اس نے رو رو کر کہا: خدا کے نیک بندے علیؑ بن ابی طالب کی مجھے بددعا لگی ہے۔

لوگوں نے کہا: پھر ہمیں بتاؤ کہ علیؑ بن ابی طالب نے تجھے بددعا کیوں دی تھی؟

انس نے کہا: تم لوگ اس بات کو رہنے دو۔ لیکن حاضرین نے اصرار کیا اور کہا تجھے اس کا سبب ضرور بتانا ہوگا۔

اس نے کہا: پھر تم لوگ آرام سے اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ جاؤ اور مجھ سے اس کا سبب سنو۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ مشرق کی طرف ایک قریہ ہے جس کا نام ہندف ہے۔ وہاں سے رسولؐ خدا کو ایک چادر ہدیہ میں بھیجی گئی۔ رسول اکرمؐ نے مجھے ابوبکر' عمر' عثمان' طلحہ' زبیر' سعد' سعید اور عبدالرحمٰن بن عوف کے پاس بھیجا۔ اس وقت رسولؐ خدا کے ابن عم علی بن ابی طالبؑ ان کے پاس پہلے سے بیٹھے تھے۔ میں گیا اور تمام افراد کو بلا کر دربار نبوی میں لے آیا۔ پھر آنحضرتؐ نے مجھے حکم دیا کہ اس چادر کو پھیلاؤ اور ان افراد کو چادر پر بٹھاؤ۔

میں نے حکم نبویؐ کی تعمیل کی۔ پھر رسولؐ خدا نے مجھے حکم دیا کہ تم بھی ان کے ساتھ

چادر پر بیٹھ جاؤ اور پھر جو کچھ دیکھو مجھے اس کی اطلاع کرو۔

اس کے بعد رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ تم اس چادر پر بیٹھو۔ جب علیؑ بیٹھ گئے تو آپؐ نے فرمایا: تم ہوا سے کہو کہ وہ تمہیں اپنے دوش پر اٹھا لے۔

حضرت علیؑ نے ہوا کو حکم دیا تو چادر اڑنے لگی اور ہم ہوا میں پرواز کرنے لگے۔ جتنا اللہ کو منظور تھا' وہاں تک ہماری چادر نے پرواز کی۔ پھر حضرت علیؑ نے کہا: ہوا اب ہمیں یہیں اُتار دے۔ ہوا نے یہ حکم سن کر ہمیں وہاں اتار دیا۔ حضرت علیؑ نے ہم سے کہا: بھلا جانتے ہو اس وقت تم لوگ کہاں آ گئے ہو؟

ہم نے کہا: خدا' اس کا رسولؐ اور علیؑ ہی بہتر جانتے ہیں۔

آپؑ نے کہا: یہ کہف و رقیم والے ہیں جو اللہ کی عجیب نشانی ہیں۔ اصحاب پیغمبر! آؤ اور ان پر سلام کرو۔

اس وقت ابوبکر و عمر نے آگے بڑھ کر سلام کیا اور کہا: السلام علیکم یا اصحاب الکہف والرقیم۔ لیکن کسی نے انھیں جواب نہ دیا۔ پھر طلحہ و زبیر نے انھیں سلام کیا لیکن انھیں بھی جواب نہ ملا۔ پھر میں اور عبدالرحمٰن بن عوف آگے بڑھے اور میں نے کہا: السلام علیکم یا اصحاب الکہف والرقیم۔۔ میں رسولؐ خدا کا خادم انس ہوں لیکن مجھے بھی کوئی جواب نہ ملا۔ الغرض سب نے باری باری سلام کیا اور کسی کو سلام کا جواب نہ ملا۔ آخر میں امام اٹھے اور انہوں نے سلام کرتے ہوئے کہا:

**السلام علیکم یا اصحاب الکهف والرقیم الذین کانوا**

**من ایاتنا عجبا**

اے اصحاب کہف و رقیم جو خدا کی عجیب نشانی ہو' تم پر سلام۔

اس وقت غار سے آواز بلند ہوئی:

**وعلیک السلام ورحمة الله وبرکاته یاوصی رسول الله**

رسولؐ خدا کے وصی! آپؑ پر بھی سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور برکتیں

ہوں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: تم نے رسولؐ خدا کے صحابہ کو جواب کیوں نہیں دیا؟

انہوں نے کہا: اے جانشینِ رسولؐ! ہم وہ جوان ہیں جو اپنے رب پر ایمان لائے تھے اور خدا نے ہماری ہدایت میں اضافہ فرمایا تھا۔ ہمیں صرف نبی یا نبی کے وصی کے سلام کا جواب دینے کی اجازت ہے اور آپ چونکہ خاتم النبیین کے آخری وصی ہیں اسی لیے ہم نے صرف آپؑ کے سلام کا جواب دیا ہے۔

اس کے بعد حضرت علیؑ نے صحابہ سے فرمایا: اصحابِ پیغمبر! کیا تم لوگوں نے ان کی بات سن لی ہے؟

سب نے کہا: جی ہاں! اے امیر المومنین!

پھر آپؑ نے فرمایا: اب تم لوگ چادر پر اپنی اپنی جگہ پر بیٹھ جاؤ۔ چنانچہ ہم سب بیٹھ گئے۔ پھر آپ نے فرمایا: اے ہوا اب ہمیں اٹھاؤ۔ چنانچہ ہوا نے ہمیں اٹھایا اور ہم مسلسل پرواز کرتے رہے۔ یہاں تک کہ سورج غروب ہوگیا۔ اس وقت حضرت علیؑ نے ہوا کو حکم دیا کہ ہمیں یہاں اتار دو۔

ہوا نے ہمیں وہاں اتارا تو وہاں کی زمین زعفران کی طرح تھی اور وہاں کوئی انسان دکھائی نہ دیتا تھا وہاں پر خوشبودار بوٹیاں اگی ہوئی تھیں مگر وہاں پانی موجود نہیں تھا۔ ہم نے حضرت سے کہا کہ نماز کا وقت ہو چلا ہے اور یہاں تو پانی بھی کہیں دکھائی نہیں دیتا۔

حضرت علیؑ اٹھے اور ایک جگہ پر آئے اور وہاں انہوں نے پاؤں کی ٹھوکر ماری تو وہاں میٹھے پانی کا چشمہ نمودار ہوا۔ آپؑ نے فرمایا: لو یہ پانی موجود ہے۔ اگر آج تم مجھ سے پانی طلب نہ کرتے تو جبریل امین یہاں جنت سے پانی لے کر آ جاتے۔

الغرض ہم نے وضو کیا اور نماز پڑھی۔ حضرت علیؑ وہاں ٹھہر کر نماز میں مصروف رہے یہاں تک کہ آدھی رات کا وقت ہوگیا۔ پھر آپ نے فرمایا: اٹھو اور چادر پر بیٹھ

جاؤ۔خدا نے چاہا تو تم صبح کی پوری نماز یا اس کا کچھ حصہ رسولؐ خدا کی امامت میں ادا کرو گے۔ پھر چادر نے دوبارہ پرواز کی اور پرواز کرتے کرتے ہماری چادر مسجد نبویؐ میں اتری۔ اس وقت رسولؐ خدا نمازِ فجر کی پہلی رکعت ادا کر چکے تھے۔ہم نے انحضرتؐ کی امامت میں نماز ادا کی اور جب ہم نے نماز تمام کرلی تو آنحضرتؐ نے مجھ سے فرمایا:

انس! حالات وواقعات تم بیان کرو گے یا میں بیان کروں؟

میں نے عرض کی یارسولؐ اللہ! میں آپؐ کی پاکیزہ زبان سے ہی سننا پسند کروں گا۔

اس کے بعد رسولؐ خدا نے ہمیں ہمارے سفر کے تمام حالات سنائے۔ پھر آپ نے فرمایا: انس! جو کچھ تو نے دیکھا ہے کیا تو اس کی گواہی دے گا؟

میں نے کہا: جی ہاں! یارسولؐ اللہ! آپ کے بھائی جب بھی مجھ سے گواہی طلب کریں گے تو میں ضرور گواہی دوں گا۔

رسول اکرمؐ کی وفات ہوئی اور حضرت ابوبکر برسرِ اقتدار آئے۔ایک دن میں ان کے پاس بیٹھا تھا اور دوسرے بھی بہت سے لوگ وہاں بیٹھے تھے۔حضرت علیؑ وہاں آئے اور مجھ سے فرمایا:

انس! کیا تم اس مجمع میں چادر اور چشمہ کے جاری ہونے کی گواہی دیتے ہو؟

میں نے کہا: علیؑ! میں بوڑھا ہو چکا ہوں مجھے وہ باتیں بھول گئی ہیں۔

حضرت علیؑ نے کہا: اگر تو رسولؐ خدا کی وصیت کے بعد جان بوجھ کر گواہی چھپا رہا ہے تو اللہ تیرے چہرے پر برص کو مسلط کرے اور تیرے شکم میں جلن پیدا کرے اور تجھے آنکھوں سے اندھا کردے۔

میں ابھی اس محفل سے اٹھنے نہیں پایا تھا یہاں تک کہ میں مبروص ہو گیا اور اندھا ہو گیا اور اب میری حالت یہ ہے کہ میں ماہِ رمضان کے روزے تک بھی نہیں رکھ سکتا کیونکہ میرے شکم میں غذا باقی نہیں رہتی۔ اسی حالت میں ہی انس کی بصرہ میں وفات

ہوئی۔ (فضائل شاذان، صفحہ ۱۶۴-۱۶۶۔ الروضۃ فی الفضائل شاذان، ص ۳۷-۳۸۔ بحار، ج ۴۱، ص ۲۱۷، حدیث ۳۱۔ تفسیر البرہان، ج ۴، ص ۴۵۷، حدیث ۱۵)

کشی رقمطراز ہیں کہ امیر المومنین کی بددعا لگنے کے بعد جب انس مبروص ہوا تو اس نے قسم کھائی تھی کہ وہ علی بن ابی طالب کی کوئی منقبت نہیں چھپائے گا۔ (رجال کشی، ص ۴۵، بحار بحوالہ رجال کشی، ج ۴۱، ص ۲۶)

علمائے اہل تسنن میں سے ابن مغازی شافعی نے بھی حدیث بساط کو کتاب المناقب کے صفحہ ۲۳۲ پر اسے نقل کیا ہے اور ابن بطریق نے اسے ''عمدہ'' میں نقل کیا۔ ثعلبی نے اس واقعہ کو نقل کیا اور آخر میں لکھا کہ اصحابِ کہف دوبارہ نیند میں چلے گئے اور وہ امام مہدیؑ کے ظہور تک گہری نیند میں ہی رہیں گے اور جب امام مہدیؑ ظہور کریں گے تو ان پر سلام کریں گے اور اللہ تعالیٰ انھیں نیند سے بیدار کرے گا اور وہ سلام کا جواب دیں گے۔ پھر قیامت تک دوبارہ نیند میں چلے جائیں گے۔ مذکورہ علماء کے علاوہ صاحب ثاقب المناقب نے بھی اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔

## سرزمین بابل پر سورج کا حضرت کے لیے پلٹنا

۱- سید مرتضیٰ نے عیون المعجزات میں اپنی اسناد سے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی۔ انہوں نے اپنے والد کی سند سے امام حسین علیہ السلام سے روایت کی۔ انہوں نے فرمایا:

امیر المومنین علیہ السلام جنگِ نہروان سے فارغ ہوئے اور عراقی علاقہ سے گزرتے ہوئے ''براثا'' (یہ وہی جگہ ہے جہاں بغداد میں مسجد براثا بنی ہوئی ہے) کے مقام پر آپؑ نے ظہر کی نماز پڑھائی۔ پھر وہاں سے نکل کر سرزمین بابل میں داخل ہوئے۔ اس اثنا میں نمازِ عصر کا وقت ہو گیا اور لوگ کہنے لگے کہ امیر المومنین نمازِ عصر کا وقت ہو چکا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: یہ زمین تین دفعہ دھنسائی گئی ہے اور ابھی اس نے چوتھی بار دھنسنا ہے۔ وصی کے لیے اس سرزمین پر نماز پڑھنا نامناسب ہے۔ ہاں اگر تم میں سے کوئی نماز پڑھنے کا خواہش مند ہو تو وہ یہاں پڑھ لے۔ منافقین نے ایک دوسرے سے کہا:

''یہ خود تو نماز نہیں پڑھتا اور نمازیوں کو قتل کرتا ہے''۔ اس سے ان کی مراد نہروان کے خارجی تھے۔

جویریہ بن مسہر العبدی کا بیان ہے کہ میں ایک سو سواروں کے ساتھ مولا کے پیچھے چلتا رہا اور میں نے دل میں کہا کہ جب تک میرے مولا نماز نہیں پڑھیں گے اس وقت تک میں بھی نماز نہیں پڑھوں گا۔

حضرت امیر المومنین نے اپنا سفر جاری رکھا اور جب وہ بابل کی حدود سے باہر آئے تو سورج غروب ہونے کو تھا۔ پھر چند ہی لمحات گزرے کہ سورج ڈوب گیا اور اُفق میں سرخی پھیل گئی۔

امیر المومنینؑ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ پانی لے آؤ۔

جویریہ کا بیان ہے کہ میں نے پانی پیش کیا۔ حضرتؑ نے وضو کیا۔ پھر انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ جویریہ! اذان دو۔

میں نے عرض کیا: مولا! ابھی اذان مغرب سے چند لمحات باقی ہیں۔

حضرت نے فرمایا: عصر کے لیے اذان کہو۔

میں نے اپنے دل میں کہا: کیا میں عصر کے لیے اذان کہوں جب کہ سورج بھی ڈوب چکا ہے لیکن مجھ پر اطاعت واجب ہے۔ چنانچہ میں نے اذان کہی اور جب میں اذان سے فارغ ہوا تو مولا نے فرمایا: اب اقامت کہو۔

میں نے اقامت کہی۔ اس دوران مولا نے اپنے لبوں کو حرکت دی اور کچھ الفاظ کہے جنھیں میں نہ سمجھ سکا۔ پھر میں نے دیکھا سورج واپس پلٹ آیا اور مقامِ عصر پر آ گیا۔ امام علیہ السلام نے نماز پڑھی اور ہم نے بھی آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔ اور جب آپؑ

نماز سے فارغ ہوئے تو ہم نے دیکھا تو سورج یوں لگا جیسے کسی طشت میں چراغ جل رہا ہو۔ پھر سورج ڈوب گیا اور ستارے نکل آئے۔ اس وقت حضرتؑ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

ضعیف الیقین! اب مغرب کی اذان کہو۔ (عیون المعجزات، ص ۷۔ اثبات الھداۃ، ج ۲، ص ۴۹۰، حدیث ۳۱۷۔ غایۃ المرام، ص ۶۳۰۔ بحارالانوار، ج ۴۱، ص ۱۶۸۔ فضائل شاذان، ص ۶۸۔ روضۃ الفضائل شاذان، ص ۳۰۔ الغدیر، ج ۲۳، ص ۱۲۶-۱۴۱۔ احقاق الحق، ج ۵، ص ۵۳۷۔ واضح رہے کہ جویریہ کا تعلق حضرت کے اصحاب کے ساتھ تھا اور وہ حضرتؑ کے ساتھ تمام جنگوں میں شریک تھا۔ کلینی نے اس کی توثیق کی اور مفید نے ارشاد میں لکھا کہ زیاد بن ابیہ نے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر انھیں صلیب پر لٹکایا تھا)

۲- سید مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ رسولؐ خدا کی زندگی میں بھی حضرت علیؑ کے لیے اللہ تعالیٰ نے سورج پلٹایا تھا۔ اور اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ نبی اکرمؐ ابھی مکہ ہی میں تھے۔ آپ کو بخار تھا۔ آپؐ نے اپنا سر امیرالمومنین علیہ السلام کی گود میں رکھا اور اتنے میں نماز عصر کا وقت ہو گیا۔ حضرت علیؑ نے آپ کا سر ہٹانا پسند نہ کیا اور جب آپؐ کی آنکھ کھلی تو آنحضرتؐ نے دعا کی: پروردگار! علی تیری اطاعت میں مصروف تھا اس کے لیے سورج کو پلٹا دے تا کہ وہ عصر کی نماز پڑھ سکے۔

اللہ تعالیٰ نے سورج پلٹایا۔ حضرت علیؑ نے نماز پڑھی۔ پھر سورج غروب ہو گیا۔ (عیون المعجزات، ص ۸۔ غایۃ المرام، ص ۶۳۰)

۳- کتاب ثاقب المناقب میں جویریہ بن مسہر کی زبانی مذکورہ روایت ان الفاظ میں سے مذکور ہے۔

جویریہ کا بیان ہے کہ جب ہم جنگ نہروان سے فارغ ہوئے تو ہمارا گزر بابل سے ہوا۔ امیرالمومنین نے فرمایا: یہ معذب زمین ہے۔ اس زمین پر دو مرتبہ عذاب نازل

ہو چکا ہے اور یہاں ایک لاکھ دو سو افراد ہلاک ہو چکے ہیں۔ لہٰذا اس زمین پر نہ تو کوئی نبی نماز پڑھ سکتا ہے اور نہ ہی کسی نبی کا وصی نماز پڑھ سکتا ہے۔ البتہ اگر تم میں سے کوئی نماز پڑھنا چاہے تو وہ عصر کی نماز پڑھ لے۔

میں نے اپنے دل میں کہا کہ آج میں اپنی نماز اور اپنا دین امانت بنا کر امیر المومنین کے پاس رکھتا ہوں ہم نے سفر جاری رکھا یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا اور ستارے نکل آئے اور نماز عشاء کا وقت ہو گیا۔ جب ہم سرزمین بابل کی حدود سے باہر نکلے تو امیر المومنینؑ خچر سے اترے اور آپ نے خچر کے سموں سے مٹی جھاڑی اور پھر آپ نے مجھ سے فرمایا: تم بھی اپنے جانور کے سموں سے مٹی جھاڑ دو۔ میں نے حضرتؑ کے فرمان پر عمل کیا۔ پھر آپ نے مجھ سے فرمایا: عصر کی اذان کہو۔ میں نے اذان کہی لیکن اپنے دل میں کہا: جویریہ! تو مر جائے دن چلا گیا اور رات ہو چکی ہے پھر بھی تو نے عصر کی اذان کہی ہے۔ آپ نمازِ عصر کے لیے کھڑے ہوئے تو سورج لوٹ آیا اور اس سے کسی اُونٹ کے بلبلانے جیسی آواز آ رہی تھی اور سورج مقامِ عصر پر آ کر رک گیا۔

امیر المومنینؑ نے عصر کی نماز پڑھی۔ پھر آپؑ نے فرمایا: اب مغرب کی اذان کہو۔ میں نے اذان کہی تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے سورج کسی گھوڑے کی رفتار سے دوڑ کر افق مغرب کی طرف جا رہا ہو۔ بہرنوع سورج فوراً ڈوب گیا اور میں نے حضرتؑ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی۔ پھر آپؑ نے فرمایا: اب عشاء کی اذان کہو۔ میں نے اذان کہی اور آپ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی۔ اس وقت میں نے پکار کر کہا:

ربِ کعبہ کی قسم! بے شک آپ محمد مصطفےٰؐ کے سچے ہیں جس نے آپ کی مخالفت کی وہ گمراہ، ہلاک اور کافر ہے۔ (الثاقب فی المناقب، ص ۲۵۳، حدیث ۱، غایۃ المرام، ص ۶۳۱، حدیث ۱۵)

## مدینہ میں حضرت کے لیے سورج کا پلٹنا

ابن شہر آشوب نے حضرت ام سلمہ' اسماء بنت عمیس اور جابر انصاری' ابن عباس' ابوسعید خدری' ابوہریرہ اور امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ''کراع الغمیم'' کے مقام پر نماز پڑھی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ پر وحی نازل ہونے لگی۔ اتنے میں حضرت علیؑ آئے۔ انہوں نے آپ کی حالت وحی کو ملاحظہ کیا تو انہوں نے آپ کی پشت کو سہارا دیا اور غروب آفتاب تک وحی کا سلسلہ جاری رہا اور قرآن مجید اترتا رہا۔

جب وحی مکمل ہوگئی تو رسولؐ خدا نے فرمایا: علی! کیا تم نے عصر کی نماز پڑھی؟

حضرت علیؑ نے عرض کیا: نہیں یارسولؐ اللہ! میں نے آپ کو سہارا دیا ہوا تھا۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: اللہ سے دعا مانگو وہ تمہارے لیے سورج کو پلٹا دے۔

حضرت علیؑ نے دعا مانگی تو سورج پلٹ آیا۔

ابوجعفر طحاوی لکھتے ہیں: نبی اکرمؐ نے دعا مانگی۔ پروردگار! علیؑ تیری اور تیرے رسولؐ کی اطاعت میں مصروف رہا اس کے لیے سورج لوٹا دے۔ (مشکل الآثار' ج ۴' ص ۳۸۸-۳۸۹)

حضرتؐ کی دعا قبول ہوئی اور سورج پلٹ آیا۔ حضرت علیؑ نے نمازِ عصر ادا کی۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو سورج فوراً ڈوب گیا اور ستارے نکل آئے۔

ابوبکر بن مردویہ لکھتے ہیں کہ اسماء بنت عمیس نے کہا:

جب سورج غروب ہوا تو ہمیں یوں آواز سنائی دی جیسے لکڑی کو آرے میں چیرا جارہا ہو اور سورج پلٹنے کا واقعہ جنگِ خیبر کے موقع پر مقام ''صہباء'' میں پیش آیا۔

ایک روایت میں مذکور ہے کہ حضرت علیؑ نے اشارہ سے نماز ادا کی تھی اور جب سورج پلٹ آیا تو آپ نے حکمِ رسولؐ کے تحت نماز کا اعادہ کیا۔ اس واقعہ کے بعد رسول

اکرمؐ نے حسان بن ثابت کو حکم دیا کہ وہ اس واقعہ کو نظم میں بیان کرے تو اس نے یہ اشعار کہے:

لاتقبل التوبة من تائب

الابحب علی بن ابی طالب

اخی رسول اللّٰه بل صهره

والصهر لایعدل بالصاحب

یاقوم من مثل علی وقد

ردت علیه الشمس من غائب

علی بن ابی طالبؑ کی محبت کے بغیر کسی توبہ کرنے والے کی توبہ قبول نہیں ہوتی۔ علیؑ رسولؐ خدا کا صرف بھائی ہی نہیں بلکہ ان کا داماد بھی ہے اور داماد کا موازنہ دوست سے نہیں کیا جا سکتا۔

لوگو! علیؑ جیسا کون ہو سکتا ہے جس کے لیے ڈوبا ہوا سورج پلٹ آیا۔ (مناقب ابن شہر آشوب، ج ۲، ص ۳۱۷۔ بحارالانوار، بحوالہ مناقب، ج ۴۱، ص ۱۷۴۔ غایۃ المرام، ص ۶۳۰۔ ارشاد مفید، ص ۱۸۲۔ اعلام الوریٰ، طبرسی، ص ۱۸۰)

۲- شیخ طوسی امالی میں رقم طراز ہیں کہ حضرت عمر کی قائم کردہ شوریٰ کے اجلاس میں حضرت علیؑ نے اہل شوریٰ کے سامنے اپنے بہت سے فضائل بیان کیے تھے۔ ان میں سے آپؑ نے اپنی یہ فضیلت ان کے سامنے بیان کرتے ہوئے فرمایا:

تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ بتاؤ تم میں سے کسی کی نماز کے لیے ڈوبا ہوا سورج مقامِ عصر پر واپس آیا؟ اور بتاؤ کہ سورج میرے لیے واپس آیا تھا یا تمہارے لیے واپس آیا تھا۔

حاضرین نے کہا: بے شک سورج آپ کے لیے ہی واپس آیا تھا۔ (امالی طوسی، ج ۲، ص ۱۶۱۔ احتجاج طبرسی، ص ۱۳۲۔ بحارالانوار بحوالہ احتجاج، ج ۸، ص ۳۴۶ طبع

کمپانی۔حلیۃ الابرار،ج ا،ص ۴۱۰)

علمائے تسنن میں سے ردشمس کی روایت کو ابن مغازی شافعی نے کتاب مناقب المومنین (مناقب ابن المغازی، ص ۹۶، حدیث ۱۴۰۔ الطرائف بحوالہ مناقب ابن المغازی، ص ۸۴، کنایۃ الطالب، ص ۳۸۳ پر ابن خزیمہ کا یہ قول منقول ہے کہ احمد بن صالح کہا کرتے تھے کہ کسی اہلِ علم کے لیے اسماء کی حدیث سے انکار کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے کیونکہ یہ ہمارے نبی کی صداقت کی دلیل ہے۔مذکورہ علماء کے علاوہ حافظ ابوالفتح محمد بن حسین ازدی الموصلی نے ''حدیث ردالشمس'' کے اسناد پر مکمل کتاب لکھی تھی) میں دو اسناد کے ساتھ اور موفق بن احمد نے اپنی کتاب مناقب خوارزی میں تین اسناد کے ساتھ اس روایت کو نقل کیا ہے۔(مناقب خوارزمی، ص ۲۲۱-۲۲۳)

## سورج کا حضرتؑ سے ہم کلام ہونا اور آپؑ پر سلام کرنا

ا- ابوعبداللہ محمد بن عباس المعروف ابن حجام نے اپنی کتاب ''ما انزل اللہ فی اھل البیت من القرآن'' میں اپنی اسناد کے ساتھ جابر بن عبداللہ سے روایت کی۔انہوں نے فرمایا: مدینہ کی ایک گلی میں میری ملاقات عمار یاسر سے ہوئی۔میں نے اس سے رسولؐ خدا کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ آنحضرتؐ اس وقت اپنی قوم کے سرداروں کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں اور آج عجیب بات یہ ہوئی کہ ہم نے صبح کی نماز آنحضرتؐ کے ساتھ ادا کی۔پھر جب سورج چڑھ آیا تو اس وقت علیؑ مسجد میں آئے۔نبی اکرمؐ نے کھڑے ہو کر ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور انھیں اپنے قریب بٹھایا یہاں تک کہ علیؑ کے گھٹنے رسول اکرمؐ کے گھٹنوں سے لگ رہے تھے۔پھر آنحضرتؐ نے فرمایا: علی اٹھو اور سورج سے گفتگو کرو۔وہ بھی تم سے گفتگو کرے گا۔

اہلِ مسجد نے تعجب سے کہا: کیا سورج علیؑ سے باتیں کرے گا؟

کچھ حاسد تو آہستہ سے کہنے لگے کہ یہ تو ہر وقت اپنے ابن عم کے نام کو بلند کرنا

چاہتے ہیں۔

علیؑ اٹھے اور آپؑ نے سورج سے فرمایا:

**کیف اصبحت یاخلق اللّٰہ؟**

اے مخلوقِ خدا تم کیسے ہو اور تم نے کیسے صبح کی؟

سورج سے آواز بلند ہوئی:

**بخیریا اخا رسول اللّٰہ یااول یا اخر یا ظاھر یابطن یامن ھو بکل شئی علیم**

''میں خیریت سے ہوں' اے برادر رسولؐ! اے اول' اے آخر' اے ظاہر' اے باطن اور اے وہ شخصیت جو ہر چیز کو جانتی ہے''۔

حضرت علیؑ رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ نبی کریمؐ نے تبسم فرمایا اور کہا: تم مجھے بتاؤ گے یا میں تمہیں بتاؤں؟

حضرت علیؑ نے کہا: یارسولؐ اللہ! میں آپؐ کی زبان سے سننا چاہتا ہوں۔

نبی کریمؐ نے فرمایا: سورج نے تمہیں ''اول'' کہا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ تو اللہ پر ایمان لانے والا پہلا فرد ہے۔ سورج نے تمہیں ''آخر'' کہہ کر سلام کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ تم میرے غسل وکفن میں تم آخر تک شریک رہو گے۔

سورج نے تمہیں یا ظاھر کہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میرے پوشیدہ رازوں پر تُو ہی غلبہ حاصل کرے گا۔ سورج نے تمہیں یاباطن کہہ کر سلام کیا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ تُو میرے علم کو اپنے بطن میں سنبھال کر رکھے گا۔

علاوہ ازیں سورج نے تمہیں یا من ھو بکل شئی علیم کہہ کر سلام کیا ہے۔ تو اس کا مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حلال' حرام فرائض' احکام' تنزیل' تاویل' ناسخ' منسوخ' محکم' متشابہ' اور مشکل کا جو بھی علم نازل کیا ہے تم ان تمام علوم کے عالم ہو' اگر مجھے یہ خدشہ نہ ہوتا کہ میری اُمت کے لوگ تیرے متعلق وہ کچھ نہ کہیں جو نصاریٰ نے عیسیٰ کے متعلق کہا ہے تو

میں تیرے متعلق وہ کچھ کہتا کہ لوگ تیرے قدموں کی خاک اُٹھا کر اسے ذریعہ شفا بنا لیتے۔

حضرت جابر کا بیان ہے۔ جب عمار مکمل واقعہ سنا چکے تو اتنے میں سلمان آ گئے۔ عمار نے کہا: سلمان بھی ہمارے ساتھ تھا تم اس سے سن لو۔ پھر سلمان نے بھی تمام واقعہ اسی طرح سے سنایا جیسا کہ عمار سنا چکے تھے۔

۲- (بحذف اسناد) امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک دن نبی اکرمؐ نے حضرت علیؑ کی گود میں سر رکھا اور آپؐ سو گئے۔ حضرت علیؑ نے اس وقت تک عصر کی نماز نہیں پڑھی تھی۔ سورج ڈوبنے لگا تو رسولؐ خدا بیدار ہوئے تو حضرت علیؑ نے ان سے اپنی نماز قضاء ہونے کا تذکرہ کیا۔ رسولؐ خدا نے دعا کی۔ سورج عصر کے مقام پر پلٹ آیا اور حضرت علیؑ نے نماز پڑھی۔

پھر رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ سے فرمایا: اٹھو! سورج پر سلام کرو وہ بھی تم سے کلام کرے گا۔

حضرت علیؑ نے کہا: یا رسولؐ اللہ! میں سورج کو کیسے سلام کروں؟
رسولؐ خدا نے فرمایا: تم اسے ''السلام علیک یا خلق اللہ'' کہہ کر سلام کرو۔
حضرت علیؑ اٹھے اور انہوں نے سورج کو ''السلام علیکم یا خلق اللہ'' کہہ کر سلام کیا۔
جواب میں سورج نے کہا:

**وعلیک السلام یا اول یا آخر یاظاھر یاباطن یامن ینجی محبیه ویوثق مبغضیه.**

تجھ پر سلام ہو اے اول، اے آخر، اے ظاہر، اے باطن، اے اپنے محبوں کو نجات دینے والے اور اے اپنے دشمنوں کو جکڑنے والے!

نبی اکرمؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: سورج نے تمہیں کیا کہا؟
حضرت علیؑ نے سورج کی گفتگو آنحضرتؐ سے نقل کی تو آپؐ نے فرمایا:

سورج نے سچ کہا ہے اور اسی نے حکم خداوندی سے گفتگو کی ہے۔ تو ایمان لانے میں تمام مومنین سے اول ہے اور تو آخری وصی ہے کیونکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تیرے بعد کوئی وصی نہیں ہے اور تو اپنے دشمنوں پر غالب ہے (عربی زبان میں غالب کو ظاہر بھی کہا جاتا ہے) اور تو علم کو اپنے بطن میں محفوظ رکھنے والا ہے۔ تو میرے علم کا امین اور میرے رب کی وحی کا خزانہ ہے۔ تیری اولاد بہترین اولاد ہے اور تیرے شیعہ قیامت کے دن خدا کے منتخب کردہ ہوں گے۔ (تاویل الایات، ج ۲، ص ۶۵۵۔ البرہان، ج ۴، ص ۲۸۸، حدیث ۸)

۳- ثاقب المناقب میں عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے۔ اس نے کہا کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے، اتنے میں علی بن ابی طالب مسجد میں داخل ہوئے۔ رسولؐ خدا نے ان سے فرمایا: کیا تم خدا کے ہاں اپنی عزت کو ملاحظہ کرنا پسند کرو گے؟

حضرت علیؑ نے عرض کیا: جی ہاں، یارسولؐ اللہ! میرے والدین آپ پر نثار ہوں۔
آنحضرتؐ نے فرمایا: کل میرے ساتھ چلنا اور سورج سے گفتگو کرنا۔ اللہ کے حکم سے سورج بھی تم سے کلام کرے گا۔

دوسرے دن ہم نے نمازِ فجر پڑھی۔ رسولؐ خدا نے علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور مسجد سے باہر نکل آئے اور سورج کے طلوع ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ تمام مہاجرین وانصار نے ان کے گرد گھیرا کر لیا تھا۔ جیسے ہی سورج طلوع ہوا تو آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا:

اس سے کلام کرو، اسے اللہ کی طرف سے حکم ہے وہ بھی تم سے کلام کرے گا۔

حضرت علیؑ نے سورج سے کہا:

**السلام علیک ورحمة اللّٰه وبرکاته ایها الخلق السامع المطیع**

اے اللہ کا فرمان سن کر اطاعت کرنے والی مخلوق! تجھ پر سلام ہو

اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں۔

اس کے جواب میں سورج نے کہا:

وعلیک السلام ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ یاخیر الاوصیاء لقد اعطیت فی الدنیا والاخرۃ مالا عین رأت ولا اذن سمعت

آپؑ پر سلام اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں' اے بہترین وصی! آپؑ کو دنیا و آخرت میں وہ نعمات عطا ہوئی ہیں جسے کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور جسے کسی کان نے نہیں سنا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: مجھے کیا عطا ہوا ہے؟

سورج نے کہا: مجھے ان انعامات کے بیان کرنے کی اجازت نہیں ہے ورنہ لوگ فتنہ میں پڑ جائیں گے لیکن تجھے دنیا و آخرت میں علم و حکمت مبارک ہو۔ اور تو ان لوگوں میں سے ہے جن کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے:

فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین جزآء بما کانوا یعملون (السجدہ:۱۷)

کسی کو بھی معلوم نہیں ہے کہ ان کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک کا کیا سامان چھپا کر رکھا گیا ہے۔ یہ بدلہ ہے ان کے اعمال کا۔

اور تیرا تعلق ان لوگوں سے ہے جن کے متعلق اللہ نے یہ آیت نازل کی ہے:

افمن کان مؤمنا کمن کان فاسقا لا یستوون (السجدہ:۱۸)

کیا وہ جو مومن ہے وہ فاسق کی طرح سے ہوسکتا ہے۔ وہ برابر نہیں ہوسکتے۔

روایت میں ہے کہ سورج نے حضرت علیؑ سے تین بار کلام کی تھی۔ (الثاقب فی المناقب' ج ۲۵۵' حدیث ۳۔ فرائد السمطین' ج ۱' ص ۱۸۵۔ فضائل شاذان' ص ۱۶۳)

اسی روایت کو ابن شہر آشوب نے مناقب میں، شیخ ابوعلی محمد بن احمد بن علی فتال نے روضۃ الواعظین میں اور خطیب خوارزمی نے کتاب مناقب امیرالمومنین میں اسے اپنی اپنی اسناد سے نقل کیا ہے۔ (مناقب ابن شہر آشوب، ج ۲، ص ۳۲۳۔ بحارالانوار بحوالہ مناقب، ج ۴۱، ص ۱۷۶۔ روضۃ الواعظین، ص ۱۲۸۔ امالی صدوق، ص ۴۷۲۔ قصص الانبیاء راوندی، ص ۲۹۲، حدیث ۳۶۱۔ مناقب خوارزمی، ص ۶۳۔ الیقین فی امرۃ امیرالمومنین، ص ۲۵۔ کشف الغمہ، ج ۱، ص ۱۵۴)

## کسریٰ کی کھوپڑی کا حضرت سے کلام کرنا

۱۔ سید مرتضی رقم طراز ہیں کہ ابوعلی محمد بن ہمام نے کتاب الانوار میں اپنی اسناد سے عمار ساباطی سے روایت کی ہے کہ امیرالمومنین علیہ السلام مدائن میں تشریف لائے اور آپ نے ایوان کسریٰ میں قیام کیا اور کسریٰ کے منجم کا بیٹا دلف بھی آپ کے ہمراہ تھا۔ آپ نے ظہر کی نماز پڑھی تو دلف سے فرمایا: میرے ساتھ اٹھو۔

دلف آپ کے ساتھ اٹھا اور آپ نے ایوان کسریٰ میں چلنا شروع کیا اور ایوان کے ہر کمرہ کو دیکھ کر آپ بتانے لگے کہ یہ کمرہ فلاں کام کے لیے تھا اور یہ کمرہ فلاں کام کے لیے تھا۔

دلف نے کہا: خدا کی قسم! آپ بالکل درست فرماتے ہیں: الغرض آپ نے پورا ایوان دیکھا اور اس کے متعلق معلومات فراہم کرتے گئے۔ آپ کی بیان کردہ معلومات سن کر دلف نے کہا:

امیرالمومنین! مجھے تو یوں لگتا ہے جیسا کہ سارا ایوان آپ کے ہاتھوں سے تعمیر ہوا ہے۔ پھر ایوان میں آپ کی نظر ایک بوسیدہ کھوپڑی پر پڑی۔ آپ نے اپنے ایک ساتھی سے فرمایا: اس کھوپڑی کو اٹھا کر یہاں لے آؤ۔

آپ کا ساتھی کھوپڑی کو اٹھا کر لایا۔ آپ دوبارہ ایوان کے ہال میں تشریف

لائے اور وہاں بیٹھ گئے۔ پھر آپ نے ایک تھال طلب کیا۔ جب تھال آ گیا تو آپ نے فرمایا: اس میں پانی ڈالو۔ اس کے بعد آپ نے اپنے صحابی کو حکم دیا کہ اس بوسیدہ کھوپڑی کو اس تھال میں رکھ دو۔

اس کے بعد آپ نے کھوپڑی سے فرمایا: اے کھوپڑی! مجھے بتا کہ میں کون ہوں اور تو کون ہے؟

کھوپڑی نے فصیح عربی زبان میں کہا: آپ امیر المومنین اور سید الوصیین ہیں اور آپ ظاہر و باطن میں امام المتقین ہیں اور آپ کا مقام توصیف و ثنا سے کہیں بلند و بالا ہے اور جہاں تک میرا تعلق ہے تو میں اللہ کا بندہ اور اللہ کی کنیز کا بیٹا کسریٰ انوشیروان ہوں۔

ساباط مدائن کے لوگوں نے حضرت کا یہ معجزہ دیکھا اور پھر وہ اپنے گھروں کو گئے اور انہوں نے جو کچھ دیکھا وہ بیان کیا۔ لوگوں نے حضرت کے اس معجزہ کے متعلق طرح طرح کی تاویلات کیں۔

دوسرے دن لوگ آپ کے پاس آئے تو کچھ لوگوں نے آپ سے کہا:

جن لوگوں نے آپ کا معجزہ دیکھا تھا انہوں نے تو ہمارے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کر دیئے۔

کچھ لوگوں نے آپ کے متعلق وہی کچھ کہنا شروع کر دیا جو نصاریٰ حضرت مسیح کے متعلق کہتے تھے۔ کچھ لوگوں نے آپ کے متعلق الوہیت کے دعوے شروع کر دیئے ہیں اور اگر آپ نے انھیں اسی حالت میں چھوڑ دیا تو لوگ کافر ہو جائیں گے۔

حضرت علیؑ نے ان لوگوں سے کہا: تم کیا چاہتے ہو کہ میں ان کے ساتھ کیسا سلوک کروں؟

لوگوں نے کہا: ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ ان کے ساتھ وہی سلوک کریں جو آپ نے عبداللہ بن سبا اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ کیا تھا اور جس طرح سے آپ نے انھیں آگ میں جلایا تھا اسی طرح سے انھیں بھی آگ میں جلائیں۔

پھر آپ نے ان لوگوں کو بلایا جو حضرت کو خدا کہہ رہے تھے اور جب وہ آپ کے پاس جمع ہو گئے تو آپ نے ان سے فرمایا:

تم نے مجھے خدا کیوں کہا اور اس کی وجہ کیا تھی؟

انہوں نے کہا: ہم نے دیکھا کہ آپ نے کھوپڑی سے گفتگو کی اور اس نے بھی آپ سے گفتگو کی اور یہ کام اللہ کے علاوہ کوئی بھی سرانجام نہیں دے سکتا۔ اسی لیے اگر ہم نے آپ کو اللہ کہا ہے تو ہم نے کوئی غلطی نہیں کی ہے۔

حضرتؑ نے ان سے فرمایا:

اپنے نظریات سے باز آ جاؤ اور خدا کے حضور توبہ کرو۔

انہوں نے کہا: ہم اپنے نظریہ سے رجوع نہیں کریں گے۔ آپ نے ہم سے جو بھی سلوک کرنا ہو کر لیں۔

یہ سن کر آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ آگ روشن کرو۔ جب آگ روشن ہوئی تو آپ نے ان لوگوں کو جلتی ہوئی آگ میں ڈال دیا۔ وہ سب جل کر خاکستر ہو گئے۔

پھر آپ نے فرمایا: ان کی راکھ کو اٹھا کر ہوا میں اڑا دو۔

چنانچہ آپ کے ساتھیوں نے ان کی راکھ کو اٹھا کر ہوا میں اڑا دیا۔ الغرض انھیں جلائے ہوئے تین دن گزر گئے۔ تیسرے دن اہل ساباط حیران و پریشان ہو کر آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے:

مولا! خدا کے لیے دین محمدؐ کو بچائیں جن لوگوں کو آپ نے آگ میں جلایا تھا وہ صحیح سلامت اور خوبصورت شکل ولباس میں اپنے گھروں میں آ گئے ہیں!!

آپ نے فرمایا: کیا تم نے انھیں جلایا نہیں تھا اور تم نے ان کی راکھ کو ہوا میں نہ اڑایا تھا؟

لوگوں نے کہا: جی ہاں امیر المومنین! ہم نے یہ سب کچھ کیا تھا۔

آپ نے فرمایا: میں نے انھیں جلایا تھا اللہ نے انھیں زندہ کر دیا۔ اس کے بعد اہل ساباط حیران و پریشان ہو گئے اور اس واقعہ کے بعد بہت سے لوگوں نے عبداللہ بن سبا کا نظریہ اختیار کر لیا۔ (عیون المعجزات' ص ۱۶-۱۷۔ اثبات الھداۃ بحوالہ عیون' ج ۲' ص ۴۹۱۔ بحار' ج ۴۱' ص ۲۱۵۔ نوادر المعجزات طبری' ص ۲۱' حدیث ۵)

۲- شیخ برسی نے بھی اس واقعہ کو نقل کیا ہے۔ ایوان کا واقعہ لکھنے کے بعد انہوں نے لکھا:

پھر آپ نے ایک بوسیدہ کھوپڑی کو دیکھا جو کہ وہاں ایک کونے میں پڑی ہوئی تھی۔ آپ نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا کہ اس کھوپڑی کو اٹھالو۔

اس کے بعد آپ ایوان کسریٰ کے ہال میں تشریف لائے اور آپ نے پانی بھرا تھال منگوایا اور اس کھوپڑی کو اسی میں ڈال کر فرمایا:

اے کھوپڑی! میں تجھے خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ مجھے بتا کہ میں کون ہوں اور تو کون ہے؟

کھوپڑی نے فصیح زبان میں کہا: آپ امیر المومنین' سید الوصیین اور امام المتقین ہیں' جب کہ میں آپ کا غلام اور آپ کی کنیز کا فرزند کسریٰ انوشیروان ہوں۔

امیر المومنینؑ نے اس سے فرمایا: تیرا کیا حال ہے؟

اس نے کہا: امیر المومنین! آپ پر سلام ہو۔ میں ایک عادل اور رعایا پر شفقت کرنے والا بادشاہ تھا۔ میں اپنی رعایا کے لیے مہربان تھا اور میں ظلم پر کبھی راضی نہیں ہوتا تھا البتہ میں دین مجوسی کا پیروکار تھا جب کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی میرے دورِ حکومت میں پیدا ہوئے تھے اور ان کی پیدائش کے وقت میرے ایوان کے ۲۳ کنگرے گرے تھے۔ میں نے ارادہ کیا تھا کہ ان پر ایمان لے آؤں کیونکہ میں علماء کی زبانی یہ سن چکا تھا کہ وہ بڑے شرف و مرتبہ کے مالک ہیں اور وہ آسمانوں اور زمین پر یکساں محترم ہیں۔ لیکن میں حکومت کے جھنجھٹ میں پھنسا رہا اور اس طرف توجہ نہیں کی تھی۔ یہ میری

بدنصیبی تھی کہ میں اتنی بڑی نعمت ومنزلت سے محروم رہا۔ اور اگر میں ان پر ایمان لے آتا تو آج میں جنت میں ہوتا لیکن مجھے ایمان کی دولت نصیب نہیں ہوئی تھی لیکن اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے دوزخ کے عذاب سے بچالیا کیونکہ میں عدل و انصاف کرنے والا حکمران تھا۔ اس وقت عملی طور پر تو میں دوزخ میں ہی ہوں جب کہ آگ مجھ کو جلا نہیں سکتی۔ اے کاش! اگر میں ان پر ایمان لایا ہوتا تو آج میں بھی تمہارے ساتھ ہوتا۔ اے امیر المومنین اور اے اہل بیت محمد کے سردار یہ میری کہانی ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ لوگ کھوپڑی کی یہ باتیں سن کر زاروقطار رونے لگے۔ پھر اہل ساباط اپنے گھروں کو گئے۔ انہوں نے لوگوں کو کھوپڑی کا واقعہ سنایا تو لوگوں نے امیر المومنینؑ کے متعلق اختلاف شروع کر دیا۔

مخلص افراد نے کہا کہ امیر المومنینؑ اللہ کے عبد اور اس کے ولی ہیں اور رسولؐ مقبول کے وصی اور جانشین ہیں۔

بعض افراد نے کہا: نہیں وہ (نعوذ باللہ) نبی ہیں۔

کچھ اور لوگوں نے کہا: نہیں وہ رب ہیں اور ان لوگوں نے عبداللہ بن سبا اور اس کے ساتھیوں کے نظریہ کو قبول کر لیا اور ان لوگوں نے کہا: اگر علیؑ رب نہ ہوتے تو مُردوں کو زندہ کیسے کرتے؟

امیر المومنینؑ کو لوگوں کے نظریات کا پتہ چلا تو آپؑ کو بڑی کوفت ہوئی اور آپؑ نے انھیں اپنے پاس طلب کیا اور فرمایا:

لوگو! تم پر شیطان غالب آچکا ہے۔ میں اللہ کا عبد ہوں' اللہ نے مجھ پر احسان کیا اور مجھے امامت و ولایت اور وصیت رسولؐ اللہ عطا فرمائی۔ تم لوگ کفر سے باز آجاؤ۔ میں اللہ کا عبد اور ابن عبد ہوں' حضرت محمد مصطفیٰ مجھ سے افضل ہیں مگر وہ بھی اللہ کے عبد ہی ہیں اور ہم بھی تمہاری طرح کے انسان ہیں۔

آپ کی یہ تقریر سن کر کچھ لوگوں نے اپنے کفریہ عقائد سے توبہ کر لی اور کچھ لوگ

اپنے باطل نظریہ پر ڈٹ گئے۔ امیر المومنینؑ نے انھیں عقائدِ باطلہ سے باز آنے کی بڑی تلقین کی لیکن انہوں نے اپنا عقیدہ چھوڑنے سے انکار کر دیا۔

اس عقیدہ کے حامل کچھ افراد وہاں سے اپنے گھروں کو چلے گئے اور جو افراد باقی تھے آپ نے انھیں آگ میں جلا دیا۔

آپ کو رب کہنے والوں نے کہا: اگر (نعوذ باللہ) علیؑ رب نہ ہوتے تو ہمیں آگ کا عذاب کیوں دیتے؟ کیونکہ آگ کا عذاب اللہ کے ساتھ مخصوص ہے اسی لیے علی اللہ ہے (نعوذ باللہ من الخذلان)۔ (حافظ برسی کی کتاب میں تو ہمیں یہ روایت کہیں نظر نہیں آئی۔ البتہ یہ روایت فضائل شاذان کے صفحہ ۷۰-۷۱ پر موجود ہے اور علامہ مجلسی نے بھی اس روایت کو فضائل شاذان کے حوالہ سے بحار الانوار میں نقل کیا ہے لیکن ہمیں اس روایت پر تین اعتراض ہیں: (۱) اس روایت میں یہ کہا گیا ہے کہ نوشیروان عادل بادشاہ تھا جب کہ تاریخ کے اوراق' اس کے مظالم اور سیاہ کارناموں سے بھرے ہوئے ہیں۔ (۲) اس روایت کے راوی مجہول الحال ہیں۔ (۳) رسول اکرمؐ کے اعلانِ نبوت سے پہلے لوگ قوانینِ اسلام کے مکلف ہی نہیں تھے اور اللہ اتمامِ حجت اور ارسال ورسل سے پہلے کسی کو عذاب ہی نہیں دیتا)۔

## ایک اور کھوپڑی کا حضرتؑ سے گفتگو کرنا

۱- شیخ برسی لکھتے ہیں کہ: ابو رواحہ انصاری نے مغربی سے روایت کیا۔ اس نے کہا جب امیر المومنینؑ جنگِ نہروان سے فارغ ہو کر واپس آ رہے تھے تو آپ نے دیکھا کہ ایک پرانی کھوپڑی پڑی ہوئی تھی۔

آپؑ نے فرمایا: اس کھوپڑی کو لے آؤ۔ پھر آپ نے اپنے چابک سے اسے حرکت دی اور فرمایا: مجھے اپنے متعلق بتا کہ تو کون ہے؟ (کیا تو غریب ہے' کیا دولت مند۔ بد بخت ہے یا خوش نصیب۔ بادشاہ ہے یا رعیت؟)

کھوپڑی نے فصیح زبان میں جواب دیا:

امیرالمومنین! میں ظالم بادشاہ تھا' میرا نام پرویز بن ہرمز ہے۔ میں شاہوں کا شہنشاہ ہوں۔ میں نے مشرق و مغرب پر حکومت کی' میدان و پہاڑ' بروبحر پر میرا اقتدار تھا۔ میں نے ایک ہزار دنیا کے شہروں پر بزورِ شمشیر قبضہ کیا۔ میں نے ایک ہزار بادشاہ قتل کیے۔ میں نے پچاس نئے شہر آباد کیے اور میں نے پانچ سو کنواری لڑکیوں کی بکارت زائل کی۔ اور میں نے ایک ہزار ترکی' ایک ہزار ارضی' ایک ہزار رومی' ایک ہزار حبشی غلام خرید کیے اور میں نے بادشاہوں کی ستر بیٹیوں سے شادیاں کیں۔ میں ہر سلطنت پر غالب آیا اور میں نے سب پر ظلم کیا۔ اس کے بعد میری عمر کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور ملک الموت میرے پاس آیا تو اس نے مجھ سے کہا:

اے ظالم' اے سرکش! تو نے ساری زندگی حق کی مخالفت کی۔

اس کی آواز میں اتنا رعب تھا کہ میرے اعضاء کانپنے لگے اور میرا پورے کا پورا وجود لرزنے لگا۔ اس نے میرے سامنے ان مظلوم لوگوں کو پیش کیا جنھیں میں نے اپنے زندانوں میں ڈالا ہوا تھا اور زندان میں وہ ایڑیاں رگڑ رہے تھے۔ ان کی تعداد ستر ہزار تھی اور ان سب کا تعلق بادشاہوں کی نسلوں سے تھا۔

پھر ملک الموت نے میری روح قبض کر لی۔ میری موت کی وجہ سے اہلِ زمین کو سکون نصیب ہوا۔ اب میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے عذاب میں مبتلا رہوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے ستر ہزار زبانیہ فرشتوں کو مجھ پر موکل کیا ہے۔ ہر ایک کے ہاتھ میں دوزخ کا ایک گرز ہے اور اگر ان میں سے ایک گُرز پہاڑوں پر مارا جائے تو وہ بھی ریزہ ریزہ ہو جائیں گے۔ اور جب ایک فرشتہ مجھے گُرز مارتا ہے تو آگ کے شعلے بلند ہوتے ہیں اور میں جل جاتا ہوں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ مجھے دوبارہ زندہ کرتا ہے اور مجھے ازسرِنو عذاب دیتا ہے' اور عذاب کا یہ سلسلہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جاری رہے گا۔ میرے جسم پر جتنے بال ہیں ان کی تعداد کے برابر اللہ نے سانپ اور بچھو مجھ پر مسلط کر دیے ہیں' جو مجھے ہر وقت ڈستے

رہتے ہیں' اور مجھے ان کے ڈنگ کی اذیت محسوس ہوتی ہے۔ بچھو اور سانپ صرف مجھے ڈستے ہی نہیں بلکہ وہ مجھے کہتے ہیں: یہ بندوں پر تیرے ظلم کا بدلہ ہے۔ اس کے بعد کھوپڑی خاموش ہوگئی۔

کھوپڑی کی گفتگو سن کر آپ کا تمام لشکر رونے لگ گیا اور پھر انہوں نے کہا:

اے امیرالمومنینؑ! ہم گواہی دیتے ہیں کہ ہم آپ کے حق سے غافل رہے ہیں جب کہ رسولؐ خدا نے آپ کا حق بیان بھی کیا تھا اور ہم نے آپ کے حق سے انحراف کر کے سراسر گھاٹے کا سودا کیا۔ اب تک ہم نے آپ پر زیادتیاں کیں اور اغیار کو آپ کی مسند پر بٹھائے رکھا۔ خدارا آپ ہماری تمام تر غلطیاں معاف کر دیں کیونکہ ہم سخت شرمندہ ہیں۔

اس کے بعد آپ نے ایک کھوپڑی کو دفن کرنے کا حکم دیا۔ کھوپڑی کو دریا کے کنارے دفن کیا گیا اور جیسے ہی کھوپڑی دفن ہوئی تو دریا کا پانی چلتے ہوئے رُک گیا اور دریا کے تمام جانور پانی کی سطح پر آ گئے اور سب نے امیرالمومنینؑ کو سلام کیا۔ (فضائل شاذان' ص ۷۲-۷۳۔ بحارالانوار' ج ۴۱' ص ۲۱۵۔ تلاش بسیار کے باوجود یہ روایت ہمیں حافظ برسی کی کتاب المشارق میں کہیں نہیں ملی)

## مُردوں کا زندہ کرنا

ثقۃ الاسلام کلینی نے اپنے اسناد سے عیسیٰ شلقان سے روایت کی کہ اس نے کہا کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا:

بنی مخزوم کے ساتھ امیرالمومنینؑ کی رشتہ داری تھی۔ ایک مرتبہ ایک جوان آیا اور اس نے آپ سے کہا: ماموں جان! میرا بھائی مر گیا ہے اور میں اس کے غم میں ہلکان ہو رہا ہوں۔

آپ نے فرمایا: کیا تو اپنے بھائی کو دیکھنا چاہتا ہے؟

اس نے کہا: جی ہاں! حضرت نے فرمایا: تم مجھے اس کی قبر پر لے چلو۔ آپ رسولؐ خدا کی چادر اوڑھ کر اس کے ساتھ آئے۔ جب آپ اس قبر پر پہنچے تو آپ نے زیرلب کچھ کلمات ارشاد فرمائے۔ پھر آپ نے اس کی قبر پر ٹھوکر ماری تو وہ شخص قبر سے برآمد ہوا اور ''ومیکا ومیکا'' کہتا ہوا باہر آیا۔

آپؑ نے فرمایا: تو تو عربی تھا یہ تو کون سی زبان بول رہا ہے۔

اس نے کہا: جی ہاں لیکن میں فلاں کی سنت پر مرا اسی لیے میری زبان بدل گئی۔

(الکافی' ج۱' ص ۴۵۷' حدیث ۷۔ اثبات الھداۃ' ج ۲' ص ۲۰۵' حدیث ۱۲۔ بصائرالدرجات' ص ۲۷۳' حدیث ۳۔ مناقب ابن شہرآشوب' ج ۲' ص ۳۴۰۔ بحار بحوالہ مناقب ج ۲۷' ص ۳۰' حدیث ۴۔ ثاقب المناقب' ص ۲۲۸۔ ارشادالقلوب دیلمی' ص ۲۸۴)

## سام بن نوح کو زندہ کرنا

ابن شہرآشوب رقم طراز ہیں کہ علوی البصری نے اپنی کتاب میں لکھا کہ یمن سے کچھ افراد رسول اکرمؐ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ ہم سابقہ سلاطین کی اولاد ہیں اور ہمارا تعلق آل نوح سے ہے اور ہمارے نبی کے وصی سام تھے اور ان کی تعلیمات میں ایک بات یہ بھی تھی کہ ہر نبی کوئی نہ کوئی معجزہ لے کر ہی آتا ہے اور ہر نبی کا ایک وصی ہوتا ہے جو اس کا جانشین ہوتا ہے۔ اب آپ بتائیں کہ آپ کا وصی کون ہے؟

رسول اکرمؐ نے علیؑ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ میرا وصی ہے۔

ان لوگوں نے کہا: اگر ہم ان سے یہ سوال کریں کہ وہ ہمیں سام بن نوح کی زیارت کرائیں تو کیا وہ ایسا کر سکیں گے؟

نبی اکرمؐ نے فرمایا: جی ہاں! وہ اذن خداوندی سے ایسا کریں گے۔ پھر آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: علیؑ! انھیں لے کر مسجد کے اندرونی حصہ میں جاؤ اور محراب کے پاس زمین پر پاؤں کی ٹھوکر مارو۔

حضرت علیؑ انھیں لے کر روانہ ہوئے۔ ان کے ہاتھوں میں صحائف تھے اور انھیں لے کر مسجد کے اندر محراب پیغمبرؐ کے قریب لے گئے اور وہاں آپ نے دو رکعات نماز پڑھی۔ پھر آپ نے کھڑے ہوکر زمین پر ٹھوکر ماری' زمین پھٹ گئی اور ایک لحد اور ایک تابوت ظاہر ہوا' اور اس تابوت سے ایک بزرگ نمودار ہوئے جن کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح سے چمک رہا تھا۔ ان کی داڑھی ان کی ناف تک آتی تھی۔ انہوں نے سر سے مٹی جھاڑی اور حضرت علیؑ پر درود پڑھا۔ پھر انہوں نے کہا:

اشهد ان لا الٰه الا اللّٰه وان محمدا رسول اللّٰه سيد المرسلين وانک علی وصی محمد سيد الوصيين —
اناسام بن نوح

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد مصطفےٰؐ اللہ کے رسول اور تمام رسولوں کے سردار ہیں اور آپ محمد مصطفےٰؐ کے وصی اور تمام اوصیاء کے سردار ہیں۔ میں سام بن نوح ہوں۔

اہل یمن کے ہاتھوں میں جو صحیفے تھے انہوں نے اپنے صحیفے کھول کر ان کے حلیہ کو پڑھا تو جو حلیہ ان کا صحیفوں میں لکھا تھا وہی حلیہ انھیں مسجد میں دکھائی دیا۔

اہل یمن نے کہا: اگر یہ سام ہیں تو پھر ہماری خواہش ہے کہ وہ اپنے صحائف میں سے کوئی سورت تلاوت کریں۔

حضرت سام نے ایک پوری سورت پڑھ کر سنائی۔ پھر انہوں نے حضرت علیؑ پر سلام کیا اور دوبارہ نیند کی آغوش میں چلے گئے۔ زمین دوبارہ ہموار ہوگئی۔

یہ معجزہ دیکھ کر اہل یمن نے کہا: بے شک اسلام ہی خدا کا پسندیدہ دین ہے اور انہوں نے اسلام قبول کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ میں یہ آیت بھیجی:

اَمِ اتَّخَذُوا مِنْ دُوْنِہٖٓ اَوْلِيَآءَ فَاللّٰهُ هُوَ الْوَلِيُّ وَهُوَ يُحْيِي

الْمَوْتٰی وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ٥ وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِیْهِ مِنْ شَیْءٍ فَحُکْمُهٗٓ اِلَی اللّٰهِ ذٰلِکُمُ اللّٰهُ رَبِّیْ عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْهِ اُنِیْبُ ٥ (الشوریٰ: ۹-۱۰)

کیا ان لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر اپنے لیے اور سرپرست بنا لیے ہیں جب کہ وہی سب کا سرپرست ہے اور وہی مُردوں کو زندہ کرتا ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ اور تم جس چیز میں بھی اختلاف کرو گے اس کا فیصلہ اللہ کے ہاتھ میں ہی ہے۔ وہی میرا پروردگار ہے اور اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔ (مناقب ابن شہر آشوب، ج ۲، ص ۳۳۹۔ بحارالانوار بحوالہ مناقب، ج ۴۱، ص ۲۱۲، حدیث ۲۵۔ مؤلف نے اس روایت کو تفسیر البرہان، ج ۴، ص ۱۱۸ پر بھی نقل کیا ہے)

## وصی موسیٰ کے ساتھ حضرتؑ کی گفتگو

۱-محمد بن حسن الصفار نے اپنی اسناد سے عبایۃ الاسدی سے روایت کی۔ اس نے کہا: میں امیرالمومنین علیہ السلام کے پاس گیا۔ آپ کے پاس ایک پرانی شکل وصورت کا فرد بیٹھا ہوا تھا اور آپ امیرالمومنینؑ اس کے ساتھ ہم کلام تھے۔ جب وہ شخص آپ کے پاس سے اٹھ کر گیا تو میں نے آپ سے پوچھا: یہ شخص کون تھا جس نے آپؑ کو ہم سے بے توجہ کر دیا تھا؟

آپؑ نے فرمایا: یہ موسیٰ علیہ السلام کا وصی تھا۔ (بصائر الدرجات، ص ۲۸۲۔ مناقب ابن شہر آشوب، ج ۲، ص ۲۴۶)

## وصی عیسٰی کے ساتھ گفتگو

۱- ابن شہر آشوب رقم طراز ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے صفین کی طرف جاتے ہوئے ایک پہاڑ کے نزدیک نمازِ مغرب کی اذان دی۔ اچانک پہاڑ شگافتہ ہوا' اور اس میں سے ایک بزرگ برآمد ہوئے جن کا چہرہ بڑا چمکدار اور ان کی داڑھی سفید تھی اور اس نے حضرت پر سلام کرتے ہوئے کہا:

**السلام علیک یا امیرالمومنین ورحمة اللّٰه وبرکاته -**

**مرحبا بوصی خاتم النبیین وقائد الفر المحجلین والاغر**

**المامون والعامل الفائز بثواب الصدیقین وسید الوصیین**

اس کے جواب میں آپؑ نے فرمایا:

بھائی شمعون وصی عیسٰیؑ بن مریمؑ آپؑ پر بھی میرا سلام ہو۔ آپ کا حال کیسا ہے؟

اس نے کہا: میں خیریت سے ہوں۔ مجھے روح اللہ کے نازل ہونے کا انتظار ہے۔ اللہ کی راہ میں آپ سے زیادہ تکلیف برداشت کرنے والا اور خدا کے ہاں آپ سے بڑھ کر رتبہ حاصل کرنے والا مجھے اور کوئی دکھائی نہیں دیتا۔

میرے بھائی! آپ صبر کریں یہاں تک کہ کل اپنے حبیب سے جا کر ملاقات کریں۔ میں نے آپ کے ساتھی اوصیاء کو دیکھا کہ لوگوں نے ان پر بڑے ظلم کیے تھے۔ یہاں تک کہ بنی اسرائیل نے انھیں آروں سے چیرا۔ پھر بھی انہوں نے صبر کیا' لہٰذا آپ بھی ان مصائب وآلام پر صبر کریں۔ (بقدر الحاجة)

## ایک مُردہ کو زندہ کرنا

۱- حافظ برسی لکھتے ہیں کہ جب امیرالمومنین خوارج کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوئے اور مقام ساباط پر پہنچے تو آپ کے پاس آپ کا ایک شیعہ آیا اور اس نے آپ سے

عرض کی:

مولا! میں آپ کا شیعہ اور محبّ ہوں۔ میرا ایک بھائی تھا اور مجھے اس سے بے حد محبت تھی۔ جب حضرت عمر نے سعد بن ابی وقاص کو مدائن فتح کرنے کے لیے روانہ کیا تھا تو میرا بھائی بھی اس کی فوج میں شامل تھا اور یہاں آ کر وہ جنگ میں مارا گیا اور اس وقت اسے مرے ہوئے کئی برس گزر چکے ہیں۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: آخر تو کیا چاہتا ہے؟

اس نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ اسے زندہ کریں۔

حضرتؑ نے فرمایا: اس کے زندہ ہونے میں تجھے کوئی فائدہ نہیں ہے۔

اس نے کہا: مولا! اس کے علاوہ میری اور کوئی خواہش نہیں ہے۔

حضرتؑ نے فرمایا: اگر تو اپنی اس خواہش سے باز نہیں آتا تو مجھے اس کی قبر دکھا۔

وہ شخص حضرتؑ کو اس کی قبر پر لے آیا۔ اس وقت آپؑ خچر پر سوار تھے اور آپؑ کے ہاتھ میں نیزہ تھا۔ آپؑ نے نیزہ کی انی اس کی قبر پر رکھی کہ اچانک قبر پھٹ گئی اور اس سے ایک لمبے قد اور گندمی رنگ کا شخص برآمد ہوا جو کہ عجمی زبان میں گفتگو کر رہا تھا۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے اس سے فرمایا: تو تو عربی تھا تیری زبان کیوں بدل گئی؟

اس نے کہا: جی ہاں میں عربی تھا لیکن آپ کی دشمنی اور آپ کے دشمنوں کی دوستی سے میری زبان بدل گئی اور میں دوزخ میں چلا گیا۔

جب اس کے بھائی نے اپنے مردہ بھائی کا یہ حال دیکھا تو اس نے امیرالمومنینؑ سے عرض کی:

مولا! یہ جہاں سے آیا ہے اسے وہیں بھیج دیں مجھ کو اس کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

امیرالمومنینؑ نے فرمایا تو جہاں سے آیا ہے وہاں واپس چلا جا۔ وہ قبر میں چلا گیا

اور قبر بند ہوگئی۔

## اُم فروہ انصاریہ کو زندہ کرنا

۱- ثاقب المناقب میں حضرت سلمان سے ایک طویل روایت منقول ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک انصاری خاتون جس کا نام اُم فروہ تھا وہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے بے حد عقیدت و محبت رکھتی تھی۔ اس بے چاری کو محبت علیؑ کی وجہ سے قتل کر دیا گیا تھا۔ جب اسے شہید کیا گیا تو آپ مدینہ میں موجود نہ تھے۔ جب آپ واپس آئے اور آپ نے اس کے قتل کی خبر سنی تو آپ کو اس کا صدمہ ہوا اور اس مومنہ کی قبر پر تشریف لے گئے اور آسمان کی طرف سر بلند کر کے کہا:

پروردگار! تو ہی موت کے بعد جانوں کو زندہ کرتا ہے اور گلی سڑی ہڈیوں کو دوبارہ اٹھاتا ہے۔ ہمارے لیے اُم فروہ کو زندہ کر اور اس کو ان کے لیے عبرت بنا جو تیرے نافرمان ہیں۔

اس وقت آپؑ نے ایک ہاتف غیبی کی آواز سنی کہ ہم نے تمہاری درخواست قبول کی۔ پھر آپ نے اس کی قبر پر پاؤں کی ٹھوکر ماری اور فرمایا:

کنیز خدا! اللہ کے حکم سے اُٹھ۔ قبر پھٹ گئی اور ام فروہ اس سے برآمد ہوئی اور آپؑ کو دیکھا تو رو رو کر کہنے لگی:

لوگوں نے آپؑ کے نور کو بجھانے کی کوششیں کی ہیں لیکن اللہ نے تیرے نور کو مزید روشنی سے نوازا ہے اور آپؑ کے ذکر کو بلندی دی ہے اگرچہ کافروں کو یہ بات ناپسند ہی کیوں نہ ہو۔

امیرالمومنینؑ نے اس خاتون کو اس کے شوہر کے سپرد کیا جہاں اسے دو بچے پیدا ہوئے اور وہ خاتون امیرالمومنینؑ کی شہادت کے چھ ماہ بعد تک زندہ رہی۔

## اپنے ایک مددگار کو زندہ کرنا

۱۔ ثاقب المناقب میں مذکور ہے کہ اصبغ بن نباتہ نے کہا کہ میرے آقا و مولا امیر المومنین علیہ السلام ایک قبرستان سے گزرے اور آپؑ نے قبروں کی طرف دیکھا تو فرمایا:

کیا تو خدا کی نشانی دیکھنا پسند کرتا ہے؟

میں نے کہا: جی ہاں۔

پھر آپؑ نے اپنے ہاتھ سے ایک قبر کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: اے مُردہ زندہ ہو جا۔

جیسے ہی آپؑ کے یہ الفاظ تمام ہوئے تو قبر شگافتہ ہوئی اور اس سے ایک بزرگ نمودار ہوا' اور اس نے آپ پر سلام کرتے ہوئے کہا:

**السلام علیکم یا امیر المومنین و خلیفة رب العالمین**

آپؑ نے فرمایا: تو کون ہے؟

اس نے کہا: مولا! میں عمرو بن دینار ہمدانی ہوں۔ میں واقعہ انبار میں معاویہ کے فوجیوں کے ہاتھوں شہید ہوا تھا۔

حضرتؑ نے فرمایا: اب اپنے خاندان کی طرف لوٹ جا اور انھیں جا کر بتا کہ اللہ کے حکم سے مجھے علیؑ بن ابی طالبؑ نے زندہ کیا ہے اور تمہارے پاس روانہ کیا ہے۔ (یہ دونوں واقعات ثاقب المناقب میں مذکور ہیں۔ اُم فروہ کا واقعہ ص ۲۲۶ اور عمرو بن دینار ہمدانی کا واقعہ صفحہ ۲۱۰ پر مذکور ہے)

## سلیمانؑ بن داوٗدؑ سے ہم کلام ہونا

۱۔ کتاب ''منہج التحقیق الی سوآء الطریق'' میں حضرت سلمان فارسی سے مروی ہے

کہ انہوں نے کہا: جب لوگوں نے خلیفہ دوم کی بیعت کی تو اس دن میں اور حسنؑ وحسینؑ، محمد حنفیہ، محمد بن ابی بکرؓ عمار بن یاسر اور مقداد بن اسود کندی امیر المومنینؑ کے بیت الشرف میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے حضرت سے عرض کیا:

امیر المومنین! سلیمان علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے ایسی سلطنت مانگی تھی جو ان کے بعد کسی کو عطا نہ ہو تو کیا آپ کو بھی سلیمانؑ بن داؤدؑ جیسی حکومت خدا نے عطا کی ہے؟

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

اس ذات کی قسم! جس نے دانہ شگافتہ کیا اور جانوں کو پیدا کیا۔ حضرت سلیمانؑ نے اللہ سے سلطنت کا سوال کیا تھا اور اللہ نے اس کا سوال قبول کیا تھا اور تیرے والد کو اللہ نے وہ عظیم سلطنت دی ہے جو آج تک تیرے نانا کے علاوہ کسی کو نصیب نہیں ہوئی۔

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے کہا:

ابا جان! ہماری خواہش ہے کہ آپ اپنی سلطنت کا ہمیں بھی نظارہ کرائیں۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں! میں تمہاری خواہش پوری کرتا ہوں۔

پھر آپؑ کھڑے ہوئے اور آپؑ نے وضو کر کے دو رکعت نماز ادا کی اور اللہ تعالیٰ سے ایسے الفاظ میں دعا مانگی جو تمام حاضرین کی سمجھ سے بالا تھے۔ پھر آپؑ نے مغرب کی طرف اشارہ کیا تو فوراً ایک بادل آ گیا۔ آپؑ نے بادل سے فرمایا کہ حکم خداوندی سے نیچے آ جاؤ۔

اس کے بعد بادل نیچے آ گیا اور اس سے یہ آوازیں آ رہی تھیں:

اشهد ان لا اله الا اللّٰه وان محمدا رسول الله وانک خليفة ووصيه ومن شک فيک فقد ضل سبيل النجاة

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور حضرت محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں اور آپؑ ان کے جانشین اور وصی ہیں جس نے

آپ کے متعلق شک کیا تو وہ نجات کے راستے سے بھٹک گیا۔

سلمان فارسی بیان کرتے ہیں اس کے بعد کسی چادر کی طرح سے وہ بادل بھی ہمارے لیے زمین پر بچھ گیا۔ حضرت امیرالمومنینؑ نے ہمیں اس پر بیٹھنے کا حکم دیا اور ہم اسی بادل پر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد آپؑ نے ایک اور بادل کی طرف اشارہ کیا اور وہ آپؑ کا اشارہ پا کر نیچے اترا' اور اس نے بھی وہی کلمات کہے جو پہلے بادل نے کہے تھے۔

امیرالمومنینؑ اس دوسرے بادل پر سوار ہوئے۔ پھر آپ نے کچھ الفاظ ارشاد فرمائے اور بادلوں کو مغرب کی طرف چلنے کا حکم دیا۔

بادلوں کے نیچے ہوا آ گئی اور اس نے بادلوں کو آرام سے اٹھایا۔ جب میں نے امیرالمومنین کی طرف دیکھا تو آپ ایک کرسی پر تشریف فرما تھے اور آپ کے چہرہ سے ایسا نور ساطع تھا جو کہ آنکھوں کو خیرہ کر رہا تھا۔

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے عرض کیا:

ابا جان! سلیمان بن داؤد کی شاہی کا راز ان کی انگشتری میں مضمر تھا اور امیرالمومنینؑ کی سلطنت کس چیز میں مضمر ہے؟

امیرالمومنینؑ نے فرمایا:

انا عین اللّٰہ الناظرۃ فی ارضہ وانا لسانہ الناطق فی خلقہ وانا نور اللّٰہ الذی لا یطفیٰ ، انا باب اللّٰہ الذی یؤتیٰ منہ وحجتہ علی عبادہ

میں زمین پر خدا کی نگہبانی کرنے والی آنکھ ہوں اور میں مخلوقات میں اس کی ترجمانی کرنے والی زبان ہوں اور میں اللہ کا وہ نور ہوں جسے بجھایا نہیں جا سکتا اور میں خدا تک پہنچنے کا دروازہ ہوں اور بندوں پر اس کی حجت ہوں۔

پھر آپؑ نے فرمایا: کیا تم سلیمان بن داؤد کی انگشتری دیکھنا پسند کرو گے؟

ہم نے کہا: جی ہاں۔

اس کے بعد آپؑ نے اپنا ہاتھ اپنی جیب میں ڈالا اور سونے کی ایک انگوٹھی خالی جس میں سرخ یاقوت کا نگینہ جڑا ہوا تھا۔ اس پر تحریر تھا: محمدؐ وعلیؑ۔

سلمان کہتے ہیں یہ دیکھ کر ہم نے تعجب کیا۔ امیر المومنینؑ نے ہمارے تعجب کو بھانپ کر فرمایا: تم لوگ کس چیز سے تعجب کر رہے ہو؟ میرے متعلق تعجب کی گنجائش ہی نہیں۔ آج میں تمہیں وہ عجائبات دکھاؤں گا جو تم نے کبھی نہیں دیکھی ہوں گی۔

سلمان نے اس سفر کے بہت سے واقعات بیان کیے۔ پھر کہا کہ حضرتؑ نے فرمایا:

کیا تم سلیمانؑ بن داؤدؑ کو دیکھنا پسند کرو گے؟

ہم نے کہا: جی ہاں۔ پھر آپ ہمیں اپنے ساتھ ایک باغ میں لے گئے اور ہم نے اس سے بہتر باغ کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس میں ہر طرح کے پھل موجود تھے اور اس میں نہریں بہہ رہی تھیں اور پرندے درختوں کی شاخوں پر چہچہا رہے تھے۔

جب پرندوں نے آپ کو دیکھا تو انہوں نے آپ کے گرد چکر لگانے شروع کیے۔ اور ہم باغ کی سیر کرتے ہوئے باغ کے درمیان پہنچے وہاں ایک تخت بچھا ہوا تھا جس پر ایک جوان سویا ہوا تھا اور اس نے اپنا ہاتھ سینے پر رکھا ہوا تھا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے اپنی جیب سے انگشتری نکال کر اس کی انگلی میں پہنائی تو وہ فوراً بیدار ہو گیا اور اس نے آپ کو سلام کرتے ہوئے کہا:

**السلام علیکم یا امیر المومنین ووصی رسول رب العالمین انت واللہ الصدیق الاکبر والفاروق الاعظم قد افلح من تمسک بک وقد خاب وخسر من تخلف عنک وانی سألت اللہ بکم فاعطیت ذلک الملک.**

امیر المومنینؑ اور رب العالمین کے رسولؐ کے وصی آپ پر سلام ہو۔ خدا کی قسم!

آپ صدیق اکبر اور فاروق اعظم ہیں جس نے آپ سے وابستگی اختیار کی وہ کامیاب ہوا اور جو آپ سے پیچھے ہوا وہ ناکام ہوا اور اس نے خسارہ اٹھایا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کو تم اہل بیت کا واسطہ دے کر حکومت طلب کی تھی اور اللہ نے مجھے عطا فرمائی تھی۔

سلمان کہتے ہیں کہ جب میں نے سلیمانؑ بن داؤدؑ کی کلام سنی تو میں امیر المومنین علیہ السلام کے قدموں میں گر کر ان کے بوسے لینے لگ گیا اور میں نے ولایت اہل بیتؑ کی دولت کے حصول پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور میرے ساتھیوں نے بھی ایسے ہی کیا۔

اس روایت کا ایک حصہ یہ ہے کہ سلمان کہتے ہیں: ہمارا گزر ایک پہاڑ سے ہوا جہاں دو قبریں دکھائی دیں اور ان قبروں کے درمیان ایک جوان نماز پڑھ رہا تھا۔ ہم نے امیر المومنینؑ سے اس جوان کے متعلق پوچھا تو آپؑ نے فرمایا: یہ صالح نبی ہیں اور یہ قبریں ان کے والدین کی ہیں اور وہ ان قبروں کے درمیان بیٹھ کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔

جب صالحؑ کی نظر آپؑ پر پڑی تو وہ شدت اشتیاق سے رونے لگا اور آپؑ کو گلے سے لگایا۔

ہم نے حضرت صالحؑ سے ان کے رونے کا سبب پوچھا تو انہوں نے کہا:

امیر المومنینؑ روزانہ صبح کے وقت یہاں سے گزرتے تھے اور کچھ دیر کے لیے میرے پاس بیٹھا کرتے تھے۔ میں ان کے چہرے پر نظر کرتا تھا جس سے میری عبادت میں اضافہ ہو جاتا تھا اور پچھلے دس دنوں سے آپ نہیں آئے تھے۔ (المحتضر، ص ۷۱-۷۴)

## مدرکہ کو زندگی دلانا

سید مرتضیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے عیون المعجزات میں اپنی سند سے حضرت میثم تمار سے نقل کیا۔ انہوں نے فرمایا:

میں مسجد کوفہ میں حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی محفل میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس

محفل میں عرب کے سردار بھی بیٹھے تھے اور حضرت اس مجمع میں یوں چمک رہے تھے جیسا کہ چاند ستاروں کے جھرمٹ میں چمکتا ہے۔ اتنے میں مسجدِ کوفہ میں ایک شخص داخل ہوا جس نے ریشمی عبا پہنی ہوئی تھی اور اس نے زرد رنگ کا عمامہ باندھا ہوا تھا اور اس نے دو تلواریں حمائل کر رکھی تھیں۔ اس نے محفل میں کسی پر سلام نہ کیا۔ لوگ گردنیں اٹھا کر اس کو دیکھنے لگے۔ جب کہ امیر المومنین علیہ السلام نے سر اٹھا کر اسے دیکھنا تک پسند نہ کیا۔ پھر اس نے بلند آواز سے کہا اور اس کی زبان کسی تیز تلوار کی طرح سے کاٹ دار تھی۔

تم میں سے وہ کون ہے جو میدانِ شجاعت کا مجتبیٰ اور فصاحت و بلاغت کا شاہسوار اور قناعت کی قمیص پہنے ہوئے ہے۔

تم میں سے کعبہ کا مولودِ بلند اوصاف اور کرم میں معروف کون ہے؟

تم میں سے وہ کون ہے جس کے سر کے بال تھوڑے ہیں جس کی اساس مستحکم اور عظیم بہادر اور سانسوں کو تنگ کرنے والا اور قصاص لینے والا کون ہے؟

تم میں ابوطالب کی شاخ تازہ اور صاحبِ ہیبت دلیر اور صحیح نشانہ پر لگنے والا تیر کون اور علم تقسیم کرنے والا اور درست جواب دینے والا کون ہے؟

تم میں سے وہ کون ہے جس نے محمدؐ کی مدد کی اور محمدؐ کی حکومت قائم کرنے میں جس نے کلیدی کردار ادا کیا اور جو محمدؐ کی شان بلند کرنے میں مرکزی کردار کا حامل رہا ہے؟

تم میں وہ کون ہے جس نے عمرو بن عبدود اور عمرو بن اشعث کو قتل کیا تھا اور وہ کون ہے جس نے عمرو بن معدی کرب اور عمرو بن سعید عنانی کو بدر میں قید کیا تھا۔

اس وقت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

اے سعید بن فضل بن ربیع بن مدرکہ بن صلیب بن اشعث بن ابی السمیع بن احیل بن فزارہ بن دہیل بن عمرو الدوینی! وہ میں ہوں۔

جب نو وارد نے اپنا نام اور شجرۂ نسب سنا تو کہا: لبیک یا علیؑ!

حضرتؑ نے فرمایا: جو مجھ سے پوچھنا ہو پوچھ لے کیونکہ میں اللہ کا خزانہ اور نیکی میں مشہور فرد ہوں۔ میں وہ ہوں جس سے ہر دور میں سخت چٹانیں ٹکراتی رہیں اور میری عظمتوں کے گواہی بادل دیتے ہیں اور میں وہ ہوں جس کی اللہ نے کتاب میں تعریف کی ہے۔

میں ق والقرآن المجید ہوں، میں نبأ عظیم ہوں، میں صراطِ مستقیم ہوں، میں صاحبِ علم اور صاحبِ حکمت اور میں بلند وبالا شخصیت کا مالک ہوں۔ ہر کتاب نے میری فضیلت کی گواہی دی ہے اور تمام اہل عقل نے میرے علم کی شہادت دی ہے۔ میں رسولؐ خدا کا بھائی اور ان کا داماد علیؑ ہوں۔

پھر اعرابی نے کہا: ہم نے سنا ہے کہ آپؑ مُردوں کو زندہ کرتے ہیں اور زندوں کو مارتے ہیں اور آپ اغنیاء کو مفلس اور مفلسوں کو غنی بناتے ہیں اور آپؑ زمین پر فیصلے جاری کرتے ہیں۔ کوئی حریف آپ کا مقابلہ نہیں کرسکتا اور کوئی مدمقابل آپؑ کے برابر نہیں آسکتا۔ تو کیا جو کچھ ہم نے سنا ہے وہ صحیح ہے یا غلط ہے؟

امیر المومنینؑ نے فرمایا: تم اپنا مقصد بیان کرو۔

میں اپنی قوم میں عقیمہ کے ساٹھ ہزار افراد کا نمائندہ بن کر آپؑ کے پاس آیا ہوں۔ میں اپنے ساتھ ایک میت لایا ہوں جو کہ کچھ عرصہ قبل مرا ہے اور اس کی موت کے سبب میں میری قوم میں اختلاف پیدا ہوگیا ہے اور وہ میت اس وقت مسجد کے دروازے پر موجود ہے۔ اگر آپ نے اس مردہ کو زندہ کر دیا تو ہمیں یقین ہو جائے گا کہ سچے اور نجیب الاصل ہیں اور ہم دل کی گہرائیوں سے آپ کو زمین پر حجت خدا تسلیم کریں گے اور اگر آپ ایسا نہ کر سکے تو میں اس میت کو اٹھا کر اپنی قوم کے پاس لے جاؤں گا اور ہمیں پتہ چل جائے گا کہ آپ کے دعوے غلط ہوتے ہیں اور آپؑ ان باتوں کا دعویٰ کرتے ہیں جن پر آپؑ کو قدرت نہیں ہوتی۔

میثم تمار کہتے ہیں کہ اس وقت میرے آقا و مولا نے مجھے آواز دے کر فرمایا:

ابوجعفر میثم! تم اونٹ پر سوار ہو کر پورے شہر کوفہ کی گلیوں اور بازاروں میں اعلان کرو کہ جس نے یہ دیکھنا ہو کہ اللہ نے برادرِ رسول اور دامادِ رسول علیؑ کو کیا فضیلت دی ہے اور رسولؐ خدا نے انھیں کتنا علم ودیعت کیا ہے تو وہ کل صبح کے وقت نجف میں آ جائے۔

میثم کہتے ہیں کہ میں نے امیرالمومنین علیہ السلام کے حکم کی تعمیل کی اور پورے کوفہ میں حضرت کے فرمان کی منادی کی۔ پھر آپ نے مجھے فرمایا:

ابوجعفر! اس اعرابی کو اپنے ساتھ لے چلو یہ تمہارا مہمان ہے۔ اللہ تعالیٰ کل بھلائی کرے گا۔

میں نے اس اعرابی کو ساتھ لیا اور اس کے ساتھ ایک محمل تھا جس میں اس نے میت کو رکھا ہوا تھا۔ میں اسے اپنے گھر لے گیا اور میں نے اس کی خدمت کی۔ دوسرے دن میرے آقا و مولاؑ نے نمازِ فجر پڑھائی اور آپؑ نجف کی طرف روانہ ہوئے۔ آپؑ کو نجف کی طرف جاتا ہوا دیکھ کر کوفہ کے تمام لوگ بھی نجف کی طرف چل پڑے۔ میں نے بھی اعرابی کو اپنے ساتھ لیا اور نجف پہنچ گیا۔ امیرالمومنینؑ نے مجھے آواز دے کر فرمایا:

ابوجعفر! اعرابی اور اس کے ساتھ اس میت کو لے آؤ۔

اعرابی کو میں میت سمیت حضرتؑ کے قریب لے گیا۔ پھر آپؑ نے اہلِ کوفہ سے فرمایا:

اہل کوفہ! جو کچھ مشاہدہ کرو اسے لوگوں کے سامنے بیان کرو اور جو کچھ ہماری زبان سے سنو اسے لوگوں تک پہنچاؤ۔

پھر آپؑ نے اعرابی سے فرمایا: تم اپنا اونٹ بٹھاؤ اور محمل سے تم اور مسلمانوں کی ایک جماعت میت کو باہر برآمد کرے۔

حضرت میثم کا بیان ہے کہ محمل میں سے ایک تابوت لایا گیا اور جب اعرابی نے تابوت کو کھولا تو میت زرد رنگ کے دیباج کے کپڑے میں لپٹی ہوئی تھی اور میت پر قیمتی

موتی پڑے ہوئے تھے۔ میت کسی نوخیز اور خوبصورت جوان کی تھی۔ اس نے عورتوں کی طرح سے لمبی زلفیں رکھی ہوئی تھیں۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اعرابی سے فرمایا:

اسے مرے ہوئے کتنے دن گزرے ہیں؟

اعرابی نے کہا: اسے اکتالیس دن ہو چکے ہیں۔

حضرت نے فرمایا: یہ کیسے مرا تھا؟

اعرابی نے کہا: اس کا خاندان چاہتا ہے کہ آپ اسے زندہ کریں تا کہ یہ خود بتائے کہ اسے کس نے قتل کیا ہے کیونکہ یہ رات کے وقت خیریت کے ساتھ سویا تھا اور صبح کے وقت یہ اپنے بستر پر قتل ہوا پایا گیا۔ یہ ایک کان سے دوسرے کان تک ذبح ہوا پڑا تھا۔

حضرتؑ نے فرمایا: اس کے قصاص لینے کے خواہش مند کون ہیں؟

اعرابی نے کہا: اس کے پچاس قریبی رشتہ دار اس کا انتقام لینا چاہتے ہیں جب کہ قاتل مشخص نہیں ہے اور لوگ اس کے قتل کا ایک دوسرے پر الزام لگا رہے ہیں۔

برادرِ محمدؐ! آپؑ اسے زندہ کریں تا کہ شک وشبہ کے بادل چھٹ جائیں۔

حضرتؑ نے فرمایا: سنو! اسے اس کے چچا نے قتل کیا ہے کیونکہ اس نے اپنی بیٹی کی اس سے شادی کی تھی۔ پھر کچھ دنوں بعد اس جوان نے ایک اور عورت سے شادی کرلی۔ اس کے چچا نے طیش میں آ کر اسے قتل کیا ہے۔

یہ سن کر سعید بن فضل نے کہا: ہم آپؑ کے اس فرمان پر اکتفا نہیں کر سکتے۔ ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ یہ جوان زندہ ہو کر اپنے خاندان میں جائے اور اپنی زبان سے اپنے قاتل کا اعلان کرے۔ اور اس طرح سے ہماری قوم باہمی جنگ سے بچ جائے گی۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور رسولؐ خدا پر درود پڑھا، پھر آپؑ نے فرمایا:

اہلِ کوفہ! بنی اسرائیل کی گائے کا مقام رسول اکرمؐ کے بھائی سے زیادہ نہیں تھا۔ اگر گائے کے گوشت کے ایک ٹکڑے سے سات دن قبل قتل ہونے والا زندہ ہوسکتا ہے تو آج وصی اس مقتول کو اپنے جسم کا ایک حصہ لگائے گا جس سے یہ زندہ ہو جائے گا اور یاد رکھو! میرا جسم گائے کے جسم سے اور میرے وجود کا ٹکڑا گائے کے گوشت کے ٹکڑوں سے کہیں زیادہ بہتر اور افضل ہے۔

پھر آپؑ نے مُردہ کو پاؤں کی ٹھوکر لگائی اور فرمایا: مدرکہ بن حنظلہ بن عنان بن بجیر بن قھر بن سلامہ بن طیب بن اشعث بن احوص بن ذاہلہ بن عمرو بن فضل بن حباب! اللہ کے حکم سے اُٹھ بیٹھو۔ خدا نے تجھے زندگی دی ہے۔

حضرت ابوجعفر میثم تمار نے فرمایا: جیسے ہی حضرتؑ نے مردے کو اٹھنے کا کہا تو وہ جوان اٹھ بیٹھا۔ اس کا چہرہ سورج سے بھی زیادہ حسین تھا۔ اس نے کہا:

لبیک یامحیی العظام وحجة اللّٰہ علی الانام والمنفرد بالفضل والانعام لبیک یاعلی یا علّام

''میں حاضر ہوں اے ہڈیوں کو زندگی دینے والے اور مخلوق پر خدا کی حجت اور فضیلت و انعام میں خدا کی منفرد شخصیت اے علیؑ اے صاحبِ علم!''

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: نوجوان! تجھے کس نے قتل کیا تھا؟

نوجوان نے کہا: مجھے میرے چچا حریث بن زمعہ بن شکال بن اصم نے قتل کیا تھا۔

آپؑ نے فرمایا: کیا اب تم اپنے خاندان میں جانا پسند کرو گے؟

نوجوان نے کہا: مولا! مجھے وہاں جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

حضرتؑ نے وجہ دریافت کی تو اس نے کہا: مجھے اندیشہ ہے اگر میں وہاں گیا تو میرا چچا مجھے دوبارہ قتل کر دے گا اور آپؑ وہاں موجود نہیں ہوں گے مجھے وہاں کون زندہ

کرے گا؟

حضرت علی علیہ السلام اس کے ساتھی کی طرف متوجہ ہوئے اور اس سے فرمایا: اب تم اکیلے ہی اپنے خاندان کی طرف لوٹ جاؤ اور جو کچھ تم نے دیکھا ہے وہ سب کچھ جا کر اپنی قوم کو بتاؤ۔

اس نے کہا: مولا! اب میں بھی اپنی قوم کی طرف واپس نہیں جاؤں گا۔ میں اور یہ جوان ہم دونوں یہاں آپ کے پاس ہی رہیں گے۔ خدا اس شخص پر لعنت کرے جو حق دیکھنے کے بعد بھی حق سے انحراف کرے۔

چنانچہ وہ جوان اور وہ اعرابی دونوں حضرتؑ کے پاس کوفہ ہی میں ٹھہر گئے اور جب جنگِ صفین ہوئی تو دونوں اس میں شریک ہوئے اور اسی جنگ میں دونوں نے شہادت پائی۔ (عیون المعجزات، ص ۲۴)

## جلندی سے گفتگو

۱۔حضرت عمار یاسر بیان کرتے ہیں کہ ہم امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ صفین کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں دریائے فرات آیا تو آپ وہاں رک گئے اور ساتھیوں سے فرمایا: کیا تمہیں اس کی گزرگاہ کا پتہ ہے کہ جہاں پانی کم ہو اور ہم وہاں سے گزر سکیں؟

حضرتؑ کے فوجیوں نے کہا: مولا! ہمیں اس کا کوئی پتہ نہیں ہے۔

پھر آپؑ نے اپنے ایک ساتھی سے فرمایا: تم اس ٹیلے کی طرف چلے جاؤ اور وہاں آواز دے کر کہو: جلندی! دریا کی گزرگاہ کہاں ہے؟

حضرتؑ کا فوجی اس ٹیلے پر گیا اور اس نے جلندی کے نام کی آواز دی۔ ٹیلے کے نیچے سے بہت سی لبیک کی آوازیں بلند ہوئیں اور ہر ایک نے کہا: میرا نام جلندی ہے۔آپ کا ساتھی پریشان ہو کر واپس آیا اور کہا: مولا! وہاں تو بہت سے جلندی نام کے

مُردے ہیں۔ آپؑ کسی ایک کو مخصوص کریں تا کہ میں اس سے دریا کی گزرگاہ معلوم کر سکوں۔

آپؑ نے اس مرتبہ اپنے غلام قنبر کو بھیجا اور فرمایا: قنبر! تم جاؤ اور جلندی بن کرکر کے نام صدا دو اور اس سے پوچھو کہ گزرگاہ کس طرف ہے؟

حضرت قنبر ٹیلے پر گئے اور آواز دے کر کہا: جلندی بن کرکر! ہمیں بتاؤ دریا کا پانی کس جگہ سے کم ہے تا کہ ہم وہاں سے دریا کو عبور کر سکیں۔

اس صدا کے جواب میں صرف ایک آواز بلند ہوئی اور اس نے کہا: تم پر افسوس ہے جو میرا نام جانتا ہے اور جو میرے باپ کا نام جانتا ہے جب کہ مجھے مرے ہوئے تین ہزار سال گزر چکے ہیں اور میری ہڈیاں تک گل سڑ چکی ہیں اور میرا کاسہ سر بھی مٹی ہو چکا ہے تو کیا اسے یہ معلوم نہیں ہے کہ دریا کی گزرگاہ کہاں ہے؟ تم لوگوں کے دل اندھے ہو چکے ہیں اور تمہارے یقین کمزور ہو چکے ہیں۔ تم اس کی پیروی کرو اور جہاں سے وہ دریا کو عبور کرے تم بھی اس کے پیچھے دریا عبور کرو۔ وہ رسولؐ خدا کے بعد خدا کی نظر میں سب سے زیادہ محترم ہے۔ (فضائل شاذان، ص ۱۴۰)

## سلمان کی موت کے بعد اس سے گفتگو

حضرت سلمان فارسی کے خادم زاذان نے کہا کہ جب سلمان کی موت واقع ہوئی تو امیر المومنینؑ (بطور معجزہ) مدائن میں تشریف لائے اور جب آپؑ نے سلمان کو غسل دینے کا ارادہ کیا اور اس کے چہرے سے چادر ہٹائی تو سلمان نے تبسم کیا اور اٹھنے کا ارادہ کیا۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: اپنی موت کی حالت میں لوٹ جاؤ۔

اس کے بعد سلمان مُردہ ہو کر لیٹ گئے۔ (بحار الانوار، ج ۲۲، ص ۳۸۴)

## گناہ گار محبؑ کا واقعہ جسے آگ نہ جلا سکی

حضرت عمار بن یاسر سے روایت ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام دارالقضاء میں تشریف فرما تھے کہ اتنے میں ایک شخص آیا اور اس نے کہا: مولا! میرا نام صفوان بن الحل ہے اور میں آپ کا شیعہ ہوں اور مجھ پر گناہوں کا بوجھ ہے۔ آپ مجھے میرے گناہوں سے پاک کریں تاکہ آخرت کے عذاب سے محفوظ رہ سکوں۔

آپؑ نے فرمایا: اپنے سب سے بڑے گناہ کے متعلق مجھے بتاؤ۔

اس نے کہا: مولا! میں لڑکوں سے لواطت کرتا رہا ہوں۔

حضرتؑ نے فرمایا: اس کے لیے تین سزاؤں میں سے کسی ایک سزا کا انتخاب کرو۔

۱- اگر چاہو تو میں تجھے ذوالفقار سے قتل کر دوں۔

۲- اگر چاہو تو تم پر ایک دیوار گرا کر تجھے تیرے گناہ سے پاک کروں۔

۳- اگر چاہو تو پھر لکڑیوں کے ڈھیر میں تجھے بٹھا کر لکڑیوں کو آگ لگا دوں تاکہ تم اس میں جل جاؤ کیونکہ تو نے جو فعل کیا ہے اس کی ان تین میں سے ایک سزا ہے۔

اس شخص نے کہا: مولا! ان میں سے آگ میں جل کر مرنا زیادہ مشکل ہے اور میں اس مشکل سزا کو ہی اپنے لیے منتخب کرتا ہوں۔

حضرتؑ نے فرمایا: عمار! ایک ہزار لکڑیاں جمع کرو اور کل ان شاء اللہ میں اسے آگ میں جلاؤں گا۔

پھر آپؑ نے اس گناہ گار شخص سے فرمایا: تم اس وقت چلے جاؤ اور تمہیں جو وصیتیں کرنی مقصود ہوں وہ وصیتیں کرلو اور کل میرے پاس آ جانا' میں تجھے سزا کے ذریعہ سے گناہوں سے پاک کروں گا۔

وہ شخص اپنے گھر کو چلا گیا اور اس نے اپنی وصیتیں' نصیحتیں کیں اور اس نے اپنا

مال اپنی اولاد میں شریعت کے مطابق تقسیم کیا۔ پھر دوسرے دن نمازِ فجر کے وقت وہ شخص واپس آ گیا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے عمار سے فرمایا کہ تم شہر کوفہ میں ندا دو کہ لوگو! آؤ اور آ کر اپنی آنکھوں سے دیکھو کہ علیؑ اپنے ایک گناہ گار شیعہ کو کس طرح سے آگ میں جلاتا ہے۔ جب اہلِ کوفہ نے یہ اعلان سنا تو انہوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ ہم نے تو یہ سنا تھا کہ علیؑ کے شیعوں اور محبوں کو آگ نہیں جلاتی اور یہ بھی شیعہ ہے۔ پتہ نہیں اسے آگ کیسے جلائے گی!!

حضرت عمار کا بیان ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے اس شخص کو بٹھایا اور اس پر ایک ہزار لکڑیاں چن دیں اور اس کے ہاتھ میں چقماق کی لکڑی پکڑوا کر فرمایا:

اب تم اس سے آگ خود ہی روشن کرو اور اگر تو علیؑ کا شیعہ اور اس کا محبّ ہوگا تو آگ تجھے نہیں جلائے گی اور اگر تو علیؑ کا مخالف ہوگا تو آگ تجھے جلا کر خاکستر بنا دے گی اور تیری ہڈیوں تک کو جلا دے گی۔

اس شخص نے آگ جلائی اور آگ کی وجہ سے اس پر پڑی ہوئی تمام لکڑیاں جل کر خاکستر ہو گئیں، جب کہ اس شخص کے کپڑوں تک کو آگ سے کوئی نقصان نہ پہنچا اور وہ اس آگ سے صحیح وسلامت باہر آیا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: خدا کے ساتھ دوسروں کو شریک کرنے والوں نے جھوٹ کہا اور وہ بہت بڑی گمراہی میں مبتلا ہوئے اور انہوں نے سخت خسارے کا سودا کیا۔ میں ہی جنت و دوزخ کے تقسیم کرنے والا ہوں۔ رسولؐ خدا نے کئی بار مجھ سے یہ جملے فرمائے تھے:

عمار بن تغلبہ نے کیا خوب کہا تھا:

علی حبہ جنۃ

قسیم النار والجنۃ

وصی المصطفیٰ حقا

امام الانس والجنة

علیؑ کی محبت ڈھال ہے۔علیؑ جنت و دوزخ کے تقسیم کرنے والا ہے۔وہ محمد مصطفیٰ کا برحق وصی ہے اور وہ انسانوں اور جنات کا امام ہے۔(عیون المعجزات،ص ۲۹)

## ایک کتے کا ناصبی کو زخمی کرنا

۱-حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امامت میں نمازِ فجر پڑھی اور نماز کے بعد آنحضرتؐ نے ہماری طرف رخ کیا اور ہم سے باتیں کرنے لگے۔اتنے میں ایک انصاری آیا اور اس نے کہا:

یارسولؐ اللہ! میں نمازِ فجر پڑھنے کے لیے گھر سے آ رہا تھا کہ فلاں یہودی کے کتے نے مجھ پر حملہ کیا اور میرے کپڑے پھاڑ دیئے اور میری پنڈلی کو زخمی کر دیا جس کی وجہ سے میں آپؐ کے ساتھ نماز پڑھنے سے محروم ہو گیا۔

دوسرا دن ہوا تو ایک اور صحابی آیا اور اس نے بھی آنحضرتؐ سے اسی یہودی کے کتے کی شکایت کی اور کہا کہ اس کے کتے نے مجھ پر حملہ کیا اور میرے کپڑے پھاڑ دیئے اور میری پنڈلی زخمی کر دی جس کی وجہ سے میں آپؐ کے ساتھ نماز نہ پڑھ سکا۔معلوم ہوتا ہے کہ اس کا کتا باؤلا ہو گیا ہے اور باؤلے کتے کو مارنا واجب ہے۔

یہ سن کر رسولؐ خدا اس یہودی کے گھر کی طرف روانہ ہوئے اور ہم بھی آپؐ کے ساتھ چل پڑے،جب آپؐ وہاں پہنچے تو انس نے اس کے دروازے پر دستک دی اور کہا کہ رسولؐ خدا تیرے دروازہ پر آئے ہیں۔

یہودی نے فوراً دروازہ کھولا اور آنحضرتؐ سے کہا:

ابوالقاسم! اگر آپ کو میری ضرورت تھی تو کسی کو بھیج کر مجھے طلب کر لیا ہوتا۔آپؐ

نے خود آنے کی زحمت کیوں کی؟

آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تیرا کتا باؤلا ہو چکا ہے اور اس نے میرے دو ساتھیوں کو زخمی کیا ہے اور تم یہ جانتے ہو کہ باؤلے کتے کو مارنا ضروری ہوتا ہے۔ لہٰذا تم اپنے کتے کو یہاں لے آؤ تا کہ اسے مارا جا سکے۔

یہودی اپنے گھر گیا۔ کچھ دیر بعد کتے کے گلے میں رسی ڈالے ہوئے لے آیا۔ جب کتے نے آنحضرت کو دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے اسے بولنے کی قوت عطا کر دی اور اس نے فصیح عربی زبان میں رسولؐ خدا پر سلام کیا اور کہا یا رسولؐ اللہ! آپ یہاں کیوں تشریف لائے اور آپؐ مجھے کیوں قتل کرانا چاہتے ہیں؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: تو نے میرے فلاں فلاں صحابہ کے کپڑے پھاڑے اور تو نے ان کی پنڈلیوں کو زخمی کیا ہے۔

کتے نے کہا: یا رسولؐ اللہ! جن افراد کا آپ نے نام لیا ہے وہ دونوں منافق ہیں اور وہ دونوں آپؐ کے ابن عم علی بن ابی طالبؑ سے دشمنی رکھتے ہیں اور وہ جب یہاں سے گزرتے تھے تو وہ ان کی تنقیص کرتے ہوئے گزرتے تھے اسی لیے مجھے ان پر غصہ آ گیا اور میں نے ان پر حملہ کر کے انھیں زخمی کر دیا۔

جب نبی اکرمؐ نے کتے کی یہ گفتگو سنی تو آپؐ نے اس کے مالک سے فرمایا: اس کتے سے اچھا سلوک کرنا۔ پھر آپؐ واپس ہونے لگے تو یہودی آپؐ کے قدموں پر گر پڑا اور کہا: یا رسولؐ اللہ! میں کتے سے گرا ہوا تو نہیں ہوں۔ میرا کتا آپ کو رسول کہتا ہے تو میں آپ کا انکار کیوں کروں' لہٰذا میں بھی مسلمان ہوتا ہوں اور اللہ کی توحید اور آپ کی رسالت اور آپ کے ابن عم علیؑ کی ولایت کی گواہی دیتا ہوں۔ اس کے بعد یہودی اپنے پورے کنبے سمیت مسلمان ہو گیا۔ (الروضۃ فی الفضائل' ص ۳۷)

## سوسمار کا گواہی دینا

۱- امام حسن عسکری علیہ السلام نے اپنی تفسیر میں لکھا کہ ایک دن دس یہودی آنحضرتؐ کے پاس بحث ومباحثہ کے لیے آئے۔ ابھی انہوں نے اپنی بحث کا آغاز نہیں کیا تھا کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے ایک گٹھڑی سی اپنے عصا کے ساتھ باندھ رکھی تھی اور اس نے عصا اپنے کندھے پر رکھا ہوا تھا۔

رسولؐ خدا نے اس سے فرمایا:

اعرابی! یہ یہودی تجھ سے پہلے آئے ہیں لہٰذا انھیں باتیں کر لینے دو۔ اس کے بعد تمہیں جو کچھ کہنا ہو کہہ لینا۔

اعرابی نے کہا: میں ایک مسافر ہوں اور مجھے کہیں دُور جانا ہے اور ویسے بھی یہ لوگ اہلِ کتاب ہیں اور بہت ممکن ہے کہ یہ لوگ آپؐ کی باتوں پر ایمان لے آئیں لیکن میں آپؐ کی خالی باتوں پر ایمان نہیں لاؤں گا۔ میں تو واضح معجزہ دیکھ کر ہی آپؐ کی نبوت کو تسلیم کروں گا۔

نبی اکرمؐ نے فرمایا: آخر تو کون سا معجزہ دیکھنا چاہتا ہے؟

اعرابی نے کہا: میں نے مشکل سے ایک سوسمار پکڑی ہے اور وہ اس وقت میرے کپڑے میں بند ہے اگر یہ سوسمار آپؐ کی نبوت کی گواہی دے دے تو میں بھی آپ کو نبی مان لوں گا۔

اتنے میں حضرت علیؑ تشریف لائے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا:

اعرابی! تمہیں جو کچھ بھی کہنا سننا ہو وہ علیؑ سے ہی کہہ سن لو کیونکہ علیؑ بہت زیادہ علم کا مالک ہے اور میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے اور جسے بھی علم وحکمت کی ضرورت ہو وہ میرے دروازے پر آئے۔

پھر آپؐ نے بلند آواز سے فرمایا:

بندگانِ خدا! جس نے آدمؑ کو جلالت میں، شیثؑ کو حکمت میں، ادریسؑ کو جلال میں، نوحؑ کو شکر میں، ابراہیمؑ کو وفا اور خلت میں، موسیٰؑ کو اعدائے خدا کی عداوت اور عیسیٰؑ کو محبانِ الٰہی کی محبت میں دیکھنا ہو تو وہ علیؑ بن ابی طالب کو دیکھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان سن کر مومنین کے ایمان اور منافقین کے حسد اور نفاق میں اضافہ ہوا۔

اعرابی نے کہا: آپؐ نے اپنے ابن عم کی تعریف و توصیف کی۔ میں یہ بات تسلیم کرتا ہوں کہ اس کی عزت آپؐ کی عزت ہے اور اس کی فضیلت آپؐ کی فضیلت ہے لیکن میرا مطالبہ یہی ہے کہ جب تک میری سوسمار آپؐ کی نبوت و رسالت کی گواہی نہ دے گی اس وقت تک میں آپ پر ایمان نہیں لاؤں گا۔

آنحضرتؐ نے اس سے فرمایا: تو اپنی سوسمار کو تھیلے سے باہر نکال اور پھر اس سے گواہی طلب کر۔

اعرابی نے کہا: میں نے اسے مشکل سے قابو کیا ہے اگر میں نے اسے تھیلے سے باہر نکالا تو یہ بھاگ جائے گی۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: یہ کہیں نہیں جائے گی البتہ اگر اس نے اللہ کی توحید اور میری نبوت کی گواہی دے دی تو پھر اسے آزاد کر دینا۔

اعرابی نے تھیلے کو کھولا اور اس میں سے سوسمار باہر نکلی۔ وہ باہر نکل کر رُک گئی اور رسولؐ خدا کے سامنے اپنے رخساروں کو زمین پر ملنے لگی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے بولنے کی قوت عطا کی اور اس نے فصیح عربی زبان میں کہا:

اشهد ان لا الـه الا اللّـه وحده لاشريک لـه واشهد ان محمـد عبده ورسوله وصفيه وسيد المرسلين وافضل الخلق اجمعين وخاتم النبيين واشهد ان اخاک علی بن ابی طالب علی الوصف الذی وصفته وبالفضل الذی

ذکرتہ وان اولیائہ فی الجنان مکرمون وان اعدائہ فی النار خالدون

''میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور وہ واحد لاشریک ہے اور میں گواہی دیتی ہوں کہ محمدؐ اللہ کے عبد اور اس کے رسولؐ ہیں اور اس کے چُنے ہوئے بندے اور انبیاء کے سردار اور تمام مخلوقات سے افضل اور خاتم الانبیاء ہیں اور میں گواہی دیتی ہوں کہ علی بن ابی طالبؑ آپؐ کے بھائی ہیں اور وہ ان تمام اوصاف وفضائل کے مالک ہیں جن کا آپؐ نے ذکر کیا ہے اور ان کے دوست جنت میں محترم حیثیت سے جائیں گے اور ان کے دشمن ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

جب اعرابی نے اپنی سوسمار کی زبانی یہ گواہی سنی تو اس نے کہا: میں بھی اسی کی گواہی دیتا ہوں جس کی اس سوسمار نے گواہی دی ہے۔

اس سے بڑھ کر حق وصداقت کی اور کیا گواہی ہوسکتی ہے۔ پھر اس نے یہودیوں کی طرف دیکھ کر کہا:

تم پر افسوس! اب اس کے بعد تمہیں کسی اور نشانی کی کیا ضرورت ہے۔ تم لوگ ایمان قبول کرلو ورنہ تم سب ہلاک ہوجاؤ گے۔

اس کے بعد تمام یہودی بھی ایمان لے آئے اور انہوں نے کہا: اعرابی! تیری سوسمار تو بڑی برکت والی تھی۔ (تفسیر امام حسن عسکریؑ، ص ۴۹۶-۵۰۰)

## ایک بھیڑیئے کا حضرتؐ پر سلام کرنا

۱- امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

میں اپنے والد کے ساتھ مدینہ کے قریب سرزمین عقیق سے گزر رہا تھا کہ ایک

بھیڑیا نمودار ہوا' اور وہ دوڑتا ہوا امیر المومنینؑ کے سامنے آیا اور حضرتؑ کے پاؤں کو اپنی زبان سے چاٹنے لگا۔

امیر المومنینؑ نے اس سے فرمایا: حکم خداوندی سے کلام کر۔

اللہ تعالیٰ نے بھیڑیے کو بولنے کی قوت عطا فرمائی اور اس نے کہا: السلام علیک یا امیر المومنین! (مناقب ابن شہر آشوب)

## ایک شیر کا حضرتؑ پر سلام کرنا

۱- جویریہ بن مسہر کا بیان ہے کہ میں امیر المومنینؑ کے ساتھ بابل کی طرف جا رہا تھا۔ جب ہم جنگل میں پہنچے تو میں نے دیکھا کہ ایک شیر راستے پر بیٹھا ہوا تھا اور اس کے بچے بھی اس کے ساتھ تھے۔ میرا گھوڑا شیر کو دیکھ کر بدکنے لگا: امیر المومنینؑ نے مجھ سے فرمایا:

جویریہ بن مسہر! چلتے رہو اور اس کی فکر نہ کرو۔ پھر آپؑ نے قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی: **وما من دابة الا هو اخذ بناصيتها** (اللہ ہر جاندار کی پیشانی کو پکڑے ہوئے ہے) پھر شیر دم ہلاتا ہوا آگے بڑھا اور اس نے کہا:

رسولؐ خدا کے ابن عم اور امیر المومنینؑ! آپؑ پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں۔

حضرتؑ نے فرمایا: ابوالحارث! تم پر بھی سلام ہو۔ یہ بتاؤ کہ تمہاری تسبیح کیا ہے؟

شیر نے کہا: میں یہ کہتا ہوں:

**سبحان من النبی المهابة وقذف فی قلوب عباده منی المخافة –**

پاک ہے وہ ذات جس نے مجھے ہیبت کا لباس پہنایا اور اپنے بندوں کے دلوں میں میرا خوف پیدا کیا۔ (مناقب آل ابی طالب' ج ۲' ص ۳۰۴)

## ایک اور شیر کی حضرتؑ سے گفتگو

منقذ بن ابقع کا تعلق امیرالمومنینؑ کے خواص سے تھا۔ اس نے کہا: پندرہ شعبان کی شب میں امیرالمومنینؑ کے ساتھ اس مقام کی طرف روانہ ہوا جہاں آپ عبادت کیا کرتے تھے۔ جب ہم وہاں پہنچے تو امیرالمومنینؑ خچر سے اُترے اور کچھ دُور چلے گئے۔ میں نے محسوس کیا کہ خچر گھبرا رہا ہے اور خوف کی علامت کے طور پر اپنے دونوں کان کھڑے کر رہا ہے۔

اتنے میں میرے آقا و مولا بھی آ گئے۔ آپ نے خچر کے اضطراب کو ملاحظہ کیا اور مجھ سے فرمایا:

اسدی کیا بات ہے اور خچر پریشان کیوں ہو رہا ہے؟

میں نے کہا: مولا! مجھے کچھ پتہ نہیں ہے۔

پھر آپؑ نے صحرا کی طرف دیکھا تو آپ کو شیر دکھائی دیا۔ آپؑ نے فرمایا:

ربِ کعبہ کی قسم! ایک درندہ آیا ہے۔ پھر آپ تلوار حمائل کر کے اس کی طرف بڑھے اور آپؑ نے اسے آواز دی۔ آپؑ کی آواز سن کر شیر رک گیا اور اپنی دم ہلانے لگا۔

یہ منظر دیکھ کر خچر بھی پرسکون ہو گیا۔ آپؑ نے شیر سے فرمایا: تجھے یہاں آنے کی ہمت کیسے ہوئی کیا تو نہیں جانتا کہ میں خدا کا مقرر کردہ شیر ہوں اور میں ہی حیدر ہوں؟

پھر آپؑ نے کہا: پروردگار! اسے بولنے کی قوت عطا فرما۔

آپؑ کی دعا کے الفاظ جیسے ہی تمام ہوئے تو شیر بولنے لگ گیا اور اس نے کہا:

امیرالمومنین، خیرالوصیین اور علم انبیاء کے وارث! آپؑ پر سلام ہو۔ میں سات دنوں سے بھوکا ہوں اور ان ایام میں مجھے کوئی شکار نہیں ملا۔ میں نے دو فرسخ کی مسافت سے آپ کو دیکھا تو چلا آیا کہ دیکھوں کیا یہ میرا شکار تو نہیں ہے۔

امیرالمومنینؑ نے فرمایا: جنگل کا شیر اچھی طرح سے سن لے! میں گیارہ شیروں کا والد ہوں۔ پھر آپ نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور اس کی کمر کے بال پکڑ کر اسے اپنی طرف کھینچا تو شیر آپؑ کے قدموں پر گر پڑا۔ آپؑ نے اس کے جسم پر شفقت سے ہاتھ پھیرا۔

شیر نے کہا: مولا! میں سخت بھوکا ہوں۔

امامؑ نے بارگاہِ احدیت میں عرض کیا: پروردگار محمد وآلِ محمد کے صدقہ میں اسے رزق عطا فرما۔

پھر آپؑ نے دیکھا تو شیر ایک بکری کو کھا رہا تھا اور جب وہ کھا چکا تو اس نے آپؑ سے کہا: امیرالمومنین! ہم درندے آپؑ اور آپؑ کی عترت سے محبت رکھنے والوں کونہیں کھاتے۔ ہم آپؑ سے اور آپؑ کے خاندان سے محبت رکھتے ہیں۔

پھر حضرتؑ نے اس سے پوچھا: تو کہاں رہتا ہے اور کیا کرتا ہے؟

شیر نے کہا: مولا! خدا نے مجھے آپؑ کے دشمنوں یعنی اہلِ شام پر مسلط کیا ہے۔ ہم ان کا شکار کرتے ہیں اور ہم دریائے نیل کے کنارے رہائش پذیر ہیں۔

حضرتؑ نے فرمایا: پھر تو کوفہ کے اطراف میں کیوں آیا ہے؟

شیر نے کہا: میرے یہاں آنے کے دو مقاصد ہیں: پہلا مقصد تو آپؑ کی زیارت سے مشرف ہونا تھا اور دوسرا مقصد یہ ہے کہ میں آج رات قادسیہ جاؤں گا۔ وہاں پر آپ کا ایک دشمن رہتا ہے جس کا نام مالک بن سنان بن وائل ہے اور وہ جنگِ صفین میں آپؑ کی تلوار سے بچ گیا تھا۔ میں ان شاء اللہ آج رات اس پر حملہ کر کے اسے اپنا لقمہ بناؤں گا۔ یہ کہہ کر شیر وہاں سے چلا گیا۔

منقذ بن ابقع کہتے ہیں کہ میں یہ باتیں سن کر متعجب ہوا۔ امیرالمومنینؑ نے میرے تعجب کو بھانپ لیا اور مجھ سے فرمایا:

تعجب کیوں کرتے ہو؟ کیا اس کا مجھ سے کلام کرنا سورج کے لوٹنے، کھوپڑی کے کلام کرنے اور چشمہ جاری ہونے سے بھی زیادہ تعجب خیز ہے۔ اگر میں اللہ کی عطا کردہ

قوت ونصرت سے لوگوں کو معجزات دکھانا شروع کر دوں تو مجھے خوف ہے کہ لوگ اسلام کے دامن کو ہی نہ چھوڑ دیں۔

پھر آپؑ نے وہ ساری رات عبادتِ الٰہی میں بسر کی' اور جب صبح ہوئی تو میں حضرتؑ کی اجازت سے قادسیہ گیا' وہاں لوگ چیخ رہے تھے کہ آج رات مالک بن سنان کو ایک درندے نے اس کے گھر میں پھاڑ کھایا ہے اور جب میں جائے وقوعہ پر گیا تو صرف اس کی کھوپڑی اور انگلیوں کے چند پور بچے ہوئے تھے۔ اس کے تمام جسم کو شیر کھا گیا تھا۔

میں نے لوگوں کو امیر المومنینؑ اور شیر کی گفتگو سنائی تو لوگ حضرتؑ کے قدموں سے مس شدہ مٹی اُٹھا اُٹھا کر اپنی آنکھوں سے لگانے لگے۔

جب امیر المومنین علیہ السلام نے لوگوں کی اس عقیدت کو دیکھا تو فرمایا:

لوگو! سن لو! ہمارا محبّ دوزخ میں نہیں جائے گا اور ہمارا دشمن جنت میں نہیں جائے گا۔ میں ہی جنت و دوزخ کو تقسیم کرنے والا ہوں۔ دائیں ہاتھ والے میرے محبّ ہوں گے اور بائیں ہاتھ والے میرے دشمن ہوں گے' اور میں قیامت کے دن دوزخ کے کنارے پل صراط پر کھڑا ہو کر دوزخ سے کہوں گا: یہ میرا ہے اور یہ تیرا ہے۔ اسے پکڑ لے اور میرے شیعہ پل صراط سے بجلی کے کوندے' رعد کی کڑک' تیز پرندے اور تیز رفتار گھوڑے کی رفتار سے گزریں گے۔

لوگوں نے یہ سن کر کہا: اس ذات کی حمد ہے جس نے آپؑ کو بہت سے لوگوں پر فضیلت دی ہے۔ (الفضائل شاذان ص ۱۷۰-۱۷۲)

## جنات سے ایک یہودی کا مال واپس کرانا

۱- امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب امیر المومنین علیہ السلام کوفہ میں رہائش پذیر تھے تو آپ کا دستور تھا کہ آپ شہر کوفہ کی سڑکوں اور گلیوں میں پھرتے تھے

تا کہ لوگوں کی موقع پر ہی دادرسی کی جا سکے۔ ایک دن آپ شہر کوفہ میں پھر رہے تھے کہ آپ نے ایک یہودی کو دیکھا جس نے اپنا ہاتھ سر پر رکھا ہوا تھا اور وہ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا:

لوگو! تم کیسے لوگ ہو؟ تم نے جاہلیت کے اطوار کو پکڑ رکھا ہے۔ تمہارے راستے محفوظ نہیں ہیں۔

امیر المومنین علیہ السلام نے اسے بلایا اور اس سے اس کا واقعہ دریافت کیا۔ اس نے کہا:

امیر المومنین! میں ایک یہودی تاجر ہوں۔ میں مالِ تجارت لے کر ساباط مدائن سے روانہ ہوا۔ میرے پاس ساٹھ گدھے تھے جن پر سامانِ تجارت لدا ہوا تھا اور جب میں فلاں مقام پر پہنچا تو میرے سارے گدھے گم ہو گئے۔ خدا جانے انھیں زمین نگل گئی یا آسمان نے اُچک لیا۔

امیر المومنینؑ نے اسے تسلی دیتے ہوئے فرمایا: مت گھبراؤ۔ خدا نے چاہا تو تمہاری کوئی چیز ضائع نہیں ہوگی۔

پھر آپؑ نے قنبر کو حکم دیا کہ وہ گھوڑے پر زین رکھے اور جب قنبر گھوڑا لایا تو آپؑ نے قنبر اور اصبغ بن نباتہ سے فرمایا تم اس یہودی کا ہاتھ پکڑ کر مجھ سے آگے روانہ ہو [illegible] رک جاؤ اور میرے

بیٹھ جاؤ اور جب تک میں تمہیں باہر آنے کے لیے نہ کہوں اس وقت تک اس دائرہ ہی میں رہو۔ اگر تم میں سے کوئی باہر آیا تو جنات اسے اٹھا کر لے جائیں گے۔

پھر آپؑ نے وہیں صحرا میں آواز دی:

حارث بن سید کی اولاد' اے گروہِ جنات! اگر تم نے اس کے گدھے سامان سمیت واپس نہ کیے تو ہمارا تمہارا معاہدہ ختم ہو جائے گا اور میں اپنی تلوار سے تم پر ایسا حملہ کروں گا کہ تم حق کو ماننے پر مجبور ہو جاؤ گے۔

حضرتؑ کے اس اعلان کے بعد آوازیں بلند ہوئیں کہ ہم اللہ' رسولؐ اور اس کے وصی کے معاہدوں کے پابند ہیں۔

پھر ساٹھ گدھے نمودار ہوئے جن پر یہودی کا سامان لدا ہوا تھا اور اس سامان میں کوئی کمی نہیں کی گئی تھی۔ اس کے بعد حضرتؑ نے تینوں کو دائرہ سے باہر آنے کا حکم دیا اور آپؑ نے سامان سے لدے ہوئے گدھے یہودی کے سپرد کیے۔

جب آپؑ کوفہ پہنچے تو یہودی نے آپؑ سے کہا: تورات میں محمد مصطفیٰؐ اور آپؑ اور آپؑ کے فرزندوں کے کیا نام مذکور ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: کچھ حاصل کرنے کے لیے پوچھو' ضد کی غرض سے نہ پوچھو۔

تورات میں محمد مصطفیٰؐ کا نام ''طاب طاب'' میرا نام ''ایلیاہ'' اور میرے فرزندوں کا نام ''شبیر وشبیر'' ہے۔

اس وقت یہودی نے بے ساختہ کہا:

**اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمد عبدہ ورسولہ وانک وصیہ من بعدہ وان ماجاء بہ وجئت بہ حق۔**

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ وہ واحدہ لاشریک ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد مصطفیٰؐ اللہ کے عبد اور اس

کے رسول ہیں اور آپؑ ان کے بعد ان کے وصی ہیں اور جو کچھ وہ لائے ہیں اور جو کچھ آپؑ لائے ہیں وہ حق ہے۔ (الثاقب فی المناقب، ص۲۶۹)

## سرکش جانوروں کا رام کرنا

اصبغ بن نباتہ نے عبداللہ بن عباس سے روایت کی کہ حضرت عمر کے عہدِ حکومت میں ایک شخص ان کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میرا ذریعہ معاش مویشی پال کر بیچنا ہے اور میں نے اس وقت بہت سے مویشی پال رکھے ہیں لیکن وہ مجھے قریب نہیں آنے دیتے۔ آپ ہی مجھے اس کا کوئی حل بتائیں۔

حضرت عمر نے کہا: تم اللہ سے دعا مانگو وہ انھیں تمہارے لیے مطیع و مسخر بنائے۔

اس شخص نے کہا: میں نے بہت دعائیں مانگی ہیں لیکن اس کے باوجود میں جس بھی جانور کے قریب جاتا ہوں تو وہ مجھ پر حملہ آور ہو جاتا ہے۔

یہ سن کر حضرت عمر نے اسے ایک رقعہ لکھ دیا جس میں انہوں نے تحریر کیا:

**من عمر امیر المومنین الی مردۃ الجن و الشیاطین ان یذللوا ھذہ المواشی**

امیر المومنین عمر کی طرف سے سرکش جنات اور شیاطین کے نام کہ وہ ان جانوروں کو رام کر دیں۔

وہ شخص رقعہ لے کر اپنے وطن آذربائی جان کو چلا گیا جب کہ مجھے اس بے چارے پر بڑا ترس آیا۔ میں نے حضرت علیؑ سے ملاقات کی اور انھیں یہ واقعہ گوش گزار کیا۔

آپؑ نے فرمایا: وہ شخص ناکام ہو کر واپس آئے گا۔

میں (عبداللہ بن عباس) نے پورا سال اس شخص کا انتظار کیا اور اہلِ جبال میں

سے جو کوئی بھی مدینہ آتا تو میں اس سے اس شخص کے متعلق دریافت کرتا تھا۔ الغرض پورے ایک سال کے بعد وہ شخص مدینہ آیا اور اس کی پیشانی پر داغ تھے اور ایک زخم جو کہ مندمل ہو چکا تھا وہ اتنا گہرا تھا کہ اس میں ایک ہاتھ جا سکتا تھا۔ جب میں نے اسے دیکھا تو تیزی کے ساتھ اس کے پاس گیا اور اس سے اس کے حالات دریافت کیے۔

اس نے کہا: میں جیسے ہی یہاں سے رقعہ لے کر گیا تو میں نے وہاں جا کر باڑے کی ایک جگہ پر وہ رقعہ لٹکایا۔ بس رقعہ لٹکانے کی دیر تھی کہ تمام جانور رسے تڑوا کر مجھ پر حملہ آور ہو گئے۔ میں اکیلا غریب کہاں تک جانوروں سے اپنا دفاع کر سکتا تھا۔ آخرکار میں گر پڑا۔ جانوروں نے مجھے ٹکریں ماریں اور ایک نے مجھے سینگ مارا تو میں نے خیال کیا کہ اب میں مر ہی جاؤں گا۔

میری چیخیں سن کر میرا ایک بھائی آیا جس نے بصد مشکل مجھے ان جانوروں سے نجات دلائی۔ پھر میں اپنی دوا کرتا رہا اور اب سال بعد تندرستی ملی تو میں یہاں آ گیا۔

میں نے کہا کہ اب تم خلیفہ کے پاس جاؤ اور انھیں حالات سے مطلع کرو۔ الغرض وہ شخص خلیفہ کے پاس گیا اور انھیں ان کے رقعہ کے نتائج سے آگاہ کیا اور بتایا کہ شاید زندگی باقی تھی کہ میں بچ گیا ورنہ میرا بچنا تک محال تھا۔

بعدازاں میں اسے لے کر حضرت علیؑ کے پاس گیا۔ حضرتؑ نے جیسے ہی اسے دیکھا تو مسکرا دیے اور مجھ سے فرمایا: کیا میں نے تمہیں بتایا نہیں تھا کہ وہ ناکام لوٹے گا۔ پھر آپؑ نے اس شخص سے کہا: اب جب تم جاؤ تو اپنے باڑے کے دروازے پر کھڑے ہو کر یہ دعا پڑھو:

اللھم انی اتوجہ الیک بنبیک نبی الرحمۃ واھل بیتہ الذین اخترتھم علی العالمین اللھم فذلل لی صعوبتھا وحزانتھا واکفنی شرھا فانک الکافی المعانی والغالب القاھرُ

وہ شخص واپس چلا گیا اور ایک سال بعد واپس آیا اور اس کے پاس بہت سی رقم بھی ساتھ تھی۔اس نے وہ رقم حضرت امیر المومنینؑ کی خدمت میں نذر کی۔

امیر المومنینؑ نے اس سے فرمایا: تو مجھے بتائے گا یا میں تجھے تیرے حالات بتاؤں؟

اس شخص نے کہا: مولا! آپ کی زبانی سننا مجھے زیادہ پسند ہے۔

آپؑ نے فرمایا: جب تو واپس گیا اور تو نے باڑے پر یہ دعا پڑھی تو تمام جانور تیرے لیے مطیع اور رام ہو گئے' تو نے یکے بعد دیگرے تمام جانوروں کی پیشانی اور پشت پر ہاتھ پھیرے۔

اس شخص نے کہا: مولا! یوں معلوم ہوتا ہے جیسا کہ آپؑ میرے ساتھ موجود تھے۔ میں نے ان جانوروں کو مناسب قیمت پر فروخت کیا ہے اور اس میں سے کچھ حصہ بطور نذرانہ آپؑ کے حضور پیش کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے رزق و مال میں برکت ڈالی اور وہ ہر سال حج پہ جایا کرتا تھا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

جس شخص کو مال و اہل اولاد یا کسی سرکش حاکم کی سرکشی کا خوف ہو تو وہ یہ دعا پڑھے۔ان شاء اللہ اس کے تمام خوف وخطرات دُور ہو جائیں گے۔(الخصائص' ص ۴۸)

## آپؑ کی بددعا سے انسان کتا بن گیا

سید رضی ''خصائص'' میں لکھتے ہیں کہ حضرتؑ کے پاس دو شخص فیصلہ کے لیے آئے۔ ان میں ایک خارجی تھا۔ حضرتؑ نے دونوں کے بیانات سنے اور آپؑ نے خارجی کے خلاف فیصلہ کیا۔

خارجی نے گستاخی کرتے ہوئے کہا: خدا کی قسم! آپؑ نے انصاف سے فیصلہ

نہیں کیا اور آپؑ نے عدل کے تقاضوں کو ملحوظ نہیں رکھا اور آپؑ کا یہ فیصلہ خدا کے ہاں ناپسندیدہ ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے اس کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

''اخسأ یا کلب''۔ کتا یہاں سے دفع ہو جا۔

اس کے بعد لوگوں نے دیکھا کہ وہ شخص فوراً مسخ ہو کر سیاہ کتا بن گیا اور اس کے جسم کے کپڑے اس کے بدن سے جدا ہو کر اُڑنے لگ گئے۔ وہ امیر المومنینؑ کے سامنے دم ہلانے لگ گیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

اس کی یہ عاجزانہ حالت دیکھ کر حضرتؑ کو اس پر رحم آ گیا۔ پھر آپؑ نے کچھ الفاظ کہے جو لوگوں کی سمجھ سے بالا تھے۔ اس کے بعد وہ شخص دوبارہ انسانی شکل میں آ گیا اور اس کے کپڑے بھی ہوا سے واپس آ گئے۔

پھر اہلِ مسجد نے اسے دیکھا کہ وہ لرزتی ہوئی ٹانگوں کے ساتھ مسجد سے نکل گیا۔ جب اہلِ مسجد نے یہ منظر دیکھا تو سب کے سب مبہوت ہو گئے۔ حضرتؑ نے ان سے فرمایا: تم تعجب سے کیوں دیکھ رہے ہو؟

حاضرین نے کہا: مولا! اس واقعہ پر ہم تعجب نہ کریں تو اور کیا کریں؟

آپؑ نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے وصی آصف بن برخیا نے چشم زدن میں تخت بلقیس نہیں منگوایا تھا۔

اب تم لوگ خود ہی فیصلہ کر کے بتاؤ کہ حضرت سلیمانؑ اللہ کی نظر میں زیادہ محترم تھے یا تمہارے رسولؐ زیادہ محترم ہیں؟

حاضرین نے کہا: ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سلیمان علیہ السلام سے زیادہ محترم ہیں۔

پھر آپؑ نے فرمایا: جب تمہارا رسول حضرت سلیمانؑ سے زیادہ محترم ہے تو پھر تمہارے رسول کا وصی بھی حضرت سلیمان کے وصی آصف سے زیادہ محترم ہے۔ آصف

کے پاس اللہ کا صرف ایک اسم اعظم تھا۔ انہوں نے اس اسم اعظم کے ذریعہ اللہ سے دعا کی تھی تو اللہ نے ان کے لیے زمین کو پست کر دیا تھا اور انہوں نے اپنے ہاتھ سے بلقیس کا تخت چشم زدن میں اٹھا کر حضرت سلیمان کے سامنے رکھ دیا تھا۔ جب کہ ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کے بہتّر (۷۲) اسم اعظم ہیں۔ اللہ کے کل تہتر اسم اعظم ہیں اور اس نے ہمیں بہتر اسم اعظم کا علم دیا ہے اور ایک اسم اعظم کا علم اس نے اپنے پاس محفوظ رکھا ہے اور مخلوق میں سے اس نے کسی کو اس سے آگاہی نہیں دی۔

جب آپؑ کے ساتھیوں نے یہ جملے سنے تو انہوں نے چیخ کر کہا کہ مولا! جب آپؑ کے پاس اسمائے اعظم کی اتنی بڑی قوت موجود ہے تو پھر روحانی قوت سے معاویہ کو تباہ کیوں نہیں کر دیتے اور آپؑ اس پر فوج کشی کیوں کر رہے ہیں اور لوگوں کو جنگ میں شرکت کی دعوت کیوں دے رہے ہیں؟

حضرتؑ نے فرمایا:

**بل عباد مکرمون لا یسبقونه بالقول وهم بامره یعملون**

بلکہ وہ محترم بندے ہیں جو قول میں اس پر سبقت نہیں کرتے اور وہ اس کے فرمان پر عمل کرتے ہیں۔

میں لوگوں کو اس لیے دعوت دے رہا ہوں تا کہ حجت قائم ہو جائے اور اگر مجھے روحانی قوت کے استعمال کی قدرت کی طرف سے اجازت مل جاتی تو میں ذرہ برابر تاخیر نہ کرتا لیکن اس ذریعہ سے اللہ اپنے بندوں کے اخلاص کا امتحان لینا چاہتا ہے۔ (الخصائص، ص ۴۶-۴۷)

## حدیثِ طیر

۱- حسن بصری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مجھے حجاج بن یوسف کے دربار میں جانا پڑا تو اس نے مجھ سے کہا:

حسن! تو ابوتراب علی بن طالبؑ کے متعلق کیا نظریہ رکھتا ہے؟

میں نے کہا: ان کے کن حالات کے متعلق تو پوچھنا چاہتا ہے؟

حجاج نے کہا: بتاؤ کیا علیؑ جنتی ہے یا......

میں نے کہا: ابھی تک میں نہ تو جنت میں گیا ہوں کہ اہل جنت کے متعلق تجھے بتاؤں اور نہ ہی دوزخ میں گیا ہوں کہ تجھے اہل نار کے متعلق بتاؤں۔ البتہ میں انھیں اہل جنت میں سے سمجھتا ہوں کیونکہ علیؑ سب سے پہلے خدا اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے تھے وہ حسنینؑ کے والد اور فاطمہؑ زہراء کے شوہر تھے اور انہوں نے رسولؐ خدا کے ساتھ مل کر اسلام کو تحفظ فراہم کیا۔ اور انہوں نے ہر مقام پر رسول اکرمؐ کی مدد کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی فضیلت میں بہت سی آیات نازل کی ہیں۔

حجاج نے کہا: تجھ پر افسوس! علیؑ نے جمل وصفین میں بہت سے لوگوں کو ناحق قتل کیا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جو بھی جان بوجھ کر کسی مومن کو قتل کرے تو اس کی جزا جہنم ہے جہاں وہ ہمیشہ رہے گا۔ اسی لیے میں کہتا ہوں کہ علیؑ کا تعلق اہل جنت سے نہیں ہے۔

اس وقت انس بن مالک بھی وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ وہ غضب ناک ہو کر کھڑا ہوا اور اس نے کہا:

حجاج! تو نے مجھے بولنے پر مجبور کر دیا ہے اور تو نے مجھے غصہ دلایا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسولؐ خدا تین دن سے حالتِ فاقہ میں تھے۔ آپ نے کچھ نہیں کھایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے جبریلؑ کو بھیجا کہ وہ آنحضرتؐ کے لیے ایک بھنا ہوا پرندہ لے کر آئے اور اس کے ساتھ سفید روٹی بھی جنت سے لائے جس سے دھواں اُٹھ رہا تھا اور جبریل امینؑ نے آنحضرتؐ سے کہا:

محمدؐ! آپ کا پروردگار آپ کو سلام کہتا ہے اور فرما رہا ہے کہ یہ میری طرف سے تمہارے لیے ہدیہ ہے اس سے اپنی بھوک دُور کرو۔

رسولؐ خدا نے اس پرندے اور روٹی کو دیکھا پھر آپ نے آسمان کی طرف سر بلند کر کے کہا:

پروردگار! جو تیری مخلوق میں سے تجھے سب سے زیادہ محبوب ہو اسے یہاں میرے پاس بھیج دے تاکہ وہ میرے ساتھ مل کر اس پرندہ کا گوشت کھائے۔ آنحضرتؐ کی دعا ختم ہوئی اور فوراً علیؑ آئے۔ انہوں نے دستک دی۔ میں نے دروازہ کھولا اور ان سے کہا کہ آنحضرتؐ مشغول ہیں اس وقت تم سے نہیں مل سکتے۔

حضرت علیؑ یہ سن کر واپس چلے گئے۔ رسول اکرمؐ نے دوسری بار پھر وہی دعا کی اور دعا کے اختتام پر علیؑ دوبارہ آ گئے۔ میں نے دوسری بار انھیں وہاں سے رخصت کیا۔

پھر رسولؐ خدا نے تیسری بار یہی دعا کی اور علیؑ پھر حاضر ہوئے اور انہوں نے دستک دی اور زور سے کہا: انس! میں تیسری بار آ رہا ہوں اور تو ہر وقت مجھے واپس بھیج رہا ہے۔ رسول اکرمؐ نے ان کی آواز سنی تو مجھ سے فرمایا: کون آیا ہے؟ میں نے کہا: علیؑ آئے ہیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: اسے یہاں آنے دو۔

جب علیؑ رسولؐ خدا کے پاس گئے تو رسولؐ خدا نے فرمایا: تم اب تک کہاں تھے میں نے تو تین بار خدا سے دعا مانگی ہے کہ وہ اپنے محبوب ترین بندے کو یہاں بھیجے جو میرے ساتھ مل کر اس پرندے کا گوشت تناول کرے۔

حضرت علیؑ نے کہا: یا رسولؐ اللہ! میں تو اس سے قبل دو مرتبہ یہاں آیا تھا لیکن ہر بار انس نے مجھے واپس کر دیا۔

رسولؐ خدا نے مجھ سے فرمایا: انس! تو نے انھیں کیوں واپس کیا؟

میں نے کہا: یا رسولؐ اللہ! میں دراصل علیؑ کی توہین نہیں کرنا چاہتا تھا۔ میں نے آپؐ کی دعا سن لی تھی اور میں چاہتا تھا کہ انصار میں سے کوئی آ جائے تاکہ اسے یہ شرف حاصل ہو جائے۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: تو اپنی قوم سے محبت کرنے والا پہلا انسان نہیں ہے۔

جب حجاج نے انس کی یہ بات سنی تو اس نے کہا: تو بوڑھا ہو چکا ہے اور تو سٹھیا چکا ہے۔ اب اگر میں تجھے سزا دوں تو لوگ کہیں گے کہ رسولؐ خدا کے خادم پر تشدد ہوا ہے۔ بس تو یہاں سے نکل جا اور آج کے بعد یہ حدیث کسی سے بیان نہ کرنا۔

انس نے کہا: خدا کی قسم! میں جب تک زندہ ہوں یہ حدیث ضرور بیان کرتا رہوں گا اور میں اسے کبھی نہیں چھپاؤں گا۔

حجاج نے اپنے دربانوں سے کہا کہ اسے میرے دربار سے نکال دو' یہ سٹھیا چکا ہے۔ (الاربعین لمنتخب الدین' ص ۴۶)

واضح رہے کہ انس بن مالک نے ایک دفعہ حضرت علی علیہ السلام کے کہنے پر بھی گواہی نہیں دی تھی۔ آپؑ نے اسے بددعا کی تھی جس کی وجہ سے وہ مبروص ہو گیا تھا۔ چنانچہ مبروص ہونے کے بعد وہ حضرتؑ کے فضائل کی احادیث کو بیان کرتا تھا اور اس نے آپؑ کے فضائل چھپانے سے توبہ کر لی تھی۔

## نبوت اور علم کے دو انار

ثقۃ الاسلام کلینی رقمطراز ہیں کہ جبریل امین دو انار ہدیہ لے کر آئے۔ ان میں سے ایک انار رسولؐ خدا نے تناول کیا اور دوسرے انار کے دو حصے کیے اور اس میں سے آدھا انار آپؐ نے خود کھایا اور آدھا حضرت علیؑ کو کھلایا۔ بعدازاں آپؐ نے فرمایا:

علیؑ! جانتے ہو کہ یہ دو انار کیا تھے؟

حضرت علیؑ نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: پہلا انار نبوت کا تھا اس میں تمہارا کوئی حصہ نہیں تھا اور دوسرا انار علم کا تھا اور اس میں تو میرا شریک ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق سے یہ روایت سن کر کہا:

مولا! بتائیں علیؑ علم میں رسولؐ خدا کے شریک کیسے تھے؟

آپؑ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آنحضرتؐ کو جو بھی علم تعلیم کیا اس کے متعلق آنحضرتؐ کو حکم دیا کہ وہ علیؑ کو بھی اس کی تعلیم دیں۔ (الکافی، ج ۱، ص ۲۶۳)

## ایک دینار اور آسمانی خوان

شیخ طوسی نے اپنی اسناد کے ساتھ ابوسعید خدری سے روایت کی کہ انہوں نے کہا کہ ایک دن حضرت علیؑ نے حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا سے فرمایا:

کوئی کھانا ہے تو پیش کرو مجھے بھوک لگی ہے۔

حضرت سیدہؑ نے عرض کیا:

اس ذات کی قسم جس نے میرے والد کو نبوت اور آپؑ کو وصیت کا منصب عطا کیا ہے۔ آج میرے گھر میں کھانے کی کوئی چیز موجود نہیں ہے، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ پچھلے دو دنوں سے ہمارے گھر میں کچھ نہیں تھا۔ البتہ تھوڑی سی خوراک تھی جو میں آپ کو پیش کرتی رہی اور میں اور میرے بچے پچھلے دو دنوں سے فاقہ کشی میں مبتلا ہیں۔

حضرتؑ نے فرمایا: آپؑ نے یہ بات مجھے پہلے کیوں نہ بتائی؟

حضرت سیدہؑ نے فرمایا: مجھے آپؑ کو زحمت دیتے ہوئے شرم محسوس ہوتی تھی۔

یہ سن کر آپؑ گھر سے برآمد ہوئے اور آپ نے ایک شخص سے ایک دینار قرض کیا اور خورد و نوش کا سامان خریدنے کے لیے بازار کی طرف چل پڑے۔ آپؑ نے راستہ میں دیکھا تو مقداد بن اسود کندی دکھائی دیے جو کہ شدید دھوپ میں مارے مارے پھر رہے تھے۔

آپ نے اس کی پریشانی کو دیکھا تو اس سے فرمایا کہ مقداد تم نے یہ کیا حالت بنا رکھی ہے اور اتنے پریشان اور غمگین کیوں دکھائی دیتے ہو؟

مقداد نے عرض کیا: ابوالحسنؑ! آپ جس کام سے جا رہے ہیں۔ اسے بجا لائیں اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دیں۔

آپؑ نے فرمایا: بھائی! میں تجھ سے تیری پریشانی ضرور دریافت کروں گا۔

مقداد نے کہا: مولا! اگر آپ پوچھنے پر بضد ہیں تو مجھے اس ذات کی قسم! جس نے محمد مصطفیٰؐ کو نبوت اور آپ کو وصیت سے سرفراز کیا ہے۔ میں بھوک کی شدت دیکھ کر اپنے گھر سے نکلا ہوں۔ میری بیوی بچے بھوک سے بے حال ہو چکے ہیں اور میں گھر میں بیٹھ کر ان کی رونے کی آوازیں نہیں سن سکتا تھا اسی لیے میں حیران و پریشان ہو کر گھر سے نکل آیا۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

مجھے بھی اس چیز نے گھر سے باہر نکالا ہے جس نے تجھے گھر سے نکالا ہے اور میں نے ایک دینار قرض لیا ہے اور آج میں تجھے اپنے آپ پر ترجیح دوں گا۔

یہ کہہ کر آپ نے وہ دینار مقداد کے سپرد کیا اور خود مسجد میں آ گئے اور آپؑ نے ظہر، عصر اور مغرب کی نمازیں وہیں ادا کیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو حضرت علیؑ کے ایثار کی خبر دی اور اللہ نے نبی اکرمؐ کو حکم دیا کہ وہ رات کا کھانا علیؑ کے گھر میں کھائیں۔

رسول اکرمؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کیا تمہارے گھر رات کا کھانا ہوگا تا کہ میں بھی تمہارے گھر کھانا کھا سکوں؟

حضرت علی علیہ السلام اپنے گھر کی حالت سے واقف تھے مگر وہ شرم کی وجہ سے کچھ نہ بولے:

رسول اکرمؐ نے دوبارہ فرمایا: تم بولتے کیوں نہیں اگر گھر میں کھانا ہے تو میں بھی تمہارا مہمان ہوں اور اگر گھر میں کچھ نہیں تو پھر انکار کر دو تا کہ میں تمہارے ساتھ تمہارے گھر نہ جاؤں؟

حضرت علیؑ نے عرض کی: یا رسولؐ اللہ! آپ ہمارے گھر چلیں۔

پھر رسول اکرمؐ نے حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور گھر تشریف لائے اور گھر میں دیکھا

کہ حضرت سیدہؑ نماز پڑھ رہی تھیں اور ان کے پیچھے ایک ہانڈی رکھی تھی جس سے دھواں برآمد ہو رہا تھا۔

حضرت سیدہؑ نے نماز تمام کی اور آنحضرتؐ کو سلام کیا۔ رسولؐ خدا نے اپنے دونوں ہاتھ ان کے سر پر رکھے اور فرمایا: خدا تم پر رحم کرے تم نے کس حال میں شام کی؟

حضرت سیدہؑ نے عرض کی: خدا کی مہربانی ہمارے شاملِ حال ہے اور ہم نے خیریت سے شام کی۔

پھر آنحضرتؐ نے فرمایا: ہمیں کھانا دو۔ حضرت سیدہ نے وہ ہانڈی اٹھا کر رسولؐ خدا اور علی مرتضٰی کے سامنے رکھ دی۔

جب حضرت علیؑ نے ہانڈی کو گوشت سے بھرا ہوا دیکھا تو آپؑ نے تعجب سے حضرت سیدہؑ کو دیکھا۔ رسول اکرمؐ نے حضرت علیؑ کا تعجب بھانپ کر ان سے کہا:

تعجب نہ کرو' یہ جنت کا کھانا ہے اور یہ کھانا اس دینار کے بدلے میں نازل ہوا ہے جو تم نے مقداد کے سپرد کیا تھا اور میری بیٹی کے لیے اللہ تعالیٰ اسی طرح سے رزق نازل کرتا ہے جیسا کہ بی بی مریم کے لیے نازل ہوتا تھا۔ (امالی طوسی' ج ۲' ص ۲۲۸)

## آسمانی انار

سید رضی نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت علی علیہ السلام سے نقل کیا کہ ایک دن میں آنحضرتؐ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ بادل نمودار ہوا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ابوالحسن! آؤ شہر سے باہر چلیں اور اللہ کی رحمت کے آثار دیکھیں۔

میں نے عرض کیا: تو کیا میں کھانا نہ تیار کر دالوں اور کھانا لے کر چلوں؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: آج ہم اللہ کی مہمان نوازی سے لطف اندوز ہوں گے۔ پھر میں آنحضرتؐ کے ساتھ چل پڑا اور ہم مدینہ سے باہر وادی عقیق میں آئے اور وہاں

ہم ایک ٹیلے پر بیٹھ گئے۔ پھر ایک سفید بادل ہم پر سایہ فگن ہوا جس سے کافور کی خوشبو آ رہی تھی۔ پھر اچانک میں نے دیکھا کہ ایک تھال رسولؐ خدا کے سامنے آیا جس میں دو انار تھے۔ ان میں سے ایک انار رسولؐ خدا نے اٹھایا اور ایک میں نے اٹھایا۔ انار کے کھانے سے ہماری بھوک مٹ گئی۔ ابھی وہ تھال آنحضرتؐ کے سامنے ہی پڑا تھا کہ میرے دل میں اپنی زوجہ اور اپنے دونوں فرزندوں کا خیال آیا۔ رسولؐ مقبول نے مجھ سے فرمایا:

معلوم ہوتا ہے تم اپنی زوجہ اور بیٹوں کو بھی انار کھلانا چاہتے ہو؟

میں نے کہا: جی ہاں یا رسولؐ اللہ!

پھر آپؐ نے تھال کی طرف ہاتھ بڑھایا تو مجھے وہاں تین اور انار دکھائی دیے۔ آنحضرتؐ نے وہ انار اٹھا کر میرے سپرد کیے۔ پھر ہم وہاں سے اپنے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ میں نے تینوں انار اپنی آستین میں رکھ لیے اور جب ہم مدینہ کے قریب آئے تو ایک صحابی ہمیں ملا اور اس نے کہا کہ آپ کہاں گئے تھے؟

رسولؐ خدا نے فرمایا: ہم رحمت الٰہی کے آثار دیکھنے کے لیے وادی عقیق گئے تھے۔

اس نے کہا: آپؐ نے بتایا ہوتا تو میں گھر سے کھانا پکوا کر آپؐ کے ساتھ جاتا۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: ہم آج اللہ کے مہمان تھے۔

اتنے میں، میں نے چاہا کہ اپنی آستین سے ایک انار نکال کر اس کو بھی دے دوں لیکن جب میں نے اپنی آستین کا جائزہ لیا تو میری آستین خالی تھی۔ اس میں کچھ بھی نہیں تھا۔ پھر جب میں اپنے گھر کے قریب پہنچا تو مجھے میری آستین کچھ وزنی محسوس ہوئی۔ میں نے دیکھا تو اس میں وہی تین انار تھے۔ میں نے رسولؐ خدا سے یہ واقعہ عرض کیا تو انہوںؐ نے فرمایا:

دراصل یہ جنت کے انار ہیں اور دنیا میں رہ کر جنت کی غذا کو صرف انبیاء و اوصیاء اور ان کی اولاد ہی کھا سکتی ہے۔ ان کے علاوہ اور کوئی نہیں کھا سکتا۔ یہی وجہ ہے جب تم

نے اسے ایک انار دینے کا ارادہ کیا تو جبریل نے وہ انار تمہاری آستین سے نکال لیے اور اب جب کہ تم اپنے دروازے پر پہنچ چکے ہو تو جبریل نے وہ انار تمہاری آستین میں دوبارہ رکھ دیئے ہیں۔ (المناقب الفاخرہ فی العترۃ الطاہرہ)

## مسجد کے ستون سے انار برآمد ہونا

محمد بن ابوبکر بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام بیمار ہوئے اور حضرت علیؑ کو ان کے لیے اناروں کی ضرورت محسوس ہوئی۔ آپؑ نے مسجد کے ستون کی طرف ہاتھ بڑھایا اور کچھ دعائیہ الفاظ کہے جنھیں ہم نہ سمجھ سکے۔ پھر ہم نے دیکھا کہ اس ستون سے انار کی ایک تروتازہ شاخ برآمد ہوئی جس پر چار انار لگے ہوئے تھے۔ آپؑ نے وہ چاروں انار توڑے۔ اس کے بعد وہ شاخ ہماری نگاہوں سے اوجھل ہوگئی۔ آپؑ نے ان میں سے دو انار امام حسنؑ کو دیے اور دو انار امام حسینؑ کو دیئے۔ پھر آپؑ نے اہلِ مسجد سے فرمایا: یہ جنت کے پھل ہیں۔

اہلِ مسجد نے کہا: امیر المومنین! کیا آپ اس پر قدرت رکھتے ہیں؟

حضرتؑ نے فرمایا: تو کیا میں اُمت محمدؐ کے لیے جنت و نار کا تقسیم کرنے والا نہیں ہوں؟ (الثاقب فی المناقب، ص ۲۴۴)

## جنت کی کھجوریں

فخری نے اپنی اسناد سے بہت سے صحابہ کی زبانی روایت کی کہ ایک دن حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ زہراءؑ کے گھر تشریف لائے اور ان سے فرمایا:

فاطمہؑ! آپ کا والد آج آپ کا مہمان ہے۔

حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا نے عرض کی: ابا جان! میرے گھر کی تو حالت یہ ہے

کہ حسن وحسین علیہم السلام مجھ سے کھانے کے لیے کچھ طلب کر رہے ہیں لیکن میرے گھر میں انھیں کھلانے کے لیے کچھ نہیں ہے۔

اس کے بعد رسولؐ خدا علیؑ اور حسنؑ وحسینؑ کو ساتھ ملا کر بیٹھ گئے جب کہ حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا اس دوران حیران و پریشان ہو کر کھڑی تھیں اور سوچ رہی تھیں کہ وہ کریں تو کیا کریں۔

پھر آنحضرتؐ نے آسمان کی طرف کچھ دیر کے لیے دیکھا۔ اتنے میں جبریل امین نازل ہوئے اور انہوں نے کہا:

محمدؐ! علی و اعلیٰ آپؐ پر سلام بھیج رہا ہے اور آپ کو تحیت و اکرام کے ساتھ مخصوص کر رہا ہے اور آپؐ سے کہتا ہے کہ آپ علیؑ وفاطمہؑ وحسنؑ وحسینؑ سے کہیں کہ وہ جنت کا کون سا میوہ کھانا پسند کرتے ہیں؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

علیؑ وفاطمہؑ، حسنؑ وحسینؑ! رب العزت کو معلوم ہے کہ تم بھوکے ہو۔ اب بتاؤ کہ تم لوگ جنت کا کون سا پھل کھانا پسند کرتے ہو؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان پر سب نے چپ سادھ لی۔

امام حسینؑ نے کہا: ابا جان! امیر المومنینؑ آپ کی اجازت اور امی جان سیدۃ نساء العالمینؑ آپ کی اجازت اور بھائی حسنؑ زکی آپ کی اجازت کے ساتھ میں جنت کے ایک پھل کا انتخاب کرنا چاہتا ہوں۔

سب نے کہا: حسینؑ! ہم سب آپؑ کے انتخاب پر راضی ہیں۔

امام حسینؑ نے رسولؐ خدا سے عرض کی: نانا جان! آپؐ ہماری طرف سے جبریل سے کہیں کہ ہم اس وقت بے موسمی تازہ کھجوریں کھانا چاہتے ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اللہ کو تمہاری خواہش معلوم ہے۔

پھر آپؐ نے حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا سے کہا: بیٹی! آپ اندر جائیں اور جو کچھ

گھر میں ہے وہ لے آئیں۔

حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا اندر گئیں تو آپ نے بلور کا ایک تھال دیکھا جس پر سبز سندس کا رومال پڑا ہوا تھا اور اس تھال میں بے موسمی تازہ کھجوریں موجود تھیں۔

جب حضرت سیدہؑ تھال اٹھائے ہوئے آ رہی تھیں تو رسولؐ خدا نے ان سے فرمایا:

فاطمہؑ! یہ رزق تمہارے پاس کہاں سے آ گیا؟

سیدہؑ نے کہا: یہ اللہ کی طرف سے ہے' اللہ جسے چاہتا ہے بے حساب رزق دیتا ہے۔

نبی اکرمؐ اٹھے اور آپؐ نے وہ تھال سیدہؑ کے ہاتھ سے لیا۔ پھر آپؐ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر کھجور کا ایک دانہ اٹھایا اور حسینؑ کے منہ میں دے کر کہا: "ھنیئا مریئا" تمہارے لیے خوش گوار ہو۔

پھر آپؐ نے ایک اور دانہ اٹھا کر حسنؑ کے منہ میں دے کر کہا: حسن! یہ تمہارے لیے خوش گوار ہو۔

پھر آپؐ نے تیسرا دانہ اٹھایا اور حضرت زہراءؑ کے منہ میں دیا اور فرمایا:

فاطمہؑ! یہ تمہارے لیے خوش گوار ہو۔

پھر آپؐ نے چوتھا دانہ اٹھا کر علیؑ کے منہ میں دیا اور فرمایا: علیؑ! یہ تمہارے لیے خوش گوار ہو۔

آنحضرتؐ نے پھر ایک اور دانہ اٹھا کر علیؑ کے منہ میں دیا اور فرمایا: علیؑ! یہ تمہارے لیے خوش گوار ہو۔

پھر آنحضرتؐ نے تیسرا دانہ اٹھا کر علیؑ کے منہ میں دیا اور فرمایا: علیؑ! یہ تمہارے لیے خوش گوار ہو۔

پھر آنحضرتؐ اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ بعد ازاں آپؐ بیٹھ گئے اور سب نے مل کر

جنت کی کھجوریں کھائیں۔ جب سب سیر ہو گئے تو حکمِ خداوندی سے وہ خوان آسمان کی طرف چلا گیا۔

حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا نے کہا: ابا جان! آج میں نے آپؐ سے تعجب خیز امور مشاہدہ کیے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

پیاری بیٹی! میں نے پہلا دانہ اٹھا کر حسینؑ کے منہ میں دیا تو اس وقت مجھے جبریل و میکائیکل کی آواز سنائی دی وہ حسینؑ سے کہہ رہے تھے کہ حسینؑ یہ تمہارے لیئے خوش گوار ہو۔ چنانچہ میں نے بھی ان کے مذکورہ الفاظ سن کر حسینؑ سے کہا تھا کہ حسینؑ! یہ تمہارے لیے خوش گوار ہو۔

پھر میں نے دوسرا دانہ اٹھا کر حسنؑ کے منہ میں دیا تو اس وقت بھی میں جبرائیل ومیکائیل کی آواز سنی وہ حسن سے کہہ رہے تھے کہ حسن! یہ تمہارے لیے خوش گوار ہو۔ چنانچہ میں نے بھی ان کے الفاظ سن کر حسنؑ سے کہا تھا کہ حسن! یہ تمہارے لیے خوش گوار ہو۔

پھر میں نے تیسرا دانہ اٹھا کر آپ کے منہ میں دیا تو میں نے جنت کی حورعین کی آواز سنی جو خوش ہو کر تم سے کہہ رہی تھی کہ فاطمہؑ! یہ تمہارے لیے خوش گوار ہو۔ چنانچہ میں نے بھی حورعین کے الفاظ دہراتے ہوئے تم سے کہا تھا کہ فاطمہؑ! یہ تمہارے لیے خوش گوار ہو۔ جب میں نے چوتھا دانہ اٹھا کر علیؑ کے منہ میں دیا تو اس وقت حق تعالیٰ کی آواز سنی وہ کہہ رہا تھا کہ علیؑ! یہ تمہارے لیے خوش گوار ہو۔ چنانچہ میں نے بھی اللہ کے الفاظ کو دہراتے ہوئے علیؑ سے کہا تھا کہ علیؑ! یہ تمہارے لیے خوش گوار ہو۔

پھر میں نے ایک اور دانہ علیؑ کے منہ میں دیا تو مجھے اللہ کی پھر آواز سنائی دی وہ کہہ رہا تھا کہ علیؑ! یہ تمہارے لیے خوش گوار ہو۔ چنانچہ میں نے بھی اللہ کے الفاظ کو دہراتے ہوئے علیؑ سے کہا تھا کہ علیؑ! یہ تمہارے لیے خوش گوار ہو۔

پھر میں نے تیسرا دانہ اٹھا کر علیؑ کے منہ میں دیا تو تیسری بار بھی مجھے اللہ کی یہ

آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا کہ علیؑ! یہ تمہارے لیے خوش گوار ہو۔ چنانچہ میں نے بھی اللہ کے الفاظ کو دہراتے ہوئے علیؑ سے کہا کہ علیؑ! یہ دانہ تمہارے لیے خوش گوار ہو۔

پھر میں اللہ تعالیٰ کی عظمت و احترام کو مدنظر رکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اس وقت مجھے اللہ تعالیٰ کی یہ آواز سنائی دی:

محمدؐ! مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! اگر تو اپنے ہاتھ سے علیؑ کے منہ میں قیامت کے دن تک بھی ایک ایک کھجور کا دانہ دیتا رہا تو میں خدا کسی وقفہ کے بغیر قیامت تک علیؑ سے یہی کہتا رہوں گا کہ علی! یہ تمہارے لیے خوش گوار ہو۔ (منتخب طریحی فخری ص ۲۰-۲۲)

## نبیؐ و وصیؑ کے یکساں معجزات

امام حسن عسکری علیہ السلام نے کہا کہ میرے والد حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں بنی ثقیف کا شخص حارث بن کلدہ بڑا نامور طبیب تھا اور وہ نبی اکرمؐ کے پاس آیا اور اس نے آپؐ سے کہا:

محمدؐ! میں نے سنا ہے کہ تم (نعوذ باللہ) پاگل ہو گئے ہو۔ میں تمہارے علاج کے لیے آیا ہوں اور میں نے تجھ سے قبل بہت سے پاگلوں کا علاج کیا ہے اور وہ میرے علاج سے تندرست ہو گئے ہیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

حارث! پاگلوں کے سے کام تم کر رہے ہو اور الٹا مجھے پاگل کہتے ہو؟

حارث نے کہا: میں نے بھلا پاگلوں جیسا کون سا کام کیا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: کیا یہ تمہارا پاگل پن نہیں ہے کہ تو نے کسی تحقیق کے بغیر اور میرا صدق و کذب جانے بغیر مجھ پر پاگل پن کا الزام عائد کیا ہے۔

حارث نے کہا: میں آپ کا کذب و جنون تو آپؐ کے نبوت کے دعویٰ سے ہی سمجھ گیا اور آپؐ کے جنون کا مجھے اس لیے بھی یقین ہو گیا ہے کہ آپؐ وہ دعوے کرتے ہیں

جو آپؐ کے اختیار سے بھی باہر ہیں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: یہی بات تو تیرے پاگل ہونے کی دلیل ہے. کیونکہ تو نے ابھی تک مجھ سے کوئی معجزہ تو طلب نہیں کیا اور میں ابھی تک تیرے سامنے معجزہ لانے سے قاصر بھی تو نہیں رہا۔ اس کے باوجود تو نے مجھ پر جنون کا الزام عائد کر دیا ہے۔

حارث نے کہا: آپؐ نے درست کہا۔ میں ابھی آپؐ سے ایک نشان طلب کرتا ہوں۔ اگر آپؐ نے مجھے وہ معجزہ دکھا دیا تو میں سمجھوں گا کہ آپؐ واقعی نبی ہیں اور اگر آپؐ وہ معجزہ دکھانے سے قاصر رہے تو میں سمجھوں گا کہ آپؐ (نعوذ باللہ) پاگل ہیں۔

اگر آپؐ سچے نبی ہیں تو آپؐ اس سامنے کھڑے ہوئے بڑے درخت کو حکم دیں کہ وہ اپنا مقام چھوڑ کر آپؐ کے پاس آ جائے۔ اگر وہ درخت آپؐ کے پاس چلا آیا تو میں جان لوں گا کہ آپؐ نبی ہیں اور میں خود بھی آپؐ کی نبوت کی گواہی دوں گا ورنہ آپؐ مجنون ہیں۔

رسول اکرمؐ نے اپنا ہاتھ اٹھا کر اس درخت کی طرف اشارہ کیا۔ اشارہ کرنے کی دیر تھی کہ اس درخت نے اپنی جگہ کو چھوڑ دیا اور اس کی جڑیں زمین کو چیرتی ہوئی آپؐ کی طرف چلنے لگیں اور کچھ ہی لمحات میں وہ درخت آپؐ کے سامنے آ گیا اور فصیح زبان میں اس نے کہا: یارسولؐ اللہ! میں حاضر ہوں کوئی اور فرمان ہو تو بھی میں تعمیل کے لیے آمادہ ہوں۔

رسولؐ خدا نے درخت سے فرمایا: میں نے تجھے اپنے پاس اس لیے بلایا کیونکہ میں چاہتا ہوں کہ تو اللہ کی توحید اور میری نبوت اور میرے بعد علیؑ کی امامت و ولایت کی گواہی دے اور یہ گواہی دے کہ علی میرا ناصر، میرا بازو، میرا پشت پناہ اور میرا فخر ہے۔ اگر وہ نہ ہوتا تو اللہ کسی بھی چیز کو پیدا نہ کرتا۔

آنحضرتؐ کا حکم پا کر درخت نے کہا:

اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لاشریک لہ واشھد انک

عبده ورسوله ارسلک بالحق بشیرا ونذیرا وداعیا الی
اللّٰہ باذنه وسراجا منیرا واشهد ان علیا ابن عمک هو
اخوک فی دینک وهو ادفر خلق اللّٰہ من الدین حظا
واجزلهم من الاسلام نصیبا وانه سندک وظهرک وقامع
اعدائک وناصر اولیائک باب علومک وامینک
واشهد ان اولیائک الذین یوالونه ویعادون اعدائه حشو
الجنة وان اعدائک الذین یوالون اعدائه ویعادون اولیائه
حشو النار

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں' وہ واحد لاشریک ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ اللہ کے عبد اور اس کے رسول ہیں۔ اللہ نے آپ کو حق کے ساتھ قیامت تک کے لیے بشیر ونذیر بنا کر بھیجا ہے اور اللہ نے آپ کو اپنے اذن سے اپنا داعی اور سراج منیر بنا کر روانہ کیا ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کا ابن عم علیؑ آپ کا دین میں بھائی ہے اور وہ خلقِ خدا میں سے سب سے بڑا دین دار ہے اور اسلام میں اس کا سب سے زیادہ حصہ ہے اور وہ آپ کا مددگار' پشت پناہ اور آپؐ کے دشمنوں کو مٹانے والا اور آپؐ کے دوستوں کا مددگار' آپؐ کے علوم کا دروازہ اور آپ کا امین ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ کے جو دوست اس سے محبت رکھتے اور اس کے دشمنوں سے بیزاری کرتے ہیں وہ جنت میں جائیں گے اور آپؐ کے جو دشمن علیؑ کے دوستوں سے دشمنی اور علیؑ کے دشمنوں سے دوستی رکھیں گے وہ دوزخ کا ایندھن ہیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حارث بن کلدہ کی طرف دیکھ کر فرمایا:

حارث! جو ایسے افعال بجالائے کیا وہ پاگل ہوتا ہے؟

حارث نے کہا: ہرگز نہیں یارسولؐ اللہ!

پھر اس نے توحید و رسالت کا کلمہ پڑھا اور وہ اچھا مسلمان ثابت ہوا۔ اس جیسا ایک اور معجزہ حضرت علی علیہ السلام نے ایک یونانی طبیب و فلسفی کے سامنے بھی پیش کیا تھا۔ امام علی زین العابدینؑ نے فرمایا:

ایک دن امیر المومنینؑ بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک طب و فلسفہ کا دعویدار یونانی شخص آپ کے پاس آیا اور کہا:

ابوالحسن! میں نے آپؑ کے ساتھی (حضرت محمدؐ) کے احوال سنے اور مجھے معلوم ہوا کہ وہ (نعوذباللہ) جنون میں مبتلا تھے۔ میں دراصل آیا تو ان کے علاج کے لیے تھا لیکن وہ دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں۔ پھر مجھے آپؑ کے متعلق معلوم ہوا کہ آپؑ ان کے چچازاد بھائی اور ان کے داماد ہیں۔ اسی لیے میں آپؑ سے ملنے کے لیے چلا آیا اور میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ پر صفراء کا غلبہ ہے اور آپؑ کی پنڈلیاں انتہائی کمزور اور پتلی ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ پنڈلیاں زیادہ دیر تک آپؑ کا وزن نہیں اٹھا سکیں گی۔ آپؑ کے صفراء کا علاج تو میرے پاس موجود ہے لیکن آپؑ کی پنڈلیوں کو موٹا کرنے کا میرے پاس کوئی نسخہ نہیں ہے۔ البتہ میں آپؑ کو اس کے لیے احتیاط بتاتا ہوں کہ آپؑ ان سے کم از کم کام لیں اور بہت کم چلا کریں اور آپ بھاری وزن نہ اٹھائیں کیونکہ بوجھ چاہے سر پر ہی کیوں نہ اٹھایا جائے اس کا اثر پنڈلیوں پر ہی ہوتا ہے۔ اگر آپ نے زیادہ وزن اٹھایا تو مجھے خطرہ ہے کہ آپؑ کی پنڈلیاں ٹوٹ جائیں گی۔

پھر اس نے اپنے تھیلے سے ایک شیشی نکالی اور کہا: یہ میرے پاس تمہارے صفراء کا نسخہ ہے اور یہ بڑا کڑوا ہے۔ اس سے آپؑ کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی البتہ آپؑ کو چالیس دن تک گوشت سے پرہیز کرنا پڑے گا۔ اس کے بعد آپؑ بالکل درست ہو جائیں گے اور آپؑ کے بدن میں صفراء کا نام ونشان تک نہ ہوگا۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: اچھا یہ دوا تو صفراء ختم کرنے کی ہے کیا تمہارے پاس کوئی ایسی دوا بھی ہے جو اس صفراء کے اضافہ کا سبب بن سکتی ہو؟

طبیب نے یہ سن کر اپنے تھیلے سے ایک اور شیشی نکالی اور کہا: اس شیشی میں ایسی دوا ہے جو صفراء کو بڑھا دیتا ہے اگر کسی شخص کے بدن میں صفراء نہ ہوتو اس کی بالکل ہلکی سی مقدار صفراء پیدا کر دے گی اور اگر کوئی صفراء کا مریض اسے استعمال کرے تو وہ فوراً مر جائے گا۔

حضرتؑ نے فرمایا: صفراء بڑھانے والی دوا مجھے دو۔

طبیب نے وہ شیشی سامنے رکھ دی۔

آپؑ نے فرمایا: اس شیشی میں دوائی کی مقدار کیا ہے؟

طبیب نے کہا: اس میں دو مثقال دوائی ہے اور یہ مہلک زہر ہے اس کی ہلکی سی مقدار بھی آپؑ جیسے صفراء کے مریض کے لیے مہلک ہے۔

حضرت علیؑ نے اس شیشی کو کھولا اور اس کی تمام دوائی کھا لی۔ یہ دیکھ کر طبیب کانپنے لگ گیا اور اپنے آپ سے کہنے لگا: اب علی بن ابی طالبؑ مر جائے گا اور اس کے وارث مجھے پکڑ لیں گے اور کہیں گے کہ یہ ان کا قاتل ہے اور کوئی بھی شخص میری بات نہیں سنے گا جب کہ میں بالکل بے قصور ہوں۔

حضرت علیؑ نے اس کی پریشانی دیکھی تو آپؑ مسکرانے لگے اور فرمایا: تم اپنی آنکھیں بند کرو۔ طبیب نے آنکھیں بند کیں پھر آپؑ نے فرمایا: اب اپنی آنکھیں کھول کر دیکھو کیا میرے چہرے پر تجھے صفراء کی کوئی علامت دکھائی دیتی ہے؟

جب طبیب نے آنکھیں کھولین تو اس نے دیکھا کہ حضرتؑ کا چہرہ گلاب کی طرح سرخ تھا وہ طبیب یہ دیکھ کر کانپنے لگا۔

حضرتؑ نے فرمایا: بتاؤ وہ صفراء کہاں ہے جس کا تم علاج کرنا چاہتے تھے؟

طبیب نے کہا: خدا کی قسم! اس بات پر میں خود تعجب کر رہا ہوں کیونکہ کچھ دیر قبل

آپؑ صفراء میں مبتلا دکھائی دیتے تھے اور اب آپؑ کا چہرہ سرخ وسفید ہے۔

آپؑ نے فرمایا: تم نے جس دوا کے متعلق یہ تصور کیا تھا کہ وہ مجھے مار ڈالے گی وہی میرے لیے مفید ثابت ہوئی۔ باقی تمہیں میری پنڈلیوں کی بڑی فکر ہے اور تجھے وہ سخت کمزور دکھائی دیتی ہیں اور تو نے مجھے نصیحت کی ہے کہ میں کوئی بھاری بوجھ نہ اٹھاؤ ورنہ میری پنڈلیوں کے ٹوٹنے کا اندیشہ ہے۔ اب میں تجھے اپنی قوت وطاقت کا ہلکا سا مشاہدہ کراتا ہوں۔

آپ جس مکان میں تشریف فرما تھا اس کے درمیان ایک مضبوط لکڑی کا ستون تھا اور اس کمرہ کے اوپر دو منزلیں اور بھی تھیں۔ آپؑ نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور آپؑ نے مکان کے درمیانی ستون کو اس سے حرکت دی اور اسے بلند کیا۔ ستون کا بلند ہونا تھا کہ اس مکان کی چھت بلند ہوئی اور اس چھت کے بلند ہونے کی وجہ سے اس کے اوپر کی دونوں منزلیں اوپر کو اٹھیں۔

یہ منظر دیکھ کر یونانی بے ہوش ہوگیا۔ آپؑ نے فرمایا: اس پر پانی چھڑکو۔ جب اس پر پانی چھڑکا گیا تو وہ ہوش میں آیا اور کہنے لگا: آج کے دن سے زیادہ تعجب خیز دن میں نے کبھی نہیں دیکھا۔

آپؑ نے فرمایا: یونانی! تم نے کمزور پنڈلیوں کی طاقت اور قوت برداشت کو دیکھ لیا ہے۔

یونانی نے کہا: خدا کے لیے مجھے بتاؤ کیا محمدؐ بھی تم جیسے ہی تھے؟

حضرتؑ نے فرمایا: میرا علم ان کے علم کا اور میری عقل ان کے عقل کی اور میری قوت ان کی قوت کا ہی تو ایک حصہ ہے۔

تمہاری طرح سے بنی ثقیف سے تعلق رکھنے والا عرب کا ایک بڑا طبیب ان کے پاس آیا تھا اور اس نے انؐ سے کہا تھا۔ اگر آپؐ کو جنون کی شکایت ہے تو میں آپؐ کا علاج کرنا چاہتا ہوں۔

اس کے جواب میں آنحضرتؐ نے اس طبیب سے کہا تھا:

کیا تو کوئی ایسا معجزہ دیکھنا چاہتا ہے جس سے تجھے یقین آ جائے کہ مجھے تیری طب کی ذرہ برابر بھی ضرورت نہیں ہے اور تجھے میری طب کی ضرورت ہے؟

طبیب نے کہا: جی ہاں میں معجزہ دیکھنا چاہتا ہوں۔

نبی اکرمؐ نے فرمایا: بتاؤ تم کیسا معجزہ دیکھنا پسند کرتے ہو؟

طبیب نے کہا تھا کہ سامنے ایک کھجور کا درخت ہے' آپؐ اسے اشارہ کریں وہ اپنی جگہ چھوڑ کر یہاں آپؐ کے پاس آ جائے۔

آنحضرتؐ نے اشارہ کیا۔ کھجور کا درخت زمین کے سینے کو چیرتا ہوا آنحضرتؐ کے قریب آ کر رُک گیا۔ پھر آپؐ نے طبیب سے فرمایا تھا کہ کیا اب بھی کوئی اور علامت دیکھنا چاہتے ہو؟

اس کے جواب میں طبیب نے کہا تھا: جی ہاں! اب میری یہ خواہش ہے کہ یہ درخت اپنی اصل جگہ پر چلا جائے اور اپنے مقام پر مضبوطی سے کھڑا ہو جائے۔

رسولؐ خدا نے درخت کو حکم دیا۔ وہ زمین کو چیرتا ہوا اپنی اصلی جگہ پر چلا گیا اور مضبوطی سے کھڑا ہو گیا۔

جب یونانی طبیب نے حضرت علیؑ کی زبانی رسولؐ خدا کا یہ معجزہ سنا تو اس نے کہا: آپؑ نے محمد مصطفےٰؐ کے متعلق جو کچھ بیان کیا ہے وہ مجھ سے غائب ہے۔ میں اس سے بھی کچھ کم بات پر اکتفا کر سکتا ہوں۔ آپؑ بھی برادرِ محمدؐ ہیں۔ میں آپؑ کے پاس سے اٹھ کر دُور جا کر کھڑا ہو جاتا ہوں اور آپ مجھے اشارہ کریں۔ میں دیکھوں گا کہ میں آپؑ کی قوت اعجاز سے کس قدر متاثر ہوتا ہوں اور پھر یہ تمام حاضرین بھی دیکھ لیں گے کہ میں آپؑ کے اشارہ پر آپؑ کے پاس آتا ہوں یا نہیں؟

حضرت علیؑ نے فرمایا: یہ تو کوئی معجزہ نہیں ہوگا کیونکہ اپنے دل کی کیفیت تو صرف تمہیں ہی معلوم ہوگی اب میرے اشارہ پر تم چلے بھی آؤ تو بھی اعتراض کرنے والے یہ

کہہ سکیں گے کہ ان دونوں کا آپس میں معاہدہ تھا اسی لیے جب علیؑ نے اشارہ کیا تو یونانی فوراً چلا آیا۔ اس کی بجائے تم ایسا معجزہ طلب کرو جو ہر دیکھنے والے کی نظر میں اعجازی کیفیت کا حامل ہو۔

یونانی نے کہا: اگر آپ میری صوابدید پر ہی معجزہ دکھانے کے خواہش مند ہیں تو سامنے ایک کھجور کا درخت کھڑا ہے آپ اس کو حکم دیں اس کے تمام اجزاء خود بخود ایک دوسرے سے جدا جدا ہو جائیں اور بعد میں بکھرے ہوئے اجزاء یکجا ہو جائیں' کھجور کا درخت اپنی پہلی حالت پر لوٹ آئے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: اب تم نے صحیح نشانی تلاش کی ہے۔ اب تم ہی میری طرف سے میرے قاصد بن کر جاؤ اور کھجور سے جا کر کہو کہ محمد رسولؐ اللہ کا وصی تیرے اجزاء کو حکم دیتا ہے کہ وہ ایک دوسرے سے جدا ہو کر ریزہ ریزہ ہو جائیں۔

یونانی نے کھجور کے پاس جا کر حضرتؑ کا پیغام سنایا۔ جیسے ہی یونانی کے الفاظ ختم ہوئے تو کھجور کے درخت کے اجزاء ایک دوسرے سے علیحدہ ہو گئے اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے ریزہ ریزہ ہو گئے' چند ہی لمحات میں وہ غبار بن کر اڑ گئے اور اس مقام پر کھجور کا کہیں نام و نشان تک نہیں تھا۔

یونانی نے جب حضرتؑ کے اس اعجاز کو دیکھا تو اس کے بدن پر کپکپی طاری ہو گئی۔ پھر اس نے آپؑ سے عرض کی:

وصی محمدؐ! آپ نے میری فرمائش کے پہلے حصہ کا مظاہرہ کیا لیکن ابھی میرا آدھا سوال باقی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ کھجور کا درخت اپنی جگہ پر دوبارہ آ جائے۔

آپؑ نے فرمایا: اب کی بار بھی تم میرے قاصد بن کر وہاں جاؤ اور وہاں جا کر یہ صدا دو کہ کھجور کے اجزا رسولؐ خدا کا وصی تمہیں حکم دیتا ہے کہ دوبارہ ایک دوسرے سے مل جاؤ اور پرانی حالت پر آ جاؤ۔

یونانی نے جیسے ہی حضرتؑ کا یہ پیغام پہنچایا تو ہوا میں غبار کے ذرات سے اُڑتے

ہوئے دکھائی دیئے۔ پھر وہ ذرات ایک دوسرے کے ساتھ پیوست ہونے لگے اور چند ہی لمحات میں وہاں پر کھجور کا درخت موجود تھا۔ اور نئے وجود میں آنے والے درخت اور پرانے درخت میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں تھا۔

اس وقت کھجوروں پر پھل کا موسم نہیں تھا۔ یونانی نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ اس پر پھل لگے اور ہم تازہ کھجوریں یہاں کھائیں۔

حضرتؑ نے فرمایا: اب بھی تم جا کر کھجور کو میرا یہ پیغام پہنچاؤ کہ رسولؐ خدا کا وصی تجھے حکم دیتا ہے کہ تو اپنا پھل تیار حالت میں ظاہر کر۔

یونانی نے کھجور کو حضرتؑ کا پیغام دیا۔ اس کے بعد اس نے دیکھا کہ کھجور پر بور آیا۔ پھر چھوٹے چھوٹے دانے بنے اور دانے بڑے ہوئے۔ پھر ان پر پیلا رنگ چڑھا پھر وہ پک کر تیار ہو گئے۔

یونانی نے پھر حضرتؑ سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ میرا ہاتھ اتنا لمبا ہو جائے کہ اس کے خوشے تک پہنچ جائے تا کہ میں اس کے خوشے سے کچھ تازہ کھجوریں چُن سکوں۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: تم اپنا ہاتھ دراز کرو اور اس کے ساتھ یہ الفاظ کہو: **یامقرب البعید قرب یدی منھا** ۔ اے بعید کو قریب کرنے والے! میرے ہاتھ کو اس کے قریب کر دے۔

یونانی نے جیسے ہی یہ الفاظ کہے تو اس کا وہ ہاتھ اتنا لمبا ہو گیا کہ کھجور کے خوشوں تک پہنچ گیا۔ اس نے خوشے سے کچھ کھجوریں چنیں اور کھائیں۔ اس کے بعد اس نے حضرتؑ سے کہا: میری ایک خواہش اور بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ آپؑ کھجور کو حکم دیں۔ وہ اتنا جھک جائے کہ اس کے خوشے یہاں میرے ہاتھوں تک پہنچ جائیں۔

آپؑ نے فرمایا: تم یہ الفاظ کہو: **یامسھل العسر سھل لی تناول ماتباعدعنی** ۔ اے مشکل کو آسان بنانے والے جو مجھ سے دُور ہے اس کا پکڑنا میرے لیے آسان کر دے۔

یونانی نے حضرت کے فرمائے ہوئے الفاظ ادا کیے تو کھجور کا تنا اتنا جھکا کہ اس کے خوشے یونانی اور تمام حاضرین کے آگے آگئے۔

اس کے بعد امیرالمومنین علیہ السلام نے اس سے کہا: یونانی! یاد رکھ اگر تو نے یہ تمام معجزات دیکھ کر بھی ایمان قبول نہ کیا تو اللہ تعالیٰ تجھ پر عذاب نازل کرے گا اور تجھے لوگوں کے لیے نمونۂ عبرت بنا دے گا۔

یونانی نے کہا: اگر میں اتنے معجزات و عجائبات دیکھ کر بھی انکار کرتا ہوں تو اس زمین پر مجھ سے بڑھ کر کوئی بدنصیب نہ ہوگا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کا تعلق خاصانِ خدا سے ہے اور آپ کے تمام اقوال حق و صداقت پر مبنی ہیں۔ آپ مجھے جو بھی حکم دیں گے میں اس کی تعمیل کروں گا۔

آپ نے فرمایا: میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ اللہ کی توحید کا اقرار کر اور اللہ کی سخاوت وحکمت کی گواہی دے اور خدا کو ہر فعل عبث اور بندوں پر ظلم سے منزہ تسلیم کر۔ اور اس کے ساتھ یہ گواہی دے کہ محمد مصطفیٰ اللہ کے رسول ہیں اور وہ تمام کائنات کے افضل ترین فرد ہیں۔ اور اس کے بعد یہ گواہی دے کہ میں رسول اکرم کے بعد تمام خلق خدا سے افضل ہوں اور محمد مصطفیٰ کی جانشینی کا حقدار ہوں اور ان کی شریعت کے احکام کو میں ہی صحیح طور پر نافذ کرسکتا ہوں۔ اور مزید یہ کہ میرے دوست اللہ کے دوست اور میرے دشمن اللہ کے دشمن ہیں۔ اور میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ جو لوگ رسول اکرمؐ اور میری تصدیق کرتے ہیں ان کی غربت میں ان کی مدد کرتے رہنا اور ان کی ضروریات کا خیال رکھنا اور اپنی دولت کو ان پر کبھی ترجیح نہ دینا' اس کے ساتھ میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ اپنے دین اور ہمارے اس علم کی حفاظت کرنا جو ہم نے تجھے تعلیم کیا ہے اور ہمارے ان اسرار کی خصوصی حفاظت کرنا جو ہم نے تیرے سپرد کیے ہیں اور مخالفین کے سامنے ہمارے علوم کا اظہار نہ کرنا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اپنی شقاوت کی وجہ سے تجھ پر سب وشتم کریں اور تمہیں بے عزت کریں اور جو لوگ ہمارے اسرار سے ناواقف ہیں ان کے سامنے ہمارے اسرار کو کبھی فاش نہ کرنا تا کہ

ہمارے ماننے والوں کو جاہلین کی طعن و تشنیع نہ سنی پڑ جائے۔ اور اپنے دین میں ہمیشہ تقیہ کا سہارا لینا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مشکل حالات میں تقیہ کی اجازت دی ہے۔ اور اگر تمھین لوگ کسی وقت مجبور کر دیں اور تمہیں اپنی جان و مال اور عزت و ناموس کے تباہ ہونے کا اندیشہ ہو تو بے شک زبان سے ہمارے دشمنوں کو ہم پر فضیلت دے دینا کیونکہ اس فعل سے ہمارے اعداء کو فائدہ نہیں ملے گا اور ہمیں اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

خبردار تقیہ کو چھوڑ کر اپنی اور اپنے ایمانی بھائیوں کی جان کو خطرہ میں مت ڈالنا۔ اور اگر تم نے ایسا نہ کیا اور میری نصیحت پر عمل نہ کیا تو تم ہمارے ماننے والوں کے لیے نواصب سے بھی زیادہ خطرناک قرار پاؤ گے۔ (تفسیر امام حسن عسکری، ص ۱۷۰-۱۷۶)

## نبی اکرمؐ اور حضرت علیؑ کے لیے بادل سے غذا اور پانی کا نازل ہونا

شیخ طوسی نے اپنی اسناد سے انس بن مالک سے نقل کیا کہ ایک دن حضرت رسولؐ خدا نے مجھے حکم دیا کہ میں ان کے خچر ''ذلول'' اور ان کے گدھے ''یعفور'' پر زین رکھوں۔ میں نے آپؐ کے حکم کی تعمیل کی۔ پھر آنحضرتؐ اپنے خچر پر اور حضرت علیؑ آپ کے گدھے پر سوار ہوئے اور مدینہ سے باہر چل پڑے۔ میں بھی ان دونوں کے پیچھے پیدل چل پڑا۔ یہاں تک کہ وہ ایک پہاڑ کے دامن میں پہنچے اور وہ دونوں اپنی سواریوں سے اترے اور پہاڑ پر چڑھنے لگے یہاں تک کہ دونوں بزرگوار پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ گئے اور وہاں جا کر بیٹھ گئے۔ اتنے میں میں نے دیکھا کہ سفید رنگ ایک بادل ان پر سایہ فگن ہوا اور نبی اکرمؐ نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور اس میں سے کوئی چیز پکڑی اور اسے خود بھی کھایا اور حضرت علیؑ کو بھی کھلایا۔ کچھ دیر کے بعد آپؐ نے پھر اپنا ہاتھ دوبارہ اسی بادل کے ٹکڑے کی طرف بڑھایا اور اس میں سے ایک چیز نکالی اور آپؐ نے اسے منہ سے لگا کر پیا اور علیؑ کو بھی پلایا۔

میں دُور سے بیٹھ کر یہ منظر دیکھتا رہا۔ پھر میں نے محسوس کیا کہ دونوں شخصیات

اب اچھی طرح سے سیر اور سیراب ہو چکی ہیں۔ پھر میں نے بادل کے ٹکڑے کو دیکھا کہ وہ بلند ہو کر اُوپر چلا گیا۔ اس کے بعد دونوں ہستیاں پہاڑ سے نیچے تشریف لائیں اور اپنی سواریوں پر سوار ہو کر مدینہ کی طرف چل پڑے۔ میں بھی ان دونوں کے پیچھے پیدل چلنے لگا۔ آنحضرتؐ نے مڑ کر میری طرف دیکھا تو انھیں میرے چہرے پر تعجب کے آثار دکھائی دیئے۔

انہوںؐ نے فرمایا: تم متعجب دکھائی دیتے ہو اس کی کیا وجہ ہے؟

میں نے کہا: جو کچھ میں نے دیکھا ہے اس نے مجھے تعجب میں ڈال دیا ہے۔

آپؐ نے فرمایا: تو کیا تو نے وہ منظر دیکھا ہے؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں میرے ماں باپ آپؐ پر نثار ہوں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: انس! اس ذات کی قسم جس نے اپنی مرضی سے کائنات کو پیدا کیا اس بادل سے تین سو تیرہ انبیاء اور تین سو تیرہ اوصیاء نے غذا کھائی اور پانی پیا ہے لیکن مجھ سے کسی افضل نبی اور علیؑ سے کسی افضل وصی نے آج تک اس سے نہ کچھ کھایا ہے اور نہ کچھ پیا ہے۔

مقصد یہ ہے کہ ان تمام انبیاء میں سے مَیں افضل ہوں اور ان تمام اوصیاء سے میرا وصی علیؑ افضل ہے۔ (امالی ابن الشیخ، ج ۱، ص ۲۸۹)

## ''صیحانی'' کھجوروں کی وجہ تسمیہ

حسین بن حمدان الحفینی نے اپنی اسناد کے ساتھ محمد بن سنان زاہری سے نقل کیا کہ ہم حج پر گئے اور جب ہم مدینہ میں اپنے آقا و مولا امام جعفر صادق علیہ السلام کی زیارت کے لیے ان کے گھر گئے تو ہم نے دیکھا کہ آپؑ کے سامنے ایک تھال رکھا تھا جس میں مدینہ کی کھجوریں تھیں اور آپؑ تناول فرما رہے تھے اور وہاں پر موجود ساتھیوں کو بھی کھلا رہے تھے۔

آپؑ نے مجھ سے فرمایا: محمد بن سنان! یہ صیحانی کھجوریں ہیں۔ انھیں کھاؤ اور ان سے برکت حاصل کرو۔ اگر ہمارے شیعوں کی اس کی معرفت ہو تو وہ ان کے لیے ہر بیماری سے شفا کا ذریعہ ثابت ہوگی۔

میں نے کہا: مولا! اس کے متعلق ہمیں کیا معلوم ہونا چاہیے؟

آپؑ نے فرمایا: ہمارے شیعوں کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ کھجوروں کی اس قسم کو ''صیحانی'' کیوں کہا جاتا ہے؟

میں نے کہا: مولا! ہمیں تو اس کا علم نہیں ہے۔ آپ ہی ہمیں بتائیں کہ اسے صیحانی کیوں کہا جاتا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ابن سنان! یہ میرے جدنامدار اور امیرالمومنینؑ کے دلائل میں سے ایک دلیل ہے۔

میں نے کہا: مولا! پھر آپؑ اس کی تفصیل بیان فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: ایک دن میرے جدنامدار حضرت رسولؐ خدا میرے دادا امیرالمومنین علیہ السلام کے ہاتھ کو پکڑ کر مدینہ سے باہر گئے۔ راستے میں بہت سے صحابی ملے اور ہر ایک نے آپ کے ساتھ چلنے کی خواہش کی مگر آنحضرتؐ نے کسی کو بھی ساتھ چلنے کی اجازت نہ دی۔ چلتے چلتے آپ ایک کھجوروں کے باغ میں پہنچے۔ باغ کی پہلی کھجور نے دوسری سے فصیح عربی زبان میں کہا:

بہن! یہ آدم ہے اور اس کے ساتھ شیث ہے۔ پھر دوسری کھجور نے اپنے ساتھ والی کھجور کو پکار کر کہا۔ بہن! دیکھو آج ہمارے پاس ابراہیمؑ و اسماعیلؑ آئے ہیں۔

پھر تیسری کھجور نے اپنے ساتھ والی کھجور سے کہا: بہن! دیکھو آج ہمارے ہاں موسیٰ و ہارون آئے ہیں۔

پانچویں کھجور نے ساتھ والی کھجور سے چیخ کر کہا: بہن! دیکھو آج زکریا و یحیٰ یہاں تشریف لائے ہیں۔

پھر چھٹی کھجور نے آواز دے کر کہا: بہن! دیکھو آج عیسیٰ اور شمعون الصفا آئے ہیں۔

پھر ساتویں کھجور نے ساتھ والی کھجور کو آواز دے کر کہا: بہن! دیکھو آج محمد رسول اللہ اور ان کے وصی یہاں تشریف لائے ہیں۔

رسول اکرمؐ نے حضرت علیؑ سے کہا: اللہ کے احسانات کا مشاہدہ کرو اور آؤ ہم پہلی کھجور کے پاس کچھ دیر کے لیے بیٹھیں۔

اس وقت کھجوروں کے پھلوں کا موسم نہیں تھا۔ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا: آپ اس کھجور کو حکم دیں کہ وہ آپ کے لیے جھک جائے۔

حضرت علیؑ نے کھجور سے فرمایا: اللہ کے رسول تجھے حکم دیتے ہیں کہ ان کے لیے جھک جا۔

جیسے ہی حضرت علیؑ کے الفاظ ختم ہوئے تو کھجور جھک گئی اور اس پر خوشے لگے ہوئے تھے اور خوشوں پر تر و تازہ کھجوریں تھیں۔

رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ سے فرمایا: آپ اس سے تازہ کھجوریں چنیں اور خود بھی کھائیں اور مجھے بھی کھلائیں۔

پھر آنحضرتؐ نے فرمایا: آج سے ہم اس کھجور کا نام ''صیحانی'' رکھ رہے ہیں۔ کیونکہ اس نے چیخ کر دوسرے درختوں کو ہماری آمد کی خبر دی اور اس نے انبیاء و مرسلین سے ہمیں تشبیہ دی ہے اور میرے بھائی جبریل آچکے ہیں اور وہ کہہ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ہمارے شیعوں کے لیے باعثِ شفا بنایا ہے۔ لہٰذا آپ اپنے شیعوں کو اس کا تعارف کرائیں اور ان سے کہیں کہ وہ اس کے ذریعہ سے اپنی امراض کا علاج کریں اور اسے متبرک سمجھ کر کھائیں۔

پھر آنحضرتؐ نے اس کھجور سے فرمایا کہ روئے زمین کی کھجوروں پر جتنی قسم کی کھجوریں لگتی ہیں تم ان سب کو میرے لیے ظاہر کرو۔

حکم کی دیر تھی کہ اس کھجور کے خوشوں پر دنیا بھر کی اقسام کی کھجوروں کے دانے لگ گئے۔اس کے بعد حضرت جبریلؑ نے کھجور سے فرمایا کہ اللہ تجھے حکم دے رہا ہے کہ تم روئے زمین کی تمام کھجوروں کے پھل رسولؐ خدا اور ان کے بھائی اور وصی و وزیر علی بن ابی طالب کے لیے ظاہر کرو۔

چند ہی لحات میں اس کھجور پر دنیا بھر کی کھجوروں کی تمام اقسام و انواع کے تروتازہ نمونے ظاہر ہوئے۔ جبریل امین نے انھیں چن کر رسولؐ خدا اور حضرت علی مرتضیٰ کے سامنے رکھا اور دونوں بزرگواروں نے اسے مل کر تناول کیا۔

جبریل امینؑ نے کہا: آج تو میں بھی یہ خواہش رکھتا ہوں کہ مجھے بھی ایسا جسم ملا ہوتا جسے طعام کی احتیاج ہوتی تاکہ میں بھی آپ دونوں کے ساتھ طعام میں شریک ہوسکتا اور آپ دونوں کے ساتھ شرکت کی وجہ سے میں بھی برکت حاصل کرتا۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: جبریل اس خواہش کی تمہیں ضرورت ہی کیا ہے۔ اللہ نے ویسے ہی تمہیں فضیلت دی ہے۔

جبریل امینؑ نے کہا: اللہ نے مجھے آپ کی محبت کی وجہ سے تو تمام ملائکہ پر فضیلت بخشی ہے۔اس کے بعد کھجور بلند ہوئی اور اپنی اصلی حالت پر آ گئی۔ (الہدایہ الکبریٰ حصینی، ص۸۶)

## ولایت علیؑ کے منکر پر آسمان سے پتھر کا گرنا

سید مرتضیٰ نے اپنی اسناد کے ساتھ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا:

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم خداوندی سے غدیر خم کے مقام پر پالانوں کا منبر بنایا اور آپ نے حضرت علیؑ کے بازو سے پکڑ کر یہ اعلان کیا:

**من کنت مولاہ فعلی مولاہ - اللھم وال من والدہ وعاد**

من عاداہ وانصر من نصرہ واخذل من خذله -

جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے۔ خدایا! جو علیؑ سے دوستی رکھے اس سے دوستی رکھ اور جو علیؑ سے دشمنی رکھے اس سے دشمنی رکھ اور جو اس کی مدد کرے اس کی مدد کر اور جو اسے بے یار و مددگار چھوڑ دے تو بھی اسے بے یار و مددگار چھوڑ۔

رسولؐ خدا کا یہ اعلان دُور دراز تک پہنچا۔ یہ اعلان نعمان بن حارث ہنری نے بھی سنا تو وہ سیدھا آنحضرتؐ کے پاس مسجد نبویؐ میں آیا اور اس نے آپ سے کہا:

محمد! آپ نے ہمیں اللہ کا یہ پیغام پہنچایا کہ ہم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی دی۔ ہم نے آپ کی بات کو تسلیم کیا اور یہ گواہی دی۔ آپ نے ہمیں نماز پڑھنے کا حکم دیا۔ ہم نے نمازیں پڑھیں۔ آپ نے ہمیں زکوٰۃ کا حکم دیا۔ ہم نے اسے بھی قبول کیا۔ آپ نے ہمیں حج کا حکم دیا۔ ہم نے اسے بھی قبول کیا۔ آپ نے ہمیں جہاد کا حکم دیا' ہم نے اسے بھی قبول کیا۔ مگر آپ نے ان تمام احکامات پر اکتفا نہیں کیا اور آپ نے اس جوان کو بھی ہماری گردنوں پر سوار کر دیا اور کہا:

من کنت مولاہ فعلی مولاہ ''جس کا میں مولا ہوں اس کا علی مولا ہے''۔

تو کیا یہ بات بھی اللہ نے ہی آپ کو کہی تھی؟

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں! میں نے یہ اعلان بھی اللہ کے حکم ہی سے کیا تھا۔

یہ سن کر اس نے پشت پھیری اور اپنی سواری کی طرف جانے لگا اور جاتے ہوئے اس نے کہا:

اللھم ان کان ھذا ھو الحق من عندک فامطر علینا حجارة من السماء اوائتنا بعذاب الیم

خدایا! اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھروں کی

بارش کر یا ہم پر دردناک عذاب نازل کر۔

ابھی تک وہ اپنی سواری تک نہیں گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے ایک پتھر اس کے سر پر گرایا اور وہ پتھر لگنے سے فوراً ہلاک ہو گیا۔ اس کے بعد جبریل امین یہ آیات لے کر نازل ہوئے:

سال سائلٌ بعذابٍ واقعٍ للکافرین لیس له من دافعٍ

ایک سوال کرنے والے نے اس عذاب کا سوال کیا جو کافروں کے لیے مخصوص ہے جسے کوئی روکنے والا نہیں ہے۔

(عیون المعجزات، ص ۱۹)

## شیر کا گلہ بانی کرنا

امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے والد نے اپنے والد علیہما السلام کی زبانی مجھ سے یہ واقعہ بیان کیا کہ حضرت ابوذر غفاری رسولؐ خدا کے مخلص صحابہ میں سے ایک صحابی تھے۔

ایک دن حضرت ابوذر نے رسولؐ خدا سے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میرے پاس ساٹھ بکریوں کا ایک ریوڑ ہے اور میں اس کے متعلق انتہائی پریشان ہوں اور سوچتا ہوں کہ ان بکریوں کو بیچ کر ہر وقت آپ کی خدمت میں رہوں یا پھر انھیں کسی چرواہے کے سپرد کروں لیکن کسی کے پاس سپرد کرنے میں قباحت یہ ہے کہ کوئی دوسرا شخص ان کی اچھی طرح سے رکھوالی نہیں کرے گا اور وہ انھیں ضائع کر دے گا۔ اب آپ ہی مجھے مشورہ دیں کہ میں کیا کروں؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: تم اپنے ریوڑ کی خود ہی گلہ بانی کرو۔

آنحضرتؐ کا فرمان سن کر ابوذر چلے گئے اور ساتویں دن آنحضرتؐ کی زیارت کے لیے آئے۔ آنحضرتؐ نے ابوذر سے فرمایا: اپنے ریوڑ کا حال سناؤ۔

ابوذر نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! ان کا معاملہ عجیب ہے۔ میں ایک دن نماز پڑھنے لگا کہ اتنے میں ایک بھیڑیا میرے ریوڑ میں گھس آیا۔ میں نے دل ہی دل میں اپنے خدا کو پکارا اور کہا: خدایا! میں تیری نماز میں مصروف ہوں تو ہی میری بکری کو بچا سکتا ہے۔ چنانچہ میں نے نماز کو بکری پر ترجیح دی۔ اس اثنا میں شیطان نے میرے دل میں یہ وسوسہ ڈالا کہ اگر تو نماز پڑھتا رہا تو بھیڑیے تیری تمام بکریاں اٹھا لے جائیں گے اور تو اپنے ذریعہ معاش سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔

میں نے اپنے دل ہی دل میں شیطان سے کہا: اگر میری بکریاں تلف ہوگئیں تو بھی میرے پاس اللہ کی توحید اور رسولؐ خدا کی رسالت اور اس کے بھائی علی بن ابی طالب اور ان کی اولاد کی محبت کی دولت پھر بھی میرے پاس باقی رہ جائے گی۔ اور یہی میرا کل اثاثہ اور سرمایہ ہے۔ دنیا میرے پاس رہے یا نہ رہے اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

میں پھر بھی نماز میں مصروف رہا۔ پھر میں نے دیکھا کہ بھیڑیے نے میرے ریوڑ میں سے ایک بکری کو اٹھا لیا اور میں اپنی آنکھوں سے اسے جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ اتنے میں جنگل سے ایک شیر نمودار ہوا اس نے بھیڑیے پر حملہ کر کے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے۔ پھر شیر نے میری سہمی ہوئی بکری کو اٹھایا اور اسے میرے ریوڑ میں پہنچا دیا اور شیر نے خالص عربی زبان میں مجھے مخاطب کر کے کہا:

ابوذر! اپنی نماز بجا لاؤ اور جب تک نماز پڑھتے رہو گے اس وقت تک میں تمہاری بکریوں کی حفاظت کرتا رہوں گا۔

الغرض میں نماز میں مصروف رہا اور میں نے اس واقعہ پر بے حد تعجب کیا اور جب میں نماز سے فارغ ہوا تو شیر میرے پاس آیا اور اس نے مجھ سے کہا:

ابوذر! تم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جاؤ اور ان سے کہو کہ اللہ نے ان کے صحابی کی بکریوں کی حفاظت کے لیے ایک شیر کو مقرر کیا ہے۔

جب ابوذر کا یہ بیان مکمل ہوا تو رسولؐ خدا نے فرمایا:

بے شک تو سچا ہے۔ میں اور علیؑ، فاطمہ اور حسنؑ وحسینؑ تیری صداقت کی گواہی دیتے ہیں۔

کچھ منافقین نے آپس میں کہا: یہ محمدؐ اور ابوذر کی ملی بھگت ہے اور وہ اس طرح سے ہمیں دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔ ان میں سے چند افراد نے کہا کہ بہتر ہوگا کہ ہم خود جا کر دیکھیں کہ ابوذر کے ریوڑ کی نگرانی واقعی شیر کر رہا ہے یا نہیں؟

دوسرے دن وہ منافق جنگل میں گئے اور وہاں انہوں نے دیکھا کہ ابوذر نماز میں مصروف ہیں اور ایک شیر ان کے گلہ کی نگہبانی کر رہا ہے۔

جب ابوذر نماز سے فارغ ہوئے تو شیر نے انھیں آواز دے کر کہا:

ابوذر! اپنا ریوڑ سنبھالو۔ تمہاری تمام بکریاں صحیح سالم ہیں۔ پھر شیر نے منافقین کو گرج کر آواز دی۔

گروہ منافقین! تمہیں اس بات پر تعجب کیوں ہے کہ اللہ نے محمد وعلیؑ کے وفادار صحابی کے ریوڑ کی حفاظت کے لیے ایک شیر مقرر کیا ہے!

مجھے اس ذات کی قسم جس نے محمدؐ اور ان کی آل کو عظمت عطا کی ہے اور جس نے مجھے ابوذر کا اطاعت گزار بنایا ہے۔ اگر آج ابوذر مجھے تمہارے چیرنے پھاڑنے کا حکم جاری کر دے تو تم میں سے ایک بھی زندہ بچ کر گھر نہیں جائے گا اور میں تم سب کے ٹکڑے ٹکڑے اڑا دوں گا۔

شیر کی گفتگو سن کر منافق اپنے گھروں کو چل دیئے۔ پھر چند دن بعد ابوذر آنحضرتؐ کی خدمت میں آئے تو رسولؐ خدا نے ان سے فرمایا:

ابوذر! تم نے دل کی گہرائیوں سے اللہ کی اطاعت کی تو اللہ نے تیری خدمت کے لیے جنگل کے درندے مقرر کر دیئے۔ جن لوگوں کی اللہ نے نماز قائم کرنے کی وجہ سے تعریف کی ہے تو ان کے افضل ترین افراد میں سے ایک ہے۔ (تفسیر امام حسن عسکریؑ

(ح ۷۳

## ایک اونٹ کا حضرت سے کلام کرنا

سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے اپنی اسناد سے حضرت عمار یاسر سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ ایک دن میں مسجد کوفہ میں امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا تھا کہ مسجد کے باہر سے جھگڑنے کی آواز بلند ہوئی۔ آپؑ نے مجھ سے فرمایا: عمار! میری ذوالفقار لاؤ جو کہ عمروں کو ختم کرنے والی ہے۔

میں نے ذوالفقار حضرتؑ کی خدمت میں پیش کی۔ پھر آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

عمار! باہر جاؤ وہاں ایک مرد ایک عورت پر ظلم کرنا چاہتا ہے اور جا کر اسے ظلم کرنے سے منع کرو۔ اگر وہ تمہارے منع کرنے پر باز نہ آیا تو میں خود ہی ذوالفقار سے اسے روک لوں گا۔

عمار بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد سے باہر آیا تو میں نے دیکھا کہ ایک مرد اور ایک عورت اونٹ کی مہار کو پکڑے ہوئے ہیں' عورت کہہ رہی تھی کہ اس کی مہار کو چھوڑ دے یہ اونٹ میرا ہے۔ جب کہ وہ مرد عورت سے کہہ رہا تھا کہ تو جھوٹی ہے یہ میرا اونٹ ہے۔

میں نے اس مرد سے کہا کہ مجھے امیر المومنینؑ نے بھیجا ہے اور وہ تجھے عورت پر ظلم کرنے سے منع کر رہے ہیں۔

اس شخص نے گستاخی کرتے ہوئے کہا: علیؑ کو مجھ سے کیا کام' علیؑ اپنا کام کرے اور مسلمانوں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگین کرے۔ اس نے پہلے تو بصرہ میں مسلمانوں کو قتل کیا ہے اور اب مجھ سے میرا اونٹ ہتھیا کر اس جھوٹی عورت کے حوالے کرنا چاہتا ہے۔

عمار کہتے ہیں میں اس کی یہ بات سن کر مسجد کی طرف چلا تا کہ اپنے آقا و مولا کو

اس کی اطلاع کروں لیکن میرے داخل ہونے سے قبل ہی حضرتؑ ذوالفقار لیے ہوئے باہر تشریف لائے اور آپ کے چہرے پر غصہ طاری تھا اور آپؑ نے آتے ہی اس شخص سے فرمایا:

عورت کے اونٹ کو چھوڑ دے۔

اس شخص نے کہا: یہ اونٹ میرا ہے۔

حضرتؑ نے فرمایا: لعین! تو جھوٹ بول رہا ہے۔

اس نے کہا: اگر یہ سچی ہے تو کوئی گواہ پیش کرے۔

حضرتؑ نے فرمایا: آج اس کی گواہی وہ گواہ دے گا جسے کوئی بھی جھٹلا نہیں سکے گا۔

اس شخص نے کہا: اگر کسی سچے گواہ نے اس کے حق میں گواہی دے دی تو میں بھی یہ اونٹ اس کے حوالے کر دوں گا۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے اونٹ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

اے اونٹ تو کس کی ملکیت ہے؟

اونٹ نے خالص عربی زبان میں جواب دیا: امیرالمومنین، سیدالوصیین! میں دس بارہ سالوں سے اس عورت کی ملکیت میں ہوں۔

حضرتؑ نے عورت سے فرمایا: اپنا اونٹ لے جا۔ پھر آپؑ نے اس گستاخ پر ذوالفقار کا وار کیا اور وہ دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ (عیون المعجزات، ص ۲۹)

## اقرارِ ولایت کی برکت

شیخ مفید نے اپنی اسناد سے حضرت امیرالمومنین کے غلام قنبر سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: میں امیرالمومنین علیہ السلام کے پاس بیٹھا تھا کہ اتنے میں ایک شخص حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ میں تربوز کھانا چاہتا ہوں۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے مجھے ایک درہم دیا اور فرمایا اس سے جتنے بھی تربوز ملیں' وہ لے آؤ۔

میں درہم لے کر بازار گیا اور میں نے تین تربوز خرید کیے۔ اور میں نے ان میں سے ایک تربوز کاٹ کر چکھا تو مولا سے کہا کہ یہ کڑوا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اسے پھینک دو یہ دوزخ سے آیا اور دوزخ کی طرف جائے گا۔

میں نے دوسرا تربوز کاٹ کر چکھا تو وہ کھٹا تھا۔ میں نے حضرتؑ سے عرض کیا کہ یہ کھٹا ہے۔ آپ نے فرمایا: اسے بھی پھینک دو۔ یہ دوزخ سے آیا اور دوزخ کی طرف جائے گا۔

پھر میں نے تیسرا تربوز کاٹا تو اس میں کیڑے تھے۔ میں نے حضرتؑ سے کہا کہ اس میں کیڑے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اسے بھی پھینک دو۔ یہ بھی دوزخ سے آیا اور دوزخ میں ہی جائے گا۔

پھر میرے آقا و مولاؑ نے مجھے ایک اور درہم دیا اور فرمایا: جاؤ تربوز لاؤ۔

دوسری مرتبہ بھی میں تین تربوز لے آیا اور آ کر حضرتؑ کے سامنے رکھے اور عرض کیا: مولا! اب انھیں آپ ہی اپنے ہاتھوں سے کاٹیں۔

حضرتؑ نے فرمایا: قنبر! اسے بھی تم ہی کاٹو یہ مامور ہے۔

میں نے اسے کاٹا تو وہ میٹھا تھا۔ میں نے کہا: امیرالمومنین! یہ میٹھا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اس کی قاشیں بنا کر خود بھی کھاؤ اور ہمیں بھی کھلاؤ۔ میں نے تربوز کے تین حصے کیے' ایک حصہ خود کھایا' ایک حصہ اپنے آقا و مولا کو دیا اور ایک حصہ مہمان کو کھلایا۔

اس کے بعد امیرالمومنین علیہ السلام میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

قنبر! اللہ تعالیٰ نے ہماری ولایت کو اہلِ آسمان' اہلِ زمین' تمام انسانوں' جنات اور تمام پھلوں کے سامنے پیش کیا۔ چنانچہ جس پھل نے بھی ہماری ولایت کو قبول کیا وہ پاکیزہ

اور میٹھا بن گیا اور جس نے اسے قبول نہ کیا وہ خراب' بدبودار بنا۔ (الاختصاص' ص۲۴۹)

۲- ثقۃ الاسلام کلینی رقم طراز ہیں کہ امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے ہماری ولایت کو پانی کے سامنے پیش کیا جس پانی نے ہماری ولایت کو قبول کیا وہ خوش ذائقہ اور میٹھا بنا اور جس پانی نے ہماری ولایت کا انکار کیا وہ بے لذت اور کڑوا بنا۔ (الکافی' ج ٦' ص۳۹۰)

۳- موفق بن احمد نے اپنی اسناد سے سلمان فارسی سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا:

علیؑ! دائیں ہاتھ میں انگشتری پہنو' مقربین میں سے ہو جاؤ گے۔

حضرت علیؑ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! مقربین کون ہیں؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: جبریل و میکائیل۔

حضرت علیؑ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میں کون سا نگینہ پہنوں؟

آپؐ نے فرمایا: عقیقِ سرخ پہنو کیونکہ اس پہاڑ نے اللہ کی توحید اور میری نبوت اور تیری وصیت اور تیری اولاد کی امامت اور تیرے محبوں کی جنت اور تیرے شیعوں اور اولاد کے لیے فردوس کی گواہی دی تھی۔ (مناقب خوارزمی' ص۲۳۴)

## نقشِ انگشتری

سید رضی نے اپنی اسناد سے شیخ غزالی سے نقل کیا کہ جب حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے آنحضرتؐ کے حالات سنے تو اس نے کہا: میں ان کا امتحان لوں گا۔ پھر اس نے آنحضرتؐ کے لیے کچھ تحفے تیار کرائے جن میں یاقوت و عقیق کی انگوٹھیاں تھیں۔ جب وہ تحفے آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش کیے گئے۔ تو آپ نے وہ تمام تحائف اپنے صحابہ میں تقسیم کر دیے اور اپنے لیے صرف سرخ عقیق کی انگشتری کا انتخاب کیا۔ پھر آپ نے وہ

انگوٹھی حضرت علیؑ کے حوالے کی اور فرمایا:

یا علیؑ! مجھے ''لا الٰہ الا اللہ'' کا جملہ بڑا پسند ہے۔ تم یہ انگوٹھی لے کر نقاش کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ وہ اس کے نگینہ پر ''لا الٰہ الا اللہ'' کندہ کر دے۔

حضرت علیؑ نقاش کے پاس گئے اور اس سے فرمایا: ''لا الٰہ الا اللہ'' رسولؐ خدا کو پسند ہے لہٰذا تم اس پر یہ جملہ نقش کرو اور ''محمد رسول اللہ'' کا جملہ مجھے بہت زیادہ پسند ہے اسی لیے تم اس پر لا الٰہ الا اللہ کے بعد محمد رسول اللہ کے جملے نقش کرو۔ اس کے بعد حضرت علیؑ واپس لوٹ آئے۔

جب نقاش انگشتری لے کر آیا تو اس پر تین سطریں نقش تھیں: پہلی سطر پر لا الٰہ الا اللہ نقش تھا اور دوسری سطر پر محمد رسول اللہ نقش تھا اور تیسری سطر پر علی ولی اللہ نقش تھا۔

رسولؐ خدا نے جب انگشتری کے نقش کو دیکھا تو انہوں نے حضرت علی سے فرمایا:

میں نے تو تم سے کہا تھا کہ مجھے ''لا الٰہ الا اللہ'' سے بڑی محبت تھی تم اس جملہ کو انگشتری پر نقش کراؤ۔ مگر تم نے یہ کیا کچھ لکھوا دیا؟

حضرت علیؑ نے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! آپ کو لا الٰہ الا اللہ پسند تھا اور مجھے محمد رسول اللہ پسند تھا اسی لیے میں نے نقاش کو صرف دو جملے نقش کرنے کو کہے تھے۔ تیسری سطر لکھنے کا حکم میں نے نہیں دیا۔ خدا جانے اس نے یہ سطر کیوں نقش کر دی۔ اتنے میں جبریل امینؑ نازل ہوئے اور عرض کیا:

محمدؐ! اللہ رب العزت آپ پر درود و سلام بھیجتا ہے اور کہہ رہا ہے کہ آپ کو ''لا الٰہ الا اللہ'' سے محبت ہے۔ آپ نے اس کے لکھنے کا حکم دیا اور علی کو ''محمد رسول اللہ'' سے محبت ہے اس نے اس کے لکھنے کا حکم دیا اور مجھے ''علی ولی اللہ'' سے محبت ہے۔ اسی لیے اس کو میں نے نقش کر دیا ہے۔ (المناقب الفاخرۃ)

۲- ابن شہر آشوب نے اپنی اسناد سے ابن عباس سے روایت کی کہ رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ کو اپنی انگوٹھی دے کر فرمایا کہ اسے نقاش کے پاس لے جاؤ اور اس سے کہو

کہ وہ اس پر ''محمد بن عبداللہ'' کے الفاظ کندہ کر دے۔

حضرت علی نقاش کے پاس گئے اور اس سے فرمایا کہ انگوٹھی پر ''محمد بن عبداللہ'' کے الفاظ کندہ کردو۔

جب نقاش الفاظ کندہ کرنے لگا تو اس نے ''محمدؐ رسول اللہ'' کے الفاظ کندہ کیے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: میں نے تجھے یہ الفاظ تو نہیں بتائے تھے تم نے یہ الفاظ کیوں کندہ کیے؟

نقاش نے کہا: آپ درست فرما رہے ہیں میرے ہاتھ سے لغزش ہوگئی اور مجھ سے انجانے میں یہ الفاظ کندہ ہو گئے۔

حضرت علیؑ اس نقاش کو آنحضرتؐ کی خدمت میں لے آئے اور عرض کیا:

یارسولؐ اللہ! آپ نے جو الفاظ کندہ کرانے کے لیے مجھے بھیجا تھا میں نے اس سے وہی الفاظ کندہ کرنے کے لیے کہا لیکن یہ کہتا ہے کہ اس کے ہاتھ سے لغزش ہوگئی اور مذکورہ الفاظ کی بجائے ''محمدؐ رسول اللہ'' کندہ ہو گیا۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: کوئی بات نہیں۔ میں محمد بن عبداللہ بھی ہوں اور محمد رسول اللہ بھی ہوں۔ یہ انگوٹھی تم پہن لو۔

حضرت علیؑ نے وہ انگوٹھی پہنی دوسرے دن آپؐ نے انگوٹھی کو دیکھا تو ''محمد رسول اللہ'' کے نیچے ''علی ولی اللہ'' کے الفاظ کندہ تھے۔ یہ عبارت دیکھ کر انھیں بے حد تعجب ہوا اور انہوں نے رسولؐ خدا سے یہ واقعہ عرض کیا۔

اتنے میں جبریل امینؑ نازل ہوئے اور کہا:

محمدؐ! جو آپؐ نے چاہا آپؐ نے لکھوایا اور جو ہم نے چاہا وہ ہم نے لکھوایا۔

(مناقب ابن شہر آشوب)

## درِ خیبر کا اکھاڑنا

حافظ رجب البرسی رقم طراز ہیں کہ فتح خیبر کے بعد جب شاہِ خیبر کی بیٹی صفیہ کو آنحضرتؐ کے سامنے لایا گیا تو آپؐ نے دیکھا تو آپؐ کو اس کے چہرے پر تازہ زخم دکھائی دیا۔

رسول اکرمؐ نے اس سے پوچھا: تو ایک شاہزادی ہے تیرے چہرے پر یہ زخم کیسے لگا؟

صفیہ نے کہا: یارسولؐ اللہ! جب علیؑ نے درِ خیبر اکھاڑا تو دروازے کے اکھڑنے کی وجہ سے قلعہ میں ایک بھونچال سا آ گیا۔ میں اس وقت ایک تخت پر بیٹھی نظارہ کر رہی تھی چنانچہ میں تخت سے نیچے گری اور اس کا ایک پایہ میرے چہرے پر لگا جس سے یہ زخم ہو گیا۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: صفیہ! علیؑ کا اللہ کے ہاں بڑا مقام ہے۔ جب اس نے درِ خیبر کو اکھاڑا تو اس سے صرف قلعہ میں ہی زلزلہ نہیں آیا بلکہ علیؑ کے جوش کو دیکھ کر ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں لرز گئیں اور علیؑ کی حمایت میں رحمٰن کا عرش بھی لرزنے لگا۔

اس دن حضرت عمر نے حضرت علیؑ سے پوچھا تھا: ابوالحسن! مجھے تعجب ہے آپ تو تین دن کے بھوکے تھے پھر آپ نے درِ خیبر کو کیسے اکھاڑا؟

حضرت علیؑ نے جواب میں فرمایا:

**ما قلعتها بقوة بشرية ولكن قلعتها القوة الهية ونفس بلقاء ربها مطمئنة مرضية**

میں نے قلعہ خیبر کے دروازے کو بشری قوت سے نہیں قوتِ الٰہیہ اور ایسے نفس کے ساتھ اکھاڑا جو اپنے رب کی ملاقات پر مطمئن اور راضی

تھا۔ (مشارق انوار الیقین، ص ۱۱۰)

## علیؑ کی تلوار کا وزن

حافظ رجب البرسی لکھتے ہیں کہ جب حضرت علی علیہ السلام نے مرحب پر ذوالفقار کا وار کیا اور اسے دو حصوں میں تقسیم کر کے زمین پر تڑپتا ہوا چھوڑا تو اس وقت جبریلؑ متعجب ہو کر نازل ہوئے۔ رسولؐ خدا نے ان سے فرمایا:

تمہیں کس بات سے اتنا تعجب ہو رہا ہے؟

جبریل امینؑ نے جواب دیا: اس وقت آسمان کے تمام فرشتے مل کر **لافتی الا علی لاسیف الا ذوالفقار** کا نعرہ بلند کر رہے ہیں۔ اور مجھے ذاتی طور پر تعجب تو اس وجہ سے ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے قومِ لوط پر عذاب نازل کیا تھا تو میں نے اس بدکار قوم کے سات شہروں کو زمین سے کاٹ کر اپنے پروں پر اٹھایا تھا اور میں نے انھیں اتنا بلند کیا تھا کہ حاملین عرش نے ان کے مرغوں کی آوازیں اور ان کے بچوں کے رونے کی صدائیں سنی تھیں اور میں نے انھیں صبح ہونے تک اپنے پروں پر اٹھائے رکھا اور اللہ کے فرمان کا انتظار کرتا رہا۔ مجھے ان کا بوجھ ذرہ برابر بھی محسوس نہ ہوا۔ اور آج جب علیؑ نے اپنی ہاشمی ضرب چلائی تو خدا نے مجھے حکم دیا کہ اس کی تلوار کا کونہ پکڑ لوں تا کہ اس کی تلوار زمین کو چیر کر اس ثور تک نہ پہنچ جائے جس نے زمین کے بوجھ کو اٹھا رکھا ہے تا کہ زمین پلٹنے سے محفوظ رہ سکے۔

چنانچہ میں نے حکم خداوندی سے علیؑ کی تلوار کے کونے کو پکڑا تو اس کا وزن مجھے قومِ لوط کے شہروں سے بھی زیادہ محسوس ہوا۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ اسرافیل اور میکائیل نے بھی علیؑ کے بازو کو ہوا میں پکڑا ہوا تھا۔ (مشارق انوار الیقین، ص ۱۱۰)

## جنگِ صفین

سید مرتضیٰ علم الہدیٰ رقمطراز ہیں کہ عبداللہ بن عباس نے کہا:

مائیں علیؑ کا نظیر پیدا کرنے سے بانجھ ہیں۔ خدا کی قسم! میں نے علیؑ جیسا سالار نہ تو سنا نہ آنکھوں سے دیکھا۔ خدا کی قسم! جنگِ صفین کے موقع پر میں نے دیکھا کہ آپ نے سفید عمامہ باندھ رکھا تھا اور آپ کی آنکھوں سے جلال ٹپک رہا تھا اور آپ اپنے فوجی گروہوں کو جنگ کی ترغیب دے رہے تھے اور آپ ترغیب دیتے ہوئے میرے پاس بھی تشریف لائے۔ اس وقت میں بھی ایک گروہ کا سالار تھا۔

اتنے میں لشکر معاویہ میں سے اس کا ممتاز ترین گروہ نمودار ہوا جسے ''کتیبہ شہباء'' کہا جاتا تھا۔ یہ گروہ بیس ہزار گھوڑوں پر سوار تھا اور انہوں نے اپنے آپ کو لوہے میں چھپایا ہوا تھا۔ ان کی آنکھوں کے علاوہ ان کے وجود کا کوئی بھی حصہ کہیں سے دکھائی نہیں دیتا تھا اور جب وہ اکٹھے ہمارے لشکر کی طرف روانہ ہوئے تو انھیں دیکھ کر اہلِ عراق کے حوصلے پست ہو گئے۔

جب امیر المومنینؑ نے محسوس کیا کہ آپ کا لشکر اس دستہ کو دیکھ کر گھبرا گیا ہے تو آپؑ نے اپنے لشکر کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا:

اہلِ عراق تمہیں ان سے خوف زدہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ یہ متفرق وجود ہیں اور یہ ڈرپوک دلوں کے مالک ہیں اور آنے والے وہ ٹڈی دل ہیں جو ہوا کا ایک تیز جھونکا بھی برداشت کرنے سے قاصر ہیں ان کی باگیں شیطان کے ہاتھ میں ہیں اور بدعت کے داعی نے انھیں گمراہ کر رکھا ہے۔ یہ تو باطل پرست ٹولہ ہے جب اہلِ حق کی تلواریں ان کے وجود سے ٹکرائیں گی تو یہ ایسے ہی بھاگیں گے جیسے تیز آندھی میں پتنگے اُڑنے لگتے ہیں۔ لہٰذا خوفِ خدا کو اپنا شعار بناؤ' اطمینان و وقار کی چادر اوڑھ لو اور اپنے دانتوں کو بھینچ لو اس سے تلواریں سروں سے اُچٹ جایا کرتی ہیں۔ زرہ کی تکمیل کرو'

تلواروں کو کھینچنے سے پہلے نیاموں میں اچھی طرح ہلا جلا لو اور دشمن کو ترچھی نگاہوں سے دیکھتے رہو دائیں بائیں دونوں اطراف نیزوں کے وار کرو دشمن کو نیزوں کی باڑ پر رکھ لو اور تلواروں کے ساتھ ساتھ قدموں کو آگے بڑھاؤ یقین رکھو کہ تم اللہ کے روبرو اور رسولؐ خدا کے چچازاد بھائی کے ساتھ ہو۔ بار بار حملہ کرو اور بھاگنے سے شرم کرو۔ اس لیے کہ یہ نسلوں کے لیے ننگ و عار اور روزِ محشر دوزخ کی آگ کا باعث ہے۔ خوشی سے اپنی جانیں اللہ کے سپرد کر دو اور باوقار طریقہ سے موت کی جانب پیش قدمی کرو اور شامیوں کی اس جماعت اور طنابوں سے کھینچے ہوئے خیمے کو اپنے پیشِ نظر رکھو اور اس کے وسط پر حملہ کر دو اس لیے کہ شیطان اس کے ایک گوشے میں چھپا ہوا ہے جس نے ایک طرف تو حملے کے لیے ہاتھ بڑھایا ہوا ہے اور دوسری طرف بھاگنے کے لیے قدم پیچھے ہٹا رکھا ہے۔ تم مضبوطی سے اپنے ارادے پر جمے رہو یہاں تک کہ حق صبح کے اُجالے کی طرح ظاہر ہو جائے۔ تم ہی غالب ہو اور خدا تمہارے ساتھ ہے۔ وہ تمہارے اعمال کو ضائع اور برباد نہیں کرے گا۔

پھر آپ نے اپنے لشکر سے فرمایا کہ آنے والے دستہ سے مت ڈرو۔ میں خود ہی ان سے نمٹ لوں گا۔ اس کے بعد حضرتؑ نے تکبیر بلند کی اور ان پر شدید حملہ کر دیا اور برق رفتاری سے کبھی دائیں حملہ کرتے اور کبھی بائیں حملہ کرتے۔ یہاں تک کہ غبار اُٹھا جس میں ہر طرف گرتے ہوئے سر دکھائی دیتے تھے اور کٹتے ہوئے ہاتھ نظر آتے تھے۔ آخر کار معاویہ کا وہ مایہ ناز دستہ دُم دبا کر بھاگنے پر مجبور ہو گیا۔ جب وہ بھاگ گئے تو آپؑ اپنے لشکر کی طرف پلٹے۔ اس وقت آپؑ کی تلوار سے خون ٹپک رہا تھا اور آپ **فقاتلوا ائمة الکفر فانهم لاایمان لهم لعلهم ینتهون** ''کفر کے سربراہوں سے جنگ کرو ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں ہے تا کہ وہ باز آجائیں'' کی آیت تلاوت کر رہے تھے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جب اس دستہ کے بھگوڑے سپاہی معاویہ کے پاس پہنچے تو معاویہ نے پہلے تو اپنے دستہ کی بربادی پر افسوس کا اظہار کیا۔ پھر اس نے ان سپاہیوں کو

بھاگنے کی ملامت کی تو ان میں سے ہر ایک نے یہی جواب دیا کہ علیؑ نے مجھ پر حملہ کر دیا تھا۔ میں بھاگتا نہ تو اور کیا کرتا اور جب میں بھاگ رہا تھا تو علیؑ میرے تعاقب میں تھا۔

معاویہ نے کہا: تم پر افسوس! علیؑ فردِ واحد ہے وہ پوری متفرق جماعت کے ایک ایک فرد کے پیچھے کیسے بھاگ سکتا تھا۔ (عیون المعجزات، ص ۴۸)

## علیؑ کا نام اسمِ اعظم ہے

حافظ رجب البرسی رقم طراز ہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام کہیں جا رہے تھے۔ راستے میں ایک یہودی ان کا ہم سفر بن گیا اور راستے میں جب ایک مقام پر آئے تو وہاں ایک پہاڑی نالہ اپنی پوری قوت کے ساتھ بہہ رہا تھا:

حضرت علی علیہ السلام رک گئے۔ یہودی نے ایک چادر پانی پر بچھائی اور خود اس پر بیٹھ گیا۔ چند لمحات بعد وہ خیریت سے دوسرے کنارے پر پہنچ گیا۔ پھر اس نے آپ کی طرف دیکھ کر کہا: اگر تیرے پاس بھی وہ ورد ہوتا جو میرے پاس ہے تو پھر تو بھی میری طرح ندی کو پار کر سکتا تھا۔

حضرت امیر المومنینؑ نے اسے آواز دے کر فرمایا کہ یہاں ٹھہرے رہو میں ابھی آ جاتا ہوں۔ پھر آپؑ نے پانی کو اشارہ کیا۔ پانی آپ کا اشارہ پا کر فوراً جم گیا اور آپ بڑے آرام و سکون سے اس کی سطح پر چلتے ہوئے دوسرے کنارے پر پہنچ گئے۔

جب یہودی نے حضرتؑ کا یہ معجزہ دیکھا تو وہ آپ کے قدموں پر گر پڑا اور کہنے لگا:

آپؑ نے پانی پر کون سا ورد پڑھا تھا جس سے وہ جم گیا؟

حضرتؑ نے اس سے فرمایا: نہیں پہلے تم بتاؤ کہ تم نے کون سا ورد پڑھا تھا جس کی برکت سے تم چادر پر بیٹھ کر دوسرے کنارے پر پہنچ گئے؟

یہودی نے کہا کہ میں نے تو ایک اسم اعظم پڑھ کر اللہ سے دعا کی تھی۔ یہ اسی اسم

اعظم کا اثر تھا جس کی وجہ سے میں نے چادر پر ندی کو پار کیا۔

امیرالمومنینؑ نے فرمایا: وہ اسم اعظم کیا تھا؟

اس نے کہا: میں نے اللہ کو محمدؐ کے وصی کے نام کا واسطہ دیا تھا۔

امیرالمومنینؑ نے فرمایا: مجھے پہچانو! محمدؐ کا وہی وصی میں ہوں جس کا تم نے واسطہ دیا تھا۔

یہودی یہ سن کر آپؑ کے ہاتھوں کو بوسے دینے لگا اور اس نے اسلام قبول کر لیا۔
(مشارق انوار الیقین' حافظ رجب البرسی)

## علیؑ کا نام وہ پارس ہے جس سے پتھر بھی سونا بن جاتا ہے

حافظ رجب البرسی لکھتے ہیں کہ حضرت عمار بن یاسر کا بیان ہے کہ ایک دن میں اپنے آقا و مولا امیرالمومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے میرے چہرے پر پریشانی کی علامات ملاحظہ فرمائیں تو مجھ سے کہا: تو پریشان کیوں ہے؟

میں نے عرض کی کہ میں نے ایک شخص کا قرض ادا کرنا ہے اور آج وہ مطالبہ کے لیے آیا ہے جب کہ میرے پاس ادا کرنے کو پھوٹی کوڑی تک نہیں ہے۔

آپ نے سامنے ایک پتھر کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: اسے اٹھا لے اور اس سے اپنا قرض ادا کر۔

میں نے کہا: مولا! مگر یہ تو پتھر ہے۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: خدا کو میرے نام کا واسطہ دے۔ یہ پتھر سونا بن جائے گا۔

عمار کہتے ہیں کہ میں نے آپؑ کے نام کا واسطہ دے کر خدا سے سوال کیا تو پتھر پتھر نہ رہا بلکہ سونا بن گیا۔

آپؑ نے فرمایا: اس میں سے اپنی حاجت کے مطابق سونا لے لو۔

میں نے کہا: مولا! یہ نرم کیسے ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: اے ضعیف الیقین! اللہ کو میرے نام کا واسطہ دے کر سوال کرتا کہ یہ نرم ہو جائے۔ میرے نام کی برکت سے تو داؤدؑ کے لیے لوہا موم ہوا تھا۔

میں نے ایسا کیا تو سونا نرم ہو گیا۔ مجھے اپنی ضروریات کے لیے جتنا سونا مطلوب تھا میں نے اتنا لے لیا۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اب خدا کو میرے نام کا واسطہ دے کر سوال کر کہ وہ اسے دوبارہ پتھر میں بدل دے۔

اور جب میں نے ایسا کیا تو وہ سونا سونا نہ رہا بلکہ پتھر بن گیا۔ (مشارق انوار الیقین، ص ۱۷۳)

## سنگریزوں کا جواہر بننا

مرحوم راوندی لکھتے ہیں کہ ایک دن حضرت امیرالمومنین علیہ السلام مسجد کوفہ میں تشریف فرما تھے اور آپ کے اصحاب آپ کے گرد بیٹھے تھے۔ اتنے میں آپ کے ایک صحابی نے کہا: مولا! میں تو تعجب کرتا ہوں کہ یہ دنیا آپ کے دشمنوں کے ہاتھوں میں ہے جب کہ آپ کے ہاتھ اس سے خالی ہیں!

آپؑ نے فرمایا: کیا تو نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم دنیا کو طلب کرتے ہیں لیکن وہ ہمیں نہیں ملتی؟

پھر آپؑ نے مسجد کے سنگریزوں کو مٹھی میں لے کر مٹھی کو کھولا تو وہ چمکتے ہوئے جواہرات میں تبدیل ہو چکے تھے۔ آپؑ نے فرمایا: دیکھو یہ کیا ہے؟

حضرتؑ کے ساتھیوں نے کہا: مولا! یہ نایاب جواہرات ہیں۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اگر ہم دنیا کی خواہش کرتے تو وہ ہمارے پاس موجود ہوتی لیکن ہم دنیا کے طالب ہی نہیں ہیں۔ پھر آپ نے ان جواہرات کو فرش مسجد پر پھینکا تو وہ

ہیں یہ اژدہا بن جائیں اور ہمیں ڈس لیں۔ پھر ہمیں اپنے شکم میں نگل لیں۔

حضرت سلمان نے اللہ تعالیٰ کو محمدؐ و آل محمدؑ کا واسطہ دے کر ان کی ہلاکت کی دعا کی۔ جیسے ہی دعا کے الفاظ ختم ہوئے تو ان کے کوڑے اژدہا بن گئے اور ہر اژدہا کے دو منہ تھے۔ ایک منہ سے تو اس نے یہودی کو ڈسا اور دوسرے منہ سے اسے نگل لیا۔

رسولؐ خدا اپنی محفل میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپؐ نے صحابہ سے فرمایا کہ اللہ نے تمہارے بھائی سلمان کی مدد کی ہے اور ان کی دعا سے یہودیوں کے کوڑے اژدہا میں بدل گئے ہیں جنہوں نے یہودیوں کو پہلے تو ڈسا' بعدازاں انھیں نگل لیا۔ آؤ ہمؑ بھی چل کر ان اژدہاؤں کو دیکھیں جنھوں نے سلمان کی مدد کی ہے۔

آپ اپنے صحابہ کو لیے ہوئے وہاں پہنچے تو وہاں پر ایک کہرام برپا تھا اور یہودی اور منافق اس گھر سے کافی فاصلے پر کھڑے ہو کر مرنے والوں پر رو دھو رہے تھے مگر کسی کو موقع پر جانے کی ہمت نہیں پڑتی تھی۔

جب آنحضرتؐ وہاں تشریف لائے تو ان اژدہاؤں نے سلام کرتے ہوئے کہا:

**السلام علیکم یامحمد یاسیدالاولین والاخرین - السلام علیک یاعلی یاسید الوصیین - السلام علی ذریتک الطیبین الطاھرین الذین جعلوا علی الخلائق قوامین**

یارسولؐ اللہ! اے اولین و آخرین کے سردار آپ پر سلام ہو اور اوصیاء کے سردار علی! آپ پر سلام ہو اور آپ کی طیب و طاہر اولاد پر سلام ہو جنھیں مخلوق کا نگہبان مقرر کیا گیا ہے۔

پھر انہوں نے کہا: یارسولؐ اللہ! ہم اصل میں ان یہودیوں کے کوڑے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس مومن کی دعا کی وجہ سے ہمیں اژدہا کی شکل وصورت دے دی ہے۔

اس وقت رسول اکرمؐ نے فرمایا:

اس ذات کی حمد ہے جس نے میری اُمت میں نوحؑ کی طرح سے مستجاب

سنگریزوں میں بدل گئے۔ (الخرائج والجرائح، ج ۲، ص ۶-۷)

## محمدؐ وآل محمدؑ کے واسطہ کی تاثیر

امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا:

یہودیوں کی ایک جماعت نے حضرت سلمان فارسی کا مذاق اڑایا اور انھیں اذیت دیتے ہوئے کہا: تم خدا سے یہ سوال نہیں کرتے کہ وہ ہمیں توفیق دے اور ہم تجھے نہ ستائیں اور جو کچھ ہم چاہتے ہیں تم اس کے لیے بھی اللہ سے دعا نہیں مانگتے۔ اور تم ہمیشہ ہمیں یہ کہہ کر ڈراتے رہتے ہو کہ اگر تم نے خدا کو محمدؐ وآل محمدؑ کا واسطہ دے کر دعا مانگی تو تمہاری دعا مسترد نہ ہوگی۔ اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو تم ہماری ہلاکت کی دعا کرو۔

سلمان فارسی نے کہا: میں تم پر اس لیے بددعا نہیں کرتا کہ ممکن ہے ابھی تمہاری صلبوں میں سے کسی مومن نے جنم لینا ہو اور میں تمہیں ہلاک کرا کے پیدا ہونے والے مومنین کی آمد کو روکنا نہیں چاہتا۔

یہودیوں نے کہا: تم درمیانی راہ اختیار کر لو اور یوں دعا مانگو کہ ہم میں سے جس کی صلب سے کسی مومن نے جنم نہیں لینا اللہ اسے ہلاک کر دے۔

اسی اثنا میں حضرت سلمان کے لیے حجاب ہٹ گئے اور انہوں نے رسولؐ خدا کو دیکھا۔ آپ نے فرمایا: سلمان! جس طرح سے وحی کے ذریعہ سے حضرت نوحؑ کو معلوم ہو گیا تھا کہ کافروں کی نسل میں سے کوئی مومن جنم نہیں لے گا اور انہوں نے مخالفین پر بددعا کی تھی اسی طرح سے مجھے بھی اللہ کی طرف سے یہ بتا دیا گیا ہے کہ ان یہودیوں کی اصلاب میں سے کوئی مومن پیدا نہیں ہوگا۔ لہٰذا تم بے دریغ ان پر بددعا کرو۔

حضرت سلمان نے یہودیوں سے کہا: اب بتاؤ تم کس طرح کی ہلاکت پسند کرتے ہو؟

یہودیوں نے کہا: ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے ہاتھوں میں اس وقت جو کوڑے

الدعوات افراد پیدا کیے ہیں۔

پھر اژدہاؤں نے خالص عربی زبان میں آنحضرتؐ سے کہا:

یارسولؐ اللہ! ہمیں ان لوگوں پر سخت غصہ ہے جو آپؐ کے اور آپؐ کے بھائی کے احکام سے انحراف کرتے ہیں۔ آپؐ اللہ سے درخواست کریں کہ وہ ہمیں دوزخ کے اژدہا بنادے جہاں ہم ایسے کافروں کو ہمیشہ کے لیے عذاب دیتے رہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نے جن لوگوں کو نگلا ہے پہلے انھیں اپنے شکم سے اُگل دو تا کہ ان کے وارث انھیں دفن کریں اور یوں ان کی رسوائی کی تکمیل ہو سکے۔ پھر تم زمین میں گھس جاؤ وہاں سے تم خود بخود دوزخ میں پہنچ جاؤ گے۔

آنحضرتؐ کا فرمان سن کر اژدہاؤں نے نگلے ہوئے افراد کو باہر اُگل دیا۔ یہ واقعہ دیکھ کر بہت سے لوگ ایمان لے آئے اور کچھ لوگوں کے حسد اور بغض میں اضافہ ہوا۔ پھر آنحضرتؐ نے سلمان سے فرمایا:

تو ہمارے مخلص مومن بھائیوں میں سے ہے اور تو ان لوگوں میں سے ہے جن سے ملائکہ محبت کرتے ہیں اور ملاء اعلیٰ میں تو بڑا معروف و مشہور ہے۔ (تفسیر امام حسن عسکری علیہ السلام، ص ۷۰-۷۲)

## شبِ ہجرت علیؑ کے ایثار پر خدا کا ملائکہ پر مباہات کرنا

علمائے خاصہ و عامہ کی ایک بہت بڑی جماعت رقم طراز ہے کہ شبِ ہجرت جب حضرت علیؑ حضرت رسولؐ خدا کے بستر پر چادر تان کر تلواروں اور نیزوں کے سائے میں سوئے تو اللہ تعالیٰ نے جبریل و میکائیل سے فرمایا: میں نے تم دونوں کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا ہے۔ مگر تم میں سے ایک کی عمر اپنے بھائی سے لمبی ہے تو کیا لمبی عمر والا اپنی عمر اپنے بھائی کو دینے پر آمادہ ہے؟

جبریل و میکائیل نے کہا: نہیں خدایا! ہم ایسا نہیں کریں گے۔

اس وقت اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم میرے ولی علی بن ابی طالبؑ کی سنت پر عمل کیوں نہیں کرتے؟ میں نے اسے اپنے نبی محمد کا بھائی بنایا ہے۔ اپنی جان کو محمدؐ پر نچھاور کر کے اس کے بستر پر سو چکا ہے۔ اور اس نے اپنی جان کو محمدؐ کی جان پر قربان کر دیا ہے۔ اب تم دونوں زمین پر جاؤ اور دشمنوں سے اس کی حفاظت کرو۔

جبریل و میکائیل اُترے۔ جبریل حضرتؑ کے سرہانے بیٹھ گئے اور میکائیل حضرتؑ کے قدموں کے پاس بیٹھ گئے اور اس وقت جبریل امینؑ نے کہا:

**بخ بخ من مثلک یابن ابی طالب واللّٰہ یباھی بک الملائکۃ**

فرزند ابوطالب! تجھے مبارک ہو۔ تجھ جیسا کون ہوسکتا ہے۔ اللہ تیری وجہ سے ملائکہ پر فخر ومباہات کر رہا ہے۔

## حضرتؑ کے لشکر کے لیے غیب سے سامانِ رسد کا پہنچنا

ثقہ راویوں کا بیان ہے کہ جب حضرت جبریلؑ نے طویل عرصہ تک اپنے لشکر سمیت صفین میں قیام کیا تو اہلِ لشکر نے زاد اور چارہ ختم ہونے کی شکایت کی اور کہا کہ یہاں رہ کر ہم زاد اور چارہ حاصل کرنے سے قاصر ہیں۔

آپ نے فرمایا: تمہیں گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں کل تک تمہارے اور تمہارے جانوروں کی غذا یہاں پہنچ جائے گی۔

دوسرے دن اہلِ لشکر نے آپؑ سے سامان خورد ونوش کا تقاضا کیا تو آپ ایک ٹیلے پر چڑھ گئے اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ وہ لشکر اور اس کے جانوروں کو سامانِ خورد ونوش فراہم کرے۔

آپؑ دعا ختم کر کے ٹیلے سے نیچے اُترے تو بہت سے اونٹ وہاں پہنچ گئے جن پر گوشت، کھجوریں اور آٹا لدا ہوا تھا اور سامانِ خورد ونوش اتنا زیادہ تھا کہ اہلِ لشکر کے لیے

اُس کو سنبھالنا مشکل ہوگیا۔ پھر کچھ اور اونٹ آئے جن پر جانوروں کا چارہ لدا ہوا تھا۔ ساربانوں نے اُونٹوں سے سامان اُتارا اور واپس چلے گئے۔ کسی کو بھی معلوم نہ ہوسکا کہ یہ سامان رسد لانے والے کون تھے' انسان تھے یا جن تھے؟ تمام لشکر نے آپ کے معجزہ سے تعجب کیا۔ (الثاقب فی المناقب' ص ۱۵۷)

## حضرت کا چٹان ہٹا کر پانی برآمد کرنا اور رہب کا اسلام قبول کرنا

شیخ مفید ''ارشاد'' میں رقم طراز ہیں:

عامہ و خاصہ کے اہل سیر نے اس خبر کو نقل کیا ہے اور یہ واقعہ اتنا مشہور ہے کہ شعراء نے اس واقعہ کو اپنی نظموں میں قلم بند کیا اور فصحا و بلغاء اور علماء نے اسے عوام الناس کے سامنے پورے تواتر سے نقل کیا ہے اور اسی شہرت کی وجہ سے ہمیں اس واقعہ کے اسناد بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور وہ واقعہ یہ ہے:

امیرالمومنین علیہ السلام اپنے اصحاب کو ساتھ لے کر صفین کی طرف جا رہے تھے۔ راستے میں لشکر کا پانی ختم ہوگیا اور انہوں نے دائیں بائیں پانی کو تلاش کیا لیکن انھیں کہیں بھی پانی نہ مل سکا۔ فوج نے امیرالمومنین سے پانی کے ختم ہونے کی شکایت کی۔ آپ نے اپنے لشکر کو ساتھ لیا اور آپ نے راستے کو چھوڑ کر صحرا کا رخ کیا۔ ابھی آپ نے تھوڑا سا سفر کیا تھا کہ صحرا میں ایک راہب کا گرجا دکھائی دیا۔ آپ اپنے ساتھیوں کو لے کر وہاں آئے اور راہب سے فرمایا: کیا یہاں کہیں پانی ہے؟

راہب نے کہا: پانی یہاں سے دو فرسخ دُور ہے اور میرے عقیدت مند ہر ماہ وہاں سے کچھ پانی لا کر میرے پاس رکھ دیتے ہیں اور میں بڑی احتیاط سے اسے استعمال کرتا رہتا ہوں۔ اگر میرے عقیدت مند پانی نہ لائیں تو میں ہلاک ہو جاؤں۔

امیرالمومنینؑ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: تم نے راہب کی بات سن لی ہے۔ اب تمہارا ارادہ کیا ہے؟

فوجیوں نے کہا: مولا! اب ہم دو فرسخ کا سفر طے کر کے پانی تک پہنچیں گے۔
آپؑ نے فرمایا: نہیں تمہیں اتنی تکلیف اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ پانی یہاں بالکل قریب ہی موجود ہے۔

پھر آپؑ اپنے سپاہیوں کو راہب کے گرجا کے قریب ایک مقام پر لے گئے اور فرمایا: تم لوگ اس مٹی کو ہٹاؤ یہاں سے پانی برآمد ہوگا۔

آپؑ کے سپاہیوں نے اس جگہ سے مٹی ہٹائی تو وہاں ایک سفید رنگ کی چٹان نمودار ہوئی۔ آپ کے سپاہیوں نے اسے ہتھوڑوں سے توڑنے کی بہت کوشش کی لیکن ان کی کوئی بھی کوشش کارگر ثابت نہ ہوئی۔ انہوں نے امیر المومنینؑ سے کہا کہ مولا! اب چٹان ظاہر ہوئی ہے جسے ہم توڑنے اور ہٹانے سے قاصر ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: میں خود اسے ہٹا دوں گا۔ پھر آپ وہاں تشریف لائے۔ آپ نے اپنے ہاتھوں سے اس چٹان کو پکڑ کر اسے ہلایا تو وہ ہلنے لگ گئی۔ پھر آپؑ نے اسے پوری قوت سے دُور پھینک دیا۔

جب چٹان وہاں سے ہٹی تو پانی نمودار ہوا۔ حضرت کے سپاہی آگے بڑھے اور انہوں نے وہاں سے پانی پیا اور وہ پانی انتہائی ٹھنڈا اور میٹھا تھا اور حضرت کی سپاہ نے پورے سفر کے دوران اس سے بہتر پانی نہیں پیا تھا۔ آپ نے سپاہیوں سے فرمایا کہ خوب پانی پی لو اور مشکیں بھر لو۔ جب آپ کی سپاہ نے اپنی مشکیں بھر لیں تو آپ نے اس چٹان کو اُٹھا کر دوبارہ اس کے مقام پر رکھ دیا اور حکم دیا کہ اس پر مٹی ڈال کر اس کا نشان مٹا دیا جائے۔

راہب اپنے صومعہ سے یہ سارا منظر دیکھتا رہا۔ جب پانی کا نشان مٹ گیا تو راہب نے اپنے گرجا سے آواز دے کر کہا: لوگو! مجھے اتارو۔

لوگوں نے اسے اتارا' وہ امیر المومنینؑ کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور آپؑ سے کہنے لگا:

کیا آپ نبی مرسل ہیں؟

حضرتؑ نے فرمایا: نہیں میں نبی مرسل نہیں ہوں۔

پھر اس نے کہا: تو کیا آپؑ مقرب فرشتہ ہیں؟

حضرتؑ نے فرمایا: نہیں، میں ملک مقرب بھی نہیں ہوں۔

پھر اس نے کہا: پھر آپ خود ہی بتائیں کہ آپ کون ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: میں رسولؐ خدا کا وصی ہوں۔

راہب نے کہا: آپ ہاتھ دراز کریں میں آپ کے ہاتھ پر اسلام قبول کرتا ہوں۔

حضرتؑ نے ہاتھ دراز کیا اور اس سے فرمایا کہ تم کلمہ شہادتین پڑھو۔

راہب نے کہا: **اشهد ان لا اله الا الله وحده لاشريک له واشهد ان محمدا عبده ورسوله واشهد انک وصی رسول الله واحق الناس بالامره من بعده.** ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ وہ واحدہ لاشریک ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد مصطفےٰؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسولؐ ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ رسولؐ خدا کے وصی اور ان کے جانشین ہیں۔

اس کے بعد امیر المومنین علیہ السلام نے اس کے سامنے اسلام کے دوسرے شرائط بیان کیے۔

پھر آپؑ نے اس سے فرمایا: تمہارے اسلام لانے کی وجہ کیا ہے؟

اس نے کہا: امیر المومنینؑ! یہ دیر اس چٹان کے اکھاڑنے والے کے انتظار کے لیے بنایا گیا تھا۔ مجھ سے پہلے یہاں کئی افراد رہائش پذیر رہے اور وہ آپ کا انتظار کرتے کرتے اس دنیا سے رخصت ہو گئے مگر انھیں یہ شرف نصیب نہ ہوا۔ جب کہ اللہ نے یہ شرف میرے ہی مقدر میں لکھا تھا۔ ہماری کتابوں میں مذکور ہے اور ہمارے علماء نے ہمارے بزرگوں سے بیان کیا تھا کہ اس صحرا میں ایک چٹان ہے جس کے مقام کو نبی یا نبی

کے وصی کے علاوہ کوئی نہیں پہچانتا اور عنقریب اللہ کا ایک ولی آئے گا جو حق کا داعی ہوگا اور وہ اس چٹان کو اس کی جگہ سے ہٹا کر پانی برآمد کرے گا۔

اور جب آج آپ نے اس چٹان کو ہٹایا اور اس کے نیچے سے پانی برآمد کیا تو مجھے اپنا گوہر مقصود نظر آ گیا اور میرے دل کی تمنا پوری ہوگئی۔ لہٰذا آج میں آپ کے ہاتھوں پر اسلام قبول کرتا ہوں اور آپ کے حق پر ایمان لانے کا اعلان کرتا ہوں۔

جب امیرالمومنینؑ نے راہب کی یہ گفتگو سنی تو آپ اتنا روئے کہ آپ کا چہرہ آنسوؤں سے تر ہوگیا۔ پھر آپؑ نے فرمایا:

**الحمدللّٰہ الذی لم اکن عندہ منیا** ''اس ذات کی حمد ہے جس نے مجھے یاد رکھا اور اس ذات کی حمد ہے جس نے اپنی کتابوں میں میرا ذکر کیا''۔

پھر آپ نے لوگوں کو بلا کر فرمایا کہ لوگو! آؤ اور اپنے اس مسلمان بھائی کی گفتگو کو سنو۔

لوگوں نے اس نومسلم راہب کی باتیں سنیں اور انہوں نے اللہ کی حمد بجا لائی اور امیرالمومنینؑ کی معرفت حاصل ہونے پر انہوں نے خدا کا شکر ادا کیا۔

پھر راہب آپ کی فوج میں شامل ہوگیا اور وہ جنگِ صفین میں شہید ہوا۔ آپ نے اس کی نمازِ جنازہ پڑھی اور اسے دفن کیا اور اس کے لیے دعائے خیر فرمائی۔ (الارشادؒ ص ۱۷۶-۱۷۷)

## مقامِ براثا پر ایک راہب کا مشرف بہ اسلام ہونا

شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ الفقیہ میں رقم طراز ہیں:

جابر بن عبداللہ انصاری کا بیان ہے کہ خوارج کے قتال کے بعد امیرالمومنین علیہ السلام نے مقام براثا پر ہمیں نماز پڑھائی۔ اس وقت ہماری تعداد ایک لاکھ کے قریب تھی۔ وہاں ایک عیسائی راہب کی خانقاہ بنی ہوئی تھی۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو

راہب اپنی خانقاہ سے باہر آیا اور اس نے کہا: اس لشکر کا سالار کون ہے؟

ہم نے امیرالمومنین علیہ السلام کی طرف اشارہ کیا۔ وہ آگے بڑھا اور اس نے سلام کر کے کہا: میرے آقا! کیا آپ نبیؐ ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں، نبیؐ میرے سردار تھے اور ان کی وفات ہو چکی ہے۔

راہب نے کہا تو کیا آپ نبیؐ کے وصی ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں۔

پھر آپ نے راہب سے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ اور یہ بتاؤ تم نے یہ بات کیوں پوچھی ہے؟

اس نے کہا: مقام براثا پر یہ خانقاہ اسی مقصد کے لیے بنائی گئی تھی اور میں نے سابقہ کتابوں میں یہ بات پڑھی ہے کہ اتنے بڑے مجمع کے ساتھ اس مقام پر یا نبی نماز پڑھے گا یا نبی کا وصی نماز پڑھے گا۔ اب میں اسلام قبول کرتا ہوں۔

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ وہ راہب مسلمان ہو گیا اور ہمارے ساتھ کوفہ کی طرف چل پڑا۔

حضرت علی علیہ السلام نے راہب سے پوچھا یہاں کس نے نماز پڑھی تھی؟

راہب نے کہا: یہاں حضرت عیسٰی اور ان کی والدہ ماجدہ نے نماز پڑھی تھی۔

حضرت نے فرمایا: میں بتاؤں یہاں کس نے نماز پڑھی تھی؟

راہب نے کہا: جی ہاں، آپ بتائیں۔

حضرت نے فرمایا: یہاں ابراہیم خلیل علیہ السلام نے نماز پڑھی تھی۔ (من لایحضرہ الفقیہ، ج ۱، ص ۲۳۲)

## چٹان ہٹا کر چشمہ راحوما کا برآمد کرنا اور راہب کا اسلام لانا

امیرالمومنین علیہ السلام اپنے لشکر کو لے کر صفین کی طرف جا رہے تھے۔ جب

آپ ''قریہ صندوداء'' سے آگے گئے تو لق و دق اور بنجر میدان دکھائی دیا۔ آپ نے اس بیابان میں اپنی تھکی ہوئی فوج کو آرام کے لیے ٹھہرایا۔

مالک اشتر نے آپ سے کہا: مولا! یہاں تو پانی ہی نہیں ہے۔ لہٰذا آپ فوج کو یہاں سے لے جائیں۔

آپؑ نے فرمایا: مالک! اللہ تعالیٰ ہمیں یہاں پانی عطا فرمائے گا۔ تم اپنے ساتھیوں کو بلا کر یہاں زمین کھودو۔ ان شاء اللہ یہاں ہمیں پانی ملے گا۔

فوجیوں نے وہاں زمین کھودی تو سیاہ چٹان نمودار ہوئی جسے ایک سو افراد بھی حرکت نہ دے سکے۔ امیر المومنینؑ کو خبر دی گئی تو آپؑ اس مقام پر آئے اور آپؑ نے آسمان کی طرف دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا:

**طاب طاب یاعالم یاثابوثة شمیا کوبا جانوثا تودیثا برجوثا**

**آمین آمین رب العالمین رب موسیٰ وھارون**

بعدازاں آپ نے اس چٹان کو ہاتھ سے پکڑ کر چالیس ہاتھ کے فاصلے پر پھینک دیا۔ جب چٹان ہٹی تو اس کے نیچے سے پانی ظاہر ہوا جو کہ شہد سے زیادہ میٹھا اور برف سے زیادہ ٹھنڈا اور یاقوت سے زیادہ صاف تھا۔ آپ کے لشکر نے خود پانی پیا اور اپنے جانوروں کو بھی پلایا۔

اس کے بعد حضرتؑ نے پھر چٹان کو اٹھا کر اسی جگہ پر رکھ دیا اور اس پر مٹی ڈال کر اس کا نشان تک مٹا دیا اور وہاں سے کوچ کیا۔ تھوڑا سا سفر کرنے کے بعد فرمایا: تم میں سے کوئی اس چشمہ کی جگہ کو جانتا ہے؟

سب نے کہا کہ ہم جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: جاؤ اس مقام کو تلاش کرو۔

حضرتؑ کی سپاہ نے بہتیرا ڈھونڈا مگر اس کا کہیں نام و نشان تک دکھائی نہ دیا۔

اسی صحرا میں ایک گرجا تھا اور اس میں ایک راہب رہتا تھا۔ اس واقعہ کے بعد وہ راہب اپنی خانقاہ سے نکل کر آپ کی طرف آیا۔ جب امیر المومنینؑ نے اسے دیکھا تو آپؑ نے

اس سے فرمایا: تو شمعون ہے؟

راہب نے کہا: جی ہاں۔لیکن یہ میرا وہ نام ہے جسے صرف میری ماں جانتی ہے یا آپؑ نے مجھے اس نام سے یاد کیا ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: شمعون کیا چاہتے ہو؟

راہب نے کہا: میں اس چشمہ کی حقیقت اور اس کا نام پوچھنا چاہتا ہوں۔

حضرتؑ نے فرمایا: اس کا نام چشمہ ''راحوما'' ہے اور یہ جنت کا چشمہ ہے۔ تین سو تیرہ اوصیاء نے اس سے پانی پیا ہے اور ان کا آخری فرد میں ہوں۔

راہب نے کہا: آپؑ سچ کہتے ہیں۔ میں نے انجیل میں بھی یہی پڑھا ہے اور یہ گرجا بھی اسی چٹان ہٹا کر پانی برآمد کرنے والے کی جستجو کے لیے بنایا گیا تھا۔ مجھ سے قبل کئی بزرگ یہاں آپؑ کا انتظار کرتے ہوئے دنیا سے رخصت ہو گئے جب کہ خدا نے یہ سعادت میرے مقدر میں لکھی تھی۔

ایک اور روایت میں یہ لفظ ہیں کہ حضرتؑ نے فرمایا تھا کہ یہ شعیب کا کنواں ہے۔ پھر وہ راہب اسلام لے آیا اور حضرت کی فوج میں شامل ہو کر جنگِ صفین میں شامل ہوا اور جنگِ صفین میں سب سے پہلے شہادت کا اسے اعزاز حاصل ہوا۔

امیرالمومنینؑ نے جیسے ہی اس کی شہادت کا سنا تو آپؑ رو دیے اور فرمایا:

**المرء مع من احب – الراهب معنا یوم القیامة**

انسان قیامت کے دن اس کے ساتھ محشور ہوگا جس سے وہ محبت رکھتا ہوگا۔ راہب قیامت کے دن ہمارے ساتھ ہوگا۔

(مناقب آل ابی طالب، ج ۲، ص ۲۹۱۔ امالی صدوق، ص ۱۵۵)

## چٹان کا ظاہر کرنا

سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے اپنی اسناد سے حضرت عمار یاسر سے نقل کیا۔ انہوں نے

کی مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ جب ایک ہزار افراد سے وہ چٹان نہ ہل سکی تو امیر المومنین علیہ السلام نے اپنا ہاتھ بڑھا کر اسے پلٹ دیا۔

جب چٹان کا رخ پلٹ گیا تو لوگوں نے دیکھا کہ اس پر حضرت آدمؑ، نوحؑ، ابراہیمؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ اور حضرت محمد مصطفیٰؐ کے نام لکھے ہوئے تھے جب یہودیوں نے یہ نام پڑھے تو انہوں نے بے ساختہ کہا:

نشهد ان لا الٰه الا اللّٰه وان محمدا رسول الله وربک امیر المومنین وسید الوصیین وحجة اللّٰه فی ارضه من عرفک سعد ونجا ومن خالفک ضل وغویٰ والی الحجیم هویٰ

ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسولؐ ہیں اور آپ مومنین کے امیر اور اوصیاء کے سردار اور خدا کی زمین پر اس کی حجت ہیں جس نے آپ کی معرفت حاصل کی اس نے سعادت اور نجات پائی اور جس نے آپ کی مخالفت کی وہ گمراہ ہوا اور راہِ حق سے منحرف ہوا اور دوزخ میں جا گرا۔

(عیون المعجزات، ص ۳۱-۳۲)

## عمار کے لیے خزانہ ظاہر کرنا

حافظ رجب البرسی رقمطراز ہیں کہ حضرت عمار یاسر نے بیان کیا کہ میں ایک مرتبہ امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے عرض کی کہ مولا! تین دن سے میرے گھر میں فاقہ ہے اور ہم نے مسلسل تین دنوں سے کچھ نہیں کھایا۔

یہ سن کر حضرتؑ نے فرمایا کہ میرے ساتھ چلو۔ ہم کوفہ سے باہر ایک صحرا میں پہنچے تو آپ نے ایک جگہ کی مٹی کو ہٹایا۔ وہاں ایک کنواں نمودار ہوا جو کہ درہموں سے بھرا ہوا

تھا۔اس میں سے حضرتؑ نے ایک درہم اٹھا کر مجھے دیا اور ایک درہم خود اٹھا کر فرمایا کہ یہ ہمارے لیے کافی ہے۔

میں نے عرض کیا: مولا! آپ اس میں سے کچھ زیادہ رقم اٹھالیں۔آپؑ نے کہا: ہماری آج کی ضروریات کے لیے یہی ایک درہم ہی کافی ہے۔پھر آپؑ نے اس پر مٹی ڈال دی اور اس خزانہ کے نشان کو مٹا دیا اور واپس چلے آئے۔

دوسرے دن عمار حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے فرمایا:

عمار! معلوم ہوتا ہے کہ تم کل اس خزانہ کی تلاش میں گئے تھے؟

عمار نے عرض کی: جی ہاں! میں کل دوبارہ وہاں گیا تھا لیکن مجھے وہاں کچھ نہ ملا۔

آپؑ نے فرمایا: عمار! بات یہ ہے کہ جب خدا نے دیکھا کہ ہمیں دنیا کی رغبت نہیں ہے تو اس نے ہمارے لیے خزانے کو ظاہر کر دیا اور جب اس نے دیکھا کہ تمہیں اس کی رغبت ہے تو اس نے اپنا خزانہ تم سے دُور کر لیا۔(الفضائل ۱۱۲)

## حبّابہ والبیہ کا واقعہ

ثقۃ الاسلام کلینی نے اپنی اسناد سے حبّابہ والبیہ کی زبانی نقل کیا۔انہوں نے کہا: میں نے امیرالمومنین علیہ السلام کو "شرطہ خمیس" میں دیکھا۔آپؑ کے ہاتھ میں ایک دُرہ تھا اور آپؑ اس دُرہ سے مَلی مچھلی اور سانپ مچھلی بیچنے والے دکانداروں کو مار رہے تھے اور آپؑ ان سے فرما رہے تھے: بنی اسرائیل کے مسخ لوگو! اور بنی مروان کے لشکر بیچنے والو! فرات بن احنف نے کھڑے ہو کر کہا: حضرت! بیان فرمائیں بنی مروان کے لشکر سے کون لوگ مراد ہیں؟

حضرتؑ نے فرمایا: یہ وہ لوگ تھے جو کہ اپنی داڑھیاں منڈواتے اور مونچھیں رکھا کرتے تھے۔خدا نے انھیں مسخ کر کے مَلی مچھلی کی شکل میں تبدیل کر دیا۔

حبابہ کہتی ہیں کہ میں نے اپنی عمر میں آپ سے بڑھ کر اور کوئی فصیح و بلیغ شخص نہیں

دیکھا تھا۔ پھر میں حضرت کے پیچھے چلتی ہوئی صحن مسجد میں پہنچی اور آپ کی خدمت میں یہ عرض کی:

امیرالمومنینؑ! اللہ آپ پر رحم کرے' امامت کی علامت کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: صحن مسجد میں سے ایک پتھر اٹھا کر لاؤ۔ میں نے صحن سے ایک پتھر اٹھایا اور اسے حضرت کی خدمت میں پیش کیا۔ آپؑ نے اس پر اپنی انگشتری کا نشان لگا کر وہ پتھر میرے حوالے کیا۔ میں نے دیکھا تو پتھر پر آپ کی انگشتری کا نشان کندہ ہو چکا تھا۔

پھر آپؑ نے فرمایا: حبابہ! جب بھی کوئی شخص امامت کا دعویٰ کرے تو یہ تم پتھر اس کے پاس لے جانا۔ اگر وہ اپنی انگشتری کا نشان اس پر کندہ کر دے تو جان لینا کہ اس کی اطاعت فرض ہے اور وہ خدا کی طرف سے مقرر کردہ امام ہے۔

حبابہ کہتی ہیں کہ امیرالمومنین علیہ السلام کی شہادت کے بعد میں وہ پتھر لے کر حضرت حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے پاس گئی۔ اس وقت آپ امیرالمومنینؑ کی مسند پر تشریف فرما رہے تھے اور لوگ آپ سے مسائل دریافت کر رہے تھے۔ جب آپ کی نظر مجھ پر پڑی تو آپ نے آواز دے کر فرمایا: حبابہ والبیہ!

میں نے عرض کیا: مولا! میں حاضر ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: وہ پتھر لاؤ۔

میں نے وہ پتھر آپؑ کے سامنے پیش کیا۔ آپ نے اس پر اپنی انگشتری کا نشان لگایا اور جب میں نے پتھر پر نظر کی تو اس پر آپ کی انگشتری کا نشان کندہ ہو چکا تھا۔

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی شہادت کے بعد میں مسجد نبوی میں امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپؑ نے مجھے دیکھ کر فرمایا: امامت کی ایک علامت ہوتی ہے اور اس وقت تم بھی امامت کی علامت مشاہدہ کرنے کے لیے آئی ہو۔

میں نے کہا: جی ہاں میرے آقا و مولا! میں اسی غرض سے آئی ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: وہ پتھر لاؤ جو تمہارے پاس موجود ہے۔ میں نے وہ پتھر حضرتؑ کے سامنے پیش کیا۔ آپؑ نے اس پر اپنی انگشتری کی مہر ثبت کر کے وہ پتھر میرے حوالے کیا۔ میں نے پتھر کو دیکھا تو اس پر آپؑ کی انگشتری کا نقش کندہ ہو چکا تھا۔

حبابہ کہتی ہیں:۔ پھر میں امام زین العابدین علی بن الحسین کے پاس گئی اس وقت میری عمر ایک سو تیرہ برس کی ہو چکی تھی اور میں کمزور ہو چکی تھی۔ جب میں امام زین العابدینؑ کے پاس گئی تو میں نے دیکھا وہ رکوع و سجدہ میں مصروف تھے۔ میں علامتِ امامت سے مایوس ہو کر اٹھنے لگی کہ آپ نے انگشتِ سبابہ کا اشارہ کیا۔ جیسے ہی آپ نے اشارہ کیا میں دوبارہ جوان ہو گئی۔ میں نے عرض کیا:

مولا! دنیا کتنی گزر چکی ہے اور کتنی باقی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جو گزر چکی ہے اس کے متعلق پوچھ اور جو باقی ہے اس کے متعلق سوال نہ کرو۔

پھر آپؑ نے فرمایا: وہ پتھر لاؤ جو تمہارے پاس ہے۔ میں نے وہ پتھر آپ کے سامنے رکھا تو آپؑ نے اس پر اپنی انگشتری کا نشان لگایا اور جب میں نے اس پتھر کو دیکھا تو اس پر آپ کی انگشتری کا نشان ثبت ہو چکا تھا۔

پھر میں امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس گئی تو آپؑ نے اس پر اپنی مہر ثبت کی۔ پھر میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس گئی تو آپؑ نے بھی اس پر اپنی مہر ثبت کی۔ پھر میں امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے پاس گئی تو آپؑ نے بھی اس پر اپنی مہر ثبت کی۔ پھر میں امام علی رضا علیہ السلام کے پاس گئی تو آپؑ نے بھی اس پر اپنی مہر ثبت کی۔ اس کے بعد حبابہ نو ماہ زندہ رہیں پھر ان کی وفات ہو گئی۔ (اصول کافی' ج ا' ص ۳۴۶)

## حضرتؑ کے نشانات

ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ حضرتؑ کے معجزات کے نشانات آج تک بہت سے

مقامات پر دیکھے جاسکتے ہیں۔ آپ نے ایک پتھر کے بنے ہوئے ستون پر ہاتھ رکھا اور اپنا انگوٹھا پتھر میں داخل کیا اور آج تک وہ پتھر کوفہ میں موجود ہے۔ جب کہ تکریت میں آپ کے پنجے کے نشان ایک پتھر پر لگے ہوئے ہیں۔ غارِ ثور کے نزدیک آپؑ کی تلوار کے نشانات موجود ہیں اور جبال بادیہ میں آپؑ کے نیزے کا نشان لگا ہوا ہے اور قلعہ جعبر کی چٹان پر آپ کے نیزے کا نشان آج بھی موجود ہے۔ (مناقب آل ابی طالب، ج ۲، ص ۲۸۹)

## پہاڑ سے سات اُونٹنیوں کا ظاہر کرنا

حضرت علی علیہ السلام راوی ہیں کہ ایک یہودی عالم دین آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کی:

مجھے میری قوم نے آپ کے پاس روانہ کیا ہے کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہم سے یہ عہد کیا تھا کہ میرے بعد ایک نبی آئے گا جس کا نام محمدؐ ہوگا اور وہ عربی ہوگا۔ جب وہ اعلان نبوت کرے تو تم ان کے پاس جانا اور ان سے کہنا اگر وہ تمہارے لیے پہاڑ سے سات اُونٹنیاں برآمد کریں جن کے بال سرخ اور آنکھیں سیاہ ہوں۔ اگر وہ تمہارے کہنے پر سات اُونٹنیاں برآمد کردیں تو تم ان پر سلام کرنا اور ان کی نبوت پر ایمان لانا اور اس نور پر بھی ایمان لانا جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا ہے۔ محمدؐ انبیاء کا سردار ہوگا اور اس کا وصی اوصیاء کا سردار ہوگا اور وہ نبی میری مانند ہوگا اور اس کا بھائی میرے بھائی ہارون کی مانند ہوگا۔

جب نبی اکرمؐ نے یہودی عالم کی یہ بات سنی تو آپ نے تکبیر کہی اور فرمایا: یہودی آؤ۔

نبی اکرمؐ اس یہودی عالم اور دوسرے صحابہ کو ساتھ لے کر مدینہ سے باہر ایک پہاڑ کے دامن میں تشریف لائے۔ آپ نے وہاں اپنی چادر پھیلائی اور دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر آپ نے زیرلب کوئی دعا پڑھی کہ اچانک پہاڑ میں سے آوازیں برآمد ہونے

لگیں اور پہاڑ کا ایک کونہ پھٹ گیا اور اُونٹنیوں کے بولنے کی آوازیں آنے لگیں۔

جب یہودی نے یہ منظر دیکھا تو اس نے کلمہ شہادت پڑھا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ خدا کے سچے نبی ہیں اور حضرت موسیٰ نے آپؐ ہی کی ہمیں بشارت دی تھی۔ فی الحال میں یہ اونٹنیاں نہیں لینا چاہتا۔ اب میں اپنی قوم کے پاس جاؤں گا اور انھیں اس معجزہ کی خبر دوں گا۔ اگر میری قوم ایمان لے آئی تو میں انھیں اپنے ساتھ یہاں لے آؤں گا اور آپ سے ان اونٹنیوں کا مطالبہ کروں گا۔

پھر وہ یہودی عالم اپنی قوم کے پاس چلا گیا اور انھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزہ سے مطلع کیا۔ اس کی قوم آنحضرتؐ کی زیارت کے لیے روانہ ہوئی۔ پھر کچھ دنوں بعد وہ عالمِ دین اپنی قوم کے افراد کو لے کر مدینہ آیا۔ جب وہ مدینہ پہنچا تو یہاں کی فضا سوگوار تھی۔ کیونکہ چند روز قبل آنحضرتؐ کی وفات ہوچکی تھی اور حضرت ابوبکر مسند خلافت پر بیٹھے تھے۔ وہ شخص اپنی قوم کو لے کر حضرت ابوبکر کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ کیا آپ رسولؐ کے جانشین ہیں؟

حضرت ابوبکر نے کہا: جی ہاں۔ میں آنحضرتؐ کا جانشین ہوں۔

پھر اس نے کہا: اگر آپ رسول اکرمؐ کے جانشین ہیں تو آپ ہم سے ان کا وعدہ پورا کریں۔

حضرت ابوبکر نے کہا: رسولؐ خدا نے تم سے کیا وعدہ کیا تھا؟

اس نے کہا: تم کیسے جانشین ہو کہ تمہیں تو آنحضرتؐ کے وعدہ کا علم ہی نہیں ہے اور جب تمہاری یہ حالت ہے تو پھر تم آنحضرتؐ کی مسند پر براجمان کیوں ہوئے؟

یہ سن کر حضرت ابوبکر پریشان ہوگئے اور انھیں کوئی جواب سجھائی نہ دیا۔ اتنے میں ایک شخص نے اُٹھ کر کہا: میرے ساتھ چلو میں تمہیں رسولؐ خدا کے حقیقی جانشین کے دروازے پر لے جاتا ہوں۔

وہ مسلمان انھیں اپنے ساتھ لیے ہوئے حضرت علیؑ کے دروازے پر لے آیا اور

اس نے آپ کے دروازے پر دستک دی۔ حضرت علیؑ نے دروازہ کھولا اور آپ وفاتِ رسولؐ کی وجہ سے سخت غمگین تھے۔ آپؑ نے انھیں دیکھ کر فرمایا:

کیا تم اپنے وعدہ کے مطابق اُونٹنیاں لینے آئے ہو؟

انہوں نے کہا: جی ہاں۔

آپؑ انھیں لے کر اسی پہاڑ کے دامن میں تشریف لائے جہاں رسولؐ خدا تشریف لے گئے تھے۔ جب آپؑ وہاں پہنچے تو آپؑ نے ٹھنڈی سانس لی اور کہا: میرے ماں باپ اس ذات پر قربان ہوں جو کچھ عرصہ قبل یہاں تشریف لائی تھی۔

پھر آپؑ نے وہاں دو رکعت نماز پڑھی۔ آپ نے جیسے ہی نماز تمام کی تو پہاڑ پھٹ گیا اور اس میں سے سات اونٹنیاں برآمد ہوئیں۔ جب یہودیوں نے یہ معجزہ دیکھا تو انہوں نے یک زبان ہو کر کہا:

**نشهد ان لا الٰه الا اللّٰه وان محمدا رسول اللّٰه وانک الخليفة من بعده وان ماجاء به النبی من عند ربنا هو الحق وانت خليفة حقا ووصيه ووارث علمه فجزاک اللّٰه وجزاه عن الاسلام خيرا**

ہم گواہی دیتے ہیں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد مصطفیٰ اللہ کے رسولؐ ہیں اور آپؑ ان کے جانشین ہیں اور نبی جو کچھ بھی رب کی طرف سے لائے ہیں وہ حق ہے اور آپ ان کے حقیقی جانشین اور ان کے وصی اور ان کے علم کے وارث ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور انھیں اسلام کی طرف سے بہترین جزا عطا کرے۔

پھر وہ لوگ اپنے گھروں کو چلے گئے۔ (فضائل شاذان، ص ۱۳۰)

## پہاڑ سے اسّی اونٹنیوں کو برآمد کرنا

راوندی نے امام حسین علیہ السلام کی زبانی یہ واقعہ نقل کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت علیؑ نے اعلان کیا کہ جس کے ساتھ حضور اکرمؐ نے کچھ دینے کا وعدہ کیا ہو یا کسی نے رسول اکرمؐ سے کوئی قرض لینا ہو تو وہ آ کر مجھ سے وصول کر لے۔

اس اعلان کے بعد جو بھی حضرتؑ کے پاس قرض کے لیے آتا تو آپؑ مصلی اٹھاتے اور اس میں سے اس کی مطلوبہ رقم اسے ادا کر دیتے۔

ایک دن حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے کہا: دیکھ رہے ہو کہ علیؑ سارا شرف سمیٹ رہے ہیں جب کہ تم نے تو اس طرح کا کوئی اعلان نہیں کیا۔ اگر آپ بھی اس طرح کا اعلان کر دیں تو اس سے ہماری حکومت کی ساکھ مضبوط ہو جائے گی۔

حضرت ابوبکر نے بھی اعلان کر دیا کہ جس نے رسولؐ خدا سے کوئی قرض لینا ہو یا جس سے آنحضرتؐ نے کوئی وعدہ کیا ہو تو وہ میرے پاس آ کر اسے وصول کر لے۔

حضرت علیؑ کو کسی نے بتایا کہ حضرت ابوبکر نے بھی یہ اعلان کر دیا ہے۔ یہ سن کر آپؑ نے فرمایا:

اسے اس اعلان کی وجہ سے ندامت اٹھانا پڑے گی۔

اس اعلان کے دوسرے دن ایک اعرابی مسجد میں آیا اور اس نے کہا تم میں سے رسولؐ خدا کا وصی کون ہے؟

لوگوں نے حضرت ابوبکر کی طرف اشارہ کیا۔ اعرابی ان کے پاس آیا اور ان سے کہا: کیا آپ رسولؐ خدا کے وصی اور ان کے جانشین ہیں؟

حضرت ابوبکر نے کہا: جی ہاں میں ہی آنحضرتؐ کا جانشین ہوں۔

اعرابی نے کہا: تو پھر ایسی اسّی اونٹنیاں میرے سپرد کریں جن کا رنگ سرخ اور

آنکھیں سیاہ ہوں۔ رسولؐ خدا نے مجھ سے ان اونٹنیوں کا وعدہ کیا تھا۔

جب حضرت ابوبکر نے یہ مُطالبہ سنا تو انہوں نے حضرت عمر سے کہا کہ اب بتاؤ ہم کیا کریں؟

حضرت عمر نے اعرابی سے کہا: بھائی تمہارے پاس اس کا کوئی گواہ ہو تو اسے پیش کرو۔

اعرابی نے ناراض ہو کر کہا: کیا مجھ جیسے انسان سے بھی گواہ طلب کیے جاتے ہیں؟

پھر اعرابی ناراض ہو کر مسجد سے باہر جانے لگا۔ حضرت سلمان فارسی نے اسے آواز دے کر فرمایا: اعرابی! میرے ساتھ آؤ میں تجھے رسولؐ خدا کے حقیقی جانشین کے دروازہ پر لے جاؤں۔

حضرت سلمان اسے لے کر حضرت علیؑ کے دروازے پر آئے۔ اعرابی نے حضرت علیؑ سے کہا: کیا آپ رسولؐ کے وصی ہیں؟

آپ نے فرمایا: جی ہاں میں ہی ان کا وصی اور خلیفہ ہوں۔ تمہارا کیا مطالبہ ہے؟

اعرابی نے کہا: اگر آپ رسولؐ خدا کے وصی ہیں تو اسّی اونٹنیاں میرے سپرد کریں جن کا رنگ سرخ اور آنکھیں سیاہ ہوں۔ رسولؐ خدا نے مجھ سے اس کا وعدہ کیا تھا؟

حضرت علی نے اعرابی سے فرمایا کہ تیری قوم اسلام قبول کر چکی ہے؟

اعرابی نے جیسے ہی یہ بات سنی تو اس نے آپؑ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور کہا: واقعی رسولؐ خدا نے مجھ سے اسی شرط پر اونٹنیاں دینے کا وعدہ کیا تھا اور میں اور میری قوم اسلام قبول کر چکی ہے۔

حضرت علیؑ نے اپنے فرزند حسن مجتبیٰ کو بلا کر فرمایا کہ سلمان کو ساتھ لے جاؤ اور اسی اعرابی کو بھی ساتھ لے جاؤ اور فلاں وادی میں چلے جاؤ اور وہاں آواز دے کر کہو: ''یاصالح''۔ اور جب تجھے جواب سنائی دے تو اس سے کہنا کہ امیرالمومنینؑ تجھے سلام دیتے ہیں اور تجھ سے کہہ رہے ہیں کہ وہ اسّی اُونٹنیاں تمہارے حوالے کرے جن کی رسولؐ

خدا نے ضمانت دی تھی۔

سلمان کہتے ہیں کہ ہم حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے ساتھ چل پڑے اور ایک وادی میں پہنچے۔ وہاں امام حسنؑ نے ''یا صالح'' کہہ کر آواز دی۔ اس کے جواب میں ہم نے یہ آواز سنی: **لبیک یابن رسول اللّٰہ!** ''فرزند رسولؐ! میں حاضر ہوں''۔

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے اسے امیر المومنینؑ کا پیغام پہنچایا تو آواز آئی کہ آپؑ کے حکم کی تعمیل ہوگی۔

پھر ہم نے دیکھا زمین سے ایک مہار برآمد ہوئی۔ حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے وہ مہار پکڑ کر اعرابی کے ہاتھ میں دی اور فرمایا: اب تم مہار کھینچ کر چلتے رہو۔ اعرابی نے چلنا شروع کیا۔ اس کے پیچھے اُونٹ نکلنے لگے اور جب اسّی اونٹ پورے ہوگئے تو ان کے نکلنے کا سلسلہ موقوف ہوگیا۔ (الخرائج والجرائح، ج ۱، ص ۱۷۵)

## وعدۂ رسولؐ کے تحت ابوالصمصام عبسی کو اسّی اونٹنیاں دینا

ثاقب المناقب میں ابن عباس سے منقول ہے کہ ابوالصمصام عبسی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا۔ اس نے اپنی ناقہ کو دروازہ مسجد پر بٹھایا اور حاضرین پر سلام کرنے کے بعد کہا:

تم میں وہ (نعوذ باللہ) گمراہ شخص کون ہے جو نبوت کا دعویدار ہے؟

سلمان فارسی نے اٹھ کر کہا: اعرابی کیا تو اس روشن چہرے اور چمکتی جبین اور حوض و شفاعت، قرآن و قبلہ، تاج و علَم، جمعہ و جماعت کے مالک کو نہیں دیکھ رہا۔ یہ صاحب تواضع و تسکین ہیں۔ یہ کائنات کے بڑے فیاض اور سخی ہیں۔ یہ صاحب سیف و عصا ہیں۔ یہ تکبیر و تہلیل بلند کرنے والے اور نور و شرف کے مالک اور بلندی و رفعت کے حامل، سخاوت و شجاعت میں بے نظیر اور نماز و زکوٰۃ کو قائم کرنے والے، حج و احرام، زمزم و مقام، مشعر حرام، یوم مشہود، مقامِ محمود، حوض مورود اور شفاعت کبریٰ کے مالک اور ہمارے آقا و

مولا محمد رسولؐ اللہ یہی ہیں۔

اعرابی نے کہا: اگر آپؐ نبی ہیں تو مجھے بتائیں کہ قیامت کب قائم ہوگی؟ بارش کب آئے گی اور میری ناقہ کے بطن میں کیا ہے؟ اور کل مجھے کیا حالات پیش آئیں گے اور میں کب مروں گا؟

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ اس وقت جبریل امینؑ یہ آیت لے کر نازل ہوئے:

**ان اللّٰہ عندہ علم الساعة وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ماذا تکسب غدا وما تدری نفس بای ارضٍ تموت ان اللّٰہ علیم خبیر**

"اللہ کے پاس ہی قیامت کا علم ہے اور وہی بارش برساتا ہے اور جو کچھ شکموں میں ہے وہ اسے جانتا ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ کل اسے کیا پیش آئے گا اور کسی کو معلوم نہیں ہے کہ وہ کس سرزمین پر مرے گا۔ بے شک اللہ جاننے والا اور خبر رکھنے والا ہے"۔

جب اعرابی نے یہ آیت سنی تو اس نے کہا: آپ ہاتھ بڑھائیں میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسولؐ ہیں۔

پھر اس نے کہا: اگر میں اپنے خاندان اور اپنی قوم کو مسلمان کر دوں تو آپ مجھے کیا انعام دیں گے؟

رسولؐ خدا نے فرمایا: میں تجھے اسّی اونٹنیاں دوں گا جن کی پشت سرخ، پیٹ سفید، آنکھیں سیاہ اور ان پر یمن کے پالان اور حجاز کی مہاریں ہوں گی۔

اعرابی نے کہا: بہتر ہے آپ اس معاہدہ کو تحریری شکل دے دیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی علیہ السلام سے فرمایا:

ابوالحسن! تم یہ تحریر لکھو۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن

ہاشم بن عبد مناف بذریعہ تحریر ہذا ابوصمصام عبسی سے یہ وعدہ کرتا ہے کہ اگر اس نے تبلیغ کے ذریعہ سے اپنے خاندان اور قوم کو مسلمان بنا دیا تو پھر میں اسے اسّی اُونٹنیاں دوں گا جن کی پشت سرخ، شکم سفید اور آنکھیں سیاہ ہوں گی اور ان پر یمن کے پالان اور حجاز کی مہار ہوگی۔

یہ تحریر لے کر ابوصمصام اپنے وطن چلا گیا اور وہاں اس نے اپنی قوم کو تبلیغ کی اور کچھ عرصہ بعد اس کی قوم نے اس کی تبلیغ سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا۔ اس کے بعد ابوصمصام اپنا انعام حاصل کرنے کے لیے مدینہ منورہ آیا اور جب وہ مدینہ پہنچا تو اس وقت رسول اکرمؐ کی وفات ہو چکی تھی۔ جب اس نے آپؐ کی وفات کا سنا تو اسے شدید صدمہ ہوا۔ پھر اس نے لوگوں سے پوچھا کہ رسولؐ خدا نے اپنا جانشین کسے مقرر کیا تھا؟

لوگوں نے بتایا کہ آنحضرتؐ نے کسی کو بھی اپنا جانشین مقرر نہیں کیا تھا البتہ لوگوں نے ان کے بعد حضرت ابوبکر کو خلیفہ مقرر کیا ہے۔

ابوصمصام عبسی مسجد میں آیا اور اس نے حضرت ابوبکر سے کہا:

خلیفہ رسول! رسولؐ خدا نے مجھ سے اسّی اونٹنیوں کا وعدہ کیا تھا جن کی پشت سرخ، شکم سفید اور آنکھیں سیاہ ہوں گی ان پر یمن کے پالان اور حجاز کی مہاریں ہوں گی۔

حضرت ابوبکر نے کہا: بھائی عرب! تو نے مافوق العقل مطالبہ کیا ہے۔ رسولؐ خدا کوئی سونا چاندی چھوڑ کر نہیں گئے۔ آپ نے ذلول نامی ایک خچر اور فاضلہ نامی ایک زرہ چھوڑی تھی اور وہ دونوں چیزیں بھی علیؑ کے پاس ہیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے فدک چھوڑا تھا اور اس پر ہمارا حق بنتا تھا اسی لیے ہم نے اس پر قبضہ کر لیا کیونکہ انبیاء کی وراثت ہی نہیں ہوتی۔

یہ سن کر حضرت سلمان فارسی نے کہا:

کردی ونکردی وحق امیر ببردی بازگزار این کاربکسی

کہ حق او ست

تم نے کیا اور کچھ نہ کیا اور تم نے حضرت امیر کے حق پر قبضہ کیا۔ یہ
معاملات اس کے سپرد کردو جوان کا اہل ہے۔

پھر حضرت سلمان نے ابوصمصام عبسی کے ہاتھ سے پکڑا اور اسے حضرت علی علیہ السلام کے دروازہ پر لے آئے' اس وقت آپ نماز کے لیے وضو کر رہے تھے۔ سلمان نے دروازہ پر دستک دی تو آپؑ نے فرمایا: سلمان! ابوصمصام کو لے کر اندر آ جاؤ۔ ابوصمصام نے بڑے تعجب سے کہا: رب کعبہ کی قسم! یہ بڑی عجیب بات ہے۔ یہ کون ہے جس نے بن دیکھے مجھے پہچان لیا ہے؟

حضرت سلمان نے کہا: یہ وہ ہے جس کے متعلق رسولؐ خدا نے فرمایا:

**انا مدینة العلم وعلی بابها فمن اراد العلم فلیأت الباب**

میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ اس کا دروازہ ہے۔ جسے علم کی ضرورت ہو دروازے پر آئے۔

یہ وہ ہے جس کے متعلق رسولؐ خدا نے فرمایا:

**علی خیر البشر فمن رضی فقد شکر ومن ابی فقد کفر**

علیؑ تمام انسانوں سے افضل ہے جو اس پر راضی ہوا اس نے شکر ادا کیا اور جس نے انکار کیا اس نے کفر کیا۔

یہ وہ ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

**وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا ﴿مریم: ۵۰﴾**

اور ہم نے ان کے لیے علیؑ کو زبان صداقت قرار دیا۔

یہ وہ ہے جس کے متعلق اللہ نے فرمایا:

**اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوٗنَ ۝ (السجدہ: ۱۸)**

کیا جو مومن ہے وہ کسی فاسق کی طرح سے ہو سکتا ہے' وہ برابر نہیں

ہیں۔

یہ وہ ہے جس کے متعلق اللہ نے فرمایا:

**اَجَعَلتُم سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسجِدِ الحَرَامِ كَمَن اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَاليَومِ الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِی سَبِيلِ اللّٰهِ لَا يَستَوٗنَ عِندَاللّٰهِ**

**(التوبه: ۱۹)**

کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد الحرام کی تولیت کو اس کے برابر قرار دیا ہے جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان لایا ہے اور جس نے اللہ کی راہ میں جہاد کیا ہے۔ وہ خدا کے ہاں برابر نہیں ہیں۔

یہ وہ ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا:

**يٰٓاَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَآ اُنزِلَ اِلَيکَ مِن رَّبِّکَ**

**(المائده: ٦٧)**

اے رسول! اس بات کی تبلیغ کر جو تیرے رب کی طرف سے تجھ پر نازل کی گئی ہے۔

یہ وہ ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

**فَمَن حَآجَّکَ فِيهِ مِن بَعدِ مَاجَآءَ کَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُل تَعَالَوا نَدْعُ اَبنَآئِنَا وَاَبْنَائِکُمْ وَنِسَآئِنَا وَنِسَائِکُمْ وَاَنفُسَنَا وَاَنفُسَکُمْ ثُمَّ نَبتَهِل فَنَجعَل لَّعْنَةَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ ٥** (آل عمران:٦١)

جو علم آنے کے بعد آپ سے جھگڑا کرے تو آپ کہہ دیں کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں اور تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ اور ہم اپنی بیٹیوں کو بلائیں اور تم اپنی بیٹیوں کو بلاؤ اور ہم اپنی جانوں کو بلائیں اور تم اپنی جانوں کو بلاؤ' پھر ہم ایک دوسرے پر بددعا کریں اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت کریں۔

یہ وہی ہے جس کے متعلق اللہ نے فرمایا:

لَا يَسْتَوِیٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ (الحشر: ۲۰)

دوزخی اور جنتی برابر نہیں ہیں۔ جنتی ہی کامیاب ہیں۔

یہ وہ ہے جس کے متعلق اللہ نے فرمایا:

اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ○ (الاحزاب: ۳۳)

اے اہل بیت! اللہ کا ارادہ بس یہی ہے کہ وہ تم سے ہر طرح کی ناپاکی کو دُور رکھے اور تمہیں ایسی پاکیزگی عطا کرے جیسا کہ پاکیزگی کا حق ہے۔

(اگر اب بھی سمجھ نہیں آئی تو سن) یہ وہ ہے جس کے متعلق اللہ نے فرمایا:

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ○ (المائدہ: ۵۵)

اس کے ماسوا اور کچھ نہیں کہ تمہارا ولی اللہ اور اس کا رسولؐ اور وہ اہل ایمان ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں اور حالت رکوع میں زکوٰۃ دیتے ہیں۔

پھر حضرت سلمان نے ابوصمصام سے فرمایا کہ اندر چلو اور حضرتؑ کو سلام کرو۔

ابوصمصام اندر آیا اور حضرتؑ پر سلام کرنے کے بعد کہا:

رسولؐ خدا نے مجھ سے اسّی اونٹنیوں کا وعدہ کیا تھا جن کی پشت سرخ، پیٹ سفید، آنکھیں سیاہ اور جن پر یمن کے پالان اور حجاز کی مہاریں ہوں گی۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: تمہارے پاس رسولؐ خدا کی تحریر ہے؟

اس نے کہا: جی ہاں۔ پھر اس نے آنحضرتؐ کا لکھا ہوا وثیقہ پیش کیا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے سلمان سے فرمایا کہ سلمان! تم شہر مدینہ میں جاؤ اور اس شہر کے ہر کوچے اور ہر گلی میں جا کر اعلان کرو کہ جس نے بھی رسولؐ خدا کے وعدہ کی تکمیل کو دیکھنا ہو تو کل شہر سے باہر آ جائے۔

یہ اعلان سن کر منافق ایک دوسرے سے کہنے لگے: بھلا علیؑ رسولؐ خدا کے وعدہ کو کیسے پورا کرے گا جب کہ اس کے پاس تو دولت کا نام و نشان نہیں ہے۔ بے چارہ شرمندہ ہوگا۔ علیؑ کے پاس سرخ پشت اور سفید شکم اور سیاہ آنکھوں والی اونٹنیاں کہاں ہیں جن پر یمن کے پالان اور حجاز کی مہاریں ہوں؟

دوسرا دن ہوا حضرت علیؑ اپنے فرزندوں اور اپنے چاہنے والوں کو لے کر شہر سے باہر آئے اور پورے شہر کے لوگ یہ منظر دیکھنے کے لیے جوق در جوق اکٹھے ہوگئے۔ آپؑ نے راستہ میں اپنے فرزند حسن مجتبیٰؑ کے کانوں میں کوئی بات کہی اور اس کے بعد آپ نے ابوصمصام سے فرمایا: تم میرے فرزند حسن مجتبیٰ کے ساتھ ریت کے ٹیلے پر جاؤ۔

ابوصمصام، امام حسنؑ کے ساتھ ٹیلے پر گیا۔ وہاں جا کر امام حسنؑ نے دو رکعت نماز ادا کی اور آپؑ نے زمین سے کچھ کلمات کہے جو کہ حاضرین کی سمجھ سے بالا تھے۔ پھر آپؑ نے زمین پر رسولؐ خدا کا عصا مارا۔ آپؑ نے جیسے ہی عصا مارا تو ریت ہٹ گئی اور ایک چکنی چٹان نمودار ہوئی جس پر نور کی یہ سطریں لکھی ہوئی تھیں:

**بسم اللّٰه الرحمٰن الرحیم – لا اله الا اللّٰه محمد رسول اللّٰه علی ولی اللّٰه**

پھر آپ نے اس چٹان پر عصا مارا۔ چٹان سے ناقہ کی مہار ظاہر ہوئی۔ آپؑ نے ابوصمصام سے فرمایا یہ مہار پکڑو اور چلتے جاؤ۔ ابوصمصام چلتا رہا اور اس کے پیچھے اونٹنیاں برآمد ہوتی گئیں یہاں تک کہ پوری اسی اُونٹنیاں برآمد ہوئیں اور ان اونٹیوں کی پشت سرخ، پیٹ سفید اور آنکھیں سیاہ تھیں اور ان پر یمن کے پالان اور حجاز کی مہاریں تھیں۔

ابوصمصام اونٹنیاں لے کر حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے اس

سے فرمایا: تمہیں وعدہ کے مطابق اونٹنیاں مل گئیں؟

ابوصمصام نے کہا: بے شک آپ نے رسولؐ خدا کا کیا ہوا وعدہ پورا کر دیا۔

پھر حضرت علیؑ نے اس سے فرمایا: اس کے متعلق حضرت رسولؐ خدا مجھے اطلاع دے گئے تھے اور انہوں نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان اونٹنیوں کو ناقہ صالح کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے پیدا کیا تھا۔

منافق حضرت کا یہ معجزہ دیکھ کر جل اُٹھے اور آپس میں کہنے لگے: یہ علیؑ کا کھلا جادو ہے۔ (الثاقب فی المناقب' ص ۱۲۷)

## سلمان کو عالمِ بالا کی سیر کرانا

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ ہم حضرت امیرالمومنین علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے آپ سے عرض کی:

امیرالمومنینؑ! آج دل چاہتا ہے کہ آپ کے کچھ معجزات دیکھوں۔

آپ نے فرمایا: سلمان! کیا دیکھنا پسند کرتے ہو؟

میں نے کہا: میری خواہش ہے کہ آپ مجھے ناقہ ثمود دکھائیں اور اس کے علاوہ اپنی مملکت کی کچھ سیر کرائیں۔

حضرت نے فرمایا: آج تیری خواہش کی تکمیل ہوگی۔ پھر آپ اٹھے اور گھر چلے گئے۔ کچھ دیر بعد آپ گھوڑے پر سوار ہو کر باہر تشریف لائے۔ آپ نے سفید قبا اور سفید ٹوپی پہنی ہوئی تھی۔ پھر آپ نے قنبر کو صدا دے کر فرمایا کہ ایک اور گھوڑا یہاں حاضر کرو۔

قنبر ایک سیاہ رنگ کا گھوڑا لے کر آئے۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: ابوعبداللہ! اس گھوڑے پر سوار ہو جاؤ۔

سلمان کہتے ہیں کہ میں حضرت کے فرمان کے تحت اس گھوڑے پر سوار ہوا۔ اور

جب میں نے گھوڑے کو غور سے دیکھا تو اس کے پہلوؤں میں دو پر لگے ہوئے تھے۔ امام علیہ السلام نے گھوڑے کو آواز دی تو گھوڑا فضا میں اڑنے لگ گیا۔ خدا کی قسم! مجھے ملائکہ کے پروں کی پھڑ پھڑاہٹ سنائی دی اور میں نے زیرِ عرش ان کی تسبیح کی صدائیں اپنے کانوں سے سنیں۔

پھر ہم ایک تلاطم خیز سمندر کے ساحل پر پہنچے۔ امیر المومنین علیہ السلام نے ایک نظر اس سمندر کو دیکھا تو سمندر کا تلاطم ختم ہو گیا۔

میں نے حضرت سے کہا: مولا! آپؑ کی نظر سے اس کا تلاطم ختم ہو گیا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اسے یہ اندیشہ ہوا کہ میں اس کے متعلق کہیں کوئی اور حکم صادر نہ کر دوں اسی لیے یہ پرسکون ہو گیا۔ پھر آپؑ نے مجھے ہاتھ سے پکڑا اور پانی کی سطح پر چلنے لگ گئے۔ ہمارے گھوڑے بھی ہمارے پیچھے چلتے آئے اور کچھ دیر بعد ہم نے اس سمندر کو عبور کیا۔ عجیب بات یہ ہے کہ ہمارے پاؤں تک بھی پانی سے گیلے نہ ہوئے بلکہ ہمارے گھوڑوں کے سم تک بھی پانی سے تر نہ ہوئے۔ جب ہم سمندر عبور کر چکے تو اس کے بعد ہم ایک جزیرہ میں پہنچے جہاں بہت زیادہ میوہ دار درخت تھے اور وہاں درختوں پر پرندے نغمہ زن تھے اور وہاں نہریں بہہ رہی تھیں۔ اسی جزیرہ میں میں نے ایک بہت بڑے درخت کو دیکھا جس پر کوئی ثمر بلکہ کوئی پھول تک بھی نہیں تھا۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اسی درخت کو اپنے عصا سے ہلایا تو درخت پھٹ گیا اور اس میں سے ایک ناقہ برآمد ہوئی جس کی لمبائی اسی ہاتھ اور چوڑائی چالیس ہاتھ تھی اور اس کے پیچھے اس کا ایک بچہ بھی تھا۔

آپ نے مجھ سے فرمایا: اس کے قریب جاؤ اور اس کے تھنوں کا دودھ پیو۔

سلمان کہتے ہیں کہ میں اس ناقہ کے قریب گیا اور میں نے جی بھر کر اس کا دودھ پیا۔ اس کا دودھ شہد سے زیادہ میٹھا اور مکھن سے زیادہ نرم تھا۔

آپؑ نے فرمایا: یہ اچھی ہے۔

میں نے کہا: جی ہاں یہ اچھی ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: میں تجھے اس سے بھی زیادہ اچھی دکھانا چاہتا ہوں۔ اور اگر تم نے اسے دیکھنا ہے تو "اخرجی یاحسناء" (سب سے اچھی باہر آؤ) کہہ کر آواز دو۔ میں نے حضرتؑ کے فرمان کے مطابق آواز دی تو ایک ناقہ ہمارے پاس آئی جس کی لمبائی ایک سو بیس ہاتھ اور چوڑائی ساٹھ ہاتھ تھی۔ اس کا سر یاقوت سرخ کا تھا اور اس کا سینہ عنبر اشہب کا تھا اور اس کے پاؤں سبز زبرجد کے تھے۔ اس کی مہار پیلے یاقوت کی تھی اور اس کا دایاں حصہ سونے کا' بایاں حصہ چاندی کا اور اس کے تھن آبدار موتیوں کے تھے۔

حضرتؑ نے مجھ سے فرمایا: سلمان اس کا دودھ پیو۔

سلمان کہتے ہیں کہ میں نے اس کا تھن منہ میں لیا تو اس کے تھنوں سے خالص شہد جاری ہوا۔ میں نے اپنے آقا سے پوچھا کہ یہ ناقہ کس کی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: یہ تیری اور میرے دوست مومنین کی ہے۔ بعدازاں آپؑ نے اس سے فرمایا کہ درخت میں چلی جا۔ اور وہ فی الفور درخت میں چلی گئی اور درخت مل گیا۔ پھر آپ اسی جزیرہ میں مجھے لے کر چلے یہاں تک کہ ہم ایک بہت بڑے درخت کے نیچے پہنچے جس کے نیچے ایک عظیم الشان دسترخوان بچھا ہوا تھا اور اس سے کستوری کی خوشبو کی لپٹیں اٹھ رہی تھیں اور وہاں میں نے ایک قوی ہیکل پرندے کو دیکھا جس نے آپ پر سلام کیا۔

میں نے اپنے آقا و مولا سے پوچھا کہ یہ کیسا دسترخوان ہے؟ آپ نے فرمایا: یہاں میرے شیعوں کے لیے یہ دسترخوان بچھایا گیا ہے۔ میں نے اس پرندے کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: یہ ایک فرشتہ ہے جو روزِ قیامت تک یہاں موکل رہے گا۔

میں نے کہا کیا یہ ہمیشہ اکیلا رہتا ہے؟

آپ نے فرمایا: روزانہ یہاں سے حضرت خضر کا ایک بار گزر ہوتا ہے۔ پھر

میرے مولا نے میرے ہاتھ سے پکڑا اور ایک اور سمندر پر لے آئے۔ ہم نے اس سمندر کو پار کیا تو ہم ایک عظیم جزیرہ میں داخل ہوئے جس میں ایک عظیم الشان محل تھا جس کی ایک اینٹ سونے اور دوسری چاندی کی تھی اور اس کے کنگرے زرد عقیق کے تھے اور محل کے ہر کونے میں ملائکہ کی ستر صفیں لگی ہوئی تھیں۔ امام علیہ السلام ہر کونے میں بیٹھے ہوئے ملائکہ نے آپ کو سلام کیا۔ پھر اپنی اپنی جگہوں پر چلے گئے۔

سلمان کہتے ہیں کہ پھر امیر المومنین محل کے اندر داخل ہوئے۔ اس میں بے شمار درخت، پھل، نہریں اور مختلف قسم کی نباتات تھیں۔ امیر المومنین نے پورے محل کی سیر کی۔ اس کے بعد آپ چھت پر تشریف لے گئے جہاں آپ کے لیے سرخ سونے کی ایک کرسی پہلے سے موجود تھی۔ آپ اس پر تشریف فرما ہوئے اور ہم نے محل کی چھت سے نظارہ کیا۔ میں نے آپ سے پوچھا کہ کیا ہم نے دو فرسخ کا سفر کیا ہوگا؟

حضرتؑ نے فرمایا: سلمان تم نے پچاس ہزار فرسخ کا سفر طے کیا ہے اور تم نے دنیا کے گرد بیس ہزار مرتبہ چکر لگایا ہے۔

میں نے کہا: مولا! یہ سب کچھ کیسے ہوگیا؟

آپ نے فرمایا: ذوالقرنین نے شرق و غرب کا سفر کیا تھا اور وہ سد یاجوج و ماجوج تک گئے تھے۔ تو میں اتنا سفر کیوں نہیں کرسکتا جب کہ میں تو امیر المومنین اور رب العالمین کے رسولؐ کا جانشین ہوں۔

سلمان! کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا:

عَالِمُ الغَیبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖٓ اَحَدًا ○ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ (الجن: ۲۶-۲۷)

(وہ غیب کا جاننے والا ہے اور وہ اپنے غیب کو ظاہر نہیں کرتا مگر اس کے لیے جو رسول کا پسندیدہ ہو)

سلمان! رسولؐ خدا کا پسندیدہ میں ہوں جس کے لیے اللہ نے اپنے غیب کو ظاہر

کیا ہے۔ میں عالمِ ربانی ہوں اللہ نے میرے لیے مشکلات کو آسان کیا ہے اور دُور دراز کی منزلوں کو میرے لیے سمیٹ دیا ہے۔

سلمان کہتے ہیں اس وقت میرے کانوں میں کسی کی آواز سنائی دی جب کہ کہنے والا مجھے دکھائی نہیں دیتا تھا اور وہ کہہ رہا تھا: ''بے شک آپ نے سچ کہا ہے آپ صادق و مصدق ہیں آپ پر اللہ کی صلوات ہو''۔

پھر آپؑ کھڑے ہوئے اور آپ اپنے گھوڑے پر بیٹھے اور میں بھی اپنے گھوڑے پر بیٹھا۔ آپؑ نے گھوڑوں کو آواز دی۔ گھوڑے ہمیں اٹھا کر ہوا میں اُڑنے لگے۔ کچھ دیر کے بعد ہم کوفہ کے دروازے پر تھے جب کہ رات کی تین گھڑیاں گزر چکی تھیں۔

آپؑ نے فرمایا: سلمان! اس کے لیے مکمل افسوس ہے جسے ہمارے حق کی معرفت نہ ہو اور جو ہماری ولایت کا منکر ہو۔

سلمان! بتاؤ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل ہیں یا حضرت سلیمانؑ بن داؤدؑ افضل ہیں؟

میں نے کہا: محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افضل ہیں۔

پھر آپؑ نے فرمایا: سلیمان علیہ السلام کے وصی آصف بن برخیا کے پاس اتنی قوت تھی کہ انہوں نے چشم زدن میں بلقیس کا تخت ملک سبا سے اٹھا کر حضرت سلیمان کے سامنے پیش کیا تھا جب کہ اس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ اس کے پاس کتاب کا تھوڑا سا علم تھا۔ اور میرے پاس ایک سو چوبیس کتابوں کا علم ہے کیونکہ اللہ نے شیث بن آدم پر پچاس صحیفے نازل کیے تھے اور ادریس پر تیس صحیفے نازل کیا تھے۔ اور اللہ نے تورات، زبور، انجیل اور قرآن کو نازل کیا۔ اور یہ کل ملا کر ایک سو چوبیس کتابیں بنتی ہیں اور میرے پاس ان سب کا علم ہے۔

میں نے کہا: بے شک آپ سچ فرماتے تھے اور امام کی شان بھی یہی ہے۔ پھر

آپ نے فرمایا: سلمان! ہمارے امور اور علوم میں شک کرنے والا ایسا ہی ہے جیسا کہ ہماری معرفت اور حقوق پر شک کرنے والا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے متعدد مقامات پر ہماری ولایت کو فرض کیا ہے اور ہماری ولایت بڑی واضح ہے۔

## حضرت کے ہاتھوں پر لوہے کا موم ہونا

ایک جماعت نے خالد بن ولید سے روایت کی۔ اس نے کہا: میں نے علیؑ کو دیکھا کہ وہ اپنی زرہ کی کڑیوں کو ہاتھ سے توڑ کر انھیں درست کر رہے تھے۔ میں نے کہا کہ لوہا تو حضرت داؤد کے ہاتھوں میں موم ہوا تھا۔

آپ نے فرمایا: خالد! اللہ نے ہمارے طفیل داؤد کے لیے لوہے کو موم بنایا تھا۔ ہماری تو بات ہی اور ہے۔ (مناقب ابن شہر آشوب، ج ۲، ص ۳۲۵)

## شب معراج کا واقعہ

شیخ طوسی نے اپنی اسناد سے عبداللہ بن عباس سے نقل کیا کہ شب معراج اللہ تعالیٰ نے مجھے پانچ چیزیں عطا کیں اور علیؑ کو بھی پانچ چیزیں عطا کیں:

۱- مجھے جوامع الکلم عطا کیے اور علیؑ کو جوامع العلم عطا کیے۔

۲- مجھے نبی بنایا اور علیؑ کو وصی بنایا۔

۳- مجھے کوثر عطا کیا اور علیؑ کو سلسبیل عطا کیا۔

۴- مجھے وحی عطا کی اور علیؑ کو صاحب الہام بنایا۔

۵- مجھے معراج کرایا اور علیؑ کے لیے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے گئے اور حجاب ہٹا دیئے گئے اس نے مجھے دیکھا اور میں نے اسے دیکھا۔

یہ فرمانے کے بعد رسول اکرمؐ رونے لگے۔

میں (ابن عباس) نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپؐ پر قربان! آپ کیوں رو

رہے ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: مجھ سے میرے رب نے جو پہلی کلام کی وہ یہ تھی:

محمدؐ! نیچے دیکھو۔ جب میں نے نگاہ کی تو حجاب ہٹ گئے اور آسمان کے دروازے کھل گئے۔ میں نے علیؑ کی طرف دیکھا اس وقت وہ بھی سر کو بلند کر کے میری طرف دیکھ رہا تھا اور اس نے مجھ سے کلام کی اور میں نے اس سے کلام کی اور میرے پروردگار نے مجھ سے کلام کی۔

میں نے عرض کی: یارسولؐ اللہ! آپؐ کے رب نے آپ سے کیا کلام کی؟

آپؐ نے کہا: اللہ نے مجھ سے فرمایا:

محمدؐ! میں نے علیؑ کو آپ کا وصی اور وزیر اور جانشین بنایا۔ آپؐ اسے بتا دیں اس وقت وہ آپؐ کی کلام سن رہا ہے۔

چنانچہ میں نے علیؑ کو اس کی اطلاع دی۔ اس کے جواب میں علیؑ نے کہا: میں قبول کرتا ہوں اور اطاعت کرتا ہوں۔ پھر اللہ نے ملائکہ کو حکم دیا کہ وہ علیؑ پر سلام کریں۔ ملائکہ نے علیؑ پر سلام کیا اور علیؑ نے انھیں سلام کا جواب دیا۔ جس کی وجہ سے میں نے ملائکہ کو دیکھا کہ وہ انتہائی خوش ہو رہے تھے اور میرا ملائکہ کے جس بھی گروہ سے گزر ہوا انہوں نے مجھے مبارک دی اور مجھ سے کہا:

محمد! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو نبی بنایا ہے۔ اللہ نے جو آپ کے ابن عم کو آپ کا جانشین مقرر کیا ہے اس سے ملائکہ کو بہت خوشی ہوئی۔

میں نے حاملینِ عرش کو دیکھا تو انہوں نے اپنے سر زمین کی طرف جھکائے ہوئے تھے۔ میں نے جبریل امینؑ سے پوچھا کہ انہوں نے اپنے سروں کو زمین کی طرف کیوں جھکا رکھا ہے؟

جبریل امینؑ نے کہا: ''آسمانوں کے تمام فرشتوں نے علیؑ کے چہرے کی زیارت کر لی تھی۔ مگر حاملینِ عرش نے ابھی تک علیؑ کو مبارک نہیں دی تھی۔ اب انہوں نے اللہ

سے اس کی اجازت طلب کی تو انھیں اجازت مل گئی۔ اسی لیے اس وقت وہ سب کے سب علیؑ کے چہرے کی زیارت میں مصروف ہیں۔

اور جب میں معراج سے زمین پر واپس آیا اور میں نے علیؑ کو اپنے مشاہدات بتائے تو وہ بھی مجھے میرے مشاہدات بتانے لگے۔ اس سے مجھے معلوم ہوا کہ میں نے جہاں جہاں بھی قدم رکھا علیؑ زمین پر بیٹھ کر اس کا مشاہدہ کرتے رہے۔

ابن عباس کہتے ہیں: میں نے رسولؐ خدا سے عرض کی: یارسولؐ اللہ! مجھے وصیت فرمائیں؟

آپؐ نے فرمایا: علی بن ابی طالبؑ سے مودت رکھنا۔ اس ذات کی قسم جس نے مجھے برحق نبی بنایا ہے اللہ اس وقت تک کسی بھی بندہ کی نیکی قبول نہیں کرے گا جب تک اس سے علی بن ابی طالبؑ کی محبت کے متعلق سوال نہ کر لے گا۔ اگر بندہ خدا کی بارگاہ میں علیؑ کی ولایت لے کر آیا ہوگا تو اللہ اس کے عمل قبول کرے گا اور اگر کسی کے پاس ولایت علیؑ نہیں ہوگی تو اس سے کسی بھی چیز کا سوال نہیں کرے گا۔ پھر اسے دوزخ میں بھیجنے کا حکم جاری کر دے گا۔

ابن عباس! اس ذات کی قسم! جس نے مجھے برحق نبیؐ بنایا ہے' دوزخ کو جتنی عداوت دشمنِ علیؑ سے ہے اتنی عداوت اسے ان سے بھی نہیں جو خدا کے لیے بیٹے کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی: یارسولؐ اللہ! تو کوئی علیؑ سے بھی بغض رکھے گا؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: جی ہاں کچھ لوگ جو کہ اپنے آپ کو میرے امتی خیال کریں گے وہ علیؑ سے بغض رکھیں گے۔ اللہ نے ان کے لیے اسلام میں کوئی حصہ نہیں رکھا۔

ابن عباس! ان کے بغض کی ایک علامت یہ ہوگی کہ وہ مفضول افراد کو علیؑ پر فضیلت دیں گے۔ مجھے اس ذات کی قسم جس نے مجھے برحق نبی بنایا ہے مجھ سے بڑھ کر

کوئی نبی اللہ کی نظر میں محترم نہیں ہے اور میرے وصی علیؑ سے بڑھ کر کوئی وصی خدا کی نظر مکرم نہیں ہے۔

ابن عباس کہا کرتے تھے کہ میں نے آنحضرتؐ کے فرمان پر پوری زندگی عمل کیا اور یہی میرا سب سے بڑا عمل ہے۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ پھر کچھ وقت گزرا یہاں تک کہ رسولؐ خدا مرض الموت میں مبتلا ہوئے۔ اس وقت میں آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے کہا:

یارسولؐ اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر نثار ہوں آپ کی رحلت کا وقت قریب آچکا ہے۔ آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: ابن عباس! جو علیؑ کی مخالفت کرے تو بھی اس کی مخالفت کر اور علیؑ کے مخالفین کا پشت پناہ اور دوست نہ بن۔

میں (ابن عباس) نے عرض کی: یارسولؐ اللہ! آپ لوگوں کو یہ حکم کیوں نہیں دیتے کہ وہ علیؑ کی مخالفت چھوڑ دیں؟

یہ سن کر رسولؐ خدا اتنا روئے کہ آپؐ بے ہوش ہو گئے۔ پھر فرمایا:

ابن عباس! ان کے متعلق میرے رب کے علم کو سبقت حاصل ہے۔ اس ذات کی قسم جس نے مجھے نبی بنایا ہے جو بھی علیؑ کی مخالفت کرے گا اور اس کے حق کا انکار کرے گا اس دنیا کے اندر ہی اللہ اس کی نعمت کو تبدیل کر دے گا۔

ابن عباس! اگر تو چاہتا ہے کہ خدا سے اس حال میں تیری ملاقات ہو کہ وہ تجھ پر راضی ہو تو علی بن ابی طالبؑ کے طریقہ پر چل اور جدھر وہ مڑ جائے تو بھی ادھر ہی مڑ جا اور اسے اپنا امام تسلیم کر اور اس کے دشمن سے دشمنی رکھ اور اس کے دوست سے دوستی رکھ۔

ابن عباس! خبردار علیؑ کے متعلق شک میں کبھی مبتلا نہ ہونا کیونکہ علیؑ کے متعلق شک کرنا اللہ تعالیٰ کے کفر کے مترادف ہے۔ (امالی طوسی، ج ۱، ص ۱۰۲)

## سلمان فارسی کی تجہیز وتکفین کے لیے باعجاز امامت مدائن جانا

راوندی کہتے ہیں کہ ایک دن صبح کے وقت حضرت علی علیہ السلام مسجد نبویؐ میں آئے اور فرمایا: مجھے خواب میں رسولؐ خدا کی زیارت ہوئی اور آپؐ نے مجھے فرمایا: "سلمان فارسی کی وفات ہوگئی ہے"۔ آپ نے مجھے اس کے غسل وکفن اور نمازِ جنازہ اور دفن کی وصیت کی ہے۔ اب میں مدائن جا رہا ہوں۔

حضرت عمر نے کہا: آپ بیت المال سے کفن لیتے جائیں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: اس کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ مسجد سے نکلے اور آپ کے ساتھ کچھ اور افراد بھی مسجد سے روانہ ہوئے۔ جیسے ہی مدینہ شہر ختم ہوا تو آپؑ نے لوگوں سے فرمایا کہ تم یہیں ٹھہر جاؤ اور آپؑ روانہ ہوگئے اور نمازِ ظہر سے قبل آپؑ واپس مدینہ آگئے اور فرمایا: میں سلمان کو دفن کر آیا ہوں۔

بہت سے لوگوں نے آپؑ کے فرمان کا اعتبار نہ کیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد مدائن سے دربارِ خلافت میں ایک خط آیا جس میں لکھا تھا کہ سلمان فلاں دن فوت ہوئے اور اسی دن ایک اعرابی آیا جس نے انھیں غسل وکفن دیا اور اس کی نمازِ جنازہ پڑھی اور اسے دفن کیا۔ پھر وہ چلا گیا۔ جب لوگوں نے یہ خط پڑھا تو انھیں بہت زیادہ تعجب ہوا۔ (الخراج' ج ۲' ص ۵۶۲)

## ایک درزی کو فی الفور حافظ قرآن بنانا

قطب راوندی لکھتے ہیں کہ رُمیلہ کا بیان ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام گزر رہے تھے کہ آپ نے ایک درزی کو دیکھا جو کہ کپڑے سی رہا تھا اور عشقیہ گانے بھی گنگنا رہا تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا:

جوان! اگر تو ان گانوں کی بجائے قرآن پڑھتا تو وہ تیرے لیے بہتر ہوتا۔

جوان نے کہا: مولا! مجھے قرآن پڑھنا نہیں آتا اور میری خواہش بھی ہے کہ کاش مجھے قرآن یاد ہوتا تو میں قرآن کی تلاوت کرتا رہتا۔

آپؑ نے فرمایا: میرے قریب آؤ۔ جب وہ جوان آپؑ کے قریب ہوا تو آپؑ نے اس کے کان میں آہستہ سے کوئی بات کہی اور جیسے ہی آپؑ نے اپنا منہ اس کے کان سے ہٹایا تو وہ جوان حافظ قرآن بن چکا تھا۔ (الخرائج والجرائح، ج ۱، ص ۱۷۴)

## ذوالفقار کا حضرت سے ہم کلام ہونا

راوندی رقم طراز ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

جب جنگِ خندق میں امیرالمومنین علیہ السلام نے عمرو بن عبدود کو قتل کیا تو آپؑ نے اپنی تلوار ذوالفقار اپنے فرزند امام حسنؑ کے حوالے کی اور ان سے فرمایا: اس تلوار کو اپنی والدہ کے پاس لے جاؤ اور ان سے کہو کہ اس تلوار کو صاف کریں۔

امام حسنؑ ذوالفقار لے گئے اور حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا نے اسے پانی سے دھویا۔ پھر امام حسنؑ تلوار لے کر حضرت امیرالمومنینؑ کے پاس لائے۔ اس وقت آپؑ رسولؐ خدا کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ آپؑ نے دیکھا تو تلوار کے درمیان خون کا ایک نقطہ لگا ہوا تھا جو کہ صاف نہیں ہوا تھا۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: کیا اسے آپؑ کی والدہ نے نہیں دھونا تھا؟

امام حسنؑ نے عرض کیا: اباجان! میری والدہ ماجدہ نے اسے بھی صاف کیا تھا۔

آپؑ نے فرمایا: پھر یہ خون کا چھینٹا باقی کیوں رہ گیا؟

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم یہی سوال ذوالفقار سے کرو وہ تمہیں اس کا جواب دے گی۔

آپؑ نے ذوالفقار کو حرکت دی اور فرمایا: کیا تجھے طاہرہ نے دھویا نہیں تھا؟

اللہ تعالیٰ نے تلوار کو بولنے کی قوت عطا کی اور وہ کہنے لگی: جی ہاں۔ طاہرہ نے

مجھے اچھی طرح سے دھویا تھا لیکن آج آپؑ نے میرے ذریعہ سے جس لعین کو قتل کیا ہے فرشتوں کو اس سے شدید عداوت تھی اسی لیے میں نے اس لعین کے خون کا ایک قطرہ پی لیا اور یہ میرا حصہ تھا۔ آپؑ جس وقت بھی مجھے بے نیام کریں گے تو فرشتے اس قطرہ کو دیکھ کر خوش ہوں گے اور وہ آپ پر درود پڑھیں گے۔ (الخرائج' ج ا' ص ۲۱۵)

## آپؑ کا ''یغوث'' کو قتل کرنا

راوندی نے مقرن سے روایت کی۔ اس نے کہا: ہم کچھ افراد امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپؑ نے فرمایا کہ ایک دن حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ام سلمہؓ سے فرمایا:

جب میرا بھائی علیؑ آئے تو اس سے کہنا کہ وہ یہ مشک پانی کی بھر کر اور تلوار لے کر دو پہاڑوں کے درمیان آ کر مجھ سے ملے۔

جب حضرت علیؑ آئے تو جناب ام سلمہؓ نے انہیں پیغام دیا کہ آپؑ یہ پانی کی مشک بھریں اور تلوار حمائل کر کے رسولؐ خدا سے دو پہاڑوں کے درمیان جا کر ملاقات کریں۔

حضرت علیؑ نے مشک میں پانی بھرا اور آپؑ رسولؐ خدا کی طرف چل پڑے اور جب دو پہاڑوں کے درمیان پہنچے تو وہاں سے دو راستے نکلتے تھے۔ آپؑ کو معلوم نہ تھا کہ کس راستہ پر جانا ہے۔ آپؑ نے دیکھا تو پہاڑ پر ایک چرواہا دکھائی دیا۔

آپؑ نے اس سے فرمایا: چرواہا! کیا یہاں سے رسولؐ خدا گزرے ہیں؟

چرواہے نے کہا: اللہ نے کسی کو رسول نہیں بنایا۔ آپؑ نے ایک پتھر اٹھایا۔ چرواہے نے چیخ ماری تو پہاڑ پر ہر طرف سوار اور پیادہ نمودار ہوئے اور انہوں نے آپؑ پر پتھر برسانے شروع کیے۔ جیسے ہی آپؑ پر سنگ باری شروع ہوئی تو آپؑ نے دیکھا کہ دو سفید پرندے آئے جنہوں نے آپؑ پر اپنے پروں کا سایہ کیا۔

الغرض آپؑ نے سفر جاری رکھا اور سوار اور پیادے سنگ باری میں مصروف

رہے اور آپؑ چلتے چلتے رسولؐ خدا کے پاس پہنچ گئے اور اتنے میں سنگ باری کا سلسلہ بھی موقوف ہو گیا۔

رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ سے فرمایا: یا علیؑ! آپؑ پریشان کیوں ہیں؟

حضرت علیؑ نے سارا واقعہ آنحضرتؐ کے گوش گزار کیا تو آپؑ نے فرمایا: جانتے ہو وہ چرواہا کون تھا اور دو پرندے کون تھے؟

آپؑ نے کہا: نہیں یا رسولؐ اللہ! آپؐ ہی فرمائیں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: وہ چرواہا ابلیس لعین تھا اور سفید پرندے جبریل و میکائیل تھے۔

پھر آپؐ نے فرمایا: تلوار لے کر ان پہاڑوں کے درمیان چلے جاؤ اور راستے میں جو تیرے سامنے آئے اسے بے دریغ قتل کر دو۔

آپؑ نے تلوار اٹھائی اور پہاڑوں کے درمیان چلے گئے۔ وہاں آپؑ کو ایک شخص دکھائی دیا جس کی آنکھیں برق کی طرح تھیں اور اس کے دانت درانتی کی طرح تھے اور اس کے سارے وجود پر سیاہ بال تھے۔ امیر المومنینؑ نے اس پر تلوار کا وار کیا مگر آپؑ کا وار کارگر ثابت نہ ہوا۔ پھر آپؑ نے اس پر دوسرا وار کیا اور اس کے دو ٹکڑے کر دیے۔ اسے قتل کرنے کے بعد آپؑ رسولؐ خدا کے پاس آئے اور کہا:

یا رسولؐ اللہ! میں نے اسے قتل کر دیا ہے۔

یہ سن کر رسولؐ خدا نے تین بار تکبیر کہی اور فرمایا: یہ "یغوث" تھا۔ اب یہ قیامت تک کسی بت میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ (الخرائج، ج ۔۔۔، ص ۱۷۹)

## مہد میں اژدر کو چیرنا

انس نے حضرت عمر بن الخطاب سے روایت کی کہ علیؑ مہد میں تھے اور آپؑ کی والدہ نے بدھنے سے آپ کے ہاتھ باندھ دیئے تھے کہ اتنے میں انہوں نے دیکھا کہ

ایک سانپ ان کی طرف آ رہا ہے تو انہوں نے اپنے ہاتھوں کو بدھنے سے نکالا اور دائیں ہاتھ سے اس کی گردن کو پکڑا اور اس کے منہ میں انگلی ڈالی اور دونوں ہاتھوں کی انگلیوں سے زور لگایا تو سانپ مر گیا اور اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ اس کا آدھا حصہ ایک طرف تھا اور دوسرا حصہ دوسری طرف تھا۔

جب ان کی والدہ نے اپنے بچے کی یہ دلیری دیکھی تو دوڑتی ہوئی آئیں اور انہوں نے اپنے نومولود کو سینے سے لگا کر کہا: گویا تو تو ''حیدرہ'' ہے۔ واضح رہے کہ ''حیدرہ'' غضبناک شیرنی کو کہا جاتا ہے۔ (مناقب ابن شہر آشوب' ج ۲' ص ۲۷۸)

## راہب کا حضرت ابوطالبؑ کو آپؑ کی ولادت کی بشارت دینا

برسی رقم طراز ہیں کہ یمامہ کا راہب جس کا نام اثرم تھا وہ حضرت ابوطالبؑ کو حضرت علیؑ کی بشارت دیتا رہتا تھا اور وہ ہمیشہ حضرت ابوطالبؑ سے کہتا تھا: عنقریب خدا آپؑ کو ایک بیٹا دے گا جو اپنے زمانہ کا سردار ہوگا اور وہ ''ناموس اکبر'' ہوگا۔ اور وہ اپنے زمانہ کے نبی کا زورِ بازو' مددگار' داماد اور ان کا وزیر ہوگا۔ اور میں شاید ان کی آمد تک زندہ نہ رہوں گا۔ جب وہ بچہ آپؑ کے ہاں پیدا ہو تو آپؑ اسے میرا سلام پہنچائیں۔

جب امیر المومنین علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور آپؑ کی ولادت کے چند روز بعد حضرت ابوطالبؑ اسے اطلاع دینے کے لیے گئے تو آپؑ کو بتایا گیا کہ اس کی چند روز پہلے وفات ہو چکی ہے۔ حضرت ابوطالب واپس آئے اور آپ نے اپنے فرزند کو اپنی گود میں اٹھا کر پیار کیا اور فرمایا: بیٹا راہب تمہیں سلام کہتا تھا۔

حضرت علیؑ نے کہا: ابا جان! آپ اثرم راہب کی خبر دے رہے ہیں جو کہ ہمیشہ آپ کو میری آمد کی بشارت دیتا تھا۔ اس پر میری طرف سے بھی سلام ہو۔ یہ سن کر آپ کے والد عبد مناف المعروف ابوطالب نے کہا:

اللہ کے ولی! آپؑ نے سچ کہا۔ (مشارق انوارالیقین' ص ۷۵-۷۶)

## آپؑ ہر شخص کو دیکھتے ہی پہچان لیتے تھے کہ مومن ہے یا کافر

برسی لکھتے ہیں کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ خصوصیات عطا کی ہیں جو کسی کو بھی عطا نہیں ہوئیں۔ میرے لیے راستے کھول دیئے گئے۔ میں انساب واسباب کا عالم ہوں۔ میرے لیے بادلوں کو چلایا گیا۔ میں نے ملکوت میں نگاہ ڈالی تو مجھ سے کوئی چیز مخفی نہ رہی۔ تمام مخلوقات کی آنکھوں کے درمیان اس کا مومن یا کافر ہونا لکھا ہوا ہے اور ہم دیکھتے ہی پہچان لیتے ہیں کہ مومن ہے یا کافر۔ (مشارق انوارالیقین' ص ۷۶)

## آپؑ تمام مومنین کے احوال کی واقفیت رکھتے ہیں

برسی لکھتے ہیں کہ رمیلہ حضرت کے خواص اصحاب میں سے تھا اور اس نے کہا کہ ایک مرتبہ میں کوفہ میں بیمار ہوا اور میں نے دل میں منت مانی کہ اگر خدا نے مجھے شفا دی تو میں امیرالمومنین علیہ السلام کی اقتداء میں جا کر نماز پڑھوں گا۔

میرا بخار اُتر گیا اور میں نماز پڑھنے کے لیے گیا تو امیرالمومنین نے مجھ سے پوچھے بغیر فرمایا:

رمیلہ! تجھے بخار ہوا تھا اور تو نے نذر مانی تھی کہ اگر اللہ نے تجھے شفایاب کیا تو تو میری اقتداء میں نماز پڑھنے آئے گا اور اب تو شفایاب ہو چکا ہے۔

رمیلہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: امیرالمومنینؑ! آپؑ کو یہ بات کیسے معلوم ہوئی؟

آپؑ نے فرمایا: رمیلہ! جب بھی کوئی مومن مرد یا عورت بیمار ہو تو اس کی بیماری کی وجہ سے ہم بھی بیمار ہو جاتے ہیں اور جب وہ غمگین ہوتا ہے تو اس کے غم کی وجہ سے

ہم بھی غمگین ہو جاتے ہیں اور جب مومن دعا مانگتا ہے تو ہم اس دعا پر آمین کہتے ہیں اور اگر وہ خاموش رہے تو ہم اس کے لیے دعا کرتے ہیں۔ مشارق و مغارب میں مومن جہاں بھی ہوں تو ہم ان کے ساتھ ہوتے ہیں۔ (مشارق انوار الیقین' ص ۷۷)

## دریائے فرات کا بارہ حصوں میں تقسیم ہونا اور مچھلیوں کا آپؑ پر سلام کرنا

برسی لکھتے ہیں کہ عبیدہ سکسکی نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی کہ آپؑ نے فرمایا:

جب امیر المومنینؑ جنگِ صفین سے واپس آ رہے تھے تو ایک جگہ آ کر رُک گئے اور آپ نے ایک سبز شاخ اُٹھائی اور فرات پر ماری۔ دریائے فرات بارہ حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ پھر آپ نے کچھ کلام کی جو کہ لوگوں کی سمجھ سے بالا تھی۔ اس کے بعد فرات کی مچھلیاں پانی پر آ گئیں اور انہوں نے سر بلند کر کے تکبیر و تہلیل کی آوازیں بلند کیں۔ پھر مچھلیوں نے آپؑ سے کہا:

خدا کی زمین پر خدا کی حجت آپؑ پر سلام ہو۔ بندوں کے اعمال کو دیکھنے والی خدا کی آنکھ آپؑ پر سلام ہو۔ آپؑ کو آپؑ کی قوم نے اسی طرح سے چھوڑ دیا جیسا کہ بنی اسرائیل نے حضرت ہارونؑ کو چھوڑ دیا تھا۔

حضرت امیر المومنینؑ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا:

تم نے مچھلیوں کی باتیں سن لی ہیں نا؟

سب نے کہا: جی ہاں! ہم نے ان کی باتیں سنی ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: یہ تمہارے لیے ایک نشانی ہے اور میری صداقت کی دلیل ہے۔ (مشارق انوار الیقین' ص ۷۸)

## جنگِ نہروان سے قبل اس کا نتیجہ بیان کرنا

برسی لکھتے ہیں کہ جب امیر المومنین علیہ السلام خوارج سے جنگ کرنے روانہ ہوئے تو آپؑ نے جنگ شروع ہونے سے قبل اپنے سپاہیوں سے فرمایا:

اس جنگ میں تم میں سے دس افراد بھی قتل نہ ہوں گے اور خوارج کے دس افراد سے زیادہ افراد زندہ نہیں بچیں گے۔ جب جنگ ہوئی تو اس کا وہی نتیجہ برآمد ہوا جس کا آپؑ نے اعلان کیا۔ (مشارق انوار الیقین، ص ۸۰)

## خشک نان جویں کا لذیذ طعام میں تبدیل ہونا

برسی لکھتے ہیں کہ ابن عباس نے کہا کہ ایک شخص امیر المومنین علیہ السلام کے پاس آیا اور اس نے آپ سے طعام کی خواہش کی۔ امیر المومنین اس کے لیے خشک نان جویں لے کر آئے اور اس کے ساتھ ایک پانی کا پیالہ لائے۔ آپؑ نے خشک روٹی کا ایک ٹکڑا علیحدہ کر کے پیالے میں ڈالا اور فرمایا کہ بسم اللہ کر کے اسے کھاؤ۔

مہمان نے اس ٹکڑے کو پیالے سے نکالا اور اسے کھانا شروع کیا تو اس نے کہا کہ مولا! یہ تو بھُنا ہوا پرندہ ہے۔ پھر آپؑ نے ایک اور ٹکڑا علیحدہ کر کے پانی میں ڈالا اور فرمایا: اب بسم اللہ کر کے اسے کھاؤ۔

مہمان نے وہ لقمہ اُٹھا کر کھایا تو اس نے کہا: مولا! یہ تو حلوہ ہے۔ عجیب بات ہے کہ آپؑ میرے سامنے تو خشک نانِ جویں کے ٹکڑے ڈال رہے ہیں اور وہ لذیذ طعام میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

حضرتؑ نے فرمایا: یہ ظاہر ہے اور وہ باطن ہے اور ہمارا امر اسی طرح سے ہے۔ (مشارق انوار الیقین، ص ۸۰)

## ایک یہودی کو زندہ کرنا اور اس کا اپنے مال کے متعلق بتانا

برسی لکھتے ہیں کہ امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین علیہم السلام کی سند سے بیان کیا کہ ایک یہودی حضرت ابوبکر کے پاس آیا اور اس نے کہا:

میرا باپ مر گیا اور اس کے پاس بڑی دولت تھی لیکن اس نے وہ دولت کہیں چھپائی ہوئی تھی اور مرنے سے پہلے اس نے مجھے دولت کے متعلق کچھ بھی نہیں بتایا۔ اگر آپؑ میرے والد کی دولت کا نام ونشان بتا دیں تو اس دولت کا ایک تہائی حصہ آپؑ کے حوالے کروں گا اور اس کی ایک تہائی فقرائے مسلمین میں تقسیم کروں گا اور ایک تہائی اپنے پاس رکھوں گا اور میں دین اسلام بھی قبول کروں گا۔

حضرت ابوبکر نے اس سے کہا: بندۂ خدا! اللہ کے علاوہ غیب کا علم کسی کے پاس نہیں ہے۔

بعدازاں وہ یہودی حضرت عمر کے پاس گیا اور ان سے اپنا مسئلہ بیان کیا۔ انہوں نے بھی اسے وہی جواب دیا جو ان سے پہلے حضرت ابوبکر دے چکے تھے۔ پھر حضرت عمر نے اسے مشورہ دیا کہ وہ حضرت علیؑ سے جا کر ملاقات کرے۔

یہودی حضرت علی علیہ السلام کے پاس آیا اور ان سے اپنا دکھڑا بیان کیا۔

آپؑ نے اس سے فرمایا: تم یمن چلے جاؤ اور حضرموت کے علاقہ میں وادی برہوت کا پتہ چلاؤ اور جب تم اس وادی میں پہنچو تو غروبِ آفتاب تک وہاں بیٹھنا۔ غروبِ آفتاب کے وقت تجھے دو کوے دکھائی دیں گے جو کائیں کائیں کر رہے ہوں گے۔ اس وقت اپنے باپ کا نام لے کر صدا دینا اور کہنا کہ اے فلاں مجھے رسولؐ خدا کے وصی نے بھیجا ہے۔ جب تم یہ کہو گے تو وہ تم سے کلام کرے گا۔ اس سے اس کی دولت کا پوچھ لینا۔ وہ تجھے اپنی مخفی دولت کا پتہ بتائے گا۔

حضرتؑ کے فرمان کے تحت وہ یمن گیا اور وہاں سے اس نے وادی برہوت کا

پتہ معلوم کیا اور وہاں پہنچ گیا۔ غروبِ آفتاب کے وقت اس نے دو کوے دیکھے جو کائیں کائیں کر رہے تھے۔ اس نے اپنے باپ کے نام آواز دی اور کہا:

مجھے رسولؐ خدا کے وصی نے تیرے پاس بھیجا ہے لہٰذا مجھے جواب دے۔

اس وقت اسے ایک آواز سنائی دی۔ تجھ پر افسوس! تو یہاں کیا کرنے آیا ہے۔ یہ تو اہل نار کی وادی ہے۔

اس نے کہا: میں تجھ سے تیری دولت کا پتہ معلوم کرنے آیا ہوں۔

آواز آئی: وہ دولت میں نے فلاں فلاں جگہ پر چھپا کر اس کے اوپر دیوار کھڑی کر دی تھی۔ میں تجھ سے کہتا ہوں کہ محمد مصطفٰیؐ کے دین کی پیروی کر۔ نجات کا راز اسی میں ہی مضمر ہے۔

اس کے بعد دونوں کوے واپس چلے گئے۔ یہودی اپنے گھر واپس آیا اور جہاں اس کے باپ نے دولت کی نشان دہی کی تھی اس نے وہاں سے دولت حاصل کی۔ وہ دولت ڈھیر سارے سونے اور چاندی پر مشتمل تھی۔ اس نے تمام دولت کو اونٹ پر لادا اور امیرالمومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور جیسے ہی اس کی نظر آپؑ پر پڑی تو اس نے کہا:

اشهد ان لا اله الا الله وان محمدا رسول الله وانک وصی رسول الله واخوه وامير المومنين حقا كما سميت

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور حضرت محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور آپؑ رسولؐ خدا کے وصی اور ان کے بھائی ہیں۔ آپ اسم بامسمّٰی امیرالمومنین ہیں۔

میری طرف سے آپ کی خدمت میں یہ ہدیہ ہے۔ آپ اپنی صوابدید کے مطابق اسے خرچ کریں۔ بے شک آپؑ عالمین میں اللہ کے ولی ہیں۔ (مشارق انوار الیقین، ص ۸۱)

## منجم سے گفتگو اور اس کے سامنے سونے اور سانپ کو برآمد کرنا

برسی رقمطراز ہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام خوارج سے جنگ کرنے کے لیے جا رہے تھے کہ راستے میں آپؑ کو ایک منجم ملا جسے دہقان فارسی کہا جاتا تھا۔ اس نے آپؑ کو لشکر کشی سے روکا اور کہا:

آپؑ اس وقت لشکر لے کر مت جائیں کیونکہ اس وقت نحس ستارے طلوع ہو چکے ہیں جس کی وجہ سے اہلِ حق کو شکست اور اہلِ باطل کو فتح نصیب ہوگی۔ اس وقت مریخ، برج ثور میں مقیم ہے اور آپؑ کے برج پر اس وقت دو ستاروں کی حکومت ہے لہٰذا اگر آپؑ نے جنگ کی تو آپؑ کو شکست ہوگی۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اس سے کہا:

کیا سفر کرنے والے ستاروں کو تو چلاتا ہے اور میرے متعلق حادثات کی پیش گوئی کرتا ہے اور ستاروں کو منٹ اور سیکنڈ کے حساب سے جو منتقل کرتا ہے۔ اگر بالفرض ایسا ہے تو پھر مجھے بتاؤ ''سراری'' کیا ہیں؟ ''دراری'' کیا ہیں؟ اور ''مدبرات'' کی شعاعوں کی مقدار کیا ہے؟

نجومی نے کہا: میں اسطرلاب (ایک خاص قسم کا آلہ جس سے ستاروں کی بلندی کا اندازہ لگایا جاتا ہے) میں دیکھ کر ہی آپؑ کو کچھ بتاؤں گا۔

پھر حضرتؑ نے فرمایا: کیا تجھے معلوم ہے کہ کل رات میزان میں کس چیز کی تکمیل ہوئی؟ اور کیا جانتے ہو برج سرطان میں کون سا ستارا ٹھہرا اور کیا تجھے معلوم ہے کہ زبرقان پر کون سی آفت نازل ہوئی؟

نجومی نے کہا: مجھے کوئی علم نہیں ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: جانتے ہو کہ رات ملک چین کی حکومت ایک گھرانے سے دوسرے گھرانے میں منتقل ہوئی ہے؟ اور برج ماچین میں انقلاب آ گیا؟ اور بحیرہ سارہ

خشک ہوگیا؟ بحیرہ حسرمہ میں پانی آ گیا؟ اور سقلبہ میں چٹان کا دروازہ ٹوٹ گیا؟ شاہِ روم کے بھائی نے بھائی کا تختہ اُلٹ دیا اور اس کے تخت پر قابض ہوگیا؟ اور قسطنطنیہ کبریٰ میں سونے کے کنگرے گر پڑے؟ اور سراندیل کی دیوار ٹوٹ گئی؟ اور یہودیوں کا کاہن اعظم گم ہوگیا؟ اور وادی نمل کی چیونٹیوں میں جوش بڑھ گیا؟ اور ستر ہزار جہانوں کو خوش بختی نصیب ہوئی؟ اور ہر عالم میں ستر ہزار افراد پیدا ہوئے اور آج رات اتنے ہی مریں گے؟

کیا تمھیں ان تمام باتوں کا کوئی پتہ ہے؟

نجومی نے کہا: مجھے کچھ معلوم نہیں ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: کیا تجھے خاموش شہابوں اور ستاروں کا بھی کچھ پتہ ہے؟ اور کیا تجھے شمس ذات الذوائب کا بھی کچھ علم ہے جو انوار کے ساتھ طلوع ہوتے ہیں اور سحر کے وقت غروب ہوتے ہیں؟

نجومی نے کہا: مجھے کچھ پتہ نہیں ہے؟

پھر آپؑ نے فرمایا: کیا تو ان ستاروں کو جانتا ہے جب وہ طلوع ہوتے ہیں تو دنیا میں فریب ہوتا ہے اور جب وہ غروب ہوتے ہیں تو مصیبت نازل ہوتی ہے؟ جب وہ طلوع ہوئے تھے تو قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تھا اور وہ طلوع ہوں گے تو دنیا تباہ ہو جائے گی۔

نجومی نے کہا: میں نہیں جانتا۔

پھر حضرتؑ نے فرمایا: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تجھے آسمان کے متعلق کچھ بھی معلوم نہیں ہے۔ اب میں تجھ سے اس زمین کے قریبی ترین حصہ کے متعلق پوچھنا چاہتا ہوں۔ مجھے یہ بتا میرے گھوڑے کے دائیں پاؤں کے نیچے کیا ہے اور بائیں پاؤں کے نیچے کیا ہے؟ اور ان میں سے نفع بخش چیز کس سُم کے نیچے اور نقصان دہ چیز کس سُم کے نیچے ہے؟

نجومی نے کہا: میں آسمان کی بہ نسبت زمین کے امور سے زیادہ ناواقف ہوں۔

پھر آپؑ نے حکم دیا کہ آپؑ کے گھوڑے کے دائیں سُم کی زمین کو کھودا جائے۔ جب اسے کھودا گیا تو اس کے نیچے سے سونے کا خزانہ برآمد ہوا۔

پھر آپؑ نے حکم دیا کہ گھوڑے کے بائیں سُم کی زمین کو کھودا جائے۔ جب اس جگہ کو کھودا گیا تو وہاں سے ایک اژدہا برآمد ہوا جو کہ نجومی کے گلے میں لپٹ گیا۔

نجومی نے آپؑ سے امان طلب کی۔ آپؑ نے فرمایا: امان ایمان کی شرط قبول کرنے پر مل سکتی ہے۔

نجومی نے کہا: میں ساری زندگی آپؑ کے قدموں میں جھک کر بسر کروں گا۔

آپؑ نے فرمایا: اس کی ضرورت نہیں۔ سجدہ خدا کا کرو اور میرے واسطہ دے کر اس سے حاجات طلب کرو۔

پھر آپؑ نے اس سے فرمایا:

سمر سقیل! ہم نجوم قطب اور فلک کے پرچم ہیں۔ اس علم کو صرف ہم جانتے ہیں یا ہمارے علاوہ ہندوستان کا ایک گھرانہ یہ علم جانتا ہے۔ (مشارق انوار الیقین، ص۸۲-۸۳)

## باکرہ لڑکی کے شکم سے لوتھڑا برآمد کرنا

سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے اپنی اسناد سے حضرت عمار یاسر سے نقل کیا۔ انہوں نے کہا:

۱۷ صفر منگل کے دن میں کوفہ میں امیر المومنین علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ باہر سے شور شرابے کی آوازیں سنائی دیں۔ اس وقت آپؑ ''دکۃ القضاء'' پر بیٹھے لوگوں کے فیصلے کر رہے تھے۔

آپؑ نے مجھ سے فرمایا: عمار! ذوالفقار لاؤ۔

میں نے ذوالفقار پیش کی۔ آپؑ نے ذوالفقار کو نیام سے نکال کر اپنے پاس رکھا

اور فرمایا:

عمار! آج میں اہلِ کوفہ کے سامنے ایک عقدہ حل کروں گا جس سے اہلِ ایمان کی اطاعت اور مخالفین کے نفاق میں اضافہ ہوگا۔ جاؤ جو لوگ دروازہ پر کھڑے ہیں انہیں میرے پاس لاؤ۔

عمار کہتے ہیں: میں باہر آیا تو میں نے دیکھا کہ ایک عورت ایک محمل میں بیٹھی چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی:

''اے پناہ طلب کرنے والوں کو پناہ دینے والے' اے عشاق کی منزل آخر' اے زبردست قوت کا مالک' اے یتامیٰ کو طعام دینے والے' اے مفلس کو رزق فراہم کرنے والے' اے بالیدہ ہڈیوں کو زندہ کرنے والے' اے وہ قدیم جس سے پہلے کوئی نہ تھا' اے بے یارومددگار کے یاورو ناصر' اے تہی دستوں کا خزانہ! میں نے تیری طرف ہی اپنے رخ کو متوجہ کیا اور میں نے تجھے ہی اپنا وسیلہ بنایا ہے۔ آج میرے چہرے کو آبرومند بنانا اور میری مصیبت مجھ سے دُور کرنا۔

عورت کے محمل کے اردگرد تقریباً ایک ہزار افراد تلواریں علم کیے ہوئے تھے جن میں کچھ عورت کے موافق تھے اور کچھ اس کے مخالف تھے۔

میں نے ان لوگوں سے کہا: امیرالمومنینؑ تم لوگوں کو اندر بلاتے ہیں۔ یہ سن کر عورت محمل سے نیچے اُتری اور اس کے ساتھ اس کی قوم وقبیلہ کے افراد بھی مسجد میں داخل ہوئے۔

عورت حضرت امیرالمومنینؑ کی خدمت میں آئی اور اس نے عرض کی:

مولا! میں آپؑ کا قصد کر کے آئی ہوں۔ آپؑ میری پریشانی دُور کریں اور اللہ نے آپؑ کو اس کی قدرت عطا کی ہے۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے مجھے (عمار) حکم دیا کہ عمار! تم جا کر پورے کوفہ شہر میں یہ منادی کرو کہ جس نے بھی امیرالمومنینؑ کا فیصلہ دیکھنا ہو تو مسجد میں آجائے۔

میں نے کوفہ شہر میں یہ منادی کی۔ لوگ جوق در جوق مسجد میں جمع ہوئے اور لوگوں کے اژدہام کی وجہ سے مسجد میں تل دھرنے کی جگہ باقی نہ رہی۔ پھر آپؑ نے ان سے فرمایا:

اہلِ شام! اب تم اپنا مسئلہ بیان کرو۔

یہ سن کر ایک بزرگ کھڑا ہوا جس نے اتحمی چادر، عدنی حلہ پہن رکھا تھا اور اس نے ریشمی عمامہ سر پر باندھا ہوا تھا۔ اس نے کہا:

اے کمزوروں اور مظلوموں کے ملجا و ماویٰ میرے مولا! یہ لڑکی میری بیٹی ہے۔ میں نے ابھی تک اس کی شادی نہیں کی ہے لیکن یہ حاملہ ہے۔ اس نے مجھے میرے قبیلہ میں رُسوا کر دیا ہے جب کہ میں اپنے علاقہ اور قوم کا ایک معزز، سخی اور بہادر انسان ہوں۔ مہمانوں کے لیے میرے گھر میں ہمیشہ آگ روشن رہتی ہے اور میرے پاس پناہ لینے والا کبھی آج تک رُسوا نہیں ہوا۔ اب اس مصیبت کی وجہ سے میں خود رُسوا ہو چکا ہوں اور اس لڑکی نے مجھے منہ دکھانے کے قابل نہیں چھوڑا۔ آپؑ اس مسئلہ کو حل فرمائیں۔

امیر المومنین علیہ السلام نے لڑکی سے فرمایا کہ تو کیا کہنا چاہتی ہے؟

لڑکی نے کہا: مولاً! میرا باپ بالکل سچ کہتا ہے۔ میں کنواری ہوں۔ اور جہاں تک میرے باپ کی اس بات کا تعلق ہے کہ میں حاملہ ہوں تو خدا کی قسم! میں نے آج تک خیانت نہیں کی اور میں خدا کو شاہد بنا کر کہتی ہوں کہ میں نے کوئی جرم نہیں کیا اور آپ جانتے ہیں کہ میں جھوٹ نہیں بول رہی لہٰذا آپؑ سے میری درخواست ہے کہ خدارا! میری مشکل آسان کریں اور مجھے بدنامی کی دلدل سے باہر نکالیں۔

امیر المومنین علیہ السلام منبر پر رونق افروز ہوئے اور فرمایا:

اللّٰہ اکبر – جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقًا

''حق آیا اور باطل چلا گیا، باطل ہمیشہ بھاگتا رہتا ہے''۔

پھر آپؑ نے فرمایا: کوفہ کی کسی دائی کو یہاں لایا جائے۔

ایک دائی جس کا نام "لبنا" تھا اسے مسجد میں لایا گیا۔ وہ کوفہ کی مشہور دائی تھی۔ آپؑ نے اس سے فرمایا: اس عورت کو حجاب میں لے جاؤ اس کا معائنہ کر کے ہمیں بتاؤ کہ یہ لڑکی حاملہ ہے یا نہیں؟

دائی نے اس لڑکی کا معائنہ کیا اور اس نے حضرتؑ سے کہا کہ یہ لڑکی حاملہ ہے۔

حضرتؑ نے فرمایا: اہلِ کوفہ! علم کے وہ دعویدار کہاں ہیں جو میرے مقام و منزلت کا دعویٰ کرتے ہیں اور وہ لوگ کہاں ہیں جو اپنے دل میں یہ سمجھتے ہیں کہ انہیں بھی میرے طرح سے حقائق پر عبور حاصل ہے؟ آج انہیں چاہیے کہ آئیں اور اس مسئلہ کو حل کریں۔

عمرو بن حریث نے استہزائیہ انداز میں کہا: اس مسئلہ کو آپؑ کے بغیر کوئی حل نہیں کرسکتا اور آج ہمارے لیے آپؑ کی امامت ثابت ہو جائے گی۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے لڑکی کے والد سے کہا:

ابوالغضب! کیا تم دمشق کے علاقہ میں نہیں رہتے؟

اس نے کہا: جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا: تو کیا تمہارے گاؤں کا نام "اسعاد" نہیں ہے؟

اس نے کہا: جی ہاں یہ سچ ہے۔

آپؑ نے فرمایا: کیا تم میں سے کوئی ایسا ہے جو برف کا ایک ٹکڑا یہاں لے آئے؟

ابوالغضب نے کہا: مولاؑ! ہمارے علاقہ میں برف بہت زیادہ ہے۔

امیرالمومنینؑ نے فرمایا: لیکن ہمارے اور تمہارے علاقہ کے درمیان اڑھائی سو فرسخ کا فاصلہ حائل ہے۔

حضرت عمار کا بیان ہے کہ حضرتؑ نے منبر کوفہ پر بیٹھ کر اپنا ہاتھ دراز کیا اور جب

آپؑ نے اپنا ہاتھ واپس کھینچا تو اس میں برف کے ٹکڑے تھے جن سے پانی ٹپک رہا تھا۔

پھر آپؑ نے وہ برف دائی کے حوالے کی اور فرمایا: یہ برف لے جاؤ اور اس لڑکی کو پردہ میں بٹھا کر اس کی اندام نہانی کے قریب یہ برف رکھ دو۔ کچھ دیر بعد ایک لوتھڑا اس سے برآمد ہوگا جس کا وزن پچپن درہم اور دو دانق ہوگا۔

دائی نے برف اٹھائی اور وہ لڑکی کو مسجد سے باہر ایک علیحدہ مکان میں لے گئی اور وہ ایک طشت لے آئی اور اس نے برف کو اس طشت میں رکھا اور طشت کو لڑکی کی اندام نہانی کے قریب رکھ دیا۔ کچھ دیر بعد لڑکی کے رحم سے ایک بہت بڑا لوتھڑا گرا جس کا دائی نے وزن کیا تو اس کا وہی وزن تھا جو کہ حضرتؑ نے پہلے بتایا تھا۔

دائی لڑکی کو لے کر امیر المومنین کے پاس آئی اور اس نے وہ لوتھڑا بھی آپؑ کے سامنے رکھا۔

آپؑ نے فرمایا: کیا تو نے اس کا وزن کیا تھا؟

دائی نے کہا: جی ہاں! اس کا وہی وزن ہے جو آپؑ نے فرمایا تھا۔

پھر آپؑ نے لڑکی کے باپ سے فرمایا:

ابوالغضب! اپنی لڑکی کو لے جاؤ۔ تمہاری لڑکی نے کوئی خیانت نہیں کی تھی۔ جب یہ دس سال کی بچی تھی تو ایک جرثومہ اس کے پیٹ میں چلا گیا تھا اور اسے وہاں مناسب ماحول ملا تو وہ اب تک وہاں پرورش پاتا رہا اور آج وہ لوتھڑا بن کر باہر آ گیا۔

لڑکی کا باپ خوش ہو کر اٹھا اور اس نے کہا:

میں گواہی دیتا ہوں کہ ارحام میں جو کچھ ہے آپ اسے جانتے ہیں اور آپؑ دل کے پوشیدہ راز بھی جانتے ہیں۔ (عیون المعجزات، ص ۲۱-۲۴)

## جنات سے جنگ کر کے مفلوج جوان کو تندرست کرنا

سید مرتضیٰ رقم طراز ہیں کہ حضرت حذیفہ بن الیمان نے بیان کیا کہ ایک دن ہم

مسجد نبوی میں رسولؐ خدا کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ہمیں باہر سے بہت سی آوازیں سنائی دیں۔

آنحضرتؐ نے ہم سے فرمایا کہ باہر دیکھو یہ شوروغوغا کیسا ہے؟

جب ہم نے مدینہ سے باہر نکل کر دیکھا تو چالیس اونٹنیوں پر چالیس افراد سوار تھے اور ہر سوار کے گلے میں موتیوں کا ہار تھا اور ہر ایک نے قیمتی جواہر سے مرصع ٹوپی پہن رکھی تھی اور ان سب کی قیادت ایک بے ریش جوان کر رہا تھا اور اس کا چہرہ اتنا حسین تھا کہ وہ چاند کا ٹکڑا معلوم ہوتا تھا اور وہ چلاّ چلاّ کر کہہ رہا تھا:

ہم محمد مصطفیٰؐ کے ذریعہ سے آج پناہ حاصل کریں گے۔

حذیفہ کہتے ہیں کہ میں تیزی سے واپس آیا اور آنحضرتؐ کو اس قافلہ کی اطلاع دی۔ آپؐ نے مجھ سے فرمایا کہ تم حلاّل مشکلات اور عرب کو شکست دینے والے علیؑ اور میرے دلیر و بہادر شیر بنی ہاشم چچا حمزہ کے پاس جاؤ اور انہیں یہاں بلا لاؤ۔

حذیفہ کہتے ہیں کہ میں حضرت علیؑ کے گھر کی طرف روانہ ہوا تو وہ مجھے راستہ میں آتے ہوئے دکھائی دیئے اور انہوں نے مجھ سے فرمایا:

حذیفہ! تم مجھے ان لوگوں کی آمد کی اطلاع دینے آئے ہو جن سے میں اس دن سے واقف ہوں جب سے وہ پیدا ہوئے ہیں۔

میں حضرتؑ کے پیچھے چلتا ہوا مسجد میں آیا۔ اتنے میں اہل قافلہ بھی مسجد میں پہنچ گئے۔ قافلے کے سالار نوجوان نے کھڑے ہو کر کہا:

وہ کون ہے جو شب کی تاریکی میں خدا سے راز و نیاز کرتا ہے، تم میں وہ کون ہے جس کا سر بتوں کے سامنے نہیں جھکا تھا؟ وہ کون ہے جو اپنے رب کے احسانات کا شکر بجا لانے والا ہے؟ وہ کون ہے جو عصمتوں کا محافظ اور ناموس کا نگہبان ہے؟

وہ کون ہے جو جدال وقتال میں ثابت قدم ہے؟ وہ کون ہے جو مقابلہ پر آنے والوں کا قاتل ہے؟ وہ کون ہے جو انسانوں اور جنات کا سردار ہے؟ وہ کون ہے جو

محمد و مصطفیٰؐ کا بھائی ہے؟ وہ کون ہے جو حق و صداقت کی زبان ہے؟ وہ کون ہے جو ابو طالبؑ کا نورِ نظر ہے؟ وہ کون ہے جو ظالموں کی گھات میں رہتا ہے؟

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

علیؑ! نوجوان کو جواب دو اور اس کی حاجت پوری کرو۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: نوجوان! وہ میں ہوں۔ میرے قریب آؤ۔ میں تمہاری حاجت پوری کروں گا اور خدا کی مدد و نصرت سے تیری پیاس بجھاؤں گا۔ اپنی حاجت بیان کرتا کہ میں اسے پورا کروں اور جب میں تیری حاجت پوری کروں گا تو تمام مسلمانوں کو معلوم ہو جائے گا کہ میں کشتی نجات' کلمہ کبریٰ اور وہ بنأ عظیم ہوں جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں اور میں وہ صراطِ مستقیم ہوں جو بھی مجھ سے انحراف کرتا ہے وہ گمراہ ہو جاتا ہے۔

نوجوان نے کہا: میرا ایک بھائی ہے جو کہ سیر و شکار کا دلدادہ ہے۔ ایک دن میرا بھائی شکار کے لیے گیا تو اسے دس نیل گائیں دکھائی دیں۔ میرے بھائی نے تیر مار کر ایک گائے کو مار ڈالا۔ جیسے ہی نیل گائے زمین پر گری تو میرے بھائی کے جسم کا نصف حصہ مفلوج ہو گیا اور اس کی زبان میں لکنت آ گئی اور اب حالت یہ ہے کہ وہ ہم سے اشاروں میں گفتگو کرتا ہے اور ہمیں یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ تمہارا سردار اس کی مصیبت دُور کر سکتا ہے۔

پھر اس نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا: اہلِ مدینہ! میں قحقاح بن حلاحل بن ابی الغضب بن سعد بن مقمع بن عملاق بن ذاہل بن صعب ہوں۔ ہمارا تعلق قومِ عاد کی باقیات سے ہے۔ ہم بتوں کی پوجا کرتے ہیں اور قمار بازی کرتے ہیں۔ اگر تمہارے سردار نے میرے بھائی کو تندرست کر دیا تو ہم ان پر ایمان لے آئیں گے۔ ہماری قوم نوے ہزار افراد پر مشتمل ہے۔ ہم قوت و طاقت اور سرمایہ و دولت' کھیت اور مویشی رکھنے والے لوگ ہیں۔ ہماری کلائیاں مضبوط اور تلواریں تیز ہیں۔ یہ ہماری سرگزشت

ہے جو میں نے تمھیں سنا دی ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: نوجوان! تیرا بھائی کہاں ہے؟

اس نے کہا: وہ ہمارے قافلہ کے پیچھے ایک محمل میں آ رہا ہے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: خدا نے چاہا تو تیرے بھائی کو صحت نصیب ہوگی۔

ابھی یہ باتیں جاری تھیں کہ ایک اونٹ آیا جس پر محمل تھا اور ایک عورت نے اونٹ کی مہار پکڑ رکھی تھی۔ اونٹ دروازہ مسجد پر بیٹھا۔ اس وقت نوجوان نے کہا: علیؑ! میرا بھائی آ چکا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام محمل کے قریب گئے۔ اس میں ایک خوبصورت جوان لیٹا ہوا تھا اور جب امیر المومنینؑ نے اس کو دیکھا تو جوان کے آنسو بہہ گئے اور اس نے لکنت زدہ زبان میں آہستہ سے کہا: اہل مدینہ! اب ہم تم سے ہی مدد کے خواہش مند ہیں۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: آج رات تم اسے بقیع لے چلنا اور وہاں تم علیؑ کا ایک عجیب کام دیکھ سکو گے۔

حذیفہ کا بیان ہے کہ لوگ عصر سے ہی بقیع میں جمع ہونے لگے اور جب رات چھا گئی تو امیر المومنینؑ بقیع میں تشریف لائے اور فرمایا کہ تم لوگ میرے پیچھے آؤ۔ ہم لوگ حضرتؑ کے پیچھے چل پڑے۔ جب ہم آگے بڑھے تو ہم نے آگ کے دو الاؤ دیکھے۔ ایک چھوٹا الاؤ اور دوسرا بڑا الاؤ تھا۔ امیر المومنینؑ آگ کے چھوٹے الاؤ میں داخل ہو گئے۔

حذیفہ کہتے ہیں جب علیؑ آگ میں داخل ہوئے تو ہمیں بجلی کی کڑک جیسی آوازیں یکے بعد دیگرے سنائی دینے لگیں اور آپؑ نے چھوٹے الاؤ کی آگ کو بڑے الاؤ میں ڈال دیا اور پھر خود بھی بڑے الاؤ میں داخل ہوگئے۔ ہم دُور سے بیٹھ کر سارا منظر دیکھتے رہے یہاں تک کہ صبح کی سفیدہ نمودار ہوگئی۔ اتنے میں علیؑ اس آگ کے الاؤ سے باہر آئے۔ آپؑ کے ہاتھ میں ایک سر تھا جس کی گولائی سترہ انگلیاں تھیں۔ اس کی

پیشانی کے درمیان ایک آنکھ تھی۔ پھر آپؑ اس محمل کی طرف بڑھے جہاں وہ جوان لیٹا ہوا تھا۔ آپؑ نے اس سے فرمایا:

جوان! اللہ کے حکم سے اٹھ بیٹھو۔ تمہاری تکلیف دور ہوگئی ہے۔

یہ سن کر نوجوان اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے ہاتھ پاؤں بالکل تندرست ہو چکے تھے۔ جوان آپؑ کے قدموں پر گرا اور بوسے دینے لگا۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: لوگو! یہ عمرو بن اخیل بن لاقیس بن ابلیس لعین کا سر ہے۔ اس نے اس جوان کو مفلوج کیا تھا اور آج وہ میرے مقابلہ کے لیے جنات کے بارہ لشکر لے کر آیا تھا۔ میں نے ان سے جنگ کی اور میں نے ان پر وہ اسم اعظم مارا جو کہ حضرت موسیٰؑ کے عصا پر لکھا ہوا تھا جس سے سمندر میں بارہ راستے پیدا ہوئے تھے۔ اس کی برکت سے وہ سب کے سب مر گئے۔ تم لوگ خدا پر بھروسہ رکھو اور اس کے نبیؐ اور وصی پر اعتماد کرو۔

اس کے بعد وہ جوان اور اس کی تمام قوم مسلمان ہوگئی۔ وہ لوگ نبی اکرمؐ اور علی مرتضیٰؑ کو دعائیں دیتے ہوئے دوسرے دن مدینہ سے چلے گئے۔ (عیون المعجزات، ص ۳۲)

## حضرتؑ کا عدل اور آپؑ کی شفقت

برسی نے اپنی اسناد سے اصبغ بن نباتہ سے نقل کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں مسجد کوفہ میں امیر المومنین علیہ السلام کے پاس بیٹھا تھا۔ آپؑ لوگوں کے فیصلے کر رہے تھے۔ اتنے میں کچھ لوگ اسود نامی ایک شخص کی مشکیں باندھے ہوئے آپؑ کے پاس لے آئے اور کہا: مولا! یہ چور ہے۔

آپؑ نے فرمایا: اسود! کیا تو نے چوری کی ہے؟

اس نے کہا: جی ہاں امیر المومنینؑ! میں نے چوری کی ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: تجھ پر افسوس! اگر تو نے دوسری مرتبہ اقرار کیا

تو میں تیرا ہاتھ کاٹ دوں گا۔ کیا تو نے چوری کی ہے؟

اس نے کہا: جی ہاں میرے آقا!

حضرتؑ نے فرمایا: تیری ماں تیرے غم میں روئے خوب سوچ کر بتا کیا تو نے چوری کی ہے؟

اس نے کہا: جی ہاں میرے آقا و مولا! میں نے چوری کی ہے۔

امیرالمومنینؑ نے حکم جاری کیا کہ اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے کیونکہ اس کے لیے قطع ید واجب ہو چکا ہے۔

آپؑ کے حکم سے جلاد نے اس کا دایاں ہاتھ قطع کر دیا۔ اس نے کٹی ہوئی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ میں پکڑا اور اس کٹے ہوئے حصہ سے خون جاری تھا۔ راستے میں ''ابن کواء'' ملا۔ اس نے کہا: تیرا ہاتھ کس نے کاٹا ہے؟

اسود نے کہا: سیدالمومنین' قائد الغرالمحجلین' خلیفۃ الرسول بالیقین' سیدالوصیین' امیرالمومنین علی بن ابی طالبؑ نے میرا ہاتھ کاٹا۔ اور میرے ہاتھ کو اس نے قطع کیا جو امام الہدیٰ ہے جو شوہر زہراؑ ہے' جو حسن و حسین علیہم السلام کا والد ماجد ہے' جو جنات النعیم کی طرف سبقت کرنے والا اور بہادروں کو پچھاڑنے والا' جاہلوں کو زیر کرنے والا' زکوٰۃ دینے والا' بنی ہاشم کا سرمایہ افتخار' رسول مقبول کا ابن عم اور ان کا ناصر و مددگار' حق کا ہادی' صداقت کا بیان' مکی بہادر' انزع البطین' آل حم و آل یٰسین کا سردار' حرمین کی عزت' دونوں قبلوں کا نمازی' خاتم الاوصیاء' وصی سیدالانبیاء' حیدر' معور' ضرغام' جس کی جبریلؑ نے تائید کی' جس کی میکائیلؑ نے نصرت کی' قریش کا افضل ترین فرد' آسمانی لشکروں کا سالار علی بن ابی طالبؑ ہے۔

ابن الکواء نے اس سے کہا: اسود! تجھ پر صد حیف! اس نے تو تیرا ہاتھ کاٹا ہے اور تو اس کی مدح و ثنا کر رہا ہے؟

اسود نے کہا: میں ان کی ثنا کیوں نہ کروں وہ تو ہے ہی ثنا کے قابل۔ ان کی محبت

میرے گوشت اور میرے خون میں رچی ہوئی ہے اور اگر انہوں نے میرا ہاتھ کاٹا ہے تو انہوں نے مجھ پر ظلم تھوڑا ہی کیا ہے۔ میں قصوروار تھا اور انہوں نے مجھ پر حد شرعی جاری کر کے مجھے دوزخ کے عذاب سے بچایا ہے۔

یہ سن کر ابن الکواء امیر المومنین علیہ السلام کے پاس آیا اور کہا: آپ نے اسود کا ہاتھ کاٹا ہے اور وہ آپ کی مدح و ثنا کرنے میں مصروف ہے۔ جب میں نے اس سے پوچھا کہ تیرا ہاتھ کس نے کاٹا ہے تو اس نے آپ کی بڑی تعریف کی۔ میں نے اس سے کہا: علیؑ نے تیرا ہاتھ کاٹا ہے لیکن تو پھر بھی اس کی تعریف کر رہا ہے؟

اسود نے مجھ سے کہا: انہوں نے میرا ہاتھ کاٹ کر مجھ پر احسان کیا اور مجھے دوزخ کی آگ سے بچا لیا۔ میں تو ہمیشہ اس کی ثنا کرتا رہوں گا کیونکہ ان کی محبت میرے گوشت پوست میں رچی ہوئی ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے امام حسنؑ سے فرمایا: فرزند! جاؤ اور اسود کو بلا لاؤ۔

امام حسن علیہ السلام گئے تو اس وقت وہ محلہ کندہ میں بیٹھا حضرتؑ کے فضائل بیان کر رہا تھا۔ آپؑ اسے وہاں سے لے کر آئے۔ امیر المومنینؑ نے اسود سے فرمایا:

اسود! بڑے عجیب آدمی ہو میں نے تمہارا ہاتھ کاٹا ہے اور تم میری مدح و ثنا کر رہے ہو؟

اسود نے کہا: امیر المومنینؑ! میں آپؑ کی مدح و ثنا کرتا رہوں گا کیونکہ آپؑ کی محبت میرے خون کے ذرات میں رچی بسی ہوئی ہے اور ویسے بھی آپؑ نے مجھ پر حد شرعی نافذ کر کے دوزخ کی آگ سے بچایا ہے۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: اپنا کٹا ہوا ہاتھ میرے سپرد کرو۔ آپؑ نے کٹا ہوا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا اور اسے اس کی کلائی سے جوڑ کر اس پر اپنی چادر ڈالی اور اٹھ کر آپؑ نے نماز پڑھی اور آپؑ نے دعا مانگی اور ہم نے دعا کے آخر میں انہیں آمین کہتے ہوئے سنا۔ پھر آپؑ نے چادر ہٹائی اور فرمایا:

اے رگو! جیسے تم پہلے ایک دوسرے سے متصل تھیں اب بھی اسی طرح سے متصل ہو جاؤ۔

اسود کا ہاتھ از سر نو جڑ گیا۔ اس نے آپؑ کے قدموں کا بوسہ لیا اور کہا:
میں اللہ اور محمد رسولؐ اللہ اور اس علیؑ پر ایمان رکھتا ہوں جس نے میرے کٹے ہوئے ہاتھ کو پھر سے جوڑ دیا۔ علمِ نبوت کے وارث! آپؑ پر میرے ماں باپ نثار ہوں۔ (الروضہ، ص ۲۴۔ الفضائل، ص ۱۷۲-۱۷۳)

## باپ کی بددعا سے مفلوج ہونے والے کو تندرست کرنا

ابن شہر آشوب نے اپنی اسناد سے خرکوشی سے نقل کیا۔ اس نے کہا کہ امیر المومنین علیہ السلام حج پر گئے اور آپؑ نے احرام کی شب ایک شخص کے رونے کی دلخراش صدائیں سنیں۔ آپؑ نے امام حسین علیہ السلام سے فرمایا کہ جاؤ اس شخص کو بلا کر میرے پاس لاؤ۔

جب امام حسینؑ اس شخص کو ڈھونڈ کر لائے تو آپؑ نے دیکھا کہ وہ ایک جوان تھا اور اس کا آدھا بدن خشک ہو چکا تھا۔ امیر المومنینؑ نے اس سے حالات دریافت کیے تو اس نے کہا کہ میں پہلے تو صحت مند جوان تھا اور میں غلط قسم کے لوگوں کے ساتھ بیٹھ کر غلط حرکات کرتا تھا۔ میرے والد مجھے ہمیشہ نصیحتیں کرتے تھے اور غلط قسم کے لوگوں کی محفل سے منع کرتے تھے۔ ایک دن میرے والد نے مجھے نصیحت کی تو میں نے طیش میں آ کر اسے مارا پیٹا۔ میرا والد یہاں بیت اللہ میں آیا اور اس نے یہاں کھڑے ہو کر مجھے بددعا دی اور ایک شعر پڑھا۔ جیسے ہی میرے والد کی بددعا تمام ہوئی تو میرا آدھا جسم خشک ہو گیا۔ جس پر مجھے سخت ندامت ہوئی اور میں نے توبہ کی اور اپنے والد کو راضی کیا اور ان سے کہا کہ وہ دوبارہ بیت اللہ میں کھڑے ہو کر میرے حق میں دعا کریں۔ وہ راضی ہو گئے، میں نے انہیں ایک اونٹ پر بٹھایا اور ہم بیت اللہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ابھی ہم راستے

میں تھے کہ آدمی رات کے وقت ایک پرندہ پھڑ پھڑایا جس سے میرے والد کا اونٹ بدکا اور میرے والد اونٹ سے گر پڑے اور ان کا سر ایک پتھر سے ٹکرایا جس کی وجہ سے ان کی راستے میں ہی وفات ہوگئی۔ میں نے انہیں وہیں دفن کیا اور اب میں یہاں خدا سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ رہا ہوں۔

حضرت علی علیہ السلام نے اس پر چار مرتبہ درود شریف پڑھ کر دم کی اور فرمایا: تندرست ہو کر اٹھو۔ وہ جوان فوراً تندرست ہو کر اٹھ بیٹھا۔

حضرتؑ نے فرمایا: جوان تو نے سچ کہا اگر تیرا والد تجھ سے ناراض ہوتا تو تُو کبھی صحت مند نہ ہو سکتا تھا۔ (مناقب ابن شہر آشوب، ج ۲، ص ۲۸۶)

## ایک نابینا عورت کی بینائی کا واپس آنا

قطب راوندی نے عبدالواحد بن زید کی زبانی نقل کیا کہ میں حج کے قصد سے بیت اللہ پہنچا۔ میں طوافِ کعبہ میں مصروف تھا کہ میں نے رکن یمانی کے پاس دو عورتوں کی گفتگو سنی۔ ان میں سے ایک عورت دوسری سے کہہ رہی تھی:

نہیں، مجھے اس کے حق کی قسم جسے وصیت کے لیے منتخب کیا گیا، جو مساوی تقسیم کرنے والا اور جو فیصلوں میں عدالت کرنے والا ہے، جو حضرت زہراء رضیہ مرضیہ کا شوہر ہے، بات یہ نہیں ہے۔

میں ان کے قریب گیا اور گفتگو کرنے والی خاتون سے کہا: تم کس کی صفات بیان کر رہی ہو؟

خاتون نے جواب دیا: میں اس کی صفات بیان کر رہی تھی جو کائنات کا بڑا عالم اور جو احکام کا دروازہ اور جو جنت و دوزخ کا قسیم ہے یعنی میں امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ کا تذکرہ کر رہی تھی۔

میں نے کہا: بی بی تو اسے کیسے جانتی ہے؟

خاتون نے کہا: میں بھلا اس سے کیسے جاہل رہ سکتی ہوں جب کہ میرا والد جنگِ صفین میں ان کی فوج میں شامل تھا اور وہ ان کی حمایت میں شہید ہوا تھا۔ جنگ کے بعد حضرتؑ ہمارے گھر آئے تھے اور انہوں نے میری والدہ سے فرمایا تھا:

اے یتامیٰ کی ماں! تیرا کیا حال ہے؟

میری ماں نے کہا: مولاؑ! میں خیریت سے ہوں۔ میری ماں نے مجھے اور میری بہن کو آپؑ کے سامنے پیش کیا اور اس وقت میں چیچک کی وجہ سے نابینا ہو چکی تھی۔ جب آپؑ نے مجھے دیکھا تو آپؑ نے ٹھنڈی سانس لی اور آپؑ نے یہ شعر پڑھے تھے:

ما ان تاوهت من شئی رزیت به

کماتا وهت للاطفال فی الصغر

قد مات والدهم من کان یکفلهم

فی النائبات وفی الاسفار والحضر

میں نے اپنے اوپر وارد ہونے والی کسی مصیبت پر اس طرح سے آہ نہیں کی جس طرح سے بچپنے میں یتیم ہونے والے بچوں کو دیکھ کر میں نے آہ کی ہے۔

ان کا والد مر گیا جو تکالیف اور سفر و حضر میں ان کی کفالت کیا کرتا تھا۔

پھر آپؑ نے اپنا بابرکت ہاتھ میرے چہرے پر پھیرا تو اسی وقت میں سب کچھ دیکھنے لگ گئی اور آپؑ کی برکت یہ ہے کہ اس عمر میں پہنچ کر بھی میری نگاہ اتنی تیز ہے کہ تاریک رات میں بھی دور سے کسی بچھڑے ہوئے اونٹ کو دیکھ لیتی ہوں۔ (الثاقب فی المناقب، ص۲۰۴۔ الخرائج، ج۲، ص۵۴۳)

## حضرتؑ کی محبت سے بینائی کا لوٹ آنا

سید رضی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اسناد کے ساتھ سلیمان اعمش سے روایت کی ہے اس نے کہا کہ میں حج کے قصد سے مکہ جا رہا تھا۔ راستے میں جب میں قادسیہ سے گزرا تو میں نے راستے کے کنارے ایک بدوی اندھی خاتون کو دیکھا جو زور زور سے یہ الفاظ کہہ رہی تھی:

''اے سورج کو پلٹانے والے علی بن ابی طالبؑ! مجھے میری بینائی لوٹا دے''۔

مجھے اس کی حالت پر ترس آیا۔ میں نے اپنی آستین سے سات دینار نکال کر اس کے دامن میں ڈالے اور میں نے اس سے کہا: کنیز خدا! اس سے اپنی ضروریات پوری کر۔

خاتون نے مجھ سے کہا: اللہ تجھ پر رحم کرے تو کون ہے؟

میں نے کہا: بی بی! میں حج کے لیے جا رہا ہوں اور مسافر ہوں۔

خاتون نے کہا: بھائی آپ یہ رقم اپنے پاس رکھیں کیونکہ تم مسافر ہو اور دُور جا رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ یہاں میری مدد کرے گا۔

میں نے کہا: خاتون! آپ یہ رقم اپنے پاس رہنے دیں۔ میرے پاس زادِ راہ کی کوئی کمی نہیں ہے۔

خاتون نے کہا: اللہ تمہارے زادِ راہ میں برکت ڈالے اور تمھیں جزائے خیر دے۔ میں یہ رقم ہرگز نہیں لوں گی۔

چنانچہ مجبور ہو کر میں نے اپنی رقم اٹھالی اور حج کو چلا گیا اور فریضہ حج ادا کیا اور فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد جب میں دوبارہ قادسیہ سے گزرا تو مجھے نابینا خاتون کا خیال آیا۔ میں اس سابقہ جگہ پر گیا وہاں جا کر میں نے دیکھا کہ وہ خاتون کچھ اور عورتوں کے ساتھ بیٹھی تھی اور اس کی بینائی لوٹ آئی تھی۔ میں نے اس پر سلام کیا۔ اس نے مجھے سلام

کا جواب دیا۔ میں نے اس سے کہا:

علی بن ابی طالبؑ کی محبت سے تجھے کیا ملا؟

خاتون نے کہا: خدا تیرا اجر تباہ کرے۔ تیرا اس بات سے کیا واسطہ ہے؟

میں نے کہا: کیا تو مجھے جانتی ہے؟ اس خاتون نے نفی میں جواب دیا۔

میں نے کہا: میں وہی شخص ہوں جس نے تجھے سات دینار دیئے تھے لیکن تو نے لینے سے انکار کر دیا تھا۔

جب اس خاتون نے مجھے پہچان لیا تو اس نے کہا:

میں تجھے خوش آمدید کہتی ہوں۔ اللہ تعالٰی تیرا حج قبول فرمائے اور تجھے جزائے خیر عطا کرے۔ بیٹھ میں تجھے واقعہ سناتی ہوں۔ پھر اس نے اپنا واقعہ یوں بیان کیا:

بھتیجے! میں پورے سات دن تک اللہ تعالٰی سے بینائی لوٹانے کی دعا مانگتی رہی اور جب ساتویں رات ہوئی اور وہ شب جمعہ تھی تو میں نے خوب گڑگڑا کر دعا مانگی۔ جب آدھی رات کا وقت ہوا تو ایک شخص میرے پاس آیا جس کے وجود سے خوشبو کی لپٹیں اُٹھ رہی تھیں اور جو نہایت شیریں کلام تھا۔ اس نے مجھ پر سلام کیا۔ میں نے اسے سلام کا جواب دیا۔ اس نے مجھ سے فرمایا:

کیا تو علیؑ سے محبت رکھتی ہے؟

میں نے کہا: جی ہاں! اللہ کی قسم! مجھے علیؑ سے بے حد محبت ہے۔

اس وقت نووارد نے کہا: پروردگار! اگر یہ عورت اپنے دعویٰ میں سچی ہے تو اس کی حسنِ نیت اور اخلاصِ محبت سے واقف ہے تو تجھے محمدؐ اور ان کی آلؑ کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ اس کی بینائی لوٹا دے۔

پھر اس نے مجھ سے کہا: اب آسمان کی طرف نظر کر کے دیکھو۔ جب میں نے آنکھیں کھول کر آسمان کی طرف دیکھا تو مجھے چمکتے ہوئے ستارے دکھائی دینے لگے۔ میں نے اس بزرگوار سے کہا: تجھے ان ذوات طاہرہ کا واسطہ جن کے واسطہ سے تو نے دعا

کی ہے' اپنا تعارف کرا۔

اس نے کہا: میں خضر ہوں اور میں علیؑ کا دوست اور جنت میں ان کا رفیق ہوں۔ میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ پوری عمر علیؑ کی محبت پر قائم رہنا۔ یہ محبت تجھے دنیا و آخرت میں فائدہ پہنچائے گی۔ (المناقب الفاخرہ سید رضی)

## آپؑ کی دعا کا اثر

ابن شہرآشوب رقم طراز ہیں کہ ایک اندھے نے کسی سے حضرت امیرالمومنینؑ کی دعا سنی اور اس نے اس کو یاد کرلیا اور جب اس نے دل کی گہرائیوں سے یہ دعا پڑھی تو اس کی بینائی لوٹ آئی اور وہ تندرست ہوگیا۔ وہ عظیم القدر دعا یہ ہے:

**اللھم انی اسئلک یارب الارواح الفانیة ورب الاجساد البالیةِ اسئلک بطاعةِ الارواح الراجعةِ الٰی اجسادھَا وبطاعةِ الاجسادِ الملتمةِ الٰی اعضائھَا وبانشقاقِ القبورِ عن اھلھَا وبدعوتک الصادقةِ فیھم واخذک بالحق بینھم اذ برزَ الخلائق ینتظرون قضآءک ویرونَ سلطانک ویخافون بطشک ویرجون رحمتک یومَ لا یغننی قولیّ عن مولیّ شیئًا وھم لا ینصرون الا من رحم اللّٰہُ انه ھو العزیز الرحیم اسئلک یارحمنُ ان تجعل النور فی بصری والیقین فی قلبی وذکرک باللیل والنهار علٰی لسانی ابدًا ما ابقیتنی انک علٰی کل شئٍ قدیرٌ**

(مناقب ابن شہرآشوب' ج ۲' ص ۲۸۷)

## دربارِ معاویہ میں ضرار نے حضرتؑ کی سیرت بیان کی

ابن شہر آشوب مناقب میں لکھتے ہیں کہ ایک بار معاویہ نے ضرار بن ضمرہ سے کہا کہ علیؑ کے اوصاف بیان کرو۔

ضرار بن ضمرہ نے کہا:

''خدا کی قسم علیؑ دن کے روزہ دار اور شب زندہ دار شخص تھے۔ آپؑ ہمیشہ موٹا اور کھردرا لباس اپنے لیے پسند کرتے تھے اور بے لذت غذا کا انتخاب کرتے تھے۔ آپؑ ہم میں کسی تکلف کے بغیر بیٹھ جاتے تھے اور جب ہم خاموش ہوتے تو آپؑ گفتگو کا آغاز کرتے اور جب ہم آپؑ سے کوئی سوال کرتے تو آپؑ جواب دیتے تھے۔

بیت المال کی مساوی تقسیم کرتے تھے اور رعیت کے افراد میں عدل کرتے تھے۔ کسی کمزور کو آپؑ کے ظلم کا خدشہ نہیں تھا اور کسی قوی کو آپؑ کی طرفداری کی امید نہیں تھی۔ خدا کی قسم! میں نے انہیں ایک رات دیکھا جب کہ رات اپنی زلفیں دراز کر چکی تھی اور ستارے جگمگا رہے تھے تو آپؑ محراب میں کسی مارگزیدہ کی طرح سے تڑپ رہے تھے اور کسی غمگین شخص کی طرح سے پھوٹ پھوٹ کر رو رہے تھے۔ آپ کے آنسو آپ کے چہرے کو تر کیے ہوئے تھے۔ آپ نے اپنی داڑھی کو ایک ہاتھ سے پکڑ رکھا تھا اور دنیا کو مخاطب کر کے کہہ رہے تھے۔

دنیا! کیا تجھے میرا شوق چڑ آیا ہے اور تو نے میری طرف رخ کیا ہے؟

خدا مجھے تیری قربت نصیب نہ کرے۔ میں تجھے تین طلاقیں دے چکا ہوں۔ اب مجھے تیری طرف رجوع کا حق بھی حاصل نہیں ہے۔ تیری زندگی انتہائی کم اور تیرے مصائب بڑے طویل ہیں۔ آہ! زادِ راہ کم ہے' سفر طویل ہے اور راستہ ویران ہے۔ اے دنیا! میرے علاوہ کسی اور کو جا کر دھوکہ دے۔

آپؑ اکثر یہ پڑھا کرتے تھے:

طلق الدنیا ثلاثا
واتخذ زوجا سواھا
انھا زوجة سوء
لاتبالی من اتاھا

دنیا کو تین طلاقیں دے اور اس کے علاوہ اپنے لیے کوئی اور زوجہ بنا۔

یہ انتہائی بدکار بیوی ہے۔ یہ کبھی پرواہ نہیں کرتی کہ کون اس سے مقاربت کر رہا ہے۔ (مناقب ابن شہر آشوب' ج ۲' ص ۱۰۲)

## بئر ذات العلم میں جنات کے ساتھ جنگ کرنا

ابن شہر آشوب نے اپنی اسناد سے ''مناقب'' میں عبداللہ بن عباس سے ایک طویل روایت نقل کی جس کا ماحصل یہ ہے:

رسولؐ خدا حدیبیہ پر تشریف فرما تھے۔ لوگوں کے پاس پانی ختم ہو گیا اور پیاس کا غلبہ ہوا۔ رسولؐ خدا نے فرمایا: کیا کوئی ایسا ہے جو پانی بھرنے والوں کے ساتھ جائے اور بئر ذات العلم سے ہمارے لیے پانی لے کر آئے۔ میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

ایک جماعت پانی بھرنے کے لیے روانہ ہوئی جن میں سلمہ بن اکوع بھی شامل تھا اور جب وہ اس کنوئیں سے قریب ہوئے اور درختوں کے قریب پہنچے تو انہیں ہیبتناک آوازیں اور طبلوں کی آوازیں سنائی دیں۔ انہوں نے دیکھا کہ بغیر کسی ایندھن کے آگ جل رہی تھی۔

یہ منظر دیکھ کر وہ سب کے سب واپس آ گئے۔ جب رسولؐ خدا نے اپنے ساتھیوں کو ناکام لوٹتے ہوئے پایا تو آپؐ نے پھر فرمایا: کوئی ہے جو پانی بھرنے والوں کے ساتھ جائے اور پانی بھر لائے میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔

آنحضرتؐ کا یہ اعلان سن کر بنی سلیم کا ایک شخص کھڑا ہوا۔ وہ رجز پڑھتا ہوا کنوئیں کی طرف روانہ ہوا۔ جب وہ کنوئیں کے قریب گیا اور اس نے دل ہلا دینے والی چیخیں اور دلدوز مناظر دیکھے تو بھی واپس آ گیا۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی ہے جو پانی بھرنے والوں کے ساتھ جائے اور کنوئیں سے پانی لے آئے۔ میں اس کی جنت کا ضامن ہوں۔

اب کوئی بھی نہ اٹھا اور لوگوں کی حالت پیاس سے غیر ہوتی جا رہی تھی۔ آنحضرتؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ تم انہیں ساتھ لے جاؤ اور وہاں سے پانی بھر کر لاؤ۔

حضرت علی علیہ السلام کنوئیں کی طرف روانہ ہوئے اور آپؑ نے یہ رجز پڑھا:

اعوذ بالرحمٰن ان امیلا

من عزف جن اظهروا تاویلا

واوقدت نیرانها تعویلا

وقرعت مع عزفها الطبولا

اور جب جنات آگ روشن کریں اور آوازوں کے ساتھ طبل بجائیں۔ ان تمام حالات میں گھبرا جانے سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔

بہرنوع آپ کے ساتھ جانے والوں کا بیان ہے کہ جیسے ہی ہم کنوئیں کے قریب گئے تو وہاں ہمیں شعلے اور دھواں دکھائی دیا اور ہیبت ناک آوازیں آنے لگیں۔

آپؑ نے فرمایا: تم جو کچھ دیکھو یا سنو اس سے تمہیں خوف زدہ ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ تم لوگ میرے پیچھے چلے آؤ۔ ہم آپؑ کے پیچھے چلتے گئے اور جب ہم اس کنوئیں کے قریب پہنچے تو ہمیں آگ کے الاؤ دکھائی دیئے اور ہیبت ناک آوازیں سنائی دیں اور کٹے ہوئے سر ہمارے آگے گرنے لگے۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: تم لوگ ان سے ذرہ برابر بھی خوف نہ کھاؤ۔ تم میرے پیچھے پیچھے چلتے آؤ۔ دائیں بائیں مت دیکھو۔ جب ہم کنوئیں کی منڈیر پر پہنچے تو براء بن عازب نے کنوئیں میں ڈول پھینکا۔ ابھی اس نے ایک یا دو مرتبہ ڈول پھینکا ہوگا کہ کنوئیں کے اندر سے جنات نے اس کی رسی کاٹ دی اور ڈول کنوئیں میں گر گیا۔ کنواں تاریک اور تنگ تھا۔ کنوئیں کے اندر سے ہمیں جنات کے قہقہوں کی آوازیں سنائی دیں۔

حضرت علیؑ نے ہم سے فرمایا: کوئی ہے جو لشکر گاہ جائے اور وہاں سے ڈول اور رسی لے آئے؟

ہم نے کہا: ہم میں سے تو کسی کی یہ جرأت نہیں ہے۔

جب آپؑ نے دیکھا کہ کوئی بھی جانے پر آمادہ نہیں ہے تو آپؑ نے ایک چادر باندھی اور کنوئیں میں اتر گئے۔ آپؑ جیسے ہی کنوئیں میں اترے تو وہاں سے قہقہوں کی آوازیں بلند ہوئیں۔ اس کے بعد سخت مقابلے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ ہم حضرت علیؑ کی زندگی سے مایوس ہو گئے۔ پھر کچھ دیر بعد آپؑ کی یہ صدا بلند ہوئی:

**اللّٰہ اکبر – اللّٰہ اکبر – انا عبداللّٰہ وانا اخو رسول اللّٰہ –**
**اللّٰہ اکبر**

میں اللہ کا عبد اور رسولؐ خدا کا بھائی ہوں۔

پھر آپؑ آہستہ آہستہ کنوئیں سے باہر آئے اور ڈول اور رسی بھی ساتھ لائے۔ بعدازاں آپؑ نے اس سے پانی بھر بھر کر ہماری مشکوں میں ڈالا اور ہم مشکیں پُر کر کے واپس رسولؐ خدا کے پاس پہنچے۔ تمام لشکر نے پانی پیا اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ (بقدر الحاجہ)

(مناقب ابن شہرآشوب، ج ۲، ص ۸۸-۹۰)

## حضرتؑ کا زمین سے باتیں کرنا

شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا سے

روایت کی۔ آپؑ نے فرمایا:

حضرت ابوبکر کے زمانہ میں ایک مرتبہ مدینہ میں زلزلہ آیا اور مدینہ کی دیواریں لرزنے لگیں۔ لوگ حضرت ابوبکر و عمر کے پاس پناہ لینے کے لیے جمع ہوئے مگر شیخین خود بھی خوف زدہ تھے۔ وہ لوگوں کو لے کر ہمارے دروازہ پر آئے اور انہوں نے دستک دی۔ میرے شوہر باہر نکلے اور انہیں کوئی خوف و خطر نہیں تھا۔ آپؑ لوگوں کو ساتھ لیے ہوئے ایک ٹیلہ پر آئے اور فرمایا:

معلوم ہوتا ہے کہ تم زلزلہ کی وجہ سے سخت پریشان ہو؟

لوگوں نے جواب دیا: ابوالحسنؑ! اس جیسا زلزلہ ہم نے کبھی نہیں دیکھا اسی لیے ہم سخت پریشان ہیں۔

حضرت علی علیہ السلام نے اپنے لبوں کو حرکت دی اور زمین پر ہاتھ مار کر اس سے فرمایا:

زمین! سکون میں آجا!

زمین فوراً پرسکون ہوگئی۔ لوگ یہ دیکھ کر تعجب میں آگئے۔ آپؑ نے ان سے فرمایا:

تمہیں تعجب کیوں ہو رہا ہے۔ میں ہی تو وہ انسان ہوں جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں فرمایا ہے:

**اذا زلزلت الارض زلزالها واخرجت الارض اثقالها وقال الانسان ما لها یومئذ تحدث اخبارها**

جب زمین سخت طریقے سے ہلائی جائے گی اور زمین اپنی اندرونی اشیاء باہر نکال دے گی اور انسان کہے گا اسے کیا ہوگیا ہے۔ اس دن وہ اپنے حالات اس سے بیان کرے گی۔

زمین سے باتیں کرنے والا انسان میں ہی ہوں۔ (علل الشرائع، ج ۲، ص ۵۵۶)

## حضرتؑ کے فرمان پر فرات کی طغیانی کا ختم ہونا

سید رضی نے اپنی اسناد سے اصبغ بن نباتہ سے روایت کی کہ انہوں نے کہا:

ایک شخص امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: مولا! فرات میں طغیانی آ گئی ہے اور ہمیں شہر کوفہ کے غرق ہونے کا اندیشہ ہے۔

آپؑ نے فرمایا: مت گھبراؤ! تمہارا شہر غرق نہیں ہوگا۔

اتنے میں دوسرا شخص کانپتا ہوا آیا اور کہا: مولا! فرات میں زبردست سیلاب آ چکا ہے اور ہمارا شہر ڈوبنے والا ہے۔

آپؑ نے اس سے فرمایا: تم ہرگز نہیں ڈوبو گے۔ پھر آپؑ نے رسولؐ خدا کا خچر منگوایا اور اس پر سوار ہوئے اور آپؑ کے ہاتھ میں عصا تھا اور جب آپؑ فرات کے کنارے پر پہنچے تو فرات میں اُونچے درجہ کی طغیانی تھی۔ آپؑ سواری سے نیچے اُترے اور فرات پر عصا مارا۔

اس کے ساتھ ہی فرات پانچ ہاتھ پیچھے ہٹ گیا۔ بعض راویوں کا بیان ہے کہ فرات دس ہاتھ پیچھے ہٹ گیا۔

پھر آپؑ نے فرمایا: اگر میں نے اس پر دوبارہ عصا مارا تو اس میں پانی کا ایک قطرہ تک بھی باقی نہ رہے گا۔ (خصائص الائمہ، ص ۵۸)

## دو کبوتروں کی گفتگو

سید رضی نے اپنی اسناد سے عمار بن یاسر سے روایت کی کہ انہوں نے فرمایا کہ ایک دن میں اکیلا ہی امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ مسجد کوفہ میں بیٹھا ہوا تھا اور مسجد میں ہمارے علاوہ اور کوئی نہیں تھا کہ اتنے میں امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

تو اس کی تصدیق کر یہ بالکل سچ کہتا ہے۔

میں نے حیران ہو کر دائیں بائیں دیکھا لیکن مجھے کچھ بھی دکھائی نہ دیا۔ میں نے اپنے دل ہی دل میں کہا کہ نجانے میرا آقا کس سے گفتگو کر رہا ہے؟

حضرتؑ نے فرمایا: عمار! سر اٹھا کر اوپر دیکھو۔ میں نے اُوپر نگاہ کی تو مجھے دو کبوتر دکھائی دیے جو کہ ایک دوسرے سے محوِ کلام تھے۔

آپؑ نے فرمایا: عمار! جانتے ہو یہ کیا کہہ رہے ہیں؟

میں نے عرض کیا: امیرالمومنینؑ! میں نہیں جانتا۔

آپؑ نے فرمایا: یہ مادہ اپنے نر سے کہہ رہی تھی تو نے مجھے چھوڑ دیا اور کسی اور سے جا کر دل لگایا؟ اس کے جواب میں نر نے قسم کھا کر کہا کہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔

کبوتری نے کہا: میں تیری تصدیق نہیں کرتی۔

اس پر نر کبوتر نے کہا: مجھے اس عظیم شخصیت کی قسم جو اس وقت یہاں محراب مسجد میں بیٹھا ہوا ہے میں نے تیرے علاوہ اور کسی سے دوستی نہیں کی۔

کبوتری نے اس مرتبہ بھی اسے جھٹلانا چاہا تو میں نے اس سے کہا: اس کی تصدیق کر یہ سچ کہہ رہا ہے۔

عمار نے حیران ہو کر کہا: امیرالمومنینؑ! مگر میں تو سمجھتا تھا کہ سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے علاوہ پرندوں کی بولیاں کوئی نہیں جانتا!

آپؑ نے فرمایا: عمار! سلیمانؑ نے خدا کو ہم اہل بیتؑ کا واسطہ دے کر تو پرندوں کی بولیاں سمجھنے کی درخواست کی تھی جس کی وجہ سے خدا نے اسے پرندوں کی بولیوں کا علم عطا کیا تھا۔ (مناقب فاخرہ، بصائرالدرجات، ص ۳۴۳)

## وَكُلَّ شَىْءٍ اَحْصَيْنَاهُ فِي اِمَامٍ مُّبِيْنٍ کے مصداق آپ اور آئمہ ہدیٰ ہیں

شیخ صدوق نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی کہ جب وَكُلَّ شَىْءٍ اَحْصَيْنَاهُ فِي اِمَامٍ مُّبِيْنٍ (ہم نے ہر چیز کا احصاء امامِ مبین میں کیا

ہے) کی آیت مجیدہ نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر وعمر نے کھڑے ہوکر رسولؐ خدا سے کہا:

یارسولؐ اللہ! امامِ مبین سے تورات مراد ہے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: نہیں۔

شیخین نے کہا: کیا اس سے زبور اور انجیل مراد ہے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: نہیں۔

پھر انہوں نے کہا: تو کیا اس سے قرآن مجید مراد ہے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: نہیں۔

اتنے میں مَیں مسجد میں داخل ہوا تو رسولؐ خدا نے فرمایا:

**انہ ھذا الامام الذی احصی اللہ تبارک وتعالٰی فیہ علم کل شئی**

یہ وہ امام ہے جس میں اللہ تعالٰی نے تمام چیزوں کا علم احصاء کیا ہے۔

اور وہ شخص ہر لحاظ سے خوش نصیب ہے جو علیؑ کی زندگی اور اس کی وفات کے بعد اس سے محبت رکھے اور وہ شخص ہر لحاظ سے بڑا بدنصیب ہے جو علیؑ کی زندگی اور اس کی وفات کے بعد اس سے بغض رکھے۔ (معانی الاخبار' ص ۹۵۔ جزو آخر از مشارق انوار الیقین' ص ۵۵)

۲۔ شیخ مصباح الانوار میں لکھتے ہیں کہ مفضل بن عمر نے کہا کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؑ نے مجھ سے فرمایا:

مفضل! کیا تجھے محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ کی کامل معرفت حاصل ہے؟ اور یاد رکھو جسے ان بزرگواروں کی کامل معرفت حاصل ہوگی وہ جنت کے بلندترین مقام پر فائز کیا جائے گا۔

میں نے عرض کی: فرزند رسولؐ! آپؑ ہی بتائیں کہ ان کی مکمل معرفت کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: مفضل! یہ عقیدہ رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کلمہ تقویٰ اور آسمانوں، زمینوں، پہاڑوں، ریت اور سمندروں کا خازن بنایا ہے اورانہیں اللہ کی تمام مخلوق کی خبر ہے۔ انہیں علم ہے کہ آسمان پر کتنے فرشتے ہیں اور کتنے ستارے ہیں اور انہیں پہاڑوں کے وزن کی خبر ہے اور وہ جانتے ہیں کہ سمندروں، دریاؤں اور چشموں کے پانی کا کیا وزن ہے اور وہ درختوں سے گرنے والے ہر پتہ تک کو بھی جانتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

ولا حبة فی ظلمات الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین

زمین کی تاریکیوں میں جو بھی دانہ موجود ہے اور ہر خشک وتر کا ذکر کتاب مبین میں موجود ہے اور یہ ذوات طاہرہ کتاب مبین کے عالم اور وارث ہیں۔ (مصباح الانوار، ص ۲۳۷)

## حضرتؑ کا علمی تبحر

شیخ نے اپنی اسناد کے ساتھ حضرت ابوذر غفاری سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: ایک دن میں امیرالمومنین علیہ السلام کے ساتھ جا رہا تھا کہ ہمارا گزر وادی النمل سے ہوا جہاں بے حد وحساب اور تا حد نظر چیونٹیاں ہی چیونٹیاں دکھائی دیتی تھیں۔ جب میں نے چیونٹیوں کا سیلاب دیکھا تو میرے منہ سے بے ساختہ نکلا:

اللہ اکبر جل محصیہ

وہ ذات پاک ہے جسے ان کی تعداد کا علم ہے۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا:

ابوذر! یہ نہ کہو بلکہ یہ کہو کہ پاک ہے وہ ذات جس نے انہیں پیدا کیا ہے؟ کیونکہ ان کی تعداد کو میں جانتا ہوں اور میں صرف ان کی تعداد ہی نہیں جانتا بلکہ اذن خداوندی

سے یہ بھی جانتا ہوں کہ ان میں نر کتنے ہیں اور مادہ کتنی ہیں؟ (تاویل الایات' ج ۲' ص ۴۹۰۔ مصباح الانوار)

## رسول اکرمؐ اور حضرت علیؑ موسٰی و خضر سے بڑے عالم ہیں

سید ولی اللہ بن نعمۃ اللہ حسینی نے کتاب الاربعین کے حوالہ سے لکھا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے حواریوں کے ذخیرہ میں چمڑے پر لکھی ہوئی ایک تحریر پائی گئی جس میں سریانی زبان میں تحریر تھا:

جب موسٰی علیہ السلام حضرت خضر کے پاس علم حاصل کرنے گئے اور انہوں نے حضرت خضر کے تین کمالات دیکھے تو وہ ان کے علم کو برداشت نہ کر سکے اور آخرکار ان سے جدائی اختیار کی اور پھر وہاں سے لوٹ کر اپنے بھائی ہارونؑ کے پاس آئے۔ حضرت ہارونؑ کو انہوں نے خضر اور سمندر کے عجائبات کے متعلق بتایا اور اپنے بیان میں انہوں نے فرمایا کہ میں اور خضر سمندر کے کنارے جا رہے تھے کہ ہم نے ایک پرندے کو دیکھا جس نے ہمارے سامنے سمندر میں سے اپنی چونچ میں پانی لیا اور اس نے پانی کو مشرق کی طرف پھینکا۔ پھر اس نے چونچ بھری اور وہ پانی مغرب کی طرف اُچھال دیا۔ پھر اس نے چونچ بھری اور آسمان کی طرف اسے پھینکا۔ پھر اس نے چوتھی بار چونچ میں پانی بھرا اور زمین کی طرف وہ پانی اُچھال دیا۔ پھر اس نے پانچویں بار چونچ میں پانی بھرا اور وہ پانی سمندر میں اچھال دیا۔

یہ منظر دیکھ کر میں اور خضر دونوں حیران رہ گئے اور میں نے خضر سے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے بھی اپنی لاعلمی کا اظہار کیا۔ ابھی ہم سوچ ہی رہے تھے کہ ہماری نظر ایک شکاری پر پڑی جو سمندر سے مچھلیاں پکڑ رہا تھا۔ وہ ہمارے قریب آیا اور اس نے ہم سے کہا: معلوم ہوتا ہے کہ تم دونوں پرندے کے متعلق سوچ رہے ہو؟

ہم نے کہا: جی ہاں ہم یہی سوچ رہے ہیں۔

اس نے کہا: میں شکاری ہوں اور میں اس کا اشارہ جانتا ہوں جب کہ تم نبی ہو کر بھی اس کا اشارہ نہیں جانتے۔

ہم نے کہا: ہم تو وہی کچھ جانتے ہیں جو ہمیں خدا تعلیم دیتا ہے۔

شکاری نے کہا: اس پرندہ کو "مسلم" کہا جاتا ہے کیونکہ جب یہ بولتا ہے تو مسلم مسلم کی آواز دیتا ہے۔ اور اس وقت یہ اپنی چونچ میں پانی کے قطرات لے کر مشرق، مغرب، آسمان اور زمین اور سمندر کی طرف اُچھال کر کہہ رہا ہے کہ آخری زمانہ میں ایک نبی آئے گا جس کے علم کے سامنے اہل شرق وغرب، اہل آسمان و زمین کے علم کی حیثیت اتنی سی ہوگی جتنی کہ اس سمندر کے مقابلہ میں اس قطرے کی ہے۔ پھر اس نبی کے علم کا اس کا ابن عم بنے گا جو اس کا وصی ہوگا اور اس کا نام علی ابن ابی طالبؑ ہوگا۔

جب ہم نے یہ سنا تو ہمارے تمام اختلافات دُور ہوگئے اور ہم نے اپنے علم کو انتہائی قلیل سمجھ لیا۔

بعض روایات میں ہے کہ شکاری کے روپ میں آنے والا فرشتہ تھا۔ (تاویل الایات، ج ۱، ص ۱۰۴۔ بحوالہ الاربعین)

## "ذوالثدیہ" کے قتل کی اطلاع دینا

سید رضی نے اپنی اسناد سے جندب بن عبداللہ البجلی سے نقل کیا۔ اس نے کہا: مجھے نہروان کے دن شک پیدا ہوا تھا کیونکہ میں نے جب خوارج کو دیکھا تو وہ مجھے بڑے عابد و زاہد دکھائی دیئے۔ ان میں سے ہر ایک کے گلے میں قرآن مجید حمائل تھا۔ میں یہ دیکھ کر اپنے لشکر سے ہٹ کر علیحدہ بیٹھ گیا۔ میرے دل میں ایک دفعہ تو یہ خواہش بھی اُبھری کہ میں بھی ان کے ساتھ شامل ہو جاؤں۔ ابھی میں اسی شش و پنج میں مبتلا تھا کہ امیرالمومنین علیہ السلام آئے اور میرے پاس بیٹھ گئے۔ اتنے میں ایک سوار گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا اور اس نے کہا: امیرالمومنینؑ! آپ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں جب کہ خوارج دریا پار

کر کے ہماری طرف آ رہے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: کیا تو خود انہیں دیکھ کر آیا ہے؟

اس نے کہا: جی ہاں۔

حضرتؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! انہوں نے دریا عبور نہیں کیا اور وہ کبھی بھی دریا عبور نہیں کریں گے۔

جب میں نے حضرتؑ کی یہ گفتگو سنی تو میں نے دل ہی دل میں کہا کہ اچھا ہوا اب میرے ہاتھ ایک نشانی آ گئی ہے۔ اگر خوارج نے دریا عبور کر لیا ہوگا تو میں اپنی تلوار سے ان پر حملہ کر دوں گا اور اگر انہوں نے دریا عبور نہیں کیا ہوگا تو پھر خوارج کے ساتھ جنگ کروں گا۔ تھوڑی دیر بعد ایک اور سوار گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا اور اس نے کہا:

امیر المومنینؑ! جب میں میدان سے آیا تو وہ سب کے سب دریا عبور کر چکے تھے۔

حضرتؑ نے فرمایا: خدا اور اس کا رسولؐ سچا ہے تو جھوٹ بولتا ہے۔ انہوں نے دریا عبور نہیں کیا اور وہ دریا کبھی بھی عبور نہیں کریں گے۔ انہوں نے دریا کی اُس طرف ہی قتل ہونا ہے۔ پھر آپ نے اپنے لشکر کو حرکت کا حکم دیا۔ سارے راستہ میں' میں شدید حیرت کا شکار تھا اور دل میں کہہ رہا تھا کہ اگر انہوں نے دریا عبور کیا ہوگا تو میں حضرت علیؑ پر حملہ کر دوں گا۔

جب ہم دریا پر پہنچے تو ہم نے دیکھا کہ ان میں سے کسی نے بھی دریا عبور نہیں کیا تھا۔ اس وقت امیر المومنینؑ میری جانب متوجہ ہوئے اور میرے سینہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا:

جندب! تو شک میں مبتلا ہو گیا اور اب تو نے میری صداقت دیکھ لی ہے نا؟

میں نے کہا: امیر المومنینؑ! میں استغفار کرتا ہوں اور خدا و رسولؐ اور امیر المومنینؑ کی ناراضگی سے پناہ چاہتا ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: میں ہر عمل اللہ اور رسولؐ کے فرمان اور ان کے بتائے ہوئے علم کے مطابق کرتا ہوں۔

جنگ نہروان کے خاتمہ پر آپؑ نے فرمایا: ان مقتولین میں میرے لیے ذوالثدیہ کی لاش تلاش کرو۔ اس کی علامت یہ ہے کہ اس کا ایک ہاتھ چھوٹا ہوگا جب کہ اس کے صحیح ہاتھ پر ایک پستان ہوگا جیسا کہ عورت کا پستان ہوتا ہے اور جب اس پستان کو کھینچا جائے تو لمبا ہوجائے گا اور اگر اسے چھوڑا جائے تو سمٹ جائے گا اس پر سیاہ بال ہوں گے اور یہی ''ذوالثدیہ'' قیامت کے دن ان کا سالار ہوگا اور ان کا پرچم اسی کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ انہیں دوزخ میں لے جائے گا۔

آپؑ کے سپاہیوں نے اس کی لاش کو تلاش کیا لیکن انہیں اس کی لاش نہ مل سکی۔ انہوں نے آپؑ سے کہا کہ مولا! ہم نے اسے بہت ڈھونڈا لیکن وہ ہمیں نہ مل سکا۔

آپؑ نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس نے دانہ کو شگافتہ کیا اور جانوں کو پیدا کیا اور کعبہ نصب کیا۔ آج تک میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور نہ ہی مجھے جھوٹی خبر دی گئی ہے۔ میں اپنے رب کی طرف سے حجت ان پر ہوں۔

آپؑ کی سپاہ نے اسے دوبارہ ڈھونڈا لیکن وہ پھر بھی کہیں نہ ملا تو آپؑ خود کھڑے ہوئے اور مقتولین کی لاشوں کو دیکھنا شروع کیا۔ آپؑ اسے تلاش کرتے کرتے دلدلی زمین پر آئے جہاں تیس لاشیں ایک دوسرے کے اوپر پڑی تھیں۔ آپؑ نے فرمایا: ان لاشوں کو علیحدہ علیحدہ رکھو۔ جب ساری لاشیں اٹھائی گئیں تو سب کے نیچے اس شخص کی لاش پڑی تھی۔ سپاہیوں نے اس کی لاش کو کیچڑ سے نکالا۔ آپؑ نے اس کے ہاتھ دیکھے۔ اس کا ایک ہاتھ دوسرے سے چھوٹا تھا اور جو ہاتھ تندرست تھا اس پر ایک پستان تھا۔ آپؑ نے اس پستان کو کھینچا تو وہ کھنچتا چلا آیا اور آپؑ نے چھوڑا تو وہ سمٹ گیا۔ پھر آپؑ نے شک کرنے والے شخص کو مخاطب کرکے فرمایا: ذوالثدیہ کی لاش کا برآمد ہونا تیرے لیے ایک اور نشانی ہے۔ (خصائص الائمہ ص ۶۱۔ خصائص نسائی باب ۶۰)

## خالد بن عرفطہ کے متعلق خبر دینا

شیخ مفید نے اپنی اسناد سے سوید بن غفلہ سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا: میں امیرالمومنینؑ کے پاس مسجد کوفہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص آیا اور اس نے کہا: امیرالمومنینؑ! میں اس وقت وادی القریٰ سے آ رہا ہوں اور خالد بن عرفطہ مر گیا ہے۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: وہ نہیں مرا۔

اس شخص نے دوبارہ کہا کہ خالد بن عرفطہ مر گیا ہے۔ آپ نے اس سے منہ موڑ لیا۔ پھر اس شخص نے تیسری بار یہی بات کی اور کہا کہ عجیب بات ہے میں بتا رہا ہوں کہ وہ مر گیا ہے اور آپ کہتے ہیں کہ وہ نہیں مرا۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ وہ اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک گمراہ لشکر کی قیادت نہیں کرے گا۔ اس کے دستہ کا پرچم حبیب بن جماز کے ہاتھ میں ہوگا۔

یہ سن کر ایک شخص اٹھا اور اس نے کہا: امیرالمومنینؑ! آپ کو خدا کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپؑ یہ کیا فرما رہے ہیں۔ حبیب بن جماز میں ہوں اور میں آپ کا شیعہ ہوں اور میں کبھی بھی کسی گمراہ لشکر کا علمدار ہونے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔

حضرتؑ نے فرمایا: اگر تو حبیب بن جماز ہے تو گمراہ لشکر کا پرچم تو ہی اٹھائے گا۔

راوی کہتا ہے کہ خدا کی قسم! میں نے یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا جب ابن زیاد نے امام حسینؑ کے مقابلہ کے لیے لشکر بھیجا تھا تو خالد بن عرفطہ ایک دستہ کا سالار تھا اور اس کا پرچم حبیب بن جماز کے ہاتھ میں تھا۔ (الاختصاص مفیدؒ ص ۲۸۰)

## میثم تمار کو شہادت کی خبر دینا

سید رضی نے اپنی اسناد سے میثم تمار کے فرزند سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ مجھ سے میرے والدین نے بیان کیا کہ ایک دن امیر المومنین علیہ السلام نے مجھے بلا کر فرمایا:

میثم! اس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی جب بنی اُمیہ کا ناجائز بیٹا عبیداللہ بن زیاد تجھے مجھ سے بیزاری کا حکم دے گا؟

میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں صبر کروں گا اور اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے یہ بہت کم ہے۔

حضرتؑ نے فرمایا: اس صورت میں تم میرے ساتھ میرے درجہ میں ہو گے۔

میثم کا وطیرہ تھا کہ وہ جب بھی اپنی قوم کے رئیس کے پاس سے گزرتے تو اس سے فرماتے تھے۔ گویا مجھے وہ منظر دکھائی دے رہا ہے جب بنی امیہ کا ناجائز لڑکا تجھے اپنے پاس بلا کر کہے گا کہ میثم کو میرے سامنے پیش کرو۔ اس وقت تو اس سے کہے گا کہ وہ مکہ میں ہے۔ وہ تجھ سے کہے گا۔ میں کچھ نہیں جانتا۔ تم اسے ہر قیمت پر یہاں پیش کرو۔ پھر تو میری تلاش کے لیے کوفہ سے قادسیہ آئے گا اور وہاں چند دن قیام کرے گا۔ اسی اثنا مَیں بھی آ جاؤں گا تو مجھے پکڑ کر اس کے سامنے لے جائے گا اور وہ مجھے عمرو بن حریث کے گھر کے سامنے صلیب پر چڑھائے گا۔ تیسرے دن میرے نتھنوں سے خون نکلے گا اور میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا۔

میثم کا معمول تھا کہ وہ شورزار زمین پر جاتے اور وہاں ایک کھجور کو دیکھ کر اس پر ہاتھ مار کر کہتے تھے: کھجور! تو میرے لیے پیدا ہوئی ہے اور مجھے ایک دن تیرے تنے پر محبت علیؑ کی معراج ہوگی۔

حضرت میثم ہمیشہ عمرو بن حریث سے فرماتے تھے: جب میں تیرا ہمسایہ بنوں تو

حقوقِ ہمسائیگی کا خیال رکھنا۔

عمرو بن حریث کہتا تھا کہ میثم کی یہ باتیں سن کر مجھے یہ خیال آتا تھا کہ شاید وہ اپنے لیے میرے گھر کے قریب مکان تعمیر کرانا چاہتا ہے یا یہاں کوئی زمین خریدنے کا خواہش مند ہے۔ اس کے جواب میں، مَیں کہتا تھا کہ میں آپ کے حقوق ہمسائیگی کا خیال رکھوں گا۔

دن گزرتے رہے یہاں تک کہ عبیداللہ بن زیاد کوفہ کا حاکم مقرر ہوا۔ اس نے میثم کے قبیلہ کے رئیس کو اپنے پاس طلب کیا اور کہا: میثم کو میرے سامنے پیش کرو۔

اس نے کہا: میثم تو اس وقت یہاں موجود نہیں ہے وہ مکہ گیا ہوا ہے۔

ابن زیاد نے کہا: میں کچھ سننا نہیں چاہتا اگر تو نے اسے میرے سامنے پیش نہ کیا تو میں تجھے قتل کر دوں گا۔

رئیس قبیلہ نے اس سے مہلت مانگی جو کہ اسے مل گئی۔ اس کے بعد وہ قادسیہ گیا جہاں وہ میثم کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔ چند دن بعد میثم آئے تو اس نے ان کو ہاتھ سے پکڑ کر ابن زیاد کے سامنے پیش کیا۔

ابن زیاد نے کہا: کیا تو میثم ہے؟

انہوں نے کہا: جی ہاں میں میثم ہوں۔

ابن زیاد: ابوتراب سے بیزاری کا اعلان کرو۔

میثم: میں کسی ابوتراب کو نہیں جانتا۔

ابن زیاد: علی بن ابی طالبؑ سے بیزاری کا اعلان کرو۔

میثم: اگر میں ایسا نہ کروں تو پھر؟

ابن زیاد: خدا کی قسم! میں تجھے قتل کر دوں گا۔

میثم: مجھے تو پہلے ہی بتایا جا چکا ہے کہ تو مجھے قتل کرے گا اور عمرو بن حریث کے دروازہ پر مجھے صلیب پر چڑھائے گا اور جب تیسرا دن ہوگا تو میرے نتھنوں سے تازہ

خون برآمد ہوگا اور میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا۔

ابن زیاد نے حکم دیا کہ اسے عمرو بن حریث کے دروازے پر صلیب پر چڑھایا جائے۔ جب حضرت میثم صلیب پر چڑھے تو لوگ ان کے اردگرد جمع ہو گئے۔ انہوں نے مجمع سے کہا: لوگو! مجھ سے پوچھ لو۔

میرے مرنے سے قبل مجھ سے پوچھ لو۔ میں تمہیں آنے والے فتنوں سے آگاہ کروں گا۔

لوگوں نے ان سے سوال کیے۔ انہوں نے صلیب، پر لٹک کر لوگوں کو جواب دیئے۔ پھر مخبروں نے ابن زیاد سے کہا کہ اگر میثم یوں ہی احادیث بیان کرتا رہا تو بنی امیہ کے خلاف بغاوت ہو جائے گی۔

ابن زیاد نے اپنا ایک نوکر بھیجا جس نے ان کے منہ میں کھجور کی بٹی ہوئی رسی کی لگام ڈال دی۔ میثم پہلے انسان ہیں جنہیں صلیب پر لگام دی گئی۔ پھر ابن زیاد کے ایک جلاد نے ان کے شکم میں نیزہ مارا اور ان کے پیٹ اور نتھنوں سے خون بہنے لگا۔ اس طرح وہ شہید ہوئے۔ (خصائص الائمہ سید رضی، ص ۵۴-۵۵)

## رشید ہجری کو شہادت کی خبر دینا

شیخ نے اپنی اسناد کے ساتھ ابوحسان عجلی سے روایت کی کہ اس نے کہا کہ میں نے رشید ہجری کی بیٹی ''امۃ اللہ'' سے ملاقات کی اور میں نے اس سے کہا: جو کچھ تو نے اپنے والد سے سنا ہے، مجھے اس کی خبر دے۔

اس نے کہا: میرے والد کہا کرتے تھے کہ میرے حبیب امیرالمومنین علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا تھا:

رشید! تو اس وقت کیسے صبر کرے گا جب بنی اُمیہ کا ناجائز لڑکا تجھے طلب کرے گا اور وہ تیرے ہاتھ، پاؤں اور زبان کاٹے گا؟

میں نے کہا تھا: کیا اس کے بدلے مجھے جنت ملے گی؟

حضرتؑ نے فرمایا تھا: جی ہاں رشید! تو دنیا وآخرت میں میرے ساتھ ہوگا۔

دن گزرتے رہے۔ آخر کار وہ دن آیا جس کے متعلق امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ ابن زیاد لعین نے رشید ہجری کو طلب کیا اور ان سے کہا کہ وہ امیرالمومنین علیہ السلام سے اظہارِ برأت کرے۔

رشید نے کہا: ایسا نہیں ہوسکتا۔

ابن زیاد نے کہا: تیرے آقا نے تجھے کس طرح کی موت کی خبر دی تھی؟

رشید ہجری نے فرمایا: میرے خلیل صلوات اللہ علیہ نے مجھے بتایا تھا کہ تو مجھے ان سے بیزاری کا حکم دے گا اور میں تیرا کہنا نہیں مانوں گا۔ پھر تو میرے ہاتھ، پاؤں اور زبان کاٹ دے گا۔

ابن زیاد لعین نے کہا: آج میں تیرے آقا کے فرمان کو جھوٹا ثابت کروں گا اور میں صرف تیرے ہاتھ پاؤں کاٹوں گا اور تیری زبان کو چھوڑ دوں گا۔

پھر اس نے حکم دیا کہ رشید کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں اور اس کی زبان چھوڑ دی جائے۔ جلاد نے حکم پر عمل کیا۔

لوگ رشید کو اس حالت میں اٹھا کر ان کے گھر لے گئے۔ میں نے ان سے پوچھا تھا ابا جان! آپ کی یہ بیٹی آپ پر قربان ہو آپ کو تکلیف تو محسوس ہو رہی ہوگی؟

میرے والد نے فرمایا: نہیں پیاری بیٹی! مجھے بس اتنی سی تکلیف محسوس ہو رہی ہے جیسے کوئی شخص کسی ازدحام سے گزرے تو اسے کچھ گھٹن کا سا احساس ہوتا ہے۔ اس کے بعد ہمارے ہمسائے اور والد کے جاننے والے لوگ انہیں دیکھنے آئے تو انہوں نے فرمایا:

لوگو! قلم دوات اور کاغذ لے آؤ۔ میں تمھیں وہ واقعات و احادیث نقل کراؤں جو میرے آقا و مولا نے مجھے بتائیں تھیں۔

لوگ کاغذ و دوات لے کر آ گئے اور میرے والد آنے والے حالات و واقعات امیر المومنینؑ کی زبانی نقل کرانے لگ گئے اور لوگوں سے کہا کہ تم لوگ جلدی سے مجھ سے یہ باتیں سن کر لکھ لو کیونکہ ابھی میرے منہ میں زبان باقی ہے۔ کچھ دیر بعد یہ بھی کاٹ لی جائے گی۔

ابن زیاد کو مخبروں نے بتایا کہ رشید ہجری بنی امیہ کی مذمت کی احادیث لوگوں کو لکھوا رہا ہے اور اس طرح سے کوفہ میں بغاوت پھوٹ پڑنے کا اندیشہ ہے۔

ابن زیاد لعین نے ایک حجام بھیجا جس نے آ کر ان کی زبان کاٹ دی اور اسی رات وہ شہید ہو گئے۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام انہیں رشید المبتلیٰ اور رشید البلایا کے نام سے یاد کرتے تھے اور آپؑ نے رشید کو علم المنایا والبلایا عطا کیا تھا۔ اسی علم کا یہ اثر تھا کہ رشید جس شخص کو دیکھتے تو اس سے کہتے تھے کہ تو اس طرح کی موت مرے گا اور کبھی کسی سے کہتے تھے کہ تجھے فلاں طریقہ سے قتل کیا جائے گا اور جس طرح سے رشید کہتے تھے وہی کچھ ہوتا تھا۔ (امالی شیخ طوسیؒ ج ا ص ۱۶۷۔ بشارت المصطفیٰ، ص ۹۳)

## مقتلِ حسینؑ کی نشان دہی

شیخ صدوق نے اپنی اسناد سے ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا:

جب امیر المومنین علیہ السلام کوفہ سے صفین کی طرف روانہ ہوئے تو میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ جب آپ فرات کے کنارے مقام نینویٰ پر پہنچے تو آپ نے بلند آواز سے فرمایا:

ابن عباس! اس جگہ کو جانتے ہو؟

میں نے کہا: امیر المومنینؑ! میں نہیں جانتا۔

آپ نے فرمایا: اگر تو اس جگہ سے واقف ہوتا تو پھر تو بھی یہاں میری طرح

سے روتا۔

اس کے بعد آپ کافی دیر تک روتے رہے یہاں تک کہ آپ کی ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہوگئی اور آپؑ کے آنسو آپ کے سینے پر گرنے لگے۔ آپ کو روتا دیکھ کر ہم بھی رونے لگے۔ آپؑ رو رو کر کہتے تھے: ''آہ آہ' میں نے آل ابی سفیان کا کیا بگاڑا ہے؟ بھلا گروہ شیطان آل حرب سے میرا کیا واسطہ ہے؟ کفر کے سرپرستوں کو آخر مجھ سے اتنا عناد کیوں ہے؟ ابوعبداللہ! صبر کرنا۔ جو تکالیف تو اٹھائے گا تیرے والد نے بھی ان سے ایسی ہی تکالیف اٹھائی ہیں''۔

پھر آپؑ نے پانی طلب کیا اور وضو کیا اور کچھ وقت تک آپ نماز میں مصروف رہے۔ نماز کے بعد آپؑ نے پہلے کلمات دہرائے۔ اس کے بعد کچھ دیر کے لیے آپ کو اونگھ آ گئی۔ جب آپ کی آنکھ کھلی تو فرمایا:

ابن عباس! کہاں ہو؟

میں نے عرض کیا: مولا! میں حاضر ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: کیا میں تجھے وہ بات نہ بتاؤں جو ابھی میں نے نیند میں دیکھی ہے؟

میں نے کہا: امیر المومنین! آپ کی آنکھیں سوگئی تھیں اور امید ہے کہ آپ نے کوئی اچھا خواب دیکھا ہوگا۔

آپؑ نے فرمایا: میں نے ابھی خواب میں دیکھا کہ کچھ نورانی چہرے والے لوگ آسمان سے اترے اور ان کے ہاتھ میں سفید پرچم تھے۔ انہوں نے چمکدار تلواریں حمائل کر رکھی تھیں۔ انہوں نے اس سرزمین کے اردگرد ایک خط کھینچا۔ پھر میں نے دیکھا کہ گویا ان کھجوروں کی شاخیں زمین پر لگنے لگیں اور تازہ خون بہتا ہوا دکھائی دیا۔ اور میں نے دیکھا میرا نورِ نظر حسینؑ اس خون میں ڈوب گیا۔ وہ مدد کے لیے پکارتا ہے مگر کوئی اس کی مدد نہیں کرتا۔ پھر میں نے دیکھا کہ نورانی چہرے والے لوگ آسمان سے اترے اور

وہ حسینؑ سے کہہ رہے تھے: آل رسولؐ! صبر کرو تم لوگ دنیا کے بدترین لوگوں کے ہاتھوں قتل ہو رہے ہو۔ ابوعبداللہ! یہ جنت تمہاری مشتاق ہے۔ پھر انہوں نے مجھے تعزیت پیش کی اور کہا: ابوالحسن! تمہیں بشارت ہو اللہ قیامت کے دن اس کے بدلے میں آپؑ کی آنکھوں کو ٹھنڈک عطا کرے گا۔

اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔ اس ذات کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں علیؑ کی جان ہے! مجھے صادق و مصدق ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا تھا کہ جب میں باغیوں سے جنگ کرنے جاؤں گا تو میں اس سرزمین سے گزروں گا۔ یہ زمین کرب و بلا ہے۔ یہاں میرا نورِ نظر حسینؑ دفن کیا جائے گا اور میرے خاندان کے سترہ افراد دفن ہوں گے۔ وہ لوگ آسمانوں میں مشہور ہیں۔ آسمانوں میں حرمین اور بیت المقدس کی طرح سے سرزمین کرب وبلا کا بھی ذکر کیا جاتا ہے۔

پھر آپؑ نے فرمایا: ابن عباس! یہاں ادھر ادھر نظر دوڑاؤ۔ تمہیں یہاں زعفرانی رنگ کی ہرنوں کی مینگنیاں دکھائی دیں گی۔ خدا کی قسم! نہ تو میں نے کبھی جھوٹ بولا اور نہ ہی مجھے جھوٹی خبر سنائی گئی ہے۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ میں نے اردگرد تلاش کیا تو مجھے ایک جگہ پر بہت سی زعفرانی رنگ کی مینگنیاں دکھائی دیں اور میں انہیں حضرت کے پاس لے گیا۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: اللہ اور اس کے رسولؐ نے سچ کہا۔ پھر آپ نے ان مینگنیوں کو ہاتھوں پر لیا اور انہیں سونگھا اور فرمایا: واقعی یہ وہی ہیں۔ بعدازاں آپؑ نے فرمایا: ابن عباس! جانتے ہو ان مینگنیوں کا کیا قصہ ہے؟ میں نے کہا: مولا! آپ ہی بیان فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: ان کو حضرت عیسٰی علیہ السلام نے بھی سونگھا تھا کیونکہ حضرت عیسٰی علیہ السلام اپنے حواریوں کو لے کر یہاں سے گزرے تھے۔ جب وہاں یہاں آئے تو انہوں نے یہاں ہرنوں کی ٹولی کو بیٹھ کر روتا ہوا پایا۔ حضرت عیسٰیؑ یہاں بیٹھ گئے اور

آپ کو بیٹھتا دیکھ کر حواری بھی بیٹھ گئے تھے۔ حضرت عیسیٰؑ یہاں دل کھول کر روئے اور انہیں روتا دیکھ کر حواری بھی روئے تھے۔

حواریوں کو علم نہیں تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام یہاں کیوں بیٹھے اور وہ کیوں روئے۔ چنانچہ انہوں نے آپؑ سے پوچھا تھا: روح اللہ! آپ کو کون سی چیز رُلا رہی ہے؟

حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا: جانتے ہو یہ کون سی سرزمین ہے؟

حواریوں نے کہا: نہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا۔ یہ وہ زمین ہے جہاں اللہ کے رسول احمد کا فرزند قتل کیا جائے گا اور وہ طاہرہ بتول کا فرزند ہوگا۔ اس کی ماں بھی میری ماں کی طرح سے بتول ہوگی۔ اور وہ پاک و پاکیزہ رسول کا بیٹا یہاں دفن کیا جائے گا اور اس مٹی سے بھی خوشبو آئے گی کیونکہ اس کا تعلق رسولؐ کے طیب و طاہر بیٹے سے ہوگا۔ انبیاء اور اولاد انبیاء کی طینت خوشبودار ہوتی ہے۔ یہ ہرن اپنی زبان میں مجھے بتا رہے ہیں کہ یہ اس طیب و طاہر مقتول کی تربت کے اشتیاق میں یہاں چر رہے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ اس زمین پر رہ کر انہیں خطرات سے امن ملتا ہے۔

اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام ؑنے ان مینگنیوں پر ہاتھ مار کر انہیں سونگھا تھا اور کہا تھا کہ یہ ان ہرنوں کی مینگنیاں ہیں جو طیب و طاہر کے مدفن کا گھاس چرتے ہیں۔ بعدازاں انہوں نے اللہ سے دعا کی تھی کہ خدایا! ان مینگنیوں کو اس وقت تک یہاں باقی رکھنا کہ اس کا والد آ کر انہیں سونگھے اور اسے تسلی حاصل ہو۔

یہی وجہ ہے کہ یہ مینگنیاں آج تک باقی رہیں اور طویل عرصہ گزرنے کی وجہ سے ان کا رنگ زرد ہوگیا ہے۔ یہ زمین کرب و بلا ہے۔

پھر آپؑ نے بلند آواز سے کہا: عیسیٰ بن مریم کے پروردگار! حسینؑ کے قاتلوں، اس کی مخالفت کرنے والوں اور اسے بے یارومددگار چھوڑنے والوں میں برکت نہ ڈالنا۔ اس کے بعد آپؑ بہت دیر تک روتے رہے اور ہم بھی آپؑ کے ساتھ روئے۔ روتے روتے آپؑ بے ہوش ہوگئے اور کافی دیر کے بعد اٹھے۔ آپؑ نے وہ مینگنیاں اپنی

چادر میں باندھ لیں اور کچھ مینگنیاں مجھے دے کر حکم دیا کہ میں بھی انہیں اپنی چادر میں باندھ لوں۔ پھر آپؑ نے فرمایا: ابن عباس! جب دیکھو کہ ان سے تازہ خون ٹپک رہا ہے تو سمجھ لینا کہ میرا فرزند حسینؑ قتل ہو گیا اور یہاں دفن ہو گیا۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ میں ان مینگنیوں کی حفاظت کرتا رہا اور جب امام حسینؑ عراق کی طرف روانہ ہوئے تو ئیں ان مینگنیوں کو ہر وقت اپنی آستین میں رکھتا تھا۔ روزِ عاشور میں گھر میں سویا ہوا تھا کہ ان سے خون ٹپکنے لگا اور میری آستین تازہ خون سے تر ہو گئی۔ اس وقت میں اٹھ کر رونے لگا اور میں نے کہا: خدا کی قسم! حسینؑ شہید ہو گئے کیونکہ علیؑ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا تھا اور وہ جو کچھ بھی مجھ سے کہتے تھے وہ واقع ہو کر رہتا تھا کیونکہ رسولؐ خدا انہیں ایسے امور کی خبر دے کر گئے تھے جن کی خبر آپ کے علاوہ انہوں نے کسی کو بھی نہیں دی تھی

پھر میں اٹھا اور اپنے گھر سے نکلا۔ جب میں نے سورج کو دیکھا تو اسے گرہن لگا ہوا تھا اور مدینہ کی دیواریں یوں لگتی تھیں جیسا کہ ان پر تازہ خون مَل دیا گیا ہو۔ میں رونے بیٹھ گیا اور کہنے لگے: خدا کی قسم! حسینؑ مارے گئے۔ اتنے میں مجھے ایک گھر کے کونے سے ایک آواز سنائی دی: کوئی کہہ رہا تھا:

اصبروا آل الرسول قتل الفرخ النحول

نزل الروح الامین ببکاء وعویل

آل رسولؐ صبر کرو۔ نحیف فرزند قتل ہو گیا۔ جبریل امین بکا اور چیخ کے ساتھ نازل ہوا ہے۔

جس دن یہ واقعہ پیش آیا وہ ماہِ محرم کی دس تاریخ تھی۔ میں نے مہینہ اور تاریخ اپنے پاس لکھ لی۔ پھر کچھ دنوں بعد ایک قاصد آیا جس نے امام حسینؑ کی شہادت کی ہمیں اطلاع دی۔ ئیں نے اس سے مہینہ اور تاریخ پوچھی تو اس نے ماہِ محرم کی دس تاریخ بیان کی۔

میں نے قاصد کے ساتھ آنے والوں سے کہا: اس دن تو ہم نے کسی رونے والے کی آواز میں ایک نوحہ بھی سنا تھا۔

انہوں نے کہا: ہم نے بھی وہ نوحہ سنا تھا ممکن ہے وہ حضرت خضر ہوں۔ (امالی صدوق' ص ۴۷۸-۴۸۰)

## اشعث کو خبر دینا کہ حجاج اسے ذلیل کرے گا

راوندی رقم طراز ہیں کہ اشعث بن قیس حضرت علیؑ سے ملنے کے لیے آیا تو حضرت قنبر نے اسے دروازہ سے واپس لوٹا دیا۔ اس نے مُکا مار کر قنبر کی ناک زخمی کر دی اور اس سے خون بہنے لگا۔ شور کی آواز سن کر حضرت علی علیہ السلام باہر آئے اور فرمایا: اشعث! تیرا میرا آپس میں کیا واسطہ ہے؟ خدا کی قسم! جب بنی ثقیف کا غلام حکومت پر متمکن ہوگیا تو تیرے بال بھی کانپنے لگ جائیں گے۔

اشعث نے کہا: ثقفی جوان کون ہوگا؟

حضرت علیؑ: وہ ایک ایسا شخص ہوگا جو عرب کے ہر گھر میں ذلت کو داخل کرے گا۔

اشعث: وہ کتنا عرصہ حکومت کرے گا؟

حضرت علیؑ: بیس برس۔

راوی کا بیان ہے کہ حضرت کا فرمان پورا ہوا۔ حجاج ۷۵ ہجری میں حاکم بنا اور ۹۵ میں جہنم واصل ہوا۔ (خرائج راوندی' ج ۱' ص ۱۹۹)

## محمد حنفیہ کی والدہ خولہ حنفیہ کا واقعہ

ابومحمد عبدالاسلام بن محمد خوارزمی نے اپنی کتاب سیر الصحابہ میں اپنی اسناد سے میمون بن صعب الکلبی سے روایت کی کہ اس نے کہا کہ ہم عباس بن سابور کی کے پاس

بیٹھے تھے کہ محفل میں اہلِ ردہ کا ذکر شروع ہوا۔ ہم نے خولہ حنفیہ اور امیر المومنین علیہ السلام سے ان کے نکاح کا تذکرہ کیا۔

عباس بن سابور مکی نے کہا کہ ابوالحسن حسنی نے مجھے بتایا کہ امام محمد باقر علیہ السلام اپنی محفل میں بیٹھے تھے کہ دو شخص ان کے پاس آئے اور ان سے کہا:

ابوجعفر! آپ تو بیان کرتے ہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام خلفائے سابقین کی خلافت پر راضی نہیں تھے۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے کہا تو تمہیں میرے قول پر کیا اعتراض ہے؟

اس نے کہا: بات یہ ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام نے خولہ حنفیہ سے نکاح کیا تھا جب کہ وہ تو حضرت ابوبکر کے عہد خلافت میں کنیز بن کر آئی تھی۔ اگر ان کی حکومت قانونی اور آئینی نہ تھی تو حضرت علیؑ نے ان کی گرفتار کردہ کنیز سے عقد کیوں کیا تھا؟

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ جابر بن عبداللہ انصاری کو یہاں لے آؤ۔ جابر اس وقت نابینا ہو چکے تھے۔ بہرنوع ایک شخص گیا اور انہیں امام محمد باقر علیہ السلام کے پاس لے آیا۔

امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا: جابر! جانتے ہو میں نے تمہیں یہاں کیوں بلایا ہے؟

جابر نے کہا: مولا! مجھے معلوم نہیں ہے۔

آپؑ نے فرمایا: یہاں میرے پاس دو افراد بیٹھے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام سابقہ خلفاء کی حکومتوں پر راضی تھے اور انہوں نے یہ دلیل دی ہے کہ اگر حضرتؑ ان سے راضی نہ ہوتے تو ان کی گرفتار کردہ کنیز خولہ حنفیہ سے نکاح کیوں کرتے؟

یہ سن کر جابر اتنا روئے کہ ان کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی اور انہوں نے کہا: میری خواہش ہے کہ مر جاتا اور مجھ سے یہ بات نہ پوچھی گئی ہوتی۔

بات یہ ہے کہ میں حضرت ابوبکر کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور ان کے سامنے بنی حنفیہ کے قیدیوں کو پیش کیا گیا جس میں مالک بن نویرہ کے خاندان کے افراد شامل تھے اور ان قیدیوں میں خولہ حنفیہ بھی شامل تھی۔ اس وقت وہ جوانی کی حدود کو پہنچ چکی تھی اور جب وہ مسجد میں داخل ہوئی تو اس نے کہا:

لوگو! مجھے بتاؤ اللہ کے رسولؐ کہاں ہیں؟

لوگوں نے کہا: ان کی وفات ہوگئی ہے۔

پھر اس نے کہا: تو کیا یہاں ان کی قبر موجود ہے؟

لوگوں نے کہا: جی ہاں اس حجرہ میں ان کی قبر اطہر ہے۔

خولہ حنفیہ یہ سن کر قبر رسولؐ پر آئی اور اس نے کہا:

**السلام علیک یامحمد، السلام علیک یارسولؐ اللّٰہ، اشھد انک تسمع کلامی وتقدر علی جوابی وتعلم انا سبینا بعدک وانا اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وانک محمد رسول اللّٰہ**

محمد مصطفیٰؐ آپ پر سلام۔ خدا کے رسول آپؐ پر سلام۔ میں گواہی دیتی ہوں کہ آپؐ میری گفتگو سن رہے ہیں اور مجھے جواب دینے پر بھی آپؐ قدرت رکھتے ہیں اور آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ آپؐ کے بعد ہمیں قیدی بنا لیا گیا ہے جب کہ میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور آپ محمد اللہ کے رسول ہیں۔

یہ کہہ کر وہ بیٹھ گئی۔ طلحہ بن عبداللہ اور زبیر بن عوام نے اسے اپنی کنیز بنانے کے لیے اپنے کپڑے اس پر ڈالے۔

خولہ حنفیہ نے کہا: گروہِ عرب! تمہیں حیا نہیں آتی اپنی بیویوں کی حفاظت کرتے ہو اور دوسروں کی بیٹیوں کی ہتک کرتے ہو؟

طلحہ وزبیر نے کہا: تم لوگ خدا اور اس کے رسولؐ کے مخالف ہو اور تم نے یہ کہا تھا کہ ہم نماز پڑھیں گے لیکن زکوٰۃ نہ دیں گے۔

خولہ حنفیہ نے کہا: یہ بات بالکل غلط ہے۔ بنی حنفیہ میں سے کسی نے بھی یہ بات نہیں کی تھی اور اگر ہمارے خاندان میں نو سال کا بچہ نماز نہ پڑھے تو ہمارے بزرگ اسے سزا دیتے ہیں اور اگر سات سال کا بچہ روزہ نہ رکھے تو اسے ڈانٹا جاتا ہے اور جمادی الاخر کے ابھی دس دن باقی ہوتے ہیں کہ ہم زکوٰۃ نکالتے ہیں اور اگر کوئی بیمار ہو تو وہ اپنے لواحقین کو اپنے مال سے زکوٰۃ نکالنے کی تاکید کرتا ہے۔

خدا گواہ ہے ہم نے کوئی وعدہ شکنی نہیں کی اور ہم نے دین سے انحراف نہیں کیا مگر اس کے باوجود تم لوگوں نے ہم پر لشکر کشی کی اور ہمارے مردوں کو قتل کیا اور عورتوں کو قید کرلیا۔

پھر اس نے براہِ راست حضرت ابوبکر سے گفتگو کرتے ہوئے کہا:

ابوبکر! بتاؤ علیؑ کی موجودگی میں تم خلیفہ کیسے بن گئے اور اگر علیؑ تمہاری خلافت پر راضی تھا تو تم نے زکوٰۃ کی وصولی کے لیے ہمارے پاس اسے کیوں نہ بھیجا اور میں سمجھتی ہوں کہ تیرے اس اقدام پر علیؑ کبھی بھی راضی نہیں ہوسکتا۔ تو نے ہمارے مردوں کو قتل کیا اور تو نے ہمارے مال کو لوٹا اور تو نے ایسا کر کے قطع رحمی کی۔ ہم دنیا و آخرت میں تیرے ساتھ کبھی جمع نہیں ہوسکتے۔ تمہیں جو بھی کرنا ہو کرو۔

خولہ کی باتوں سے اہلِ مسجد میں اضطراب پیدا ہوا اور طلحہ وزبیر نے کہا: ہم زیادہ سے زیادہ قیمت دے کر تجھے خریدیں گے۔

خولہ حنفیہ نے کہا: مجھے اپنے رب کی قسم اور مجھے اپنے نبی کی قسم! میرا مالک صرف وہی بن سکتا ہے جو مجھے یہ بتائے کہ جب میں ماں کے شکم میں تھی تو اس وقت میری ماں نے خواب میں کیا دیکھا تھا اور جب میں پیدا ہوئی تو میری ماں نے اس وقت کیا کہا تھا اور اس کے میرے درمیان ان باتوں کی علامت کیا تھی اور وہ علامت اس وقت کہاں ہے؟

یاد رکھو! اگر تم میں سے کسی نے مجھے اپنے ساتھ زبردستی لے جانے کی کوشش کی تو میں اپنا پیٹ پھاڑ لوں گی۔ نتیجہ میں میں جان سے جاؤں گی اور لے جانے والے کی دولت برباد ہو جائے گی۔ اور اسے قیامت کے دن میرے خون کا جواب بھی دینا پڑے گا۔

اتنے میں امیر المومنین علیہ السلام مسجد میں داخل ہوئے اور فرمایا: مسجد نبویؐ میں یہ شور کیسا ہے؟

لوگوں نے کہا کہ بنی حنفیہ کی ایک لڑکی یہاں قیدی بن کر آئی ہے اور وہ کہتی ہے کہ میں اس سے نکاح کروں گی جو یہ بتائے گا کہ جب میں شکمِ مادر میں تھی تو اس وقت میری ماں نے کیا خواب دیکھا تھا؟

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: تو پھر تم اس کا خواب بتا کر اس کے مالک بن جاؤ۔ اس نے کوئی غلط بات تو نہیں کی۔

لوگوں نے کہا: ابوالحسن! تمہارے ابن عم پر جبریل وحی لاتے تھے اور ان کو آسمانوں اور زمینوں کی باتیں بتاتے تھے لیکن وہ تو اس جہان سے رخصت ہو چکے ہیں اور ہمیں غیب کا کوئی علم نہیں ہے۔

حضرت ابوبکر نے کہا: ابوالحسن! آپ اسے بتا دیں۔

آپؑ نے فرمایا: اگر میں نے اسے بتا دیا تو میں اس کا مالک بن جاؤں گا اور تم کو اس پر کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا؟

اس کے جواب میں حضرت ابوبکر اور دوسرے تمام مسلمانوں نے کہا: ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: حنفیہ! اگر میں نے تجھے تیرے سوالات کے جواب بتا دیئے تو میں تیرا مالک ہو جاؤں گا کیا تجھے یہ شرط منظور ہے؟

خولہ حنفیہ نے کہا: آپؑ کے کسی ساتھی کو تو یہ جرأت نہیں ہوئی کہ آپ کون ہیں؟

حضرت نے فرمایا: میں علی بن ابی طالب ہوں۔

خولہ حنفیہ نے کہا: تو کیا آپ وہی ہیں جسے رسولؐ خدا نے غدیر خم میں اپنا جانشین مقرر کیا تھا؟

حضرت نے فرمایا: میں وہی ہوں۔

خولہ حنفیہ نے کہا: آپؑ کی وجہ سے تو ہم پر یہ یلغار ہوئی اور آپؑ کی وجہ سے ہمیں یہ دن دیکھنا پڑا کیونکہ ہمارے مردوں نے کہا تھا کہ ہم اسی کی اطاعت کریں اور اسی کے ہاتھ پر زکوٰۃ جمع کرائیں گے جسے رسولؐ خدا نے غدیر خم میں اپنا نائب مقرر کیا تھا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: خدا تمہارا اجر ضائع نہیں کرے گا اور ہر شخص کو اس کے عمل کا بدلہ دیا جائے گا۔

پھر آپؑ نے فرمایا: جب تو ماں کے شکم میں آئی تو اس وقت سخت قحط سالی کا دور تھا۔ بارش بند ہو چکی تھی اور گھاس پھوس کہیں دکھائی نہ دیتی تھی۔ جانور چرنے کے لیے جاتے تو بھوکے ہی لوٹ آتے تھے۔ اس وقت تیری ماں نے کہا تھا: معلوم ہوتا ہے میرے رحم میں کسی منحوس بچے نے قرار پکڑا ہے کیونکہ جب سے یہ بچہ میرے رحم میں آیا تب سے بارش نہیں ہوئی اور چاروں طرف خشک سالی اور قحط کے سائے پھیل گئے۔

اور جب تجھے شکم مادر میں قرار پکڑے سات مہینے گزرے تو تیری ماں نے خواب میں دیکھا کہ وہ تجھے جنم دے چکی ہے اور اس نے خواب میں ہی تجھے کہا: تو منحوس بچی ہے اور تو نے منحوس زمانہ میں جنم لیا ہے۔ پھر اس نے خواب میں دیکھا کہ تو نے اس سے کہا: امی جان! مجھے منحوس مت کہو میں بابرکت لڑکی ہوں۔ میری پرورش انتہائی اچھے طریقے سے ہوگی اور میرا مالک وہ بنے گا جو اپنے زمانہ کا سردار ہوگا اور میں بابرکت ولی کی ماں بنوں گی جو کہ بنی حنفیہ کے لیے باعث عزت ہوگا۔

جب خولہ حنفیہ نے یہ سنا تو کہنے لگی: امیر المومنین! آپؑ نے سچ فرمایا۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: نبی اکرمؐ مجھے ان واقعات کی خبر دے گئے

تھے۔

پھر خولہ حنفیہ نے کہا: اچھا اب بتائیں میری ماں نے ان واقعات کو کس چیز پر لکھوایا تھا اس وقت وہ چیز کہاں ہے؟

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: تیری والدہ نے ان واقعات کو تانبے کی ایک تختی پر لکھوایا تھا اور اس نے وہ تختی دروازے کے دائیں جانب رکھ دی تھی۔ جب تو دو سال کی ہوئی تو اس نے وہ تختی تجھے دکھائی تھی اور تجھے دکھانے کے بعد پھر اس نے تختی کو چھپا دیا تھا اور جب تو آٹھ سال کی ہوئی تو اس نے تجھے پھر وہی تختی دکھائی تھی اور اس نے تجھ سے کہا تھا کہ عنقریب ایک فوجی دستہ تمہاری سرزمین پر حملہ کرے گا۔ وہ تمہارے مردوں کو قتل کر دیں گے اور تمہارا مال لوٹ لیں گے اور تمہاری اولاد کو قتل کر لیں گے اور تو بھی دیگر قیدیوں کے ساتھ قید ہو جائے گی۔ جب وہ وقت آئے تو اس تختی کو اپنے پاس رکھنا اور اسے ضائع نہ ہونے دینا اور جو تجھے اس کی خبر دے اس سے شادی کر لینا۔

خولہ حنفیہ نے کہا: آپؑ نے بالکل درست فرمایا لیکن یہ بتائیں کہ اس وقت وہ تختی کہاں ہے؟

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: تانبے کی وہ تختی اس وقت تیری گردن میں آویزاں ہے۔

جب خولہ حنفیہ نے یہ سنا تو اس نے اپنی گردن سے وہ تختی نکال کر حضرتؑ کے سامنے پیش کی۔ اور کہا: لوگو! گواہ رہنا! آج سے میں ان کی کنیز ہوں۔

حضرت علیؑ نے فرمایا: لوگو! سن لو۔ یہ میری کنیز نہیں بلکہ میں اسے اپنی بیوی بنا رہا ہوں۔

یہ سن کر خولہ نے اپنی طرف سے صیغہ نکاح پڑھ کر کہا:

**زوجته نفسی کما امرلی اهلی**

میں اسے اپنا شوہر بناتی ہوں جیسا کہ میرے خاندان نے مجھے حکم دیا تھا۔

اس کے جواب میں امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

قبلتک زوجة

میں نے تجھے زوجہ کی حیثیت میں قبول کیا۔

اس کے بعد حضرت جابر نے کہا: مولا! یہ ہے خولہ حنفیہ کا واقعہ جس کا میں عینی گواہ ہوں۔ (کتاب سیر الصحابة والزهاد والعلماء العباد)

## حضرت شہر بانو کا واقعہ اور زین العابدینؑ کی ولادت کی پیشین گوئی

ثقۃ الاسلام کلینی نے اپنی اسناد سے جابر سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

جب شاہ ایران یزدگرد کی بیٹی کو قید کر کے مدینہ لایا گیا تو اس کے حسن سے مسجد کا پورا ماحول چمکنے لگ گیا اور مدینہ کی دوشیزائیں اسے دیکھنے کے لیے جمع ہوگئیں۔ جب حضرت عمر نے اس کی طرف دیکھا تو اس نے اپنے چہرے پر نقاب ڈال دی اور کہا:

"روسیاہ باد اہرمز"۔ ہرمز کا چہرہ سیاہ ہو۔

حضرت عمر جو کہ فارسی سے نابلد تھے انہوں نے سمجھا کہ لڑکی انہیں ناسزا کہہ رہی ہے۔ اسی لیے انہوں نے کہا: کیا تو مجھے گالیاں دے رہی ہے؟

امیر المومنینؑ نے کہا: یہ اپنے دادا کو بددعا دے رہی ہے؟

حضرت عمر نے ارادہ کیا کہ اسے کنیز بنا کر کسی کو ہبہ کر دیں یا فروخت کر دیں۔

حضرت علیؑ نے کہا: تمہیں ایسا کرنے کا کوئی اختیار نہیں ہے کیونکہ شاہزادیوں کو نہ تو ہبہ کیا جاتا ہے اور نہ ہی فروخت کیا جاتا ہے۔ تم اسے اختیار دو کہ وہ کسی مسلمان کا انتخاب کرے اور آپ اسے اس کا فے میں سے حصہ قرار دیں۔

حضرت عمر نے انہیں جیون ساتھی کے انتخاب کا اختیار دیا تو اس نے مسجد میں موجود تمام افراد پر نظر ڈالی اور اس نے اپنا ہاتھ امام حسین علیہ السلام کے سر پر رکھ دیا۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: تمہارا کیا نام ہے؟

اس نے کہا: میرا نام جہان شاہ ہے۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: نہیں تیرا نام شہر بانو ہے۔ پھر آپ نے امام حسینؑ سے فرمایا:

ابو عبداللہ! اس خاتون سے تمہیں ایک بیٹا پیدا ہوگا جو کہ تمام اہلِ ارض سے افضل ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے بی بی شہر بانو کو علی بن الحسین زین العابدینؑ جیسا فرزند عطا کیا۔ امام زین العابدینؑ کو "ابن الخیرتین" کہا جاتا تھا کیونکہ وہ عرب میں سے بنی ہاشم کی عزت کے وارث تھے اور شاہانِ ایران کی عظمت کے بھی آپ وارث تھے۔ اسی لیے ابوالاسود الدوٴلی نے امام زین العابدینؑ کو ان الفاظ سے خراجِ تحسین پیش کیا تھا۔

وان غلاما بین کسریٰ وهاشم

لاکرام من ینطت علیه التمائم

شاہِ ایران اور ہاشم دونوں سے تعلق رکھنے والا جوان ان تمام لوگوں سے بہتر ہے جنہیں تعویذ باندھے گئے ہیں۔ (الکافی، ج ۱، ص ۴۶۶)

## ایک نصرانی عالم کا دلچسپ مباحثہ

شیخ طوسی نے اپنی اسناد سے سلمان فارسی سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا: جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی اور حضرت ابوبکر خلیفہ بنے تو چند روز بعد نصرانیوں کی ایک جماعت مدینہ آئی اور ان کی قیادت ان کا ایک عالم کر رہا تھا جو کہ تورات وانجیل کا حافظ تھا اور اسے بحث ومباحثہ کا خاصا تجربہ تھا۔

نصاریٰ کی جماعت مسجد نبویؐ میں آئی اور ان کے عالم نے حضرت ابوبکر سے گفتگو کرتے ہوئے کہا:

ہم نے انجیل میں پڑھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد ایک رسول آئے گا۔ جب ہم نے محمد بن عبداللہ کے اعلانِ نبوت کا سنا اور ہمیں یہ بتایا گیا کہ یہ وہی رسول ہیں جن کی بشارت انجیل میں دی گئی ہے تو ہم نے اپنی قوم کے ذمہ دار لوگوں کا اجتماع منعقد کیا اور اس اجتماع میں ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ ہمیں مدینہ جا کر تحقیق کرنی چاہیے۔

چنانچہ اسی مقصد کو مدنظر رکھ کر ہم نے یہ طویل سفر کیا اور یہاں آ گئے لیکن ہماری بدنصیبی کہ وہ رسولؐ ہمارے آنے سے پہلے دنیا سے رحلت کر گئے۔ اب ان سے ہماری ملاقات ممکن نہیں رہی۔ البتہ ایک اور بات سے ہمیں تسلی ہوتی ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم نے انجیل میں یہ بات بھی پڑھی ہے کہ انبیاء اپنی رحلت سے قبل اپنا وصی مقرر کر کے جاتے ہیں اور ان کا وصی ان کی قوم میں منارۂ نور کی حیثیت رکھتا ہے اور لوگ اس سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔ آپ اپنے نبی کے وصی ہیں۔ اسی لیے ہم آپ سے کچھ سوالات پوچھنا چاہتے ہیں۔

حضرت عمر نے ان سے کہا: یہ رسولؐ خدا کے خلیفہ ہیں۔

نصرانی عالم دوزانو ہو کر بیٹھا اور اس نے کہا:

خلیفہ! دینی لحاظ سے آپ کو ہم پر کیا فضیلت حاصل ہے؟ ہم آپ سے یہی بات پوچھنے کے لیے آئے ہیں۔

حضرت ابوبکر نے کہا: ہم مومن ہیں جب کہ تم کافر ہو۔ اور مومن کافر سے افضل ہوتا ہے اور ایمان کفر سے افضل ہے۔

نصرانی عالم: یہ صرف دعویٰ ہے اس کے لیے دلیل کی ضرورت ہے۔ آپ یہ بتائیں کہ کیا آپ اپنی نظروں میں مومن ہیں یا خدا کی نظر میں بھی مومن ہیں؟

حضرت ابوبکر: میں اپنی نظر میں مومن ہوں اور جہاں تک خدا کی نظر کی بات ہے تو مجھے اس کے متعلق کوئی علم نہیں ہے۔

نصرانی عالم: یہ بتائیں کہ میں آپ کی نظر میں کافر ہوں یا خدا کی نظر میں بھی کافر

ہوں؟

حضرت ابوبکر: تم میری نظر میں کافر ہو اور جہاں تک خدا کی نظر کا تعلق ہے تو میں اس کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا۔

نصرانی عالم: آپ کے جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ شک میں مبتلا ہیں کیونکہ آپ کو اپنے متعلق یہ یقین نہیں کہ آپ خدا کے ہاں مومن ہیں اور میرے متعلق بھی آپ کو یہ یقین نہیں کہ میں اللہ کی نظر میں کافر ہوں۔ اچھا آپ یہ بتائیں کہ کیا اس دین کی وجہ سے خدا نے تمہارے لیے جنت میں جگہ مقرر کی ہے؟

حضرت ابوبکر: جنت میں میرے لیے ایک منزل مقرر ہے جسے میں وعدہ کے ذریعہ سے جانتا ہوں۔ البتہ مجھے یہ علم نہیں ہے کہ آیا میں اس منزل جنت تک پہنچ بھی سکوں گا یا نہیں؟

نصرانی عالم: کیا آپ میرے لیے یہ توقع کر سکتے ہیں کہ میں بھی جنت میں جا سکتا ہوں؟

حضرت ابوبکر: جی ہاں۔

نصرانی عالم: اس کا تو پھر مقصد یہ ہے کہ آپ کو اپنے متعلق خوف ہے اور میرے متعلق امید ہے۔ اس صورت میں آپ کو مجھ پر کیا فضیلت حاصل ہے؟ اس کے علاوہ آپ یہ بتائیں کہ جو رسولؐ آپ لوگوں کی طرف مبعوث ہوا تھا کیا آپ اس نبی کے تمام علوم کے عالم ہیں؟

حضرت ابوبکر: نہیں! میں اپنے علم کی حد تک ان کے علوم سے واقف ہوں۔

نصرانی عالم: جس نبیؐ کے علم سے آپ پوری طرح واقف نہیں ہیں تو ان کے خلیفہ اور جانشین ہونے کا آپ نے دعویٰ کیوں کیا ہے؟ اور آپ کی قوم نے آپ کو اس منصب پر کیوں فائز کیا؟

حضرت عمر نے نصرانی عالم سے کہا: تمہیں اس طرح کے سوال کرنے کا کوئی حق

نہیں۔ اور اگر تم باز نہ آئے تو ہم تمہارا خون مباح کر دیں گے۔

نصرانی عالم: کیا جو شخص راہِ حق کی تحقیق کے لیے آئے اس سے یہی سلوک روا رکھا جاتا ہے؟

حضرت سلمان کا بیان ہے کہ نصرانی نے جب خلیفہ کو لاجواب کیا تو ہم سب کو انتہائی ندامت محسوس ہوئی۔ میں اٹھا اور حضرت علی علیہ السلام کے پاس گیا اور انہیں یہ خبر پہنچائی۔ یہ سن کر آپ مسجد میں تشریف لائے۔ جب آپ نے مسجد میں قدم رکھا تو اس وقت نصرانی عالم یہ کہہ رہا تھا کہ بندگانِ خدا اگر تم مجھے جواب دینے سے قاصر ہو تو کم از کم کسی ایسے شخص کا پتہ ہی بتا دو جو مجھے مطمئن کر سکے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

نصرانی! تمہیں جو پوچھنا ہو' مجھ سے پوچھ لو۔ اس ذات کی قسم! جس نے دانہ شگافتہ کیا اور جانوں کو پیدا کیا تم ماضی اور مستقبل کے متعلق جو کچھ بھی مجھ سے پوچھو گے میں تمہیں اس کا جواب نبی اکرمؐ کی تعلیمات کے مطابق دوں گا۔

نصرانی عالم: میں آپ سے بھی وہی کچھ پوچھوں گا جو میں نے آپ سے قبل اس بزرگ سے پوچھا ہے۔ آپ بتائیں کہ آپ اپنی نظر میں مومن ہیں یا خدا کی نظر میں مومن ہیں؟

امیر المومنینؑ: میں خدا کی نظر میں بھی اسی طرح سے مومن ہوں جیسا کہ خود اپنی نظر میں مومن ہوں۔

نصرانی عالم: اللہ اکبر! یہ اس شخص کا جواب ہے جسے اپنے دین پر یقین ہے اور جسے اس یقین کی صحت پر بھی مکمل بھروسہ ہے۔ اب آپ بتائیے کہ جنت میں آپؑ کا مقام کہاں ہے؟

امیر المومنینؑ: میرا مقام نبی اکرمؐ کے ساتھ فردوس اعلیٰ میں ہے۔ مجھے اس میں کوئی شک نہیں اور مجھے اپنے رب کے وعدہ پر کوئی بے یقینی نہیں ہے۔

نصرانی عالم: آپؑ سے یہ وعدہ کس نے کیا تھا؟

امیرالمومنینؑ : اللہ نے اپنی کتاب میں یہ وعدہ کیا اور رسولؐ صادق نے اپنی زبان سے یہ وعدہ کیا ہے۔

نصرانی عالم: آپؑ کو اپنے نبیؐ کی صداقت پر یقین کیوں ہے؟

امیرالمومنینؑ : واضح آیات اور روشن معجزات کی وجہ سے۔

نصرانی عالم: دلیل و برہان کا یہ صحیح طریقہ ہے۔ آپ بتائیں کہ خدا آج کہاں ہے؟

امیرالمومنینؑ : نصرانی! لفظ ''کہاں'' کا اطلاق اللہ کے لیے درست نہیں ہے۔ وہ مکان سے منزہ اور پاک ہے وہ لامکان ہے اور وہ صرف آج سے لامکان نہیں بلکہ ازل سے ابد تک لامکان ہے اور اس کی حالت میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔

نصرانی عالم: آپ نے واقعی خوب صورت اور مختصر جواب دیا ہے۔ اچھا یہ بتائیں کہ آپ کے نزدیک حواسِ خمسہ سے اللہ کا ادراک کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اور کیا آپؑ راہِ ہدایت کے کسی راہی کو خدا کے ادراک کا طریقہ بتا سکتے ہیں اور اگر بالفرض حواس سے اس کا ادراک ناممکن ہے تو پھر اس کی معرفت کا ذریعہ کیا ہے؟

امیرالمومنینؑ : اس بادشاہ جبار کو قدر و قیمت کے پیمانوں سے ناپا نہیں جا سکتا اور حواس اس کا ادراک کرنے سے قاصر ہیں اور اس کا قیاس انسانوں پر نہیں کیا جا سکتا۔ اس کی معرفت کا ذریعہ اس کی صفت ہے اور وہ اپنی مخلوق سے پہچانا جاتا ہے۔

نصرانی عالم: آپؑ نے بالکل صحیح کہا۔ یہ وہ حق ہے جس سے جہالتوں کے پروردہ افراد بھٹک چکے ہیں۔ آپ مجھے یہ بتائیں کہ آپؑ کے نبیؐ نے مسیحؑ کے متعلق کیا کہا اور انہوں نے اسے مخلوق کہا تو اس کی ان کے پاس کیا دلیل تھی اور انہوں نے ان سے الوہیت کی نفی کس بنیاد پر کی جب کہ آپ تو جانتے ہی ہیں کہ بہت سے متدین افراد ان کے متعلق کیا عقیدہ رکھتے ہیں؟

امیر المومنینؑ :رسولؐ خدا نے ان کا مخلوق ہونا اس دلیل سے ثابت کیا کہ وہ بھی تقدیر کے پابند تھے اور اللہ نے ان کی تصویر کشی کی اور ان کی حالتیں بچپن سے لڑکپن اور لڑکپن سے جوانی کی طرف بدلتی رہیں اور ان کی جسمانی ساخت میں عمر کے ساتھ ساتھ کمی بیشی ہوتی رہی۔

رسول اکرمؐ نے حضرت عیسٰیؑ سے الوہیت کی ضرور نفی کی لیکن انہوں نے عیسٰی علیہ السلام کی نبوت' عصمت' کمال اور مؤید بروح القدس ہونے کا انکار نہیں کیا۔ اللہ کے ہاں ان کی مثال حضرت آدمؑ جیسی ہے۔ اللہ نے انہیں مٹی سے پیدا کیا اور ''کُن'' کہہ کر مکمل انسان بنا دیا۔

نصرانی عالم: بھلا یہ کیسے معلوم ہو کہ آپؑ وصی رسولؐ اور حجت خدا ہیں؟

امیر المومنینؑ : اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ جب تو اپنے وطن سے روانہ ہوا تو تو نے اپنے آپ کو طالب تحقیق کہا جب کہ تیرا مقصد اسلام کو بدنام کرنا تھا۔ راستے میں ایک جگہ تو سویا تو نیند میں تجھے میرے مقام اور میرے کلام سے آگاہ کیا گیا اور خواب میں تجھے یہ ہدایت کی گئی کہ میری مخالفت سے پرہیز کرنا اور میری پیروی کرنا۔

نصرانی عالم: آپؑ نے سچ کہا: اس بات کو صرف میں اور میرا خدا ہی جانتا تھا۔ اب میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ وحدہ لاشریک ہے اور اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور حضرت محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں اور آپ رسولؐ خدا کے وصی ہیں اور ان کے قائم مقام ہیں۔

جب نصرانی عالم نے کلمہ پڑھا تو اس کے ساتھیوں نے بھی فوراً کلمہ پڑھا اور وہ مسلمان ہو گئے۔

حضرت عمر نے کہا: اس خدا کی حمد ہے جس نے تجھے دین حق کی ہدایت کی اور ہاں یاد رکھو! علم نبوت نبیؐ کے اہل بیتؑ کے پاس ہے اور حکومت کا وارث وہی ہے جس سے تم نے پہلے گفتگو کی تھی۔ کیونکہ وہ اُمت کی رضا سے حاکم مقرر ہوا ہے۔ اور دیکھو

لوگوں سے اپنی اس بحث کا بھی تذکرہ نہ کرنا ورنہ میں تمہیں سخت سزا دوں گا۔ اور ویسے میرا خیال یہ ہے کہ تم شیطان ہو تم اس اُمت میں فساد اور تفرقہ ڈالنے کے خواہش مند ہو۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے سلمان سے فرمایا: دیکھو! اللہ اپنے اولیاء کی حجت کو کس طرح سے غالب کرتا ہے اور ان لوگوں کی سرکشی میں کتنا اضافہ ہوتا ہے۔ (امالی طوسی، ج ۱، ص ۲۲۲)

## حضرت عیسیٰؑ کے ایک صحابی کا پہاڑ سے برآمد ہونا

کتاب سیر الصحابہ کے مؤلف لکھتے ہیں:

حضرت عمر کے عہد خلافت میں سعد بن ابی وقاص نے حلوان کی طرف پیش قدمی کرتے ہوئے شہر نہاوند کو فتح کیا۔ نماز عصر کا وقت ہوا۔ سعد بن ابی وقاص نے اپنے مؤذن بطلہ کو اذان دینے کا حکم دیا۔

جب مؤذن نے ''اللہ اکبر'' کہا تو پہاڑ سے آواز آئی تو نے بڑے کی کبریائی بیان کی۔ جب مؤذن نے ''اشھد ان لا الہ الا اللہ'' کہا تو پہاڑ سے آواز آئی۔ اس کلمہ کو ارض وسما کے رہنے والے جانتے ہیں۔ جب مؤذن نے ''اشھد ان محمدا رسول اللہ'' کہا تو پہاڑ سے آواز آئی تو نے نبی اُمی کی رسالت کی گواہی دی۔ الغرض مؤذن نے جو بھی کلمہ کہا پہاڑ سے کسی نے اس کی تائید وتصدیق کی۔

جب مؤذن اذان سے فارغ ہوا تو اس نے کہا: بندۂ خدا! ہم نے تیری آواز سنی لیکن تجھے دیکھا نہیں۔ باہر آؤ اور ہمیں ملو۔

جیسے ہی مؤذن نے یہ کہا تو پہاڑ پھٹ گیا اور پہاڑ میں سے ایک شخص برآمد ہوا جس کے بال سفید تھے۔

مؤذن نے کہا: بندۂ خدا! اپنا تعارف کرا، خدا تجھ پر رحم کرے۔

پہاڑ سے برآمد ہونے والے نے کہا: میرا نام رغیب بن ثوثمہ ہے۔

بطلہ نے کہا: تیرا تعلق کن لوگوں سے ہے؟

اس نے کہا: میرا تعلق مسیح عیسیٰ بن مریمؑ کے اصحاب سے ہے۔

بطلہ نے کہا: یہاں تیری رہائش کا سبب کیا ہے؟

رغیب نے کہا: میں ان کے ساتھ سیاحت کرتے ہوئے یہاں آیا تھا۔ میں حضرت کی خدمت کرتا تھا اوران کی اشیا کی حفاظت کرتا تھا۔

جب حضرت عیسیٰؑ یہاں پہنچے تھے تو انہوں نے مجھ سے فرمایا تھا: کیا تو خدا سے کچھ مانگنے کا خواہش مند ہے؟

میں نے کہا: جی ہاں! میں ایک حاجت رکھتا ہوں۔ آپ میری حاجت برآری کے لیے دعا فرمائیں۔

حضرت عیسیٰؑ نے کہا تھا: تمہاری حاجت کیا ہے؟

میں نے کہا تھا: میں نے آپ کی زبان مبارک سے سنا تھا کہ عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو آسمان کی طرف اٹھا لے گا اور آپ کے جانے کے کچھ عرصہ بعد اللہ اس نبی کو مبعوث کرے گا جس کی آپ نے بشارت دی ہے اور آخری زمانہ میں آپ آسمان سے نزول کریں گے اور آپ کے ساتھ سفید گھوڑوں پر فرشتے ہوں گے جن کے ہاتھوں میں نیزے ہوں گے۔ پھر آپ باب حرم پر چڑھیں گے۔ اس کے بعد ایک چیخ بلند ہوگی اور مشرق ومغرب کے لوگ آپ کے گرد جمع ہو جائیں گے۔

حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا: تو نے سچ کہا لیکن ایک بات بھول گیا وہ یہ ہے کہ میں اکیلا نہیں ہوں گا بلکہ میں نبی آخرالزمانؐ کے آخری جانشین کے ساتھ رہوں گا اور وہ جھوٹے دعویدار کو قتل کرے گا اور ظلم وجور سے بھری دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دے گا۔

میں نے کہا تھا کہ میری آپ سے یہی درخواست ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ سے

دعا مانگیں کہ آپ کے نزول کے وقت تک میں زندہ رہوں۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام نے اللہ سے درخواست کی۔ پھر انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

اس پہاڑ میں سکونت اختیار کر۔ اللہ تعالیٰ تجھے لوگوں کی نگاہوں سے مخفی رکھے گا اور اُمت محمدؐ کا ایک دستہ یہاں آئے گا تو ان کی اذان سن کر انہیں جواب دے گا۔

میں نے حضرت عیسٰی علیہ السلام سے پوچھا تھا کہ اس مؤذن کا نام کیا ہوگا؟

حضرت عیسٰیؑ نے فرمایا: ویسے تو میں ان سب کو جانتا ہوں اور ان کے عجیب حالات سے واقف ہوں۔ اس مؤذن کا نام بطلہ ہوگا۔

پھر حضرت عیسٰیؑ نے مجھے اُمت محمدؐ کے حالات بتائے اور یہ بھی بتایا کہ اُمت محمدؐ اپنے نبی کے وصی اور ان کی اہل بیتؑ سے بغض رکھے گی۔

(پھر ان کے درمیان حسب ذیل گفتگو ہوئی)

رغیب: محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہاں ہیں؟

بطلہ: وہ وفات پا چکے ہیں۔

رغیب: ان کا جانشین کون بنا؟

بطلہ: حضرت ابوبکر۔

رغیب: کیا ابوبکر زندہ ہے؟

بطلہ: نہیں، وہ بھی دنیا سے چلے گئے۔

رغیب: ان کا جانشین کون بنا؟

بطلہ: حضرت عمر بن الخطاب

رغیب: کیا عمر زندہ ہیں؟

بطلہ: جی ہاں! وہ زندہ ہیں۔

رغیب: میری طرف سے ان سے کہنا کہ تم نے اپنے نبیؐ کے وصی کے ساتھ وہ

سلوک کیا ہے جو تم سے پہلے کسی اُمت نے نہیں کیا۔ اس مخالفت کا انجام عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ تم ان کی موجودگی میں کس طرح سے حاکم بن گئے جب کہ تم علم میں ان کے محتاج ہو۔ افسوس ہے اس اُمت پر جس نے اپنے نبیؐ کے وصی سے یہ سلوک کیا ہے۔ تم عمر سے کہنا کہ وہ وصی کو اپنے ساتھ اقتدار میں شریک کرے اور ان سے یہ کہنا کہ جب یہ باتیں ظاہر ہو جائیں تو سمجھ لینا کہ قیامت قریب آ چکی ہے۔

بطلہ: قربِ قیامت کی کون سی علامتیں ہیں؟

رغیب: ۱- جب اُمت اپنے نبیؐ کے وصی کی مخالفت کرے۔ ۲- مساجد کی تزئین و آرائش کی جائے۔ ۳- جب مصاحف پر نقش و نگار ہونے لگیں ۴- غلام اپنے آقاؤں پر سرداری کرنے لگیں۔ ۵- سود کو منافع بنا لیا جائے۔ ۶- بدکاری عام ہو جائے۔ ۷- ماں اپنی بیٹی کی زنا کی کمائی کھانے لگے۔ ۸- سلاطین ظلم و جور کرنے لگیں۔ ۹- پانی تہہ نشین ہو جائے۔ ۱۰- اولادِ زنا اولادِ انبیاء کو قتل کرنے لگے۔ ۱۱- راستے غیر محفوظ ہو جائیں۔

اس کے بعد وہ پہاڑ میں چلا گیا اور پہاڑ بند ہو گیا۔

سعد بن ابی وقاص نے بطلہ اور رغیب کی تمام گفتگو لکھ کر حضرت عمر کے پاس روانہ کی۔ جب حضرت عمر نے خط پڑھا تو انہوں نے مسجد نبوی میں سامعین کو اس خط کے کچھ تراشے پڑھ کر سنائے اور انہوں نے کہا: رغیب نے سچ کہا۔ بطلہ نے سچ کہا۔ سعد بن ابی وقاص نے بھی سچ کہا۔ (بقدر الحاجہ)۔ (کتاب سیر الصحابہ)

## حضرتؑ کو ناسزا کہنے والے خطیب کا انجام

سید رضی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اسناد سے لکھا کہ ابومعاویہ کا بیان ہے کہ شام کے علاقہ کا دستور تھا کہ جب کوئی حاکم مر جاتا تو خطیب منبر پر کھڑے ہو کر اس کی موت کا اعلان کرتا اور اس کے ساتھ اس کے جانشین کا اعلان کرتا تھا اور اپنے خطبہ کا اختتام

حضرت علی علیہ السلام پر سب وشتم سے کرتا تھا۔

ایک ایسے ہی موقع پر میں مسجد میں موجود تھا۔ خطیب نے خطبہ دیا اور اس نے اپنے خطبہ کے اختتام پر امیرالمومنینؑ پر سب وشتم کیا۔ پھر اچانک ہم نے دیکھا کہ ایک بپھرا ہوا بیل مسجد میں داخل ہوا اور نمازیوں کی صفوں کو چیرتا ہوا منبر کے قریب آیا اور خطیب کو زوردار ٹکر ماری۔ خطیب دیوار کے ساتھ جالگا۔ بیل نے اپنے سر اور سینگوں سے خطیب پر حملے شروع کر دیئے اور چند لمحات میں اس کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ پھر بیل بڑے آرام سے مسجد سے نکل گیا۔

لوگ بیل کو پکڑنے کے لیے اس کے پیچھے دوڑے لیکن بیل بڑا تیز تھا۔ کسی کے ہاتھ نہ آیا۔ لوگوں نے دریا تک اس کا تعاقب کیا لیکن وہ دریا میں کود گیا اور دوسری طرف چلا گیا۔ لوگ کشتی کے ذریعے سے جب تک دریا کو عبور کرنے کی کوشش کرتے رہے اتنے تک بیل ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

(مناقب آل ابی طالب، ج ۲، ص ۳۴۴، بحوالہ المناقب الفاخرہ)

## زیاد کا عذابِ الٰہی میں گرفتار ہونا

شیخ طوسی نے اپنی اسناد کے ساتھ کثیر بن الصلت سے نقل کیا کہ زیاد بن ابیہ نے اہلِ کوفہ کو کوفہ کے میدان رحبہ میں جمع کیا اور وہ چاہتا تھا کہ پورے اہلِ شہر کو حضرت علیؑ سے اعلان برأت پر مجبور کرے۔ اور لوگ اس ظالم سے انتہائی تنگ تھے۔ اتنے میں میری آنکھ لگ گئی۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص آیا اور وہ اتنا بڑا تھا کہ اس نے زمین وآسمان کے درمیان خلا کو پُر کر دیا۔

میں نے اس سے کہا: تو کون ہے؟

اس نے بتایا کہ میں نقاد ذوالرقبہ ہوں اور میں اس قصر میں رہنے والے کے لیے بھیجا گیا ہوں۔

اس کے بعد میں خوف زدہ ہوکر بیدار ہوا اور میں نے دوسرے لوگوں سے پوچھا کہ کیا جو کچھ میں نے دیکھا ہے وہ انہوں نے بھی دیکھا ہے؟ سب نے نفی میں جواب دیا: میں نے کہا: ہو نہ ہو ابھی زیاد پر خدا کا عذاب نازل ہونے والا ہے۔

چند لمحات بعد زیاد کا غلام باہر آیا اور اس نے کہا: امیر تم سے نہیں مل سکتا۔ تم لوگ واپس چلے جاؤ۔

ہم نے محل کے اندر سے چیخوں کی آوازیں سنیں اور ہم واپس آ گئے۔ میں نے اس موقع پر یہ شعر کہا تھا:

ما کان منتهیا عما اراد بنا

حتی تناوله النقاد ذو الرقبه

زیاد نے ہمارے متعلق جو کچھ ارادہ کیا تھا وہ اس سے باز رہنے والا نہیں تھا۔ یہاں تک کہ اسے "نقاد ذو الرقبہ" نے اپنی گرفت میں لے لیا۔ اللہ تعالیٰ نے زیاد پر طاعون مسلط کیا اور وہ مر گیا۔ (امالی شیخ طوسی، ج ۱، ص ۲۳۸)

## شاتم علیؑ کا اندھا ہونا

ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ زیاد بن کلیب نے کہا: میں کچھ لوگوں کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ ہمارے سامنے سے محمد بن صفوان، عبیداللہ بن زیاد کے ساتھ گزرا۔ دونوں مسجد میں گئے اور پھر جب کچھ دیر کے بعد وہ واپس نکلے تو محمد بن صفوان اندھا ہو چکا تھا۔ ہم نے لوگوں سے پوچھا کہ ابھی تو یہ تندرست تھا۔ پھر یہ اچانک اندھا کیسے ہو گیا؟

لوگوں نے بتایا کہ اس نے محراب میں کھڑے ہوکر کہا تھا کہ لوگ تو دلیل و برہان کے بغیر علیؑ پر سب کرتے ہیں جب کہ میں دلیل و برہان کے ساتھ اس پر سب کرتا ہوں۔ جیسے ہی اس نے یہ الفاظ کہے تو اللہ نے اس کی آنکھیں ختم کر دیں اور اندھا ہو گیا۔

(مناقب آل ابی طالب، ج ۲، ص ۳۴۳)

## شاتمِ علیؑ کا انجام

ابن شہرآشوب رقم طراز ہیں کہ محمد بن عباد نے کہا کہ میری ہمسائیگی میں ایک نیک شخص رہتا تھا۔ اس نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ میں سویا ہوا تھا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حوضِ کوثر پر تشریف فرما ہیں اور حسنین کریمینؑ لوگوں کو آبِ کوثر پلانے میں مصروف ہیں۔ میں نے شاہزادوں سے کوثر طلب کیا تو انہوں نے مجھے کوثر پلانے سے انکار کر دیا۔ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں گیا اور ان سے کوثر کی درخواست کی۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: تجھے کوثر نہیں مل سکتا کیونکہ تیرا ایک ہمسایہ حضرت علیؑ پر سب وشتم کرتا ہے اور تو نے اسے کبھی منع نہیں کیا۔ پھر رسولؐ خدا نے فرمایا: اگر تو نے کوثر پینا ہے تو یہ چھری پکڑ اور اسے ذبح کر۔

خواب میں مَیں نے چھری پکڑی اور اسے ذبح کر دیا۔

پھر آنحضرتؐ نے امام حسین علیہ السلام سے فرمایا کہ اب اسے کوثر پلاؤ۔

امام حسینؑ نے مجھے کوثر کا جام پکڑایا۔ اتنے میں میری آنکھ کھل گئی تو مجھے باہر شور کی آوازیں سنائی دیں اور لوگ چیخ چیخ کر کہہ رہے تھے کہ فلاں شخص اپنے بستر پر قتل ہو گیا۔ پولیس آئی اور اس نے اردگرد کے بہت سے لوگوں کو شک وشبہ میں پکڑا۔ میں امیر کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ خدا تمہیں بھلائی دے۔ یہ سب لوگ بے قصور ہیں۔ اسے میں نے قتل کیا ہے۔ پھر میں نے امیر کو اپنا خواب سنایا تو اس نے کہا:

خدا تجھے جزائے خیر دے تم بھی اپنے گھر جاؤ۔ اسے تم نے نہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قتل کر دیا ہے۔ (مناقب آل ابی طالب، ج ۲، ص ۳۴۵، الثاقب فی المناقب، ص ۲۳۹)

## شاتمِ علیؑ کا مسخ ہوکر کتا بن جانا

ثاقب المناقب میں مرقوم ہے کہ واقدی نے کہا کہ ہارون الرشید عرفہ کا دن علماء کے ساتھ بسر کرتا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ عرفہ کے روز اس نے علماء کو اپنے ہاں بلایا۔ اس کے پاس جانے والوں میں امام شافعی بھی تھے۔ ہارون الرشید نے امام شافعی کو ہاشمی سمجھ کر اپنے پہلو میں جگہ دی جب کہ محمد بن حسن اور قاضی ابویوسف اس کے سامنے بیٹھ گئے اور اس دن ہارون کی مجلس میں ۷۰ علماء شریک ہوئے اور ان میں سے ہر شخص امام بننے کی صلاحیت رکھتا تھا۔

واقدی نے کہا کہ میں سب سے آخر میں پہنچا۔ رشید نے مجھ سے تاخیر کی وجہ پوچھی تو میں نے اپنی شرعی مجبوری بیان کی۔ پھر رشید نے مجھے اپنے سامنے بیٹھنے کا حکم دیا۔ میں اس کے حکم کے تحت اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ جب محفل اچھی طرح سے آراستہ ہوگئی تو رشید نے شافعی سے کہا:

ابن عم! آپ کے پاس فضائل علیؑ کی کتنی احادیث ہیں؟

امام شافعی نے کہا: چار سو سے کچھ زیادہ احادیث میرے پاس ہیں۔

رشید نے کہا: گھبراؤ نہیں کھل کر تعداد بیان کرو۔ اس پر شافعی نے کہا: پانچ سو یا کچھ زیادہ۔

پھر رشید نے محمد بن حسن سے کہا کہ تم کتنی احادیث کی روایت کرتے ہو؟

اس نے کہا: ایک ہزار یا اس سے کچھ زیادہ۔

پھر رشید نے قاضی ابویوسف سے کہا: کوفی! تمہارے پاس فضائل علیؑ کی کتنی احادیث ہیں؟

ہارون الرشید نے کہا: تجھے کس کا خوف ہے؟

ابویوسف نے کہا: مجھے آپ کا اور آپ کے افسران اور آپ کے ساتھیوں کا

خوف ہے۔

ہارون نے کہا: تم بے خوف ہو کر بتاؤ کہ تمہیں فضائل علیؑ کی کتنی احادیث یاد ہیں؟

ابو یوسف نے کہا: مجھے اسناد کے ساتھ پندرہ ہزار اور بغیر اسناد کے پندرہ ہزار احادیث یاد ہیں۔

پھر ہارون نے مجھ سے پوچھا کہ تمہیں فضائل علیؑ کی کتنی احادیث یاد ہیں؟

میں نے بھی ابو یوسف والا جواب دیا۔

پھر رشید نے کہا: مجھے تو فضائل علیؑ میں سے صرف ایک فضیلت کا پتہ ہے جسے میرے کانوں نے سنا اور آنکھوں نے دیکھا ہے اور جو فضیلت مجھے معلوم ہے وہ تمہاری تمام روایات پر فوقیت رکھتی ہے اور اب تک جو کچھ میں نے اولادِ علیؑ سے بدسلوکی کی ہے اس کے لیے بھی میں اللہ سے توبہ کرتا ہوں۔

ہم سب نے کہا: اللہ امیرالمومنین کی توفیقات میں اضافہ فرمائے۔ ہم چاہتے ہیں کہ وہ فضیلت آپ ہمیں بھی سنائیں۔

ہارون الرشید نے کہا کہ میں نے یوسف بن حجاج کو اپنی طرف سے دمشق کا گورنر مقرر کیا اور میں نے اسے ہدایت کی کہ وہ عدل و انصاف پر کاربند رہے۔ اس نے میرے احکام پر پورا پورا عمل کیا۔ اسے کسی نے بتایا کہ جو خطیب دمشق میں خطبہ دیتا ہے وہ علی بن ابی طالبؑ پر روزانہ بلاناغہ سب وشتم کرتا ہے اور ان کی توہین کرتا ہے۔

میرے عامل نے اسے اپنے پاس بلا کر اس سے پوچھا تو اس نے اقرار کیا کہ واقعی میں علی بن ابی طالبؑ پر سب وشتم کرتا ہوں۔

میرے عامل نے پوچھا کہ تجھے آخر علیؑ سے کیا دشمنی ہے؟

اس نے کہا: علیؑ نے میرے بزرگوں کو قتل کیا تھا اور ان کے خاندان کو قید کیا تھا اسی لیے میرے دل میں علیؑ کے خلاف کینہ پایا جاتا ہے اور میں اس طرزِ عمل کو چھوڑنے پر

بھی تیار نہیں ہوں۔

میرے گورنر نے اسے زندان میں ڈال دیا اور اس پر سختی کی مگر وہ زندان میں بھی اپنی سابقہ روش سے باز نہ آیا۔ کچھ دنوں بعد گورنر نے اپنے ایک خط میں مجھے اس کے متعلق اطلاع دی۔ میں نے اسے جواب میں لکھا کہ اسے ہتھکڑیوں اور بیڑیوں میں پابند کر کے میرے پاس بھیج دو۔

چنانچہ گورنر نے اسے پابجولان میرے پاس یہاں روانہ کیا۔ اور جب وہ میرے سامنے پیش ہوا تو میں نے اسے ڈانٹا اور کہا:

کم بخت! تو علی بن ابی طالبؑ پر سب وشتم کرتا ہے؟

اس نے کہا: جی ہاں۔ اس نے میرے بزرگوں کو قتل کیا تھا اور میرے اہل خاندان کو قید کیا تھا۔

میں نے کہا: مرنے والے مر گئے اور قید ہونے والے بھی دنیا میں نہ رہے اور علیؑ نے اگر کسی کو مارا یا قید کیا تو اس نے اپنی طرف سے یہ کچھ نہیں کیا تھا۔ اس نے رسولؐ خدا کے فرمان کے تحت یہ سب کچھ کیا تھا۔ اس لیے تو اپنی عادت کو چھوڑ دے اسی میں تیری بہتری ہے۔

اس شخص نے کہا کہ میں اپنی عادت کو کبھی نہیں چھوڑوں گا کیونکہ جب میں علیؑ کو سب وشتم کرتا ہوں تو مجھے سکون ملتا ہے۔

میں نے جلاد کو بلا کر اسے سو کوڑے مارنے کا حکم صادر کیا۔ جلاد نے جب اسے کوڑے مارے تو بہت چیخا چلایا یہاں تک کہ اس کا پیشاب کپڑوں میں نکل گیا۔ پھر میں نے حکم دیا کہ اسے ایوان کے ایک کمرے میں قید کر کے تالا لگا دیا جائے۔ وہ قید میں چلا گیا اور میں سارا دن دربار میں بیٹھ کر لوگوں کے فیصلے کرتا رہا حتیٰ کہ میں نے عشاء کی نماز بھی اپنے دربار میں پڑھی۔

میں جب فارغ ہوا تو اس کے متعلق سوچنے لگا کہ آیا اسے قتل کروں یا کوئی اور

سزا دوں۔ کسی وقت دل میں خیال آتا کہ اسے قتل کر دوں اور کبھی خیال آتا کہ اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر دجلہ میں ڈالنے کا حکم صادر کروں اور کبھی سوچتا کہ اس پر اتنے کوڑے مرواؤں کہ یہ کوڑے کھا کھا کر مر جائے۔ اسی سوچ بچار میں میری آنکھ لگ گئی اور رات کے پچھلے پہر میں نے ایک خواب دیکھا اور میں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان کا دروازہ کھل گیا اور اس سے نبی اکرمؐ اترے۔ آپ نے پانچ پوشاکیں پہن رکھی تھیں۔ پھر علیؑ اُترے انہوں نے تین پوشاکیں پہن رکھی تھیں۔ پھر حسنؑ اُترے انہوں نے بھی تین پوشاکیں پہن رکھی تھیں پھر حسینؑ اترے انہوں نے دو پوشاکیں پہنی ہوئی تھیں۔ پھر جبریل امینؑ اترے انہوں نے ایک پوشاک پہنی ہوئی تھی اور وہ انتہا درجہ کے حسین لگ رہے تھے۔ ان کے ہاتھ میں ایک پانی کا پیالہ تھا۔ پانی انتہائی صاف وشفاف تھا۔

نبی اکرمؐ نے جبریلؑ سے فرمایا کہ جام مجھے دو۔ جبریلؑ نے جام ان کے ہاتھ میں دیا۔ پھر رسولؐ خدا نے بلند آواز سے پکار کر فرمایا:

اے محمدؐ وآل محمدؑ کے شیعو!

یہ آواز سن کر میرے خاندان اور میرے غلاموں میں سے چالیس افراد نے لبیک کہی۔ میں ان سب کو جانتا ہوں حالانکہ اس وقت میرے محل میں پانچ ہزار سے زیادہ افراد موجود تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان چالیس افراد کو جام کوثر پلایا۔ پھر آپؐ نے فرمایا: وہ دمشقی کہاں ہے؟

میں نے دیکھا کہ کمرہ کا دروازہ کھل گیا اور اس شامی کو رسولؐ خدا کے سامنے پیش کیا گیا۔ حضرت علیؑ کی جیسے ہی اس پر نظر پڑی تو آپؑ نے اسے گریبان سے پکڑا۔ اور رسولؐ خدا سے کہا: یارسولؐ اللہ! یہ شخص مجھ پر ظلم کرتا ہے اور کسی وجہ کے بغیر روزانہ مجھ پر سب وشتم کرتا ہے۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: ابوالحسن! تم اسے چھوڑ دو۔

حضرت علیؑ نے اسے چھوڑ دیا۔ رسولؐ خدا نے اس کی کلائی سے پکڑا اور فرمایا:

علی بن ابی طالبؑ پر سب وشتم کرنے والا تو ہے؟

اس نے کہا: جی ہاں۔

رسولؐ خدا نے بارگاہِ خداوندی میں بددعا دیتے ہوئے فرمایا:

خدایا! اسے مسخ کر دے اسے نابود کر دے اس سے انتقام لے لے۔

پھر اچانک میں نے دیکھا کہ وہ بدبخت مسخ ہو کر کتا بن گیا۔ رسولؐ خدا نے اسے اسی کمرہ میں لوٹا دیا جہاں میں نے اسے قید کر رکھا تھا۔ پھر آنحضرتؐ اور جبریلؑ اور حضرت علیؑ اور ان کے دونوں فرزند واپس روانہ ہو گئے۔

میں خوف زدہ ہو کر نیند سے بیدار ہوا اور میں نے اپنے غلام کو آواز دے کر کہا کہ اس شامی کا دروازہ کھول کر میرے پاس لاؤ۔

جب غلام نے کمرہ کا دروازہ کھولا تو وہاں شامی مسخ ہو کر کتا بن چکا تھا۔ جب میں نے اسے دیکھا تو اس سے کہا: تو نے اپنے پروردگار کے عذاب کو کیسا پایا؟

اس نے اپنے سر کو یوں حرکت دی جیسے وہ معذرت کر رہا ہو۔ میں نے نوکر سے کہا کہ اسے دوبارہ کمرہ میں قید کر دو اور وہ اس وقت بھی یہاں گھر میں موجود ہے۔

پھر ہارون نے نوکر کو آواز دے کر کہا کہ اس شامی کو یہاں لاؤ۔ کچھ دیر بعد نوکر ایک کتے کو پکڑ کر ہمارے پاس لایا جس کے کان انسانوں جیسے تھے اور باقی وجود کتے کی طرح تھا۔ وہ ہمارے سامنے کھڑا رہا اور اپنے لبوں کو حرکت دیتا رہا گویا وہ معافی مانگ رہا ہو۔

امام شافعی نے کہا: یہ مسخ ہو چکا ہے اور مجھے خطرہ ہے کہ اس پر عذاب نازل ہوگا۔ آپ اسے ہم سے دُور کریں۔

ہارون نے اسے ایک دُور افتادہ مکان میں بھجوا دیا اور اس میں اسے قید کر دیا گیا۔ تھوڑی دیر بعد اس مکان پر بجلی گری وہ پورے کا پورا گھر جل گیا اور وہ شامی بھی جل کر خاکستر ہو گیا۔ اللہ نے اس کی روح کو جلدی سے دوزخ روانہ کر دیا۔

واقدی نے کہا کہ اس وقت میں نے رشید سے کہا: امیر المومنینؑ ! یہ ایک معجزہ اور ایک نصیحت ہے۔ آپ بھی اولادِ علیؑ کے متعلق خدا سے ڈرتے رہیں۔

ہارون الرشید نے کہا: مجھ سے جو خطا سرزد ہوئی تھی اس کے لیے میں خدا کے حضور اچھی طرح سے توبہ کر چکا ہوں۔ (الثاقب فی المناقب' ص ۲۲۹)

## حضرت نے اپنے شاتم کی آنکھیں نکال دیں

کتاب ثاقب المناقب میں جعفر الدقاق کی زبانی مرقوم ہے۔ اس نے کہا کہ میں اور میرا ایک ہم جماعت ساتھی اپنے زمانہ طالب علمی میں ایک محدث کے پاس جاتے تھے اور اس سے احادیث سن کر لکھتے تھے۔ وہ محدث بغداد کے محلہ باب البصرہ میں قیام پذیر تھا اور اس کا نام ابوعبداللہ تھا۔

ہم جب بھی اس کے سامنے فضیلت اہل بیتؑ کی حدیث بیان کرتے تو وہ اس حدیث پر جرح کرتا تھا اور کہتا تھا کہ یہ حدیث ضعیف اور مجروح ہے۔ ایک دن میں نے اس کے سامنے فضائل علیؑ وزہرا سلام اللہ علیہا کے فضائل کی کچھ احادیث پڑھیں تو اس نے کہا: یہ فضائل علیؑ و فاطمہؑ کو کوئی فائدہ نہیں دے سکتے کیونکہ علیؑ مسلمانوں کا قاتل ہے اور پھر اس نے حضرت سیدہ سلام اللہ علیہا پر بھی اعتراض کیے اور ناشائستہ کلمات کہے۔

جب ہم نے اس کی یہ ناصبیت ملاحظہ کی تو میں نے اپنے ساتھی سے کہا کہ ہمیں اس سے احادیث نقل نہیں کرنی چاہیے کیونکہ یہ بے دین شخص ہے اور حضرت علیؑ وزہرا سلام اللہ علیہا کا گستاخ ہے جب کہ مذہب اسلام میں دونوں شخصیات انتہائی محترم ہیں۔

میرے ساتھی نے بھی میری تائید کی اور ہم نے اس کے پاس جانا چھوڑ دیا۔ ایک رات میں گھر میں سویا ہوا تھا اور میں نے خواب میں دیکھا کہ محدث ابوعبداللہ جامع مسجد میں بیٹھا ہوا ہے اور میں نے حضرت علی علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ مصری گدھے پر

سوار ہوکر جامع مسجد کی طرف جا رہے ہیں۔ میں نے دل دل میں کہا کہ آج اس محدث کی شامت آ گئی۔ آج علیؑ اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے

پھر میں نے دیکھا کہ حضرت علیؑ اس کے قریب ہوئے اور آپؑ نے اپنے عصا کی نوک اس کی دائیں آنکھ میں چبھو کر فرمایا: ملعون! تو مجھے اور فاطمہؑ کو سب وشتم کیوں کرتا ہے؟

محدث نے اپنا ہاتھ اپنی آنکھ پر رکھا اور کہا: ہائے تو نے مجھے اندھا کر دیا ہے۔

پھر میں بیدار ہو گیا اور فوراً گھر سے اٹھ کر اپنے ہم جماعت ساتھی کے گھر کی طرف گیا تا کہ اسے اس خواب کی اطلاع دوں۔ ابھی میں راستے ہی میں تھا کہ میں نے اپنے ساتھی کو آتے ہوئے دیکھا۔ میرے ساتھی کے چہرے کا رنگ اڑا ہوا تھا اور اس نے کہا کہ جانتے ہو کیا ہو گیا؟

میں نے کہا: بتاؤ کیا ہو گیا؟

پھر اس نے اپنا خواب مجھے کہہ سنایا اور اس نے بھی خواب میں وہی کچھ دیکھا تھا جو کہ میں دیکھ چکا تھا۔

میں نے اس سے کہا: یہی بات تو میں تجھے بتانے کے لیے آ رہا تھا کیونکہ میں نے بھی یہی خواب دیکھا ہے۔ اب آؤ مل کر باتیں کریں۔ صبح ہو گی تو استاد کے گھر جائیں گے۔

صبح ہوئی ہم دونوں اپنے استاد کے گھر گئے اور دروازے پر دستک دی تو ایک نوکرانی برآمد ہوئی۔ ہم نے اس سے کہا کہ ہم اپنے استاد سے ملنا چاہتے ہیں۔

نوکرانی نے کہا: اس سے ملاقات نہیں ہو سکتی۔ ہم نے وجہ پوچھی تو اس نے کہا: اس کی حالت خراب ہے اور وہ آدھی رات سے دائیں آنکھ پر ہاتھ رکھ کر فریاد کر رہا ہے اور وہ مسلسل کہہ رہا ہے کہ علی بن ابی طالبؑ نے مجھے اندھا کر دیا ہے۔

ہم نے کہا: دروازہ کھول ہم بھی اسی لیے آئے ہیں۔ اس نے دروازہ کھولا اور

ہم اندر گئے تو ہم نے اسے انتہائی بری حالت میں مبتلا پایا۔ وہ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ میں نے علی بن ابی طالبؑ کا کیا نقصان کیا ہے اس نے میری دائیں آنکھ میں عصا مار کر مجھے اندھا کیوں کیا؟

ہم نے اسے اپنا مشترکہ خواب سنایا اور اس سے کہا کہ وہ اپنے فاسد عقیدہ سے توبہ کر لے اور ذوات عالیہ کے حق میں گستاخی نہ کرے۔

ہمارے استاد نے کہا: خدا تمھیں اچھی جزا کبھی نہ دے۔ اگر علیؑ میری دوسری آنکھ بھی نکال دے تو بھی میں اسے ابوبکر و عمر سے افضل نہیں مانوں گا۔

استاد کا یہ جواب سن کر ہم دونوں اٹھ کھڑے ہوئے اور ہم نے کہا: اس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان نہیں ہے۔

تین دن کے بعد ہم دوبارہ اس کی حالت دیکھنے گئے تو اس کی دوسری آنکھ بھی اندھی ہو چکی تھی۔ ہم نے اس سے کہا: تو نے دشمنی علیؑ کا نتیجہ دیکھ لیا؟

استاد نے کہا: علی بن ابی طالبؑ جو چاہے مجھ سے سلوک کرے میں اپنے عقیدہ سے دست بردار نہیں ہو سکتا۔

ہم اٹھ کر واپس آئے اور ایک ہفتہ بعد ہم تیسری مرتبہ اس کا حال معلوم کرنے گئے تو اہل محلہ نے بتایا کہ وہ چار دن قبل مر گیا تھا اور وہ دفن ہو گیا۔ اس کے بیٹے نے جب باپ کا یہ حال دیکھا تو وہ مرتد ہو گیا اور روم چلا گیا۔

یہ سن کر ہم نے قرآن حکیم کی یہ آیت پڑھی:

فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ

(الانعام: ۴۵)

ظالموں کی نسل کاٹ دی گئی اور تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ (الثاقب فی المناقب، ص ۲۳۶)

## مقام ذی وقار میں شامل ہونے والے مجاہدین کی تعداد بیان کرنا

ثاقب المناقب میں عبداللہ بن عباس سے منقول ہے کہ امیرالمومنین علیہ السلام نے کوفہ سے کچھ فاصلہ پر مقام ذی وقار پر پڑاؤ ڈالا اور فرمایا کہ یہاں ایک ہزار مجاہد آ کر میرے لشکر میں شامل ہوں گے۔ اس کے بعد میں معاویہ سے جنگ کرنے کے لیے یہاں سے روانہ ہو جاؤں گا۔

لوگ آتے رہے اور ہمارے لشکر میں شامل ہوتے رہے۔ میں آنے والوں کی تعداد گنتا رہا یہاں تک کہ نوسو ننانوے مجاہد آ کر ہمارے لشکر میں شامل ہوئے۔

میں (ابن عباس) پریشان ہو گیا کیونکہ حضرت کی ایک ہزار کی پیشین گوئی تمام لوگ سن چکے تھے اور میں دل ہی دل میں کہنے لگا کہ خدا کرے ایک شخص آ جائے ورنہ حضرت کے فرمان کی تکذیب ہو جائے گی۔ ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ دُور سے ایک شخص آتا ہوا دکھائی دیا اور وہ ہماری لشکرگاہ میں آیا۔ اس نے اُون کی قبا پہن رکھی تھی اور اس کے ساتھ اس کی تلوار اور کمان اور دیگر جنگی سامان بھی موجود تھا۔ وہ امیرالمومنینؑ کے قریب گیا اور کہا: آپ ہاتھ بڑھائیں میں آپ کی بیعت کرتا ہوں۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: تو میری کس چیز پر بیعت کرتا ہے؟

اس نے کہا: میں سمع و طاعت پر آپؑ کی بیعت کرتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ میں آپ کی نصرت میں جنگ کروں گا یہاں تک کہ یا تو مارا جاؤں گا یا آپ کو فتح نصیب ہوگی۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: تیرا نام کیا ہے؟

اس نے کہا: میرا نام اویس قرنی ہے۔

امیرالمومنینؑ نے فرمایا: کیا تو ہی اویس قرنی ہے۔

اس نے کہا: جی ہاں اویس قرنی میں ہوں۔

امیر المومنینؑ نے فرمایا: اللہ اکبر! مجھے میرے حبیب حضرت رسولؐ خدا نے بتایا تھا کہ میری ملاقات آپ کے ایک امتی سے ہوگی جس کا نام اویس قرنی ہوگا اور وہ اللہ اور رسول کے گروہ کا فرد ہوگا۔ وہ شہادت کی موت مرے گا' اس کی شفاعت سے قبیلہ ربیع و حضر کے افراد کی تعداد کے برابر لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔

ابن عباس کا بیان ہے کہ جب اویس ہمارے لشکر میں شامل ہوئے تو مجھے تسلی ہوئی۔ (الثاقب فی المناقب' ص ۲۶۶)

## لشکر میں شامل ہونے والوں کی تعداد میں سے ہر شخص کے حصہ کی خبر دینا

ثاقب المناقب میں ابن عباس سے منقول ہے کہ جب حضرت امیر المومنین علیہ السلام جمل کے لیے بصرہ کی طرف روانہ ہوئے تو میں نے عرض کی:

امیر المومنینؑ! اس وقت آپؑ کے ساتھ تھوڑا سا لشکر ہے۔ بہتر یہ ہے کہ ابھی اس جگہ پر پڑاؤ کریں تا کہ کچھ اور لوگ آپ کے لشکر میں شامل ہو جائیں۔

آپؑ نے فرمایا: فکر نہ کرو' کل یہاں اسی مقام پر کوفہ سے تین دستے آ کر ہمارے ساتھ شامل ہوں گے اور ہر دستہ میں پانچ ہزار چھ سو پینسٹھ مجاہد ہوں گے۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ یہ سن کر مجھے بڑی کوفت ہوئی اور جب رات گزری اور میں نے نمازِ فجر ادا کی تو میں نے اپنے غلام سے کہا کہ میرے گھوڑے پر زین رکھو۔

غلام نے گھوڑے پر زین رکھی اور میں سوار ہو کر کوفہ کی سمت چل پڑا۔ ابھی میں نے کچھ سفر کیا تھا کہ غبار بلند ہوا اور جب غبار چھٹا تو ایک فوجی دستہ نظر آیا۔ میں جب ان کے قریب پہنچا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تو کون ہے؟ میں نے انہیں بتایا کہ میں ابن عباس ہوں۔

میں نے پوچھا: یہ پرچم کس کا ہے؟ انہوں نے اپنے پرچم دار کا نام بتایا۔

پھر میں نے پوچھا: اس دستہ میں کتنے جوان شامل ہیں؟

انہوں نے کہا: جب ہم پل سے گزرے تو ہم نے اپنے افراد کو گنا تھا۔ چنانچہ اس دستہ میں پانچ ہزار چھ سو پینسٹھ جوان شامل ہیں۔

پھر وہ دستہ روانہ ہو گیا اور میں آگے بڑھا تو ایک اور فوجی دستہ دکھائی دیا۔ جب میں ان کے قریب پہنچا تو انہوں نے مجھے روک کر مجھ سے میرا نام پوچھا۔ میں نے انہیں بتایا کہ میں ابن عباس ہوں۔

پھر میں نے کہا: یہ دستہ کس قبیلہ کے جوانوں پر مشتمل ہے۔ انہوں نے بتایا کہ یہ دستہ قبیلہ ربیعہ کے جوانوں پر مشتمل ہے۔

میں نے کہا کہ اس دستہ کا سالار کون ہے؟

انہوں نے جواب دیا کہ اس کا سالار زید بن صوحان العبدی ہے۔

میں نے پوچھا کہ اس دستہ میں کتنے جوان شامل ہیں؟

انہوں نے کہا: پل پر ہم نے گنتی کی تھی۔ ہمارے اس دستہ میں پانچ ہزار چھ سو پینسٹھ جوان شامل ہیں۔

اس کے بعد وہ دستہ آگے روانہ ہوا اور میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر تھوڑا سا آگے بڑھا تو مجھے ایک اور دستہ دکھائی دیا۔ اور جب میں ان کے قریب پہنچا تو انہوں نے مجھ سے میرا نام پوچھا تو میں نے بتایا کہ میں ابن عباس ہوں۔ پھر میں نے ان سے پوچھا کہ اس دستہ کا سالار کون ہے تو مجھے بتایا گیا کہ اس کا سالار ملک اشتر ہے۔

پھر میں نے ان سے دستہ کے جوانوں کی تعداد پوچھی تو انہوں نے کہا کہ پل پر ہم نے اپنے دستہ کی گنتی کی تھی۔ چنانچہ اس دستہ میں پانچ ہزار چھ سو پینسٹھ افراد شامل ہیں۔

پھر میں نے تیزی سے گھوڑا دوڑایا اور ان دستوں کے پہنچنے سے پہلے اپنے پڑاؤ پر پہنچ گیا۔ امیر المومنین علیہ السلام نے مجھ سے پوچھا کہ کہاں سے آ رہے ہو؟

میں نے کہا: مولا! کل جب آپ نے اپنے ساتھ شامل ہونے والے دستوں کی

تعداد بیان کی تھی تو تعداد سن کر میں پریشان ہوگیا تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کی بیان کردہ تعداد سے لوگ کم یا زیادہ نہ ہوں۔ اسی لیے میں اپنے ساتھ ہونے والے دستوں کو دیکھنے کے لیے گیا تھا اور ان کی تعداد وہی ہے جو آپ نے کل بیان کی تھی۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: کل ہم دشمن پر فتح حاصل کریں گے اور ان کے خیموں سے برآمد ہونے والے مالِ غنیمت کو تقسیم کریں گے اور ہر جوان کے حصہ میں پانچ سو درہم آئیں گے۔

امیر المومنین علیہ السلام فوج لے کر دشمن کے سامنے پہنچ گئے۔ دوسرے دن آپ نے فرمایا کہ جنگ کی ابتدا تمہاری طرف سے نہیں ہونی چاہیے۔ میں چاہتا ہوں کہ آغاز دوسری طرف سے ہو۔ کچھ دیر گزری تھی کہ لشکر عائشہ کی طرف سے ہم پر تیر برسنے لگے۔ آپؑ کے فوجیوں نے کہا: مولا! آپؑ بھی جنگ شروع کریں کیونکہ دشمن نے جنگ کا آغاز کر دیا ہے۔

آپؑ نے فرمایا: میں نے تم سے زیادہ عجیب لوگ کبھی نہیں دیکھے، تم مجھ سے جنگ کا مطالبہ کرتے ہو جب کہ ابھی تک فرشتے نازل ہی نہیں ہوئے۔ پھر جب سورج زائل ہوا تو آپؑ نے رسولؐ خدا کی زرہ طلب کر کے پہنی اور جنگ شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ نے امیر المومنینؑ کو فتح عنایت فرمائی اور دشمن کے سپاہی بھاگ گئے۔

آپؑ کے لشکر نے مالِ غنیمت جمع کیا اور سارا مالِ غنیمت آپؑ کے پاس لایا گیا۔ آپؑ نے خزانچی سے فرمایا کہ ہر سپاہی کو پانچ سو درہم دیتے جاؤ۔ خزانچی نے آپؑ کے فرمان پر عمل کیا اور آخر میں دو ہزار درہم بچ گئے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: اب تمہارے پاس کیا باقی بچا ہے؟

خزانچی نے کہا کہ میرے پاس اس وقت دو ہزار درہم باقی ہیں۔

آپؑ نے فرمایا: اس میں پانچ سو حسنؑ اور پانچ سو حسینؑ اور پانچ سو محمد حنفیہ اور پانچ سو میرے ہیں۔ اور یوں مالِ غنیمت کی رقم پوری طرح سے تقسیم ہوگئی۔ (الثاقب فی

المناقب، ص ۲۶۱)

## جنگِ بدر میں اترنے والے فرشتے علیؑ کی صورت میں نازل ہوئے

شیخ مفید نے اپنی اسناد سے زید بن وہب سے روایت نقل کی۔ اس نے کہا کہ میں نے حضرت علیؑ سے سنا کہ جنگِ بدر میں ہم نے ستر مشرکین کو قتل کیا اور ستر کو قیدی بنایا۔ عباس بن عبدالمطلبؓ کو ایک ایسے انصاری نے قیدی بنایا جس کا قد چھوٹا تھا۔ وہ عباس کو قیدی بنا کر رسولؐ خدا کی خدمت میں لے جا رہا تھا کہ راستے میں عباس کی نظر مجھ پر پڑی اور اس نے اپنا عمامہ مجھ پر ڈال دیا تاکہ اس کے عمامہ کو کہیں انصاری نہ لے جائے۔ عباس کی خواہش تھی کہ میں اسے قیدی بنا کر لے جاؤں۔ انصاری اسے لے کر رسولؐ خدا کی خدمت میں آیا اور عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میں آپؐ کے چچا عباس کو قیدی بنا لایا ہوں۔

عباس نے کہا: تو جھوٹ کہہ رہا ہے مجھے میرے بھتیجے علیؑ نے قید کیا ہے۔

انصاری نے کہا: میں نے تجھے قید کیا ہے۔

عباس نے کہا: یارسولؐ اللہ! یہ جھوٹا ہے۔ مجھے علیؑ نے قید کیا ہے۔ میں نے غبارِ جنگ میں اسے اچھی طرح سے پہچانا تھا۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا: میرے چچا نے سچ کہا ہے وہ معزز فرشتہ تھا۔

عباس نے کہا: مگر یارسولؐ اللہ! وہ تو علیؑ تھا میں نے اچھی طرح سے دیکھا تھا!!

رسولؐ خدا نے فرمایا: اللہ نے آسمان سے جو فرشتے اتارے تو انہیں علیؑ کی شکل و صورت میں نازل کیا تاکہ دشمنوں کے دلوں میں علیؑ کی وجہ سے زیادہ رعب پیدا ہو۔

عباس نے کہا: یارسولؐ اللہ! اگر ایسا ہے تو پھر علیؑ سے کہیں کہ وہ میرا عمامہ مجھے واپس کر دے۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: عباس! اگر اللہ کو تیرے دل میں کوئی بھلائی دکھائی دی تو وہ

تجھے اس ترکہ سے کہیں زیادہ عطا کرے گا جو تم سے لیا گیا ہے۔ (بقدر الحاجۃ)
(العیون والمحاسن' ص ۲۳۸-۲۳۹)

## حضرت کی ملاء اعلیٰ میں شہرت

فقیہ ابوالحسن محمد بن احمد شاذانی نے طرق عامہ سے ابن عباس سے نقل کیا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ شب معراج میں ملائکہ کے جس بھی گروہ کے پاس سے گزرا تو انہوں نے مجھ سے علی بن ابی طالبؑ کے متعلق ضرور پوچھا جس سے مجھے یقین ہوگیا کہ میرے بھائی کا نام ملاء اعلیٰ میں بڑی شہرت رکھتا ہے۔ اور جب میں چوتھے آسمان پر گیا اور میں نے ملک الموت کو دیکھا تو اس نے مجھ سے کہا: آپ نے علیؑ کے ساتھ کیا کیا ہے؟

میں نے اس سے کہا: تو علیؑ کو کیسے پہچانتا ہے؟

اس نے کہا: محمدؐ! اللہ نے جتنی بھی مخلوق پیدا کی ہے ان کی ارواح کا اختیار میرے ہاتھ میں دیا ہے بس دو روحیں ایسی ہیں جو میرے اختیار سے باہر ہیں۔ ایک آپ کی روح ہے اور دوسری علیؑ بن ابی طالب کی روح ہے۔ آپ دونوں کی ارواح کو اللہ اپنی قدرت سے قبض کرے گا۔

اور جب میں عرش کے نیچے گیا تو وہاں میں نے دیکھا کہ علی بن ابی طالبؑ میرے پروردگار کے عرش کے نیچے کھڑا تھا۔ میں نے کہا: علیؑ! تو مجھ سے بھی پہلے یہاں پہنچ گیا؟

جبریلؑ نے کہا: محمدؐ! آپ کس سے ہم کلام ہیں؟

میں نے کہا: یہ میرا بھائی علی بن ابی طالبؑ ہے۔

جبریلؑ نے کہا: محمدؐ! یہ علی بن ابی طالبؑ نہیں ہے یہ اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جسے خدا نے علیؑ کی شکل و صورت دی ہے اور جب بھی ہم ملائکہ مقربین کو آپؐ کے بھائی

کی زیارت کا شوق ہوتا ہے تو ہم اس فرشتے کے چہرے کی زیارت کرتے ہیں اور ہم شیعانِ علیؑ کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ (مائۃ منقبۃ لابن شاذان، ص۳۲)

## حضرت علیؑ اور باقی ائمہ زیرِ عرش نماز پڑھتے ہیں

فقیہ شاذانی نے اپنی اسناد کے ساتھ رسولؐ خدا کے چرواہے ابوسلیمان سے نقل کیا۔ اس نے کہا کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ شب معراج اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا:

امن الرسول بما انزل الیه من ربه

رسولؐ اس پر ایمان رکھتا ہے جو اس کے پروردگار کی طرف سے اس پر نازل کیا گیا۔

میں نے کہا:

والمومنون (کل امن باللّٰه وملائکته وکتبه ورسله)

(اور مومن بھی ایمان رکھتے ہیں اور وہ سب اللہ اور اس کے ملائکہ اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: محمدؐ! تم نے سچ کہا: تم نے اپنی اُمت میں کس کو خلیفہ بنایا؟

میں نے کہا: اسے خلیفہ بنایا جو سب سے افضل ہے؟

اللہ نے فرمایا: علی بن ابی طالبؑ کو خلیفہ بنایا ہے نا؟

میں نے کہا: جی ہاں۔

خدا نے فرمایا: محمدؐ! میں نے زمین پر نظر کی تو میں نے اہل زمین میں سے تیرا انتخاب کیا اور تیرے لیے اپنے ناموں میں سے ایک نام مشتق کیا اور جہاں میرا ذکر کیا جائے گا وہاں تیرا ذکر بھی کیا جائے گا۔ میں محمود ہوں اور تو محمدؐ ہے۔

پھر میں نے زمین پر دوسری مرتبہ نظر کی تو میں نے علیؑ کا انتخاب کیا اور اپنے

ناموں میں سے اس کے نام کو مشتق کیا۔ میں اعلیٰ ہوں اور وہ علیؑ ہے۔

محمدؐ! میں نے تجھے اور علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ وحسینؑ اور اولادِ حسینؑ کے ائمہ کو اپنے نور سے پیدا کیا اور میں نے تمہاری ولایت کو اہلِ آسمان و زمین کے سامنے پیش کیا۔ جس نے اسے قبول کیا وہ میرے ہاں مومن قرار پایا اور جس نے اس کا انکار کیا میرے ہاں کافرین میں سے قرار پایا۔

محمدؐ! اگر کوئی بندہ میری اتنی عبادت کرے کہ عبادت کرتے کرتے خشک مشکیزہ کی مانند ہو جائے پھر تمہاری ولایت کا منکر بن کر میرے سامنے پیش ہو تو میں اس کی بخشش نہیں کروں گا یہاں تک کہ وہ تمہاری ولایت کا اقرار کرے۔

محمدؐ! کیا انہیں دیکھنا چاہتے ہیں؟

میں نے کہا: جی ہاں میرے پروردگار۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عرش کی دائیں جانب دیکھو۔ جب میں اس طرف متوجہ ہوا تو میں نے علیؑ و فاطمہؑ، حسنؑ و حسینؑ، علی بن الحسینؑ، محمد بن علیؑ، جعفر بن محمدؑ، موسیٰ بن جعفرؑ، علی بن موسیٰؑ، محمد بن علیؑ، علی بن محمدؑ، حسن بن علیؑ اور مہدیؑ کو نور کی وادی میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور مہدیؑ ان کے درمیان میں تھے اور وہ روشن ستارے کی طرح سے ان کی بزم میں چمک رہے تھے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: محمدؐ، یہ میری طرف سے حجت ہیں اور مہدیؑ تیری عترت کا انتقام لے گا۔ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! یہ میرے دوستوں کا مددگار اور میرے دشمنوں سے انتقام لینے والا ہے۔ میں نے ان کی محبت کو واجب کیا اور انہی کے طفیل میں آسمانوں کو زمین پر گرنے سے روک رکھا ہے۔ (مائۃ منقبۃ، ص ۷۳۔ مقتل الحسین خوارزمی، ج ۱، ص ۹۵)

## دعائے خضر علیہ السلام

شیخ مفید رقم طراز ہیں کہ حضرت محمد بن حنفیہ نے فرمایا کہ میں اپنے والد امیرالمومنین علیہ السلام کے ساتھ تھا اور آپؑ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے۔ وہاں آپؑ نے دیکھا کہ ایک شخص کعبہ کے پردوں سے چمٹا ہوا تھا اور وہ یہ دعا پڑھ رہا تھا:

**یَامَن لَا یَشغُلُهُ سَمعٌ عَن سَمعٍ یَامن لَّا یُغلِطُهُ السَّائِلُونَ یَامَن لَّا یُبرِمُهُ اِلحَاحُ المُلِحّینَ اَذِقنِی بَردَعَفوِکَ وَحَلَاوَةَ رَحمَتِکَ**

امیرالمومنینؑ نے اس شخص سے کہا: کیا یہ تیری دعا ہے؟

اس نے کہا تو کیا آپ نے سن لی ہے؟

حضرتؑ نے فرمایا: جی ہاں۔

اس نے کہا: آپ ہر نماز کے بعد یہ دعا مانگیں خدا کی قسم! جو بھی مومن نماز کے بعد یہ دعا پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دے گا خواہ وہ ستاروں کی مقدار اور زمین کے کنکروں اور خاک کے ذروں کی تعداد میں بھی کیوں نہ ہوں۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: یہ دعا مجھے پہلے سے ہی معلوم ہے اور اللہ وسعت دینے والا اور کرم کرنے والا ہے۔

اس وقت اس شخص نے کہا اور وہ خضرؑ تھے۔ امیرالمومنینؑ! آپؑ نے سچ فرمایا: ہر صاحبِ علم سے کوئی نہ کوئی زیادہ علم والا ہوتا ہے۔ (امالی مفید، ص ۹۱)

## علیؑ و بتولؑ کی آسمانوں پر شادی

کتاب مسند فاطمہ کے مؤلف نے اپنی اسناد سے انس بن مالک کی زبانی یہ خبر نقل کی ہے کہ جب حضرت فاطمہ زہراؑ سن رشد پر پہنچیں تو عبدالرحمٰن بن عوف زہری

اور عثمان بن عفان اموی دونوں رسولؐ خدا کے پاس گئے اور ان میں سے ہر ایک نے علیحدہ علیحدہ حضرت سے جناب سیدہؑ کی خواستگاری کی۔

عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا: یارسولؐ اللہ! آپ اپنی صاحبزادی کا رشتہ مجھ سے کریں۔ میں حق مہر میں انہیں ایک سو سیاہ ناقہ دوں گا جن کی آنکھیں نیلگوں ہوں گی اور دس ہزار دینار دوں گا۔

اس وقت آنحضرتؐ کے اصحاب میں سے عبدالرحمٰن ہی سب سے بڑا دولت مند تھا۔ حضرت عثمان عفان نے بھی خواستگاری کی اور کہا: یارسولؐ اللہ! جو حق مہر عبدالرحمٰن دینے پر آمادہ ہے میں بھی وہی حق مہر ادا کروں گا جب کہ میں نے عبدالرحمٰن کی بہ نسبت پہلے اسلام قبول کیا تھا۔

دونوں کی یہ گفتگو سن کر آپؐ غضب ناک ہوئے اور آپؐ نے ایک مٹھی کنکروں کی بھری اور عبدالرحمٰن کی طرف اچھال کر فرمایا: کیا تو اپنی دولت سے مجھے مرعوب کرنا چاہتا ہے؟

آپؐ نے جو کنکر پھینکے تھے وہ قیمتی دُر بن گئے اور ان میں سے ہر دُر کی قیمت عبدالرحمٰن کی ساری جائیداد کے برابر تھی۔

اس وقت جبریلؑ امین نازل ہوئے اور انہوں نے کہا:

احمد! اللہ تعالیٰ آپؐ پر سلام روانہ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ علیؑ بن ابی طالب کے پاس جائیں کیونکہ علیؑ کعبہ کی مثال ہے۔ کعبہ کے پاس ہر کوئی جاتا ہے مگر وہ کسی کے پاس چل کر نہیں آتا۔ آج خدا نے آپؐ کی صاحبزادی کا نکاح آسمانوں پر پڑھوایا ہے اور اس نے مجھے اس کے لیے اہتمام کرنے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ مجھے حکم دیا تھا کہ میں خازن جنت رضوان کو حکم دوں کہ وہ جنت کی آرائش وسجاوٹ کرائے۔ شجرہ طوبیٰ کو میں نے حکم پہنچایا کہ وہ پوشاکوں اور زیورات سے اپنے آپ کو مزید خوبصورت بنائے اور میں نے حورعین کو خدا کا یہ حکم پہنچایا کہ وہ شجرہ طوبیٰ کے نیچے کھڑی ہو جائیں اور میں نے

راحیل فرشتے کو جو کہ تمام ملائکہ میں سب سے زیادہ فصیح و بلیغ اور میٹھی آواز رکھتا ہے، حکم دیا کہ وہ ساق عرش کے پاس حاضر ہو جائے۔ جب تمام ملائکہ جمع ہو گئے تو پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ میں نور کا ایک منبر نصب کروں اور اس پر خطبہ نکاح کے لیے راحیل کو بٹھاؤں۔

چنانچہ میں نے راحیل کو منبر نور پر بٹھایا۔ اس نے ایک عظیم الشان خطبہ نکاح پڑھا اور اس نے فاطمہؑ کو علیؑ سے تزویج کی اور اس کا حق مہر دنیا کا خمس مقرر کیا جو اس کے لیے اور قیامت تک اس کی اولاد کے لیے ہوگا۔ اور اس نکاح کے میں اور میکائیل گواہ بنے اور اللہ تعالیٰ فاطمہ زہراءؑ کا ولی بنا۔ پھر جیسے ہی نکاح مکمل ہوا تو اللہ تعالیٰ نے درخت طوبیٰ کو حکم دیا کہ اس نے جن زیورات اور پوشاکوں سے اپنے آپ کو مزین کیا ہے وہ یہی زیورات اور پوشاکیں حوروں پر نثار کرے۔ اللہ نے حوروں کو حکم دیا کہ وہ شجرہ طوبیٰ کے نثار ہونے والے زیور چنیں اور انہیں اپنے پاس محفوظ کرلیں۔ چنانچہ جب شجرہ طوبیٰ نے زیور اور پوشاکیں نثار کیں تو حوروں نے انہیں چنا اور قیامت کے دن تک وہ ان پر فخر کرتی رہیں گی۔

اللہ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ بھی زمین پر فاطمہؑ کی تزویج علیؑ سے کر دیں اور آپ عثمان سے کہہ دیں کہ کیا اس نے قرآن مجید میں میرا یہ فرمان نہیں سنا۔

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ ۝ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ ۝

(الرحمٰن ۹۱ : ۰۲)

اس نے دو سمندر جاری کیے جو آپ میں مل جاتے ہیں ان کے درمیان ایک حد فاصل ہے جس سے وہ تجاوز نہیں کرتے۔

آپ اس سے کہہ دیں کہ کیا اس نے میرا یہ فرمان کبھی نہیں سنا:

وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَّصِهْرًا

وہ وہی ہے جس نے پانی سے انسان بنایا اور اسے سسر اور داماد

بنایا۔ (الفرقان: ۵۴)

جب آنحضرتؐ نے جبریل امینؑ کی یہ گفتگو سنی تو آپؐ نے عمار بن یاسر، سلمان اور عباس کو طلب کیا اور جب وہ آ گئے تو آپ نے حضرت علیؑ سے فرمایا:

اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں فاطمہؑ سے تیری تزویج کروں۔

حضرت علیؑ نے کہا: یارسولؐ اللہ! میرے پاس تو صرف میری تلوار، گھوڑا اور میری زرہ ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم بازار میں جا کر اپنی زرہ فروخت کر دو۔

حضرت علیؑ زرہ فروخت کرنے کے لیے گئے تو دحیہ کلبی نے آپ سے وہ زرہ چار سو درہم کے بدلے خرید لی۔ جب آپؑ نے رقم وصول کر لی تو اس نے کہا: یہ زرہ میری طرف سے آپ کے لیے ہدیہ ہے اور آپ میرا ہدیہ مت ٹھکرائیں۔

حضرت علیؑ رقم اور زرہ لیے ہوئے رسول اکرمؐ کے پاس آئے اور انہوں نے رقم آنحضرتؐ کے سامنے ڈھیر کر دی اور عرض کی:

یارسولؐ اللہ! میں نے اپنی زرہ دحیہ کلبی کے پاس چار سو درہم میں فروخت کی اور جب وہ مجھے رقم دے چکا تو اس نے زرہ بھی میرے حوالے کر دی اور کہا: یہ میری طرف سے تمہارے لیے ہدیہ ہے اور آپ میرے ہدیہ کو مت ٹھکرایں اور اس نے یہ زرہ قبول کرنے کے لیے مجھے قسم دی۔

اب آپ ہی مشورہ دیں کہ میں یہ زرہ اپنے پاس رکھوں یا اسے واپس کر دوں؟

یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرا دیئے اور فرمایا: وہ دحیہ کلبی نہیں، وہ جبریل امینؑ تھے اور وہ درہم اللہ تعالیٰ نے میری بیٹی کے شرف اور فخر کے لیے بھیجے تھے۔

انس کا بیان ہے کہ اس کے بعد حضرت علیؑ ہمارے پاس مسجد میں آئے اور جبریل امینؑ جنت سے ایک لیموں رسول اکرمؐ کے پاس لائے اور انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپؐ یہ لیموں علی بن ابی طالبؑ کے حوالے کریں۔

رسول اکرمؐ نے وہ لیموں حضرت علیؑ کے سپرد کیا اور جیسے ہی وہ لیموں حضرت علیؑ کی ہتھیلی پر رکھا تو لیموں کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ ایک ٹکڑے پر یہ عبارت تھی:

**لا الٰه الا اللّٰه محمد رسول اللّٰه علی امیر المومنین**

اور دوسرے ٹکڑے پر یہ عبارت تھی:

**هدیة من الطالب الغالب الی علی بن ابی طالب علیه السلام**

طالب غالب خدا کی طرف سے علی بن ابی طالب علیہ السلام کے لیے ہدیہ۔

(دلائل الامامۃ، ص ۲۱ - ۲۶)

## تزویج کی ایک اور روایت

کتاب دلائل الامامۃ میں حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ میرے دل میں خواہش تھی کہ میری شادی جناب زہراءؑ سے ہونی چاہیے لیکن مجھے رسولؐ خدا کے سامنے اپنی خواہش کے اظہار کی جرأت نہ ہوئی۔ ایک دن میں رسولؐ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے فرمایا: علیؑ۔ میں نے کہا: لبیک یا رسولؐ اللہ!

آپؐ نے فرمایا: کیا تم شادی کرنا چاہتے ہو؟

میں نے کہا: خدا اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔

میں نے یہ خیال کیا کہ ممکن ہے کہ رسولؐ خدا میرا نکاح کسی قرشی عورت سے کرنا چاہتے ہیں اور یہ سوچ کر میں پریشان ہو گیا کہ کہیں میں فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کی سعادت سے محروم نہ ہو جاؤں۔ پھر دوسرے دن ایک صحابی نے مجھ سے آ کر کہا کہ اس وقت رسولؐ خدا تجھے طلب کر رہے ہیں۔ میں تیز تیز قدموں کے ساتھ رسول اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے اس دن سے آپ کو زیادہ خوش و خرم کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس وقت آپ ام المومنین اُم سلمہ کے حجرہ میں تشریف فرما تھے۔ مجھے دیکھ کر آپ نے تبسم کیا یہاں تک کہ آپ کے دانتوں کی چمک مجھے نظر آنے لگی اور فرمایا:

علیؑ! اللہ نے مجھے تیری شادی کی فکر کے بوجھ سے آزاد کر دیا ہے۔
میں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! وہ کیسے؟

آپؐ نے فرمایا: میرے پاس جبریل امینؑ جنت کے لونگ وسنبل کے دو خوشے لائے۔ میں نے انہیں سونگھا تو ان سے کستوری کی خوشبو آ رہی تھی۔ پھر جبریلؑ نے وہ دونوں خوشے مجھ سے لے لیے۔ میں نے جبریلؑ سے پوچھا کہ یہ خوشے کیوں لائے ہو؟

جبریل امینؑ نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو حکم دیا کہ وہ جنت کے باغات و محلات، انہار و اشجار کو خوب مزین کر دیں۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کی ہوا جس کا نام مثیرہ ہے حورِعین کو حکم دیا کہ طٰہٰ، یٰسین، طٰسٓ اور حٰمٓعسٓقٓ کی تلاوت کریں۔ انہوں نے بلند آواز سے مذکورہ سورتیں پڑھیں۔ پھر زیرعرش ایک منادی نے ندا دی۔

"آج فاطمہ بنت محمدؐ اور علیؑ بن ابی طالب کا ولیمہ ہے۔ اللہ ان دونوں کے نکاح پر راضی ہے"۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ایک سفید بادل بھیجا جس نے اہل جنت پر لولو، زبرجد اور یاقوت کی بارش کی۔ ملائکہ نے جنت کے سنبل و قرنفل نچھاور کیے۔ اللہ تعالیٰ نے جنت کے خُدام کو حکم دیا کہ وہ انہیں چُن لیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے راحیل فرشتہ کو حکم دیا کہ وہ علیؑ و بتولؑ کے نکاح کا خطبہ پڑھے اور راحیل تمام فرشتوں میں سے بہت بڑا خطیب ہے۔ چنانچہ راحیل نے ایک ایسا خطبہ پڑھا کہ آج تک اس جیسا خطبہ اہلِ آسمان وزمین نے کبھی نہیں سنا۔

پھر پروردگار عالم کی یہ ندا سنائی دی:

میرے ملائکہ اور میرے آسمانوں میں رہنے والی مخلوق! فاطمہؑ بنت محمدؐ اور علی بن ابی طالبؑ کے نکاح کے لیے مبارک باد دو۔ میں نے ان دونوں پر برکت نازل کی ہے۔ میں نے اپنی سب سے پیاری کنیز دختر محمدؐ کا عقد اپنے سب سے پیارے بندے علیؑ بن ابی طالبؑ سے کیا ہے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علیؑ! تجھے بشارت ہو بشارت ہو میں نے تیری تزویج اپنی دختر فاطمہ علیہا السلام سے کی ہے اور میں نے یہ تزویج انہی شرائط پر کی ہے جن پر اللہ نے عرش کے اوپر تیری تزویج کی ہے۔ میں تیرے اور اپنی دختر کے لیے اس چیز پر راضی ہوں جس سے میرا رب راضی ہے۔ تجھے تیری اہلیہ مبارک ہو اور تیرے رضا کے لیے میری اپنی رضا ہی کافی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے کہا: یارسولؐ اللہ! کیا میرا مقام اتنا بلند ہے کہ اہل جنت میں بھی میرا تذکرہ ہو رہا ہے اور اللہ تعالیٰ بزمِ ملائکہ میں میرا نکاح کرے؟

حضرت رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

علیؑ! جب اللہ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اسے اتنی عزت دیتا ہے جسے کسی آنکھ نے نہ تو دیکھا ہوتا ہے اور نہ ہی کسی کان نے اسے سنا ہوتا ہے اور نہ ہی کسی انسان کے دل میں اس کا تصور ہوتا ہے۔

یہ سن کر حضرت علی علیہ السلام نے کہا: پروردگار! مجھے توفیق دے کہ میں تیری ان نعمات کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھ پر کی ہیں۔

نبی اکرمؐ نے فرمایا: آمین! آمین!

حضرت علیؑ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

علیؑ! تم حق مہر میں کیا ادا کر سکتے ہو؟

میں نے کہا: یارسولؐ اللہ! میرے پاس فقط میرا اونٹ، گھوڑا اور میری زرہ ہے۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: تمہارے لیے گھوڑا ضروری ہے کیونکہ تم اس پر سوار ہو کر جنگ کرتے ہو اور اونٹ کا ہونا بھی ضروری ہے وہ تمہارے پانی بھرنے کے کام آتا ہے۔ تم اپنی زرہ کو بیچ دو اللہ نے اسی کی قیمت کو میری بیٹی کا حق مہر مقرر کیا ہے۔

حضرت علیؑ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی زرہ کو اپنے کندھے پر رکھا اور بازار چلا آیا۔ میں نے اسی زرہ کو چار سو ہجری دراہم کے عوض فروخت کیا۔ پھر میں وہ رقم لے کر

آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ساری رقم آنحضرتؐ کے سامنے ڈال دی۔

آپؐ نے مجھ سے یہ پوچھا کہ رقم کتنی ہے؟ پھر آپؐ نے بلال کو بلایا اور اس رقم میں سے ایک مٹھی بھر کر بلال کو دی اور فرمایا کہ تم اس رقم سے میری بیٹی فاطمہؑ کے لیے خوشبو خرید کرو۔

بعدازاں آپ نے اپنی زوجہ ام سلمہ کو بلا کر فرمایا کہ تم میری بیٹی کے لیے مصر کا بنا ہوا ایک فرش خرید کرو اور اس میں لیف بھرو۔ اور میری بیٹی کے لیے ایک چادر اور قطووالی عبا بھی خرید کرو۔ اس سے زیادہ خرچ نہ کرنا ورنہ اسراف کرنے والے بن جاؤ گے۔

حضرت علیؑ کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے کچھ دنوں تک خاموشی اختیار کر لی اور آنحضرتؐ سے رخصتی کا مطالبہ نہ کیا۔ ایک دن میں اُم سلمہ کے پاس گیا تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ تم رخصتی کا مطالبہ کیوں نہیں کرتے؟

میں نے کہا کہ مجھے یہ کہتے ہوئے حیا مانع ہوتی ہے۔

اُم سلمہ نے کہا: نہیں تم ضرور مطالبہ کرو۔ چنانچہ میں نبی اکرمؐ کے پاس گیا اور جا کر باہر نکل آیا۔ پھر میں گیا اور کچھ کہے بغیر باہر آ گیا۔ رسولؐ خدا نے مجھے بلا کر فرمایا:

معلوم ہوتا ہے کہ تم اپنی بیوی کی رخصتی چاہتے ہو؟

میں نے عرض کیا: جی ہاں' یارسولؐ اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان جائیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: خدا نے چاہا تو کل رخصتی ہو گی۔ (دلائل الامامۃ' ص ۱۲)

## خطبۂ نکاح

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری کا بیان ہے کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؑ و زہراءؑ کی شادی کا ارادہ کیا تو آپؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا:

علیؑ! تم مسجد میں جاؤ اور میں بھی تمہارے پیچھے آ رہا ہوں اور لوگوں کی موجودگی

میں تیرا خطبہ نکاح پڑھنا چاہتا ہوں اور میں تیری فضیلت کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جس سے تیری آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہوگی۔

حضرت علیؑ کا بیان ہے کہ میں آنحضرتؐ کا فرمان سن کر مسجد کی طرف روانہ ہوا اور میں اتنا خوش تھا کہ اپنی خوشی کو الفاظ میں بیان نہیں کرسکتا تھا۔ راستہ میں ابوبکر وعمر سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ کیا خبر ہے؟

میں نے کہا: رسولؐ خدا فاطمہؑ سے میری شادی کر رہے ہیں اور انہوں نے فرمایا ہے کہ اللہ نے میری شادی فاطمہؑ سے کر دی ہے۔ اور اس وقت رسولؐ خدا میرے پیچھے آنے ہی والے ہیں اور وہ لوگوں کے سامنے خطبۂ نکاح بیان فرمائیں گے۔

میری یہ بات سن کر وہ دونوں بہت خوش ہوئے اور وہ بھی میرے ساتھ مسجد میں چلے آئے۔ ابھی ہم آ کر مسجد میں بیٹھے ہی تھے کہ رسول مقبولؐ تشریف لائے اور آپؐ کا چہرۂ مبارک خوشی اور مسرت کے جذبات سے چمک رہا تھا۔ آپ نے بلال' مقداد اور ابوذر کو صدا دی۔ تینوں نے لبیک کہی اور آپ کے سامنے آ کر بیٹھ گئے۔ آپ نے ان تینوں سے فرمایا کہ تم مدینہ کی گلیوں اور بازاروں میں جاؤ اور مہاجرین و انصار کو بلا کر لے آؤ۔

وہ تینوں چلے گئے اور جب کچھ دیر بعد تمام مہاجرین و انصار مسجد میں جمع ہوئے تو آپ منبر پر رونق افروز ہوئے اور منبر کے آخری زینہ کو رونق بخشی اور آپ نے یہ خطبہ فرمایا:

**بسم اللہ الرحمٰن الرحیم – الحمد للّٰہ الذی رفع السماء فبناھا وبسط الارض فدحاھا فاشبتھا بالجبال فارساھا اخرج منھا مآء ھا ومرعاھا الذی تعاظم عن صفات الواصفین وتجلل عن تحبیر لغات الناطقین وجعل الجنة ثواب المتقین والنار عقاب الظالمین وجعلنی نقمة**

للکافرین ورأفة للمؤمنین - عباد اللّٰہ انکم دار امل عدو واجل وصحة وعلل دار زوال وتقلب احوال جعلت سببا للارتحال فرحم اللّٰہ امرءً قصر من امله وجدّ فی عمله وانفق الفضل من ماله وامسک الفضل من قوته فقدمه لیوم فاقته یوم تحشر فیه الاموات وتخشع له الاصوات وتنکر الاولاد والامهات "وتری الناس سکاری وماهم بسکاری" - "یومئذ یوفیهم اللّٰہ دینهم الحق ویعلمون ان اللّٰہ هو الحق المبین" - "یوم تجد کل نفس ما عملت من خیر محضرا وما عملت من سوء تودلوان بینها وبینه امدا بعیدا" - "ومن یعمل مثقال ذرة خیرا یره ومن یعمل مثقال ذرة شرا یره" - یوم یبطل فیه الانساب ویقطع فیه الاسباب ویشتد فیه علی المجرمین الحساب ویدفعون الی العذاب "فمن زحزح عن النار وادخل الجنة فقد فاز وماالحیاة الدنیا الا متاع الغرور

ایها الناس ! انما الانبیاء حجج اللّٰہ فی ارضه الناطقون بکتابه العاملون بوحیه وان اللّٰہ عزوجل امرنی ان ازوج کریمتی فاطمة بانی وابن عمی واولی الناس بی علی بن ابی طالب وان اللّٰہ قد زوجه بها فی السماء بشهادة الملائکة وامرنی ان ازوجه فی الارض واشهدکم علی ذلک

''تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے آسمانوں کو بلند کیا اور انہیں بنایا جس نے زمین کو پھیلایا اور بچھایا اور جس نے پہاڑوں

کی میخیں لگا کر اسے مضبوط کیا اور جس نے زمین سے پانی نکالا اور چراگاہیں بنائیں جو کہ وصف بیان کرنے والوں کی صفات سے بلند و بالا ہے۔ اور جو بولنے والوں کی زبان وصف سے بلند مرتبہ ہے۔ جس نے جنت کو متقین کا بدلہ قرار دیا ہے اور دوزخ کو ظالموں کے لیے باعث عذاب بنایا ہے اور مجھے کافروں کے لیے عذاب اور مومنین کے لیے شفقت بنا کر بھیجا ہے۔

بندگانِ خدا! تم لوگ ایسے گھر میں قیام پذیر ہو جو کہ دشمن امیدوں اور مقرر کردہ میعاد اور صحت اور بیماریوں کا گھر ہے۔ یہ زوال اور حالات کے الٹنے پلٹنے کا گھر ہے اور حالات کی تبدیلی کو یہاں سے روانگی کا سبب بنایا گیا ہے۔

اللہ اس شخص پر رحم کرے جو اپنی اُمیدوں کو محدود رکھے اور عمل کے لیے کوشاں رہے۔ اور جو اپنی ضروریات سے زائد مال کو راہِ خدا میں خرچ کرے اور جو اس کی غذا سے دولت بچ جائے اسے اپنے فقر واحتیاج کے دن (قیامت) کے لیے آگے بھیج دے۔

وہ ایسا دن ہوگا کہ اس میں مرنے والوں کو جمع کیا جائے گا اور خدا کے سامنے آوازیں پست ہوں گی اور اولاد اور مائیں ایک دوسرے سے بیگانہ ہوں گے۔

''اور تو لوگوں کو نشہ کی حالت میں دیکھے گا جب کہ وہ نشہ میں نہیں ہوں گے''۔ (الحج: ۲)

''اس دن خدا سب کو پورا پورا بدلہ دے گا اور لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ خدا یقیناً برحق اور حق کا ظاہر کرنے والا ہے''۔ (النور: ۵۲)

"اس دن کو یاد کرو جب ہر نفس اپنے نیک اعمال کو بھی حاضر پائے گا اور اعمالِ بد کو بھی حاضر پائے گا اور وہ انہیں دیکھ کر تمنا کرے گا کہ کاش اس کے اور ان بُرے اعمال کے درمیان طویل فاصلہ ہوتا"۔ (آل عمران: ۳۰)

"جو کوئی ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا اور جو ذرہ برابر برائی کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا"۔ (زلزال: ۷)

"اس دن نسب باطل ہو جائیں گے اور اسباب کاٹ دیئے جائیں گے اور اس دن مجرموں کے لیے حساب بڑا سخت ہوگا۔ اور انہیں عذاب کی طرف دھکیل دیا جائے گا"۔

"اس دن جسے دوزخ سے بچالیا گیا اور جنت میں بھیج دیا گیا تو وہ کامیاب ہے اور دنیاوی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے"۔

(آل عمران: ۱۸۵)

لوگو! انبیاء اللہ کی زمین پر اس کی حجت ہوتے ہیں۔ اس کی کتاب کے تحت گفتگو کرتے ہیں۔ اس کی وحی کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنی صاحبزادی فاطمہؑ کی تزویج اپنے بھائی اور اپنے ابن عم اور اپنے وارث علی بن ابی طالبؑ سے کر دوں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو گواہ بنا کر آسمانوں میں اس کی تزویج کر چکا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں زمین پر اس کی تزویج کروں اور میں تمہیں اس کا گواہ بناتا ہوں۔

اس کے بعد آنحضرتؐ نے خطبہ تمام کیا اور حضرت علیؑ سے فرمایا کہ تم اٹھو اور اپنی طرف سے خطبہ دو۔

حضرت علیؑ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! کیا میں آپؐ کی موجودگی میں خطبہ دوں۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: میرے پروردگار نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تجھے خطبہ

پڑھنے کا حکم دوں۔ اگر اللہ نے حضرت داؤدؑ کو جنت کا خطیب نہ بنایا ہوتا تو تم جنت کے خطیب ہوتے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

لوگو! اپنے نبی کی بات سنو۔ اللہ نے بہت سے نبی بھیجے اور ہر نبی کا کوئی نہ کوئی وصی ہے اور میں تمام انبیاء سے افضل ہوں اور میرا وصی تمام اوصیاء سے افضل ہے۔

پھر آپؐ خاموش ہوگئے اور حضرت علیؑ نے یہ خطبہ پڑھا:

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم - الحمد للّٰہ الذی الھم بفواتح علمہ الناطقین وانار بشواتب عظمتہ قلوب المتقین واوضح بدلائل احکامہ طرق السالکین وابھج بابن عمی المصطفٰی العالمین وعلت دعوتہ دواعی الملحدین واستظھرت کلمتہ علی بواطل المبطلین وجعلہ خاتم النبیین وسیدالمرسلین فبلغ رسالۃ ربہ وصدع بامرہ فبلغ عن ایاتہ والحمدللّٰہ الذی خلق العباد بقدرتہ واعزھم بدینہ واکرمھم بنبیہ محمد صلی اللّٰہ علیہ وآلہ ورحم اکرم وشرف وعظم والحمد للّٰہ علی نعمائہ وایادیہ واشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ شھادۃ اخلاص ترضیہ وصلی اللّٰہ علیہ محمد صلاۃ تریحہ وتزلفہ وبعد فان النکاح مما امر اللّٰہ بہ واذن فیہ ومجلسنا ھذا مما قضاہ ورضیہ وھذا محمد بن عبداللّٰہ رسول اللّٰہ زوجنی ابنتہ فاطمۃ علی صداق اربعمائۃ درھم قد رضیت بذلک فاسئلوہ واشھدوا

''تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے اہل خرد مخلوق کو فواتح علم کا

الہام فرمایا اور اپنی عظمت کی ضیاء پاشیوں سے اہل تقویٰ کے دلوں کو منور کیا اور اپنے دلائلِ احکام کے ذریعہ سے سالکین کی راہوں کو واضح کیا اور میرے ابن عم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے تمام جہانوں پر فخر و ابتہاج کیا اور ان کی دعوت تمام ملحدین کی دعوتوں پر غالب رہی اور ان کی بات باطل پرستوں کے باطل پر فائق رہی اور اللہ نے انہیں انبیاء کا خاتم اور مرسلین کا سردار بنایا۔

رسولؐ خدا نے اپنے رب کے پیغام کی تبلیغ کی اور خدا کے حکم کو واضح کیا اور تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے بندوں کو اپنی قدرت سے پیدا کیا اور اپنے دین کے ذریعہ سے انہیں عزت بخشی اور اپنے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ سے انہیں لائق تکریم بنایا۔ چنانچہ اس نے اپنے بندوں پر رحم کیا اور انہیں کرامت و شرافت اور عظمت عطا فرمائی۔ اللہ کی نعمات و احسانات پر اس کی حمد ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ میں یہ شہادت ازروئے اخلاص دیتا ہوں جو اس کی رضا کا ذریعہ ہے اور اللہ کی درود ہو حضرت محمد مصطفیٰؐ پر۔ اللہ ان پر ایسی درود بھیجے جو کہ قرب کا ذریعہ ہو۔

اس حمد و ثنا اور درود کے بعد تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ نکاح ایک ایسی چیز ہے جس کا اللہ نے حکم دیا ہے اور ہماری یہ مجلس بھی اس نکاح کے لیے ہے جس کا اس نے فیصلہ کیا ہے اور جس پر وہ راضی ہوا ہے۔ اللہ کے رسولؐ حضرت محمد بن عبداللہ جو کہ اس مجلس میں موجود ہیں۔ انہوں نے میری تزویج اپنی دختر فاطمہؑ کے ساتھ چار سو درہم حق مہر کے بدلے میں کی ہے۔ میں اس پر راضی ہوں۔ تم ان سے بھی پوچھ لو۔

حاضرین نے کہا: یارسولؐ اللہ! کیا آپ کی طرف سے یہی حق مہر مقرر ہوا ہے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: جی ہاں۔

پھر تمام حاضرین نے کہا: اللہ زوجین پر برکت نازل کرے اور ان کے خاندان کو یکجا رکھے۔

حضرت ابوذر نے کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ملائکہ نے بارگاہ احدیت میں فریاد کی کہ پروردگار! ہمیں فاطمہ زہراءؑ کا حق مہر تو بتا۔ کیونکہ وہ تیری پیاری کنیز ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے ملائکہ اور آسمانی مخلوق! میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں میں نے نصف دنیا کو فاطمہؑ بنت محمدؐ کا حق مہر قرار دیا ہے۔ (دلائل الامامة' ص ۵۱-۸۱)

امام محمد باقر علیہ السلام نے **واذا استقی موسیٰ لقومہ ...... مفسدین** کی تفسیر کرتے ہوئے کہ قوم موسیٰؑ کو جب دھوپ اور پیاس نے ستایا تو انہوں نے حضرت موسیٰؑ سے شکایت کی اور حضرت موسیٰؑ نے اللہ سے پانی طلب کیا تو خدا نے حکم دیا کہ پتھر پر عصا مارو۔ آپؑ نے عصا مارا تو بارہ چشمے پھوٹ پڑے۔

حضرت موسیٰ کی قوم نے تو اپنے نبی سے پانی طلب کیا تھا جب کہ اُمت مصطفےٰؐ کے کچھ افراد نے ابدی ہدایت کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی اور کہا:

یارسولؐ اللہ! ہر نبی کا کوئی نہ کوئی وصی ہوتا ہے اور آپ کی زبانی ہمیں یہ تو معلوم ہو چکا ہے کہ آپ کے وصی علیؑ ہیں لیکن آپ بیان کریں کہ ان کے بعد امام کون ہوں گے؟

اللہ تعالیٰ نے یہی سوال اللہ تعالیٰ سے کیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی فرمائی کہ میں نے اپنے عرش کے زیر سایہ علیؑ کی فاطمہؑ سے شادی کی ہے۔ میں نے جبریلؑ کو زہراء سلام اللہ علیہا کا خطیب فرمایا اور میکائیل کو ان کا ولی بنایا اور اسرافیل نے علیؑ کا وکیل بن کر قبول کیا۔ پھر میں نے شجرہ طوبیٰ کو حکم دیا تو اس نے آبدار موتی' در و یاقوت

اور سرخ و سبز اور زرد زبرجد کو نچھاور کیا اور میں نے زہراءؑ کا حق مہر دنیا کا خمس اور جنت کے دو تہائی حصے مقرر کیے اور فرات، نیل، دجلہ اور دریائے بلخ کو اس کا حق مقرر کیا اور محمدؐ آپ چار سو درہم حق مہر کے عوض زہراءؑ کا نکاح علیؑ سے کر دیں اور جب آپ علیؑ و زہراءؑ کی شادی کریں گے تو صلب علی سے گیارہ امام پیدا ہوں گے اور ان میں سے ہر فرد اپنے زمانہ کا سردار ہوگا''۔

آسمانی اور زمینی نکاح میں چالیس دنوں کا فاصلہ تھا۔

امام موسٰی کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک دن رسولؐ خدا تشریف فرما تھے کہ آپ کی خدمت میں ایک فرشتہ نازل ہوا جس کے چوبیس منہ تھے۔ رسولؐ خدا نے فرمایا: جبریلؑ میں نے اس سے قبل تو تجھے اس روپ میں نہیں دیکھا۔

فرشتہ نے کہا: یارسولؐ اللہ! میں جبریل نہیں ہوں۔ میرا نام محمود ہے اللہ نے مجھے روانہ کیا ہے کہ میں نور کا نکاح نور سے کر دوں۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: اس سے تمہاری کیا مراد ہے؟

فرشتے نے کہا: میں فاطمہؑ اور علیؑ کا نکاح کرنے آیا ہوں۔

جب فرشتہ جانے لگا تو آنحضرتؐ نے دیکھا کہ اس کے شانوں کے درمیان لکھا تھا۔

محمد رسول الله وعلی وصیه

محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور علیؑ ان کے وصی ہیں۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: یہ عبارت کب سے تحریر ہوئی ہے؟

فرشتے نے کہا: آدم کی تخلیق سے دو لاکھ بیس ہزار سال پہلے یہ عبارت لکھی گئی تھی۔ (دلائل الامامۃ، ص ۹۱)

## علیؑ آسمانوں کی زینت ہیں

ابن بابویہ نے اپنی اسناد سے سلمہ بن قیس سے نقل کیا۔ اس نے کہا کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

علیؑ کا نور ساتویں آسمان پر یوں چمکتا ہے جیسا کہ دن کے وقت سورج زمین پر چمکتا ہے اور علیؑ کا نور آسمان دنیا پر یوں چمکتا ہے جیسا کہ رات کے وقت زمین پر چاند چمکتا ہے۔

اللہ نے علیؑ کو فضیلت کا اتنا حصہ عطا کیا ہے کہ اگر اسے تمام اہل زمین پر بھی تقسیم کیا جائے تو سب کے لیے کافی ثابت ہوگا۔

اللہ نے علیؑ کو فہم کا اتنا حصہ دیا ہے اگر اسے اہل زمین پر تقسیم کیا جائے تو سب کے لیے کافی ثابت ہوگا۔ علیؑ کی نرمی لوط کی نرمی کے مشابہ ہے۔ علیؑ کا خُلق یحییٰ کے خلق کے مشابہ ہے۔ علیؑ کا زہد ایوب کے زہد کے اور علیؑ کی سخاوت ابراہیم کی سخاوت کے اور علیؑ کی شان و شوکت سلیمان کی شان و شوکت کے اور علیؑ کی قوت داؤد کی قوت کے مشابہ ہے۔

علیؑ کا نام جنت کے تمام حجابات پر لکھا ہوا ہے۔ میرے پروردگار نے مجھے اس کی بشارت دی اور میں نے اسے بشارت دی۔ علیؑ حضرت حق کے ہاں لائق حمد ہے اور ملائکہ کے ہاں علیؑ لائق تعریف ہے۔ علیؑ میرا خاص، میرا چنا ہوا، میرا پروردگار، میرا چراغ، میری ڈھال، میرا رفیق ہے۔ اللہ نے اس کے ذریعہ سے مجھے مانوس کیا ہے۔ میں نے اپنے رب سے درخواست کی کہ اسے مجھ سے پہلے دنیا سے نہ اٹھائے اور میں نے علیؑ کے لیے بارگاہِ احدیت میں شہادت کا سوال کیا ہے۔

جب میں شب معراج جنت میں گیا تو علیؑ کی حوروں کو دیکھا جن کی تعداد درخت کے پتوں سے بھی زیادہ تھی اور علیؑ کے محلات کی اتنی تعداد تھی جتنی کہ انسانوں کی

ہے۔علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں۔جس نے اس سے دوستی کی اس نے مجھ سے دوستی کی۔علیؑ کی محبت نعمت اور اس کی تباع فضیلت ہے۔یہی ملائکہ کا دین ہے اور صالح جن علیؑ کو گھیرے رہتے ہیں۔میرے بعد زمین پر کوئی شخص ایسا نہیں چلا جو خدا کی نظر میں علیؑ سے زیادہ محترم و مکرم ہو۔علیؑ تلاخو اور جلدباز نہیں ہے اور وہ فساد و عناد سے مبرا ہے۔

زمین نے علیؑ کو اپنی پشت پر اٹھایا تو اسے عزت ملی۔میرے بعد کسی ماں نے ایسے بچے کو جنم نہیں دیا جو علیؑ سے زیادہ مکرم ہو۔علیؑ نے جہاں بھی قدم رکھا تو وہ زمین بابرکت بن گئی۔

اللہ نے اس پر حکمت نازل کی اور اسے فہم کی ردا پہنائی۔ملائکہ اس کے پاس بیٹھتے ہیں۔اگر میرے بعد کسی کی طرف وحی نازل ہوتی تو یقیناً علیؑ پر بھی وحی نازل ہوتی۔اللہ نے اس کو محافل کی زینت بنایا اور لشکروں کو اس کے ذریعہ سے احترام دیا اور علیؑ کے وسیلہ سے زمین کو سرسبزی ملی اور لشکروں کو عزت ملی۔علیؑ بیت اللہ الحرام کی مانند ہے جس کی زیارت کو لوگ جاتے ہیں اور وہ کسی کی زیارت کے لیے نہیں جاتا۔علیؑ کی مثال روشن چاند کی سی ہے جب وہ طلوع ہوتا ہے تو تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں۔اس کی مثال سورج کی سی ہے۔جب وہ چمکتا ہے تو تاریکی کافور ہوجاتی ہے۔اللہ نے اپنی کتاب میں اس کی وصف بیان کی ہے اور آیات میں اس کی مدح کی ہے اور علیؑ کے آثار کو اللہ نے بیان کیا ہے۔اللہ نے علیؑ کی منازل کو خوبصورت بنایا ہے۔وہ پوری زندگی محترم ہے اور شہادت کی موت پانے والا ہے۔(امالی صدوق، ص ۷۱)

## حضرتؑ کا نام درِ جنت پر مرقوم ہے

ابوالحسن الفقیہہ بن شاذان لکھتے ہیں کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

میں جنت میں داخل ہوا تو اس کے دروازے پر نور سے یہ سطریں تحریر تھیں:

**لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ علی ابن ابی طالب ولی اللّٰہ فاطمۃ امۃ اللّٰہ ، الحسن والحسین صفوۃ اللّٰہ ، علی محبیھم رحمۃ اللّٰہ وعلی مبغضیھم لعنۃ اللّٰہ**

اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں۔ علی بن ابی طالبؑ اللہ کے ولی ہیں۔ فاطمہؑ اللہ کی کنیز ہیں۔ حسنؑ وحسینؑ خدا کے منتخب کردہ ہیں۔ ان کے محبوں پر اللہ کی رحمت ہے اور ان سے بُغض رکھنے والوں پر اللہ کی لعنت ہے۔

(مائۃ منقبۃ فضیلت' ص ۸۷)

۲- ابن شہرآسوب فضائل عسکری' احمد'سمعانی' خوارزمی اور امالی قمی کے حوالہ سے نقل کیا کہ حضرت جابر نے کہا کہ رسولؐ خدا نے فرمایا:

جنت کے دروازہ پر آسمان وزمین کی تخلیق سے دو ہزار قبل یہ جملے تحریر کیے:

**لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ علی اخو رسول اللّٰہ**

اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ محمدؐ اللہ کے رسولؐ اور علیؑ رسولؐ خدا کے بھائی ہیں۔ (مناقب ابن شہرآشوب)

## جنت و دوزخ کے دروازوں پر کیا لکھا ہوا ہے؟

ابن شہرآشوب نے خصائص علویہ کے حوالہ سے لکھا کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

شب معراج میں نے جنت و دوزخ کو دیکھا اور میں نے جنت کی تمام نعمات کو ملاحظہ کیا اور دوزخ کے تمام عذاب کو بھی دیکھا اور جب میں جنت و دوزخ کا نظارہ کر چکا تو جبریل امینؑ نے مجھ سے کہا:

کیا آپؐ نے جنت و دوزخ کے دروازوں پر لکھی ہوئی عبارتیں پڑھی تھیں؟

میں نے نفی میں جواب دیا تو جبریلؑ نے کہا کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور ہر دروازے پر ایک ایسی عبارت تحریر ہے جو کہ دنیا و مافیھا سے بہتر ہے اور دوزخ کے سات دروازے ہیں اور ہر دروازے پر نہایت قیمتی باتیں لکھی ہوئی ہیں۔

میں نے کہا کہ تم میرے ساتھ آؤ تا کہ میں ان عبارات کو پڑھ سکوں۔ جبریلؑ میرے ساتھ دوبارہ آئے اور میں نے آغاز جنت کے دروازوں سے کیا۔

○ پہلے دروازے پر لکھا تھا:

لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ علی ولی اللّٰہ

ہر چیز کا حیلہ ہوتا ہے اور دنیا میں اچھی زندگی بسر کرنے کے لیے چار چیزوں کی ضرورت ہے: ۱- قناعت ۲- ترکِ کینہ ۳- ترکِ حسد ۴- نیک لوگوں سے نشست و برخاست

○ دوسرے دروازے پر لکھا تھا:

لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ علی ولی اللّٰہ

ہر چیز کے حاصل کرنے کا کوئی نہ کوئی حیلہ وسیلہ ہوتا ہے اور آخرت کی خوشی حاصل کرنے کے لیے چار چیزوں کی ضرورت ہے: ۱- ازراہ شفقت یتامٰی کے سر پر ہاتھ پھیرنا ۲- بیوگان پر شفقت کرنا ۳- مسلمانوں کی حاجات کے لیے تگ و دو کرنا ۴- فقراء و مساکین کی خبر گیری کرنا۔

○ تیسرے دروازے پر لکھا تھا:

لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ علیؑ ولی اللّٰہ

ہر چیز کے حاصل کرنے کا کوئی نہ کوئی حیلہ وسیلہ ہوتا ہے اور دنیا میں صحت کے حصول کے لیے چار چیزوں کی ضرورت ہے: ۱- کم بولنا ۲- کم سونا ۳- کم چلنا ۴- کم کھانا۔

○ چوتھے دروازے پر لکھا تھا:

**لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ علی ولی اللّٰہ**

جو بھی خدا اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو تو اسے اپنے مہمان کی عزت کرنی چاہیے۔ جو کوئی اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو تو اسے اپنے والدین سے بھلائی کرنی چاہیے۔ جو کوئی بھی اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو تو اسے اچھی بات کرنی چاہیے یا خاموش رہنا چاہیے۔

○ پانچویں دروازے پر لکھا تھا:

**لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ علی ولی اللّٰہ**

۱- جو چاہتا ہو کہ اس کی تذلیل نہ ہو تو وہ دوسروں کی تذلیل نہ کرے۔

۲- جو چاہتا ہو کہ گالیاں نہ کھائے تو وہ دوسروں کو گالیاں نہ دے۔

۳- جو چاہتا ہے کہ اس پر ظلم نہ کیا جائے تو وہ دوسروں پر ظلم نہ کرے۔

۴- جو کوئی مضبوط ترین رسی کو پکڑنے کا خواہش مند ہو تو اسے **لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ علی ولی اللّٰہ** پڑھنا چاہیے۔

۱- جو چاہتا ہو کہ اس کی قبر فراخ ہو تو وہ مساجد تعمیر کرے۔

۲- جو چاہتا ہو کہ اسے قبر میں کیڑے نہ کھائیں اور اس کا جسم بوسیدہ نہ ہو تو وہ مساجد میں فرش بچھائے۔

۳- جو چاہتا ہے کہ اس کی قبر صاف ستھری رہے تو وہ مساجد میں جھاڑو دے۔

۴- جو چاہتا ہو کہ اپنا مقام جنت میں دیکھے تو زیادہ وقت مساجد میں بسر کرے۔

○ ساتویں دروازے پر لکھا تھا:

**لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ علی ولی اللّٰہ**

دل کی نورانیت چار باتوں میں مضمر ہے: ۱- مریضوں کی عیادت ۲- جنازوں کی مشایعت ۳- مُردوں کے لیے کفن خریدنا ۴- قرض واپس کرنا۔

○ آٹھویں دروازے پر لکھا تھا:

**لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ علی ولی اللّٰہ**

جو جنت کے آٹھوں دروازوں میں سے داخل ہونے کا خواہش مند ہو تو وہ ان چار باتوں پر عمل کرے:

۱-صدقہ ۲-سخاوت ۳-حسنِ اخلاق ۴-بندگانِ خدا کو اذیت نہ دینا۔

پھر میں اور جبریل امینؑ دوزخ کے دروازوں پر گئے تو دوزخ کے پہلے دروازے پر یہ تین جملے تحریر تھے:

۱- جس نے اللہ سے امید رکھی اس نے سعادت پائی۔

۲-جس نے خدا کا خوف رکھا اسے امن واطمینان نصیب ہوا۔

۳- وہ شخص ہلاک ہونے والا ہے اور وہ سخت دھوکے میں ہے جو غیر اللہ سے امید وابستہ کرتا ہے یا اس سے ڈرتا ہے۔

○ دوسرے دروازے پر لکھا تھا:

۱-شرابی کے لیے ہلاکت ہے۔

۲-جھوٹی گواہی دینے والے کے لیے ہلاکت ہے۔

۳-والدین کے نافرمان کے لیے ہلاکت ہے۔

○ تیسرے دروازے پر لکھا تھا:

۱-جو آخرت میں عریاں نہیں ہونا چاہتا تو اسے چاہیے کہ بے لباس افراد کو لباس پہنائے۔

۲- جو قیامت کے دن بھوکا رہنا نہیں چاہتا تو اسے چاہیے کہ دنیا میں بھوکے افراد کو کھانا کھلائے۔

۳-جو آخرت میں پیاسا نہیں رہنا چاہتا وہ دنیا میں پیاسوں کو پانی پلائے۔

○ چوتھے دروازے پر لکھا تھا:

۱- اللہ اسے ذلیل کرے جو اسلام کی توہین کرے۔
۲- اللہ اسے ذلیل کرے جو اہل بیتؑ پر ظلم کرے۔
۳- اللہ اسے ذلیل کرے جو ظالمین کے ظلم میں ان کی مدد کرے۔

○ پانچویں دروازے پر لکھا تھا:
۱- خواہشات کی پیروی نہ کرنا کیونکہ خواہشات ایمان کا متضاد ہیں۔
۲- بے مقصد گفتگو سے پرہیز کرو ورنہ اپنے رب کی نظر سے گر جائے گا۔
۳- ظالموں کا مددگار نہ بننا کیونکہ جنت ظالموں کے لیے پیدا نہیں کی گئی۔

○ چھٹے دروازے پر لکھا تھا:
۱- محاسبہ سے قبل اپنا محاسبہ خود کرو۔
۲- کسی اور کی ڈانٹ سے قبل اپنے نفوس کو خود ڈانٹو۔
۳- خدا کے سامنے حاضر ہونے سے قبل اس سے دعائیں مانگ لو اور جب تم حاضر ہو گئے تو پھر تمھیں دعاؤں کا موقع نہیں ملے گا۔

○ دوزخ کے ساتویں دروازے پر یہ تین کلمات لکھے ہوئے تھے:
۱- میں تہجد گزاروں پر حرام ہوں۔
۲- میں روزہ داروں پر حرام ہوں۔
۳- میں صدقہ دینے والوں پر حرام ہوں۔

(فضائل شاذان، ص ۱۵۲-۱۵۴)

## دروازہ جنت کے حلقہ سے ''یا علیؑ'' کی صدا

ابن بابویہ نے اپنی اسناد کے ساتھ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی۔ آپؐ نے فرمایا:

دروازہ جنت کا کنڈا سرخ یاقوت کا ہوگا اور وہ سونے کے دروازے پر لگا ہوگا

اور جب کنڈا دروازے پر لگے گا تو اس وقت ''یاعلیؑ'' کی صدا سنائی دے گی۔ (امالی صدوق، ص ۴۷۱)

## حب علیؑ اور جنت

۱- موفق بن احمد نے اپنی اسناد سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا۔ آپؐ نے فرمایا:

علی بن ابی طالبؑ کی محبت ایک درخت ہے جو بھی اس کی ٹہنی سے چمٹ گیا وہ جنت میں چلا گیا۔ (مناقب خوارزمی، ص ۲۲۰)

۲- برسی نے اپنی اسناد کے ساتھ سلمان فارسی سے نقل کیا۔ انہوں نے کہا: ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے تھے کہ ایک اعرابی آیا۔ اس نے ہم پر سلام کیا اور ہم نے اسے سلام کا جواب دیا۔ اس کے بعد اس نے کہا:

تم میں بدرِ کامل اور تاریکیوں کا چراغ محمد رسولؐ اللہ کون ہیں؟ اور کیا چمکدار چہرے والے تو محمدؐ نہیں ہیں؟

ہم نے اس سے کہا: جی ہاں۔ یہی شخصیت ہی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ پھر ہم نے اس سے بیٹھنے کے لیے کہا تو وہ بیٹھ گیا اور اس نے کہا:

محمدؐ! میں آپ کو دیکھے بغیر آپ پر ایمان لایا اور آپؐ سے ملے بغیر آپؐ کی تصدیق کی لیکن مجھے ایک بات کی اطلاع ملی ہے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: تمہیں میرے متعلق کیا اطلاع ملی ہے؟

اس نے کہا: آپؐ نے خدا کی توحید اور اپنی رسالت کے اقرار کی ہمیں دعوت دی۔ ہم نے اسے قبول کیا۔ آپؐ نے نماز، زکوٰۃ اور روزوں، حج، جہاد کی ہمیں دعوت دی۔ ہم نے اسے قبول کیا۔ مگر آپؐ نے اس پر اکتفا نہ کی اور آپؐ نے ہمیں اپنے ابن عم علی بن ابی طالبؑ کی ولایت اور اس کی محبت کی دعوت دی۔ اب آپؐ یہ بتائیں کہ اس

فریضہ کے بانی آپؐ خود ہیں یا اسے آسمان سے اللہ نے اتارا ہے؟

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علیؑ کی ولایت ومحبت کو اللہ نے اہل آسمان وزمین پر فرض کیا ہے۔

اعرابی نے کہا: میں سمع وطاعت کرتا ہوں اور میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ ہمارے رب کی طرف سے حق ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے علیؑ کو پانچ ایسی خصوصیات عطا کی ہیں جن میں سے ایک ایک خاصیت دنیا ومافیہا سے بہتر ہے۔ اگر تم چاہو تو میں تجھے بتاؤں؟

اعرابی نے عرض کیا: جی یا رسولؐ اللہ!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جنگ بدر کے روز جبریل امینؑ مجھ پر نازل ہوئے اور مجھ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو درود وسلام کہتا ہے اور فرماتا ہے:

محمدؐ! میں نے اپنی ذات کی قسم کھا کر یہ فیصلہ کیا ہے کہ میں علیؑ کی محبت طرف اس کے دل میں الہام کروں گا جو میرا پیارا ہوگا۔ چنانچہ میں جس سے محبت کرتا ہوں اس کے دل میں علیؑ کی محبت ڈال دیتا ہوں اور جس سے بغض رکھتا ہوں اس کے دل میں علیؑ کی دشمنی ڈال دیتا ہوں۔

پھر آپؐ نے فرمایا: اعرابی کیا تجھے دوسری فضیلت سے آگاہ نہ کروں؟

اعرابی نے عرض کیا: کیوں نہیں، ضرور بیان کریں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جنگ احد میں جب میں اپنے چچا حمزہ کو دفن کر چکا تو اس وقت جبریل امینؑ مجھ پر نازل ہوئے اور مجھ سے کہا کہ اللہ آپ کو سلام کہنے کے بعد فرما رہا ہے۔ میں نے نماز فرض کی ہے لیکن سفر میں اسے قصر کیا ہے۔ میں نے روزہ فرض کیا ہے اور مسافر کو اس

میں چھوٹ دی ہے۔ میں نے حج فرض کی ہے لیکن جسے استطاعت حاصل نہ ہو اس پر حج معاف کر دی ہے۔ میں نے زکوٰۃ فرض کی ہے لیکن مفلس کو معاف نہیں کیا ہے۔ میں نے علی بن ابی طالبؑ کی محبت کو اہل آسمان و زمین پر فرض کیا ہے اور اس میں کسی کو کسی طرح کی رعایت نہیں دی ہے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اعرابی تیسری فضیلت تمہیں سناؤں؟

اعرابی نے کہا: جی ہاں یارسولؐ اللہ!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اللہ نے تمام مخلوقات کا کسی نہ کسی کو سردار مقرر کیا ہے۔ چنانچہ گدھ پرندوں کا سردار ہے۔ بیل جانوروں کا سردار ہے۔ شیر درندوں کا سردار ہے۔ جمعہ دنوں کا سردار ہے۔ ماہ رمضان تمام مہینوں کا سردار ہے۔ اسرافیل ملائکہ کا سردار ہے۔ آدم انسانوں کے سردار ہیں۔ میں (محمدؐ) انبیاء کا سردار ہوں اور علیؑ اوصیاء کا سردار ہے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اعرابی! تجھے علیؑ کی چوتھی خصوصیت سناؤں؟

اعرابی نے کہا: جی ہاں یارسولؐ اللہ!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

محبت علیؑ بن ابی طالب ایک ایسا شجر ہے جس کی جڑ جنت میں ہے اور اس کی ٹہنیاں دنیا میں ہیں۔ لہٰذا جو دنیا میں رہ کر ان ٹہنیوں سے تمسک کرے گا اللہ اسے جنت میں داخل کرے گا اور بُغض علیؑ ایک ایسا شجر ہے جس کی جڑ دوزخ میں ہے اور اس کی شاخیں دنیا میں ہیں۔ جس نے دنیا میں رہ کر اس ٹہنی کو پکڑا تو اللہ اسے دوزخ میں ڈال دے گا۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اعرابی! کیا پانچویں خصوصیت سنو گے؟

اعرابی نے کہا: جی ہاں یارسولؐ اللہ!

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جب قیامت کا دن ہوگا تو عرش کی دائیں طرف میرے لیے منبر نصب کیا جائے گا۔ پھر میرے ہی منبر کے سامنے ابراہیم علیہ السلام کے لیے منبر نصب کیا جائے گا۔ پھر ایک روشن اور بلند و بالا کرسی لائی جائے گی جسے کرسی کرامت کہا جائے گا اور اس کرسی کو میرے اور ابراہیم کے منبروں کے درمیان نصب کیا جائے گا۔ چنانچہ میں اور ابراہیمؑ منبروں پر بیٹھیں گے اور علی بن ابی طالبؑ اس نورانی کرسی پر بیٹھیں گے اور علیؑ ہم دونوں کے درمیان بڑا ہی حسین دکھائی دے گا۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعرابی سے فرمایا:

اعرابی! علیؑ سے محبت رکھ۔ علیؑ کی محبت حق ہے۔ اللہ تعالیٰ علیؑ کے محبوں سے محبت کرتا ہے۔ علیؑ میرے ساتھ ایک ہی قصر میں ہوگا۔

اعرابی نے کہا: میں ہمیشہ اللہ، اس کے رسولؐ اور ان کے ابن عم کی اطاعت کرتا رہوں گا۔ (الفضائل، ص ۱۴۷)

## حوروں کے چہروں کی تحریر

جامع الاخبار میں مرقوم ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جو کوئی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے تو اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لیے ستر ہزار سرخ یاقوت کے محل بنائے گا۔ ہر محل میں ستر ہزار سفید موتیوں کے گھر ہوں گے اور ہر گھر میں ستر ہزار زبرجد کے تخت ہوں گے اور ہر تخت پر ستر ہزار سندس و استبرق کے بستر ہوں گے اور اس پر بڑی آنکھوں والی حور بیٹھی ہوگی جس کی در و یاقوت سے گندھی ہوئی ستر ہزار مینڈھیاں ہوں گی۔ اس کے دائیں رخسار پر ''محمد رسولؐ اللہ'' اور بائیں رخسار

پر ''علی ولی اللہ'' اور اس کی پیشانی پر ''حسنؑ'' اور اس کی ٹھوڑی پر ''حسینؑ'' اور اس کے ہونٹوں پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھی ہوئی ہوگی۔

ایک سائل نے پوچھا: یارسولؐ اللہ! یہ کس کو ملے گی؟

آپ نے فرمایا: جو احترام و تعظیم سے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھے گا۔ (جامع الاخبار، شیخ تاج الدین شعیری، ص ۴۴)

## آپؑ کا نام اشجارِ جنت اور ابواب جنت اور ارض وسما پر مرقوم

ابومخنف نے اپنی اسناد سے جابر بن عبداللہ انصاری سے روایت کی۔ اس نے کہا کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے علیؑ کی ولادت کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا:

جابر! تو نے کائنات کے افضل مولود کے متعلق سوال کیا۔ تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ جب اللہ نے کائنات کی تمام اشیاء سے قبل مجھے اور علیؑ کو پیدا کرنا چاہا تو اس نے ایک عظیم الشان دُر بنایا جو کہ دنیا سے دس گنا بڑا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس دُر میں بطور ودیعت رکھا۔ ہم اس میں ایک لاکھ برس تک خدا کی تسبیح و تقدیس کرتے رہے اور جب اللہ نے موجودات کی تخلیق کا ارادہ کیا تو اس نے نگاہ تکوین کے ساتھ اس دُر کی طرف دیکھا۔ وہ شگافتہ ہوا اور دو حصوں میں تقسیم ہوگیا۔ اللہ نے مجھے اس نصف میں رکھا جو نبوت پر مشتمل تھا اور علیؑ کو اس نصف میں رکھا جو امامت پر مشتمل تھا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس در سے سو سمندر پیدا کیے جن میں سے کچھ سمندروں کے نام یہ ہیں:

بحرعلم، بحرکرم، بحرسخاء، بحررضا، بحرشفقت، بحرفضیلت، بحرفیاضی، بحرشجاعت، بحرہیبت بحرقدرت، بحرعظمت، بحرجبروت، بحرکبریاؤ، بحرملکوت، بحرجلال، بحرنور، بحرعلو، بحرعزت بحرکرامت، بحرلطف، بحرحکم، بحرمغفرت، بحرنبوت، بحرولایت۔

ہم نے ہر سمندر میں سات ہزار سال قیام کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا کیا اور اس سے فرمایا: لکھ۔

اس نے کہا: پروردگار! میں کیا لکھوں؟

اللہ نے فرمایا: تو میری توحید لکھ۔ یہ سن کر قلم پورے دس ہزار سال تک مدہوش ہوگیا۔ پھر اسے ہوش آیا اور اس نے کہا کہ کیا لکھوں؟

اللہ نے فرمایا: لکھ۔ **لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ علی ولی اللّٰہ۔**

جب قلم یہ کلمات لکھ چکا تو اس نے کہا: پروردگار! یہ کون ہیں جن کے نام تو نے اپنے نام کے ساتھ لکھوائے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے قلم! محمدؐ میرا نبی اور میرے انبیاء کا خاتم ہے اور علیؑ میرا ولی اور بندوں پر میرا خلیفہ اور میری حجت ہے۔ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! اگر یہ دونہ ہوتے تو میں نہ تو تجھے پیدا کرتا اور نہ لوحِ محفوظ کو پیدا کرتا۔

پھر اللہ نے فرمایا: لکھ۔

قلم نے کہا: پروردگار! کیا لکھوں؟

اللہ نے فرمایا: میری صفات اور میرے اسماء لکھ۔

حکم پروردگار سے قلم نے لکھنا شروع کیا اور پورے ایک ہزار سال تک لکھتا رہا۔ پھر اللہ تعالیٰ میرے نور سے آسمانوں' زمین' جنت و نار' کوثر' صراط' عرش و کرسی' حجابات اور بادلوں کو پیدا کیا اور اللہ تعالیٰ نے علیؑ بن ابی طالب کے نور سے سورج' چاند اور ستاروں کو پیدا کیا اور یہ سب کچھ آدم کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے پیدا کیا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے قلم کو حکم دیا کہ وہ اشجارِ جنت کے ہر پتے اور جنت کے تمام دروازوں اور آسمانوں اور زمین' پہاڑوں اور درختوں پر'' **لا الٰہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ علی ولی اللّٰہ**'' لکھے۔

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے میرے اور علیؑ بن ابی طالب کے نور کو حکم دیا کہ وہ

ترتیب وار حجابِ عظمت' حجاب عزت' حجابِ ہیبت' حجابِ کبریا' حجابِ رحمت' حجابِ منزلت' حجابِ رفعت' حجابِ سعادت' حجابِ نبوت' حجابِ ولایت اور حجابِ شفاعت میں جائیں اور ان نوروں نے ہر ایک حجاب میں دو ہزار سال قیام کیا۔

پھر آنحضرتؐ نے فرمایا: جابر! تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ نے مجھے اپنے نور سے پیدا کیا اور علیؑ کو میرے نور سے پیدا کیا اور ہم سب کے سب ایک ہی نور سے ہیں۔ اللہ نے جب ہمیں پیدا کیا تو اس وقت نہ تو آسمان تھا اور نہ زمین اور نہ ہی شمس وقمر تھا اور نہ ہی ظلمت وضیاء کا وجود تھا اور جب ہم پیدا ہوئے تو اس وقت بر وبحر اور ہوا کا کہیں نام ونشان تک نہ تھا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی تسبیح خود بیان کی۔ اس تسبیح کو سن کر ہم نے تسبیح کی اور اللہ نے اپنی خود تقدیس کی۔ ہم نے اس تقدیس کو سن کر اس کی تقدیس بیان کی۔ اللہ نے میری تسبیح سے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اور علیؑ کی تسبیح سے ملائکہ کو پیدا کیا۔ ملائکہ قیامت تک جو بھی تسبیح کریں گے اس کا ثواب علیؑ اور اس کے شیعوں کے لیے ہوگا۔

جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ میں روح پھونکی تو فرمایا: اگر اس دارِ دنیا میں مجھے اپنے دو بندے پیدا کرنے مقصود نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔

آدمؑ نے عرض کی: پروردگار! کیا وہ دونوں میری نسل سے ہی ہوں گے؟

اللہ نے فرمایا: جی ہاں۔ اپنا سر بلند کر اور دیکھ۔

حضرت آدمؑ نے سر اٹھایا تو ساقِ عرش پر لکھا تھا: **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ نبی الرحمة وعلی مقیم الحجة من عرفهما زکی وطاب ومن جهلهما لعن وخاب** (اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں' محمدؐ اللہ کے رسولؐ نبی رحمت ہیں اور علیؑ حجت قائم کرنے والا ہے جس نے ان دونوں کو پہچانا وہ پاک وطاہر بنا اور جس نے انہیں نہ پہچانا تو وہ ملعون ٹھہرا اور ناکام ہوا)

جب اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو پیدا کیا اور اس میں اپنی روح پھونکی تو اس نے اپنے

حبیب نبی اور اپنے ولی کے نور کو صلب آدم میں منتقل کیا۔ میں نے دائیں طرف قرار پکڑا اور علیؑ نے بائیں طرف قرار پکڑا۔ ہماری وجہ سے ملائکہ صفیں بنا کر آدمؑ کے پیچھے چلتے تھے۔

آدمؑ نے اللہ سے پوچھا کہ ملائکہ میرے پیچھے پیچھے کیوں چلتے ہیں؟

اللہ نے فرمایا: وہ اس لیے تیرے پیچھے چلتے ہیں کہ تیری صلب میں محمد بن عبداللہ اور علیؑ بن ابی طالب ہیں۔ اگر وہ دو نہ ہوتے تو میں افلاک کو پیدا نہ کرتا۔ آدمؑ کو اپنی پشت سے ہماری تسبیح و تقدیس کی صدائیں سنائی دیتی تھیں۔

آدمؑ نے کہا: خدایا! ان نوروں کو میرے آگے قرار دے تا کہ ان کی وجہ سے ملائکہ روبرو ہو کر مجھ سے ملاقات کریں۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے نور کو اس کی پشت سے اس کی پیشانی میں منتقل کر دیا۔ اس کے بعد ملائکہ صفیں بنا کر آدم کے سامنے آتے تھے۔

آدمؑ نے اللہ سے درخواست کی کہ ان نوروں کو کسی ایسی جگہ منتقل کر جہاں میں بھی ان کی زیارت کر سکوں۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے انگشت سبابہ اور علیؑ کو درمیانی انگلی اور فاطمہؑ کو اس کے ساتھ والی انگلی اور حسنؑ کو چھنگلیا اور حسینؑ کے نور کو اس کے انگوٹھے میں منتقل کیا۔

بعدازاں اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو سجدہ آدمؑ کا حکم دیا۔ تمام ملائکہ نے ہمارے انوار کا احترام کرتے ہوئے اسے سجدہ کیا۔ آدمؑ کو اس سے تعجب ہوا۔ اس نے عرش کی جانب سر اُٹھایا تو اللہ نے اس کی نگاہ سے پردے ہٹا دیئے اور اسے نور دکھائی دیا۔

آدمؑ نے کہا: میرے آقا و مولا پروردگار! یہ کیسا نور ہے؟

اللہ نے فرمایا: یہ میری مخلوق میں سے میرے پسندیدہ ترین فرد محمدؐ کا نور ہے۔

آدم نے میرے نور کے پہلو میں ایک اور نور دیکھا تو پوچھا کہ یہ کس کا نور ہے؟

اللہ نے فرمایا: یہ علیؑ بن ابی طالب کا نور ہے۔ یہ میرا ولی' میرے دین کا ناصر

ہے۔ آدم کو دو انوار کے ساتھ تین اور انوار دکھائی دیئے تو آدمؑ نے پوچھا کہ خدایا! یہ نور کن افراد کے ہیں؟

اللہ نے فرمایا: یہ فاطمہؑ کا نور ہے۔ اس سے محبت کرنے والے دوزخ سے آزاد کر دیئے گئے ہیں اور یہ دو نور اس کے دو فرزندوں حسنؑ اور حسینؑ کے ہیں۔

آدم نے کہا: خدایا! مجھے ان کے گرد نو افراد اور دکھائی دیتے ہیں جنہوں نے ان انوار کو گھیرا ہوا ہے۔ وہ کون ہیں؟

اللہ نے فرمایا: وہ علیؑ وفاطمہؑ کی نسل کے نو امام ہیں۔

آدم نے کہا: خدایا! تجھے ان پنجتن کا واسطہ مجھے اولادِ علیؑ کے نو آئمہ کا تعارف کرا۔

اللہ نے فرمایا: وہ علی بن الحسین، محمد بن علی، جعفر بن محمد، موسیٰ بن جعفر، علی بن موسیٰ، محمد بن علی، علی بن محمد، حسن بن علی اور حجت القائم المہدی صلوات اللہ علیہم اجمعین ہیں۔

آدم نے کہا: خدایا! تو نے مجھے ان کا تعارف کرایا ہے۔ انہیں میری نسل میں سے بنانا۔ اور عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّهَا کا یہ مفہوم ہے۔ (ابومخنف)

## علیؑ امیرالمومنین کہاں کہاں لکھا ہے؟

طبرسی نے احتجاج میں لکھا کہ قاسم بن معاویہ کا بیان ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے عرض کی کہ مولا! لوگ معراج کے متعلق ایک روایت کرتے ہیں کہ جب آنحضرت معراج پر تشریف لے گئے تو آپؐ نے عرش پر "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابوبکر الصدیق" کے کلمات لکھے ہوئے دیکھے۔

یہ سن کر امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

سبحان اللہ! ان لوگوں نے ہر چیز تبدیل کر دی ہے یہاں تک کہ انہوں نے اس

بات کو بھی بدل دیا ہے؟!

میں نے کہا: جی ہاں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے عرش کو پیدا کیا تو اس پر **لا الـه الا اللّٰه محمد رسول اللّٰه علی امیر المؤمنین** تحریر کیا۔

اور جب اللہ نے پانی کو پیدا کیا تو اس کی لہروں پر **لا الـه الا اللّٰـه محـمـد رسول اللّٰه علی امیر المؤمنین** تحریر کیا۔

جب اللہ تعالیٰ نے کرسی کو پیدا کیا تو اس کے پایوں پر تحریر کیا: **لا الـه الا اللّٰـه محمد رسول اللّٰه علی امیر المؤمنین** –

جب اللہ تعالیٰ نے لوح کو پیدا کیا تو اس پر لکھا: **لا الـه الا اللّٰه محمد رسول اللّٰه علی امیر المؤمنین**–

جب اللہ نے اسرافیل کو پیدا کیا تو اس کی پیشانی پر لکھا: **لا الـه الا اللّٰه محمد رسول اللّٰه علی امیر المؤمنین**–

جب اللہ نے جبرئیلؑ کو پیدا کیا تو اس کے دونوں پروں پر لکھا: **لا الـه الا اللّٰه محمد رسول اللّٰه علی امیر المؤمنین**–

جب اللہ نے آسمان بنائے تو ان کے اطراف پر لکھا: **لا الـه الا اللّٰه محمد رسول اللّٰه علی امیر المؤمنین**–

جب اللہ نے زمینیں پیدا کیں تو ان کے اطباق پر لکھا: **لا الـه الا اللّٰه محمد رسول اللّٰه علی امیر المؤمنین**–

جب اللہ نے پہاڑ بنائے تو ان کی چوٹیوں پر لکھا: **لا الله الا اللّٰه محمد رسول اللّٰه علی امیر المؤمنین**–

جب اللہ نے سورج بنایا تو اس پر لکھا: **لا الـه الا اللّٰه محمد رسول اللّٰه علی امیر المؤمنین**–

جب اللہ نے چاند پیدا کیا تو لکھا: **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ علی امیر المؤمنین**۔

اور چاند میں تمہیں جو سیاہی دکھائی دیتی ہے وہ اسی تحریر کی ہے۔ جب بھی تم میں سے کوئی **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** پڑھے تو اسے **علی امیر المؤمنین** کہنا چاہیے۔ (احتجاج طبرسی' ص ۱۵۸)

## حضرت علیؑ کی حقیقی معرفت

شرف الدین نجفی نے اپنی کتاب ''**فیما نزل فی اھل البیت علیھم السلام فی القرآن**'' میں ابوالحسن علی بن محمد مؤلف کتاب الواحدۃ کے حوالہ سے اس کی اسناد کے ساتھ حضرت ابوذر غفاری سے نقل کیا۔ انہوں نے کہا:

ایک دن میں اُم المومنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا۔ آپ مجھ سے باتیں کر رہے تھے اور میں سننے میں مصروف تھا کہ اتنے میں علی بن ابی طالبؑ اندر آئے۔ انہیں دیکھ کر آپ کا چہرہ مبارک خوشی سے کھل اٹھا۔ آپؐ نے انہیں سینہ سے لگایا اور آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ پھر میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا:

ابوذر! کیا تم اس آنے والے کی حقیقی معرفت رکھتے ہو؟

میں نے عرض کی: یارسولؐ اللہ! یہ آپ کے بھائی' آپ کے ابن عم اور فاطمہ بتولؑ کے شوہر اور جوانانِ جنت کے سردار حسنؑ وحسینؑ کے والد محترم ہیں۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: ابوذر! یہ روشن امامؑ اللہ کا طویل ترین نیزہ' اللہ کا بہت بڑا دروازہ ہے جسے خدا کی ضرورت ہو وہ دروازے سے آئے۔

ابوذر! یہ عدل خداوندی کا منصف ہے اور حریم الٰہی کا محافظ ہے اور اللہ کے دین کا ناصر ہے اور بندوں پر اللہ کی حجت ہے۔ اللہ نے جس جس اُمت میں نبی بھیجا تو اس

اُمت پر علیؑ کے ذریعہ سے حجت قائم کی۔

ابوذر! عرش کے ارکان میں سے ہر رکن پر ستر ہزار فرشتے رہتے ہیں جو تسبیح و عبادت کی بجائے علیؑ اور اس کے شیعوں کے حق میں دعا کرتے ہیں اور علیؑ کے دشمنوں کو بددعا دیتے ہیں۔

ابوذر! اگر علیؑ نہ ہوتا تو حق' باطل سے جدا نہ ہوتا اور مومن و کافر کی تمیز نہ ہوتی اور اللہ کی عبادت نہ ہوتی ۔ کیونکہ علیؑ ہی وہ فرد ہے جس نے مشرکین کے سروں پر ضربیں چلائیں یہاں تک کہ انہوں نے اسلام قبول کیا اور اللہ کی عبادت کی اور اگر ایسا نہ ہوتا تو نہ تو ثواب ہوتا اور نہ عذاب ہوتا۔ اس کے لیے خدا کے سامنے کوئی چیز رکاوٹ نہیں ہے اور اسے خدا کے سامنے کوئی حجاب محجوب نہیں کرتا۔ علیؑ خود ہی حجاب اور ستر ہے۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ آیت تلاوت کی:

شَرَعَ لَكُم مِّنَ الدِّينِ مَا وَصَّىٰ بِهِ نُوحًا وَّالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهِ إِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَىٰ أَنْ أَقِيمُوا الدِّينَ وَلَا تَتَفَرَّقُوا فِيهِ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ اللَّهُ يَجْتَبِي إِلَيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ يُّنِيبُ (الشوریٰ: ۱۳)

اس نے تمہارے لیے دین میں وہی راستہ مقرر کیا ہے جس کی نصیحت نوح کو کی ہے اور جس کی وحی پیغمبرؐ تمہاری طرف بھی کی ہے اور جس کی نصیحت ابراہیمؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ کو بھی کی ہے کہ دین کو قائم کرو اور اس میں تفرقہ نہ ہونے پائے۔ مشرکین کو وہ بات سخت گراں گزرتی ہے جس کی تم انہیں دعوت دے رہے ہو۔ اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی بارگاہ کے لیے چُن لیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اسے ہدایت دے دیتا ہے۔

ابوذر! اللہ تعالیٰ اپنے ملک و وحدانیت میں منفرد ہے۔ اس نے اپنے مخلص

بندوں کو اپنی ذات کی معرفت عطا کی ہے اور ان کے لیے اپنی جنت کو مباح کیا ہے۔ اللہ جس کو ہدایت کرنا چاہتا ہے تو اسے علیؑ کی ولایت کی معرفت عطا کر دیتا ہے اور جس کے دل کو تباہ کرنا چاہتا ہے اسے اس کی معرفت سے روک لیتا ہے۔

ابوذر! یہ ہدایت کا پرچم' تقویٰ کا کلمہ' مضبوط رسی اور میرے اولیاء کا امام اور میرے اطاعت گزاروں کا نور ہے۔ اور یہ وہی کلمہ ہے جو کہ اللہ نے متقین کے لیے لازم کیا ہے۔ جس نے اس سے محبت کی وہ مومن بنا اور جس نے اس سے بُغض رکھا وہ کافر بنا۔ اور جس نے اس کی ولایت کو چھوڑا' گمراہ اور گمراہ کنندہ بنا اور جس نے اس کی ولایت کا انکار کیا وہ مشرک بنا۔

ابوذر! قیامت کے دن ولایت علیؑ کے منکر کو بہرا' گونگا اور اندھا بنا کر لایا جائے گا اور اسے ظلمات قیامت میں پھینک دیا جائے گا اور وہ ندا کرے گا کہ ہائے حسرت۔ میں نے جنب خداوندی میں رہ کر کیا تفریط کی ہے۔ اس کی گردن میں نار دوزخ کا طوق ہوگا اور اس طوق کی تین سو کڑیاں ہوں گی اور ہر کڑی پر ایک شیطان ہوگا جو اس کے چہرہ پر تھوک رہا ہوگا۔

ابوذر نے کہا: میرے ماں باپ آپؐ پر قربان!...... کچھ اور فرمائیں۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جب مجھے معراج ہوئی اور میں آسمان دنیا پر پہنچا تو ایک فرشتے نے اذان و اقامت کہی۔ جبریلؑ نے میرے ہاتھ سے پکڑ کر مجھے آگے کھڑا کیا اور اس نے مجھ سے کہا:

محمدؐ! آپؐ نماز پڑھائیں۔ فرشتوں کو مدت سے آپؐ کی اقتدا میں نماز پڑھنے کا اشتیاق ہے۔ چنانچہ میں نے نماز پڑھائی اور میرے پیچھے ملائکہ کی ستر صفوں نے نماز ادا کی۔ اور ان کی ایک ایک صف مشرق و مغرب تک پھیلی ہوئی تھی۔ ان کی تعداد کو بس خدا ہی بہتر جانتا ہے جس نے انہیں پیدا کیا ہے۔

جب میں نے نماز مکمل کی تو فرشتوں کا ایک گروہ میرے قریب آیا اور انہوں نے مجھے سلام کیا اور سلام کے بعد انہوں نے کہا کہ ہمیں آپ سے ایک کام ہے۔ میں یہ سمجھا کہ شاید یہ مجھ سے شفاعت کی درخواست کریں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء میں سے شفاعت اور حوضِ کوثر کے لیے میرا انتخاب کیا ہے۔

میں نے ملائکہ سے کہا: تمہاری کیا حاجت ہے؟

انہوں نے کہا: ہماری حاجت بس یہی ہے کہ جب آپ واپس زمین پر تشریف لے جائیں تو ہماری طرف سے علیؑ کو ہمارے سلام پہنچائیں اور ان سے کہیں کہ ہمیں ان کی زیارت کا بے حد اشتیاق ہے۔

میں نے کہا: میرے رب کے ملائکہ! کیا تم ہماری حقیقی معرفت رکھتے ہو؟

انہوں نے کہا: یارسولؐ اللہ! ہم بھلا آپؐ کی معرفت سے کیونکر محروم رہ سکتے ہیں جب کہ آپؐ تو اللہ کی پہلی نوری مخلوق ہیں۔ اللہ نے آپ کو "اشباحِ نور" بنایا۔ نور سے بنایا' نور میں بنایا اور نور اللہ سے بنایا۔ اور اللہ نے اپنی تسبیح و تقدیس و تکبیر کے لیے تمہارے لیے عالمِ ملکوت میں نشست گاہیں بنائیں۔ پھر اس نے جس طرح چاہا ملائکہ کو مختلف انوار سے پیدا کیا۔ ہم پیدا ہونے کے بعد آپؐ کے پاس سے گزرتے تھے تو اس وقت آپؐ اللہ کی تسبیح' تقدیس' کبریائی اور حمد بیان کر رہے ہوتے تھے اور ہم بھی آپ کی تسبیح سن کر اللہ کی تسبیح کرتے تھے اور آپ کی تقدیس سن کر ہم بھی تقدیس کرتے تھے اور آپ سے اللہ کی کبریائی سن کر ہم بھی اللہ کی کبریائی بیان کرتے تھے اور آپ سے اللہ کی حمد سن کر ہم بھی اللہ کی حمد کرتے تھے۔ اللہ کی طرف سے جو بھی نعمت نازل ہوئی ہے وہ آپ پر ہی ہوئی ہے اور جو تسبیح و تقدیس اللہ کی طرف گئی ہے وہ آپؐ کی طرف سے گئی ہے۔ اسی لیے ہم آپؐ کی معرفت سے بے بہرہ کیسے ہو سکتے ہیں۔

پھر میں دوسرے آسمان پر گیا۔ وہاں بھی ملائکہ نے مجھ سے وہی درخواست کی جو کہ آسمان اول کے ملائکہ نے کی تھی۔ میں نے ان سے کہا: کیا تمہیں ہماری حقیقی معرفت

حاصل ہے؟

ملائکہ نے کہا: ہم آپ کی معرفت سے بھلا کیونکر محروم رہ سکتے ہیں جب کہ آپ تو اللہ کی مخلوق میں سے اس کے چنے ہوئے افراد ہیں۔ آپ اللہ کے علم کے خازن اور اللہ کی مضبوط رسی ہیں اور آپ خدا کی سب سے بڑی حجت ہیں اور آپ ہی عالم اور اصولِ علم ہیں۔ آپ ہماری طرف سے علیؑ کو سلام پہنچائیں۔

پھر میں تیسرے آسمان پر گیا وہاں کے فرشتوں نے بھی مجھ سے وہی بات کہی جو کہ پہلے آسمانوں کے فرشتے کہہ چکے تھے۔ میں نے ان سے کہا: کیا تم ہماری حقیقی معرفت رکھتے ہو؟

فرشتوں نے کہا: ہم آپ کی معرفت سے نابلد کیونکر رہ سکتے ہیں جب کہ آپؐ باب المقام اور حجۃ الخصام ہیں اور علیؑ دابۃ الارض ہیں اور وہ فیصلہ کرنے والے قاضی ہیں۔ وہ صاحبِ عصا ہیں اور کل کو انہوں نے ہی دوزخ کو تقسیم کرنا ہے اور علیؑ کشتیِ نجات ہیں جو اس پر سوار ہوگا نجات پائے گا اور جو پیچھے رہ جائے گا وہ دوزخ میں جاگرے گا۔ آپ ہماری طرف سے علیؑ کو سلام پہنچائیں۔

بعدازاں میں چوتھے آسمان پر پہنچا تو وہاں کے فرشتوں نے بھی مجھ سے وہی کہا جو پہلے تین آسمانوں کے فرشتے مجھ سے کہہ چکے تھے۔

میں نے ان سے کہا: کیا تمہیں ہماری حقیقی معرفت حاصل ہے؟

فرشتوں نے کہا: ہم آپ کی معرفت سے جاہل کیسے رہ سکتے ہیں جب کہ آپ شجرۂ نبوت، بیت رحمت، معدن رسالت اور ملائکہ کے آمد و رفت کا مقام ہیں اور جبریل آسمانی وحی لے کر آپؐ کے ہی پاس آتا ہے۔ آپ ہماری طرف سے علیؑ کو سلام پہنچائیں۔

پھر میں پانچویں آسمان پر گیا تو وہاں کے فرشتوں نے بھی مجھ سے وہی کہا جو اس سے پہلے دوسرے فرشتے کہہ چکے تھے۔

میں نے ان سے کہا کہ کیا تمہیں ہماری حقیقی معرفت میسر ہے؟

فرشتوں نے کہا: ہم آپ کی معرفت سے غافل کیسے رہ سکتے ہیں جب کہ صبح شام ہمارا گزر عرش سے ہوتا ہے اور وہاں یہ لکھا ہوا ہے:

**لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ ایدتہ بعلی بن ابی طالب**

اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ محمد اللہ کا رسولؐ ہے۔ میں نے اس کی تائید علی بن ابی طالبؑ سے کرائی ہے۔

علیؑ کا نام پڑھ کر ہم سمجھ گئے کہ علیؑ اولیاء اللہ میں سے ایک ولی ہے۔ لہٰذا ہماری طرف سے انہیں سلام پہنچائیں۔

پھر میں چھٹے آسمان پر گیا تو وہاں کے فرشتوں نے بھی مجھ سے وہی کچھ کہا جو دوسرے مجھ سے کہہ چکے تھے۔

میں نے ان سے کہا: کیا تمہیں ہماری حقیقی معرفت حاصل ہے؟

انہوں نے جواب میں کہا: ہم بھلا آپ کو کیسے نہ پہچانیں گے جب کہ اللہ تعالیٰ نے جنت الفردوس کو پیدا کیا ہے۔ اس کے دروازے پر ایک درخت ہے اور اس درخت کے ہر پتے پر نور کے پتے یہ جملے لکھے ہوئے ہیں۔

**لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ علی بن ابی طالب عروۃ اللّٰہ الوثقی وحبل اللّٰہ المتین وعینہ علی الخلق اجمعین**

اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ محمدؐ اللہ کا رسولؐ ہے۔ علی بن ابی طالبؑ اللہ کی مضبوط اور مستحکم رسی ہے اور علیؑ تمام مخلوقات پر خدا کی آنکھ ہے' آپ ہماری طرف سے انہیں سلام پہنچائیں۔

پھر مجھے ساتویں آسمان پر لے جایا گیا تو میں نے وہاں کے ملائکہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس سے ہم اپنا وعدہ پورا کیا۔

میں نے کہا: اللہ نے تم سے کیا وعدہ کیا تھا؟

ملائکہ نے کہا: جب اللہ نے آپ کو ''اشباح نور'' بنایا اور ہمارے سامنے آپ کی ولایت پیش کی گئی تو ہم نے اسے قبول کیا تھا اور ہم نے اللہ سے درخواست کی تھی کہ وہ ہمیں آپ دونوں کی زیارت نصیب کرائے۔ آپ کے متعلق اللہ نے ہم سے وعدہ کیا تھا کہ تمھیں اسی آسمان پر محمدؐ کی زیارت کراؤں گا۔ چنانچہ آج اللہ نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے۔ ہم نے اللہ سے درخواست کی کہ وہ ہمیں علیؑ کی زیارت کرائے۔ اللہ نے علیؑ کی شکل وصورت رکھنے والا ایک فرشتہ پیدا کیا اور اسے عرش کی دائیں طرف سونے کے ایک تخت پر بٹھایا جو کہ دُر و جواہر سے مرصّع ہے۔ اس کے اوپر سفید شفاف قسم کا قبہ ہے جہاں سے اندر کی ہر چیز دکھائی دیتی ہے اور اس قبہ کے نیچے کوئی ستون نہیں ہے۔ اس قبہ کو اللہ نے اپنی قدرت سے قائم کیا ہے۔ چنانچہ ہمیں جب بھی علیؑ کی زیارت کا اشتیاق ہوتا ہے تو ہم ہمشکل علیؑ فرشتہ کی زیارت کرتے ہیں۔ آپ ہماری طرف سے علیؑ کو سلام پہنچائیں۔ (تاویل الآیات، ج ۲، ص ۷۸۱-۷۸۵)

## اللہ تعالیٰ نے شب معراج علیؑ کے لہجہ میں کلام کی

ابن شہر آشوب نے ابن جریر طبری الشیعی کے حوالہ سے ابن عمر سے روایت کی۔ اس نے کہا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ شب معراج اللہ نے آپؐ سے کس لہجہ میں گفتگو کی تھی؟

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

میرے رب نے مجھ سے علیؑ کے لہجہ میں گفتگو کی تو میں نے عرض کیا:

پروردگار! مجھ سے تو بول رہا ہے یا علیؑ بول رہا ہے؟

اللہ نے فرمایا: احمدؐ! میں شے ہوں لیکن دوسری اشیاء کی مانند نہیں ہوں۔ میرا قیاس لوگوں سے نہیں کیا جاسکتا اور شبہات کے ساتھ بھی میری توصیف نہیں کی جاسکتی۔ میں نے تجھے اپنے نور سے پیدا کیا اور علیؑ کو تیرے نور سے پیدا کیا۔ میں نے تیرے دل

کی گہرائیوں پہ نظر کی تو مجھے تیرے دل میں علیؑ سے بڑھ کر اور کوئی پیارا شخص دکھائی نہ دیا۔ اسی لیے میں نے تجھ سے علیؑ کے لہجہ میں بات کی تا کہ تیرا دل مطمئن رہے۔ (مناقب ابن شہر آشوب، مناقب خوارزمی، ص ۶۳-۷۳)

## آسمانی ندا

ثقۃ الاسلام کلینی نے اپنی اسناد سے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا:

ہم وہ پہلا خاندان ہیں کہ ہمارے ناموں کو اللہ نے بلند کیا۔ جب اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تو اس نے ایک منادی کو حکم دیا۔ اس نے تین بار اشھد ان لا الہ الا اللّٰہ اور تین بار اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ اور تین بار اشھد ان علیا امیر المؤمنین حقاحقا کی منادی دی۔

## چاند پر حضرتؑ کا نام لکھا ہوا ہے

ابن شہر آشوب نے تاریخ جرجان اور خصائص نطنزی کے حوالہ سے ابن عباس اور ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

چاند کے دو چہرے ہیں: اس کا ایک چہرہ اہل آسمان کے لیے چمکتا ہے اور دوسرا چہرہ اہل زمین کے لیے چمکتا ہے اور جو چہرہ اہل آسمان کے لیے چمکتا ہے اس پر اللہ نور السموات والارض لکھا ہوا ہے اور جو چہرہ اہل زمین کے لیے چمکتا ہے اس پر محمدؐ وعلیؑ نور الارضین لکھا ہوا ہے۔ (مناقب ابن شہر آشوب)

## عجیب الخلقت فرشتے کی جبین پر حضرتؑ کا نام تحریر ہے

ابن شہر آشوب نے اربعین خطیب کے حوالہ سے محمد بن حنفیہ سے نقل کیا کہ نبی

ا ِ رم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

شب معراج میں نے چوتھے اور ساتویں آسمان پر ایک فرشتہ کو دیکھا جس کا آدھا بدن آگ کا اور آدھا بدن برف کا تھا اور اس کی پیشانی پر ایـد اللّٰہ محمدا بعلی (اللہ نے محمدؐ کی علیؑ کے ذریعہ سے تائید کی) لکھا تھا۔ یہ دیکھ کر مجھے سخت تعجب ہوا۔ جو کچھ آپ دیکھ رہے ہیں اسے اللہ تعالیٰ نے تخلیق دنیا سے دو ہزار سال قبل میری پیشانی پر لکھا تھا۔

## ظہورِ علیؑ بمقام قاب قوسین

شیخ امالی میں لکھتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

شب معراج میں اپنے رب کے اتنا قریب ہوا کہ دو کمانوں یا اس سے بھی کچھ کم فاصلہ رہ گیا تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے مجھ سے فرمایا: محمدؐ! میری مخلوق میں سے تجھے سب سے زیادہ پیار کس سے ہے؟

میں نے کہا: پروردگار! مجھے علیؑ سے زیادہ پیار ہے۔

اللہ نے فرمایا: محمدؐ! ادھر توجہ کرو۔ میں نے بائیں جانب دیکھا تو علیؑ بن ابی طالبؑ موجود تھے۔

## آپؑ کا باعجاز امامت مدائن میں سلمانؑ فارسی کا جنازہ پڑھنا

ابن شہر آشوب نے جابر انصاری سے روایت کی۔ انہوں نے کہا: امیرالمومنین علیہ السلام نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی۔ پھر آپؑ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

لوگو! اللہ تمہیں تمہارے بھائی سلمان کی موت پر صبر عطا کرے اور تمہارے اجر میں اضافہ کرے۔

اس کے بعد آپؑ نے رسولؐ خدا کا عمامہ اور چادر زیب تن فرمائی اور رسولؐ خدا

کا عصا اور تلوار اٹھائی اور ناقہ عضباء پر سوار ہوئے اور قنبر سے فرمایا کہ تم ایک سے دس تک کی گنتی گنو۔

قنبر کہتے ہیں کہ میں نے دس تک گنتی گنی تو میں نے دیکھا کہ ہم سلمان فارسی کے دروازے پر کھڑے تھے۔

زاذان کا بیان ہے کہ جب سلمان فارسی کی موت کا وقت قریب ہوا تو میں نے ان سے کہا کہ تمہیں غسل کون دے گا؟

انہوں نے کہا: جس نے رسولؐ خدا کو غسل دیا تھا وہی مجھے بھی غسل دے گا۔

میں نے کہا کہ رسولؐ خدا کو تو حضرت علیؑ نے غسل دیا تھا مگر وہ اس وقت مدینہ میں ہیں اور آپ مدائن میں ہیں۔

سلمان نے کہا تھا کہ اے زاذان! جب تو میری تحت الحنک باندھے گا تو اس وقت تجھے قدموں کی چاپ سنائی دے گی۔

زاذان کہتے ہیں کہ جیسے ہی میں نے سلمان کی تحت الحنک باندھی تو میں قدموں کی چاپ سنی اور میں دروازہ پر گیا تو امیرالمومنین علیہ السلام موجود تھے۔ آپؑ نے فرمایا: زاذان! سلمان اللہ کو پیارا ہو گیا۔

میں نے کہا: جی ہاں میرے سردار۔ پھر آپؑ اندر آئے اور سلمان کے چہرے سے چادر ہٹائی تو سلمان نے تبسم کیا۔ حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا:

ابوعبداللہ! جب تم رسولؐ خدا کے پاس جاؤ تو ان کو بتانا کہ ان کی قوم نے آپ کے بھائی سے کیا سلوک کیا ہے۔

پھر امیرالمومنین علیہ السلام نے ان کی تجہیز و تکفین کی اور پھر آپؑ نے ان کا جنازہ پڑھا۔ ہم امیرالمومنین علیہ السلام سے انتہائی بلند آواز میں تکبیر سنتے رہے۔ اور مجھے حضرتؑ کے ساتھ دو اور آدمی بھی دکھائی دیئے۔ جب میں نے آپؑ سے ان کے متعلق پوچھا تو آپؑ نے فرمایا: ایک میرا بھائی جعفر تھا اور دوسرا خضر علیہ السلام تھے اور

ہرایک کے ساتھ فرشتوں کی ستر صفیں تھیں اور ہر صف میں دس دس لاکھ فرشتے شامل تھے۔ (مناقب ابن شہرآشوب، ج ۲، ص ۳۰۱)

## آپؑ چوتھے خلیفہ ہیں

شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اسناد سے امام علی رضا علیہ السلام سے نقل کیا۔
امام علی رضا علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرین کی سند سے حضرت علی علیہ السلام سے روایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مدینہ کے ایک راستے پر چل رہا تھا کہ ایک طویل القامت گھنی داڑھی والے اور چوڑے شانوں والے بزرگ ہمیں ملے اور انہوں نے رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام کیا اور آنحضرت کو خوش آمدید کہا۔ پھر وہ بزرگ میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا:

السلام علیک یا رابع الخلفاء ورحمة الله وبرکاته

چوتھے خلیفہ آپؑ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور برکتیں ہوں۔

پھر اس نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ یارسولؐ اللہ! کیا یہ چوتھا خلیفہ نہیں ہے؟

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں۔

پھر وہ بزرگ روانہ ہوگئے۔ ان کے جانے کے بعد میں نے رسولؐ خدا سے عرض کی کہ یہ بزرگ کیا کہہ رہے تھے اور آپ نے کس بات کی تصدیق کی؟

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: حقیقت یہی ہے (کہ تم چوتھے خلیفہ ہو) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے:

اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً

میں زمین میں اپنا خلیفہ بنا رہا ہوں۔

ان الفاظ کے ذریعہ سے آدمؑ کی خلافت کا اعلان کیا گیا لہٰذا پہلی خلافت

حضرت آدمؑ کی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون سے کہا تھا:

اُخلُفنِی فِی قَومِی وَاصلِح

میری قوم میں میرا خلیفہ بن جا اور اصلاح کر۔

دوسری خلافت ہارون علیہ السلام کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تیسرے خلیفہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا:

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلنٰکَ خَلِیفَۃً فِی الاَرضِ فَاحکُم بَینَ النَّاسِ بِالحَقِّ

اے داوٗدؑ! بے شک ہم نے آپ کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے تم لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرو۔ لہٰذا تیسری خلافت حضرت داوٗد علیہ السلام کی ہے۔

ان تین خلفاء کے بعد اللہ نے فرمایا:

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰہِ وَرَسُولِہٖ اِلَی النَّاسِ یَومَ الحَجِّ الاَکبَرِ

حج اکبر کے دن اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے لوگوں کے لیے اعلان کیا جاتا ہے۔

اور خدا اور اس کے رسولؐ کے اعلان کرنے والے تم ہو اور تم ہی میرے وصی اور وزیر اور میرے قرض چکانے والے اور میری طرف سے دین پہنچانے والے ہو اور تمہیں مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

جیسا کہ اس بزرگ نے کہا ہے تم چوتھے خلیفہ ہو۔ اور کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ بزرگ کون تھے؟

میں نے کہا: نہیں! مجھے معلوم نہیں ہے۔

آنحضرتؐ نے فرمایا: پھر تمہیں معلوم ہونا چاہیے وہ تمہارے بھائی حضرت خضر

علیہ السلام تھے۔ (عیون اخبار الرضا' ج دوم' ص ۹)

## ایک سنّی عالم کی حقیقت بیانی

اخطب خوارزم موفق بن احمد نے اپنی اسناد سے حضرت علی علیہ السلام سے نقل کیا۔ انہوں نے کہا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جب مجھے آسمانوں کی طرف لے جایا گیا اور مختلف آسمانوں کی سیر کے بعد میں سدرۃ المنتہٰی پر پہنچا اور اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

محمدؐ! تو نے میری مخلوق کو آزما کر دیکھ لیا ہے۔ میری مخلوق میں سے تیرا سب سے زیادہ فرمانبردار کون ہے؟

میں نے عرض کی: پروردگار! وہ علیؑ ہے۔

اللہ نے فرمایا: محمدؐ! آپؐ نے سچ کہا تو کیا تو نے اپنا کوئی جانشین بھی مقرر کیا ہے جو تمہاری طرف سے لوگوں تک احکامِ دین پہنچائے اور میرے بندوں کو میری کتاب کی تعلیم دے جسے وہ نہیں جانتے۔

میں نے کہا: پروردگار! تو ہی کسی کو میرا جانشین مقرر کر کیونکہ جسے تو مقرر کرے گا وہ زیادہ مناسب ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں نے تیری جانشینی کے لیے علیؑ کو منتخب کیا' تو بھی اسے اپنا خلیفہ اور وصی مقرر کر اور اسے اپنے علم و حلم کا وارث مقرر کر' وہ حقیقی امیرالمومنین ہے۔ اس سے نہ تو پہلے کوئی امیرالمومنین گزرا ہے اور نہ اس کے بعد کوئی دوسرا امیرالمومنین ہوگا۔

محمدؐ! علیؑ ہدایت کا پرچم ہے اور میرے اطاعت گزاروں کا امام ہے اور وہ میرے اولیاء کا نور ہے اور علیؑ میرا وہ کلمہ ہے جو میں متقین کے لیے لازم قرار دیتا ہوں۔ جس نے اس سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے اس سے بُغض رکھا اس

نے مجھ سے بُغض رکھا۔ آپ اسے اس بات کی خوش خبری سنا دیں۔

میں نے کہا: پروردگار! میں نے علیؑ کو اس بشارت سے آگاہ کیا تھا تو اس نے کہا تھا:

میں اللہ کا بندہ ہوں اور اسی کے اختیار میں ہوں اگر وہ مجھے عذاب دے تو میرے گناہوں کی وجہ سے دے گا اور اس نے مجھ پر کوئی ظلم نہیں کیا ہوگا۔ اور اگر وہ مجھ سے اپنا وعدہ پورا کرے گا تو وہ میرا آقا و مولا ہے۔

علیؑ کا یہ جواب سن کر میں (نبی اکرمؐ) نے کہا تھا: خدایا! اس کے دل کو جلا عطا کرنا اور ایمان باللہ کو اس کے لیے بہار قرار دینا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: محمدؐ! میں نے تمہاری دعا قبول کی ہے لیکن یاد رکھو۔ میں اسے ایسا آزماؤں گا کہ میں نے اپنے کسی اور ولی کو ایسا نہیں آزمایا ہوگا۔

میں نے کہا: پروردگار! وہ میرا ساتھی اور میرا بھائی ہے۔

اللہ نے فرمایا: میرے علم ازلی میں یہ بات گزر چکی ہے کہ اس کی آزمائش ہوگی اور اس کے ذریعہ سے لوگوں کی آزمائش کی جائے گی۔ اگر علیؑ نہ ہوتا تو میرے گروہ کی پہچان نہ ہوتی اور میرے اور میرے انبیاء و رسل کے پیروکاروں کی پہچان نہ ہوتی۔ (مناقب خوارزمی، ص ۲۱۵)

## حضرتؑ کے گھر میں ستارے کا اُترنا

شیخ صدوق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اسناد کے ساتھ ابن عباس سے نقل کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک رات نمازِ عشاء ادا کی۔ جب آپؐ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے ہماری طرف اپنا رخ پھیرا اور فرمایا: طلوع فجر کے وقت آسمان سے ایک ستارہ تم میں سے کسی ایک کے گھر اُترے گا اور جس کے گھر وہ ستارہ اُترے گا وہ میرا وصی، میرا جانشین اور میرے بعد اُمت کا امام ہوگا۔

جیسے ہی فجر کا وقت قریب ہوا تو ہم میں سے ہر شخص اپنے گھر میں ستارے کے انتظار میں بیٹھ گیا اور تمام لوگوں میں سے میرے والد عباس بن عبدالمطلب کو اپنے گھر میں ستارہ اُترنے کی شدید خواہش تھی۔

چنانچہ جیسے ہی فجر طلوع ہوئی تو ایک ستارہ ٹوٹا اور علی بن ابی طالبؑ کے گھر میں آ کر گرا۔ رسولؐ خدا نے حضرت علیؑ سے فرمایا:

علیؑ! اس ذات کی قسم جس نے مجھے نبوت کے ساتھ مبعوث کیا ہے۔ تیرے لیے وصیت وخلافت اور امامت ثابت ہوگئی ہے۔

اس واقعہ کو دیکھ کر اور رسولؐ خدا کے فرمان کو سن کر عبداللہ بن ابی اور اس کے منافق ساتھیوں نے کہا کہ محمد اپنے ابن عم کی محبت میں بہک چکے ہیں اور وہ اس کی امامت کے لیے اپنی ذاتی خواہش سے گفتگو کر رہے ہیں (نعوذ باللہ)۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں:

وَالنَّجم اِذَا ھَوٰی مَا ضَلَّ صَاحِبُکُم وَمَا غَوٰی وَمَا یَنطِقُ عَنِ الھَوٰی اِن ھُوَ اِلَّا وَحیٌ یُّوحٰی (النجم ۱ – ۴)

ستارے کی قسم! جب وہ گرا۔ تمہارا ساتھی نہ تو بھٹکا اور نہ گمراہ ہوا۔ وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں کرتا وہ تو ایک وحی ہوتی ہے جو اس پر کی جاتی ہے۔ (امالی صدوق، ص ۴۵۳)

## حضرتؑ کا ایک فیصلہ

حافظ رجب برسی نے واقدی کے حوالہ سے لکھا کہ حضرت سلمان فارسی کا بیان ہے کہ حضرت عمر کے پاس ایک نوخیز لڑکا آیا اور اس نے کہا کہ میری ماں نے میرے والد کی میراث سے مجھے الگ کر دیا ہے اور وہ مجھے اپنا بیٹا بھی تسلیم نہیں کرتی۔

حضرت عمر نے اس عورت کو بلایا اور اس سے کہا: تو نے اپنے فرزند کا انکار کیوں

کیا ہے؟

عورت نے کہا کہ یہ لڑکا جھوٹا ہے اور یہ مجھ پر بہتان تراشی کر رہا ہے جب کہ میرے پاس گواہ موجود ہیں کہ ابھی تک تو میں کنواری ہوں اور میرا کسی سے نکاح نہیں ہوا۔

اس عورت نے سات افراد کو رشوت دے رکھی تھی چنانچہ ان سات افراد نے آ کر گواہی دی کہ یہ عورت کنواری ہے۔

لڑکے نے کہا کہ میرے والد کا نام سعد بن مالک تھا اور لوگ اسے حارث مزنی کہا کرتے تھے۔ جب میں اس عورت کے بطن سے پیدا ہوا تو اس کا دودھ بہت کم تھا اسی لیے پورے دو سال تک میری یہ ماں مجھے بکری کے دودھ پر پالتی رہی۔ جب میں کچھ بڑا ہوا تو میرا والد سفر پر چلا گیا جہاں سے اسے واپسی نصیب نہ ہوئی۔ میں نے اپنے والد کے اہلِ قافلہ سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا کہ وہ مر گیا ہے۔ اس کے بعد میری ماں نے میرے والد کی جائیداد پر قبضہ کرلیا اور مجھے بیٹا ماننے سے انکار کردیا۔

جب حضرت عمر نے یہ سنا تو انہوں نے کہا: یہ واقعی مشکل مسئلہ ہے۔ اسے یا تو نبی حل کرسکتا ہے یا پھر نبی کا وصی حل کرسکتا ہے۔ پھر انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ آؤ ہم ابوالحسن علیؑ بن ابی طالبؑ کے پاس جائیں۔ الغرض حضرت عمر بہت سے لوگوں کے ہمراہ حضرت علیؑ کے دروازے پر آئے اور حضرتؑ کے سامنے یہ مسئلہ پیش کیا۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: قنبر! جاؤ اور اس عورت کو حاضر کرو۔

قنبر اس عورت کو لے کر آئے اور آپؑ نے اس سے فرمایا کہ تو نے اپنے بیٹے کا انکار کیوں کیا؟

عورت نے کہا کہ یہ لڑکا مجھ پر بہتان تراشی کر رہا ہے جب کہ میں کنواری ہوں۔ ابھی تک میری شادی نہیں ہوئی اور میرے قبیلہ کے سات افراد نے میرے باکرہ ہونے کی گواہی دی ہے۔

پھر حضرت علیؑ نے ایک دائی کو بلوایا اور اس سے فرمایا: اس عورت کو پردے میں لے جاؤ اور اس کا معائنہ کر کے بتاؤ کہ یہ کنواری ہے یا شوہر دیدہ ہے؟

جب دائی اس کا معائنہ کرنے لگی تو اس نے اپنا ایک کنگن اُتار کر دائی کو رشوت میں دیا۔ چنانچہ دائی نے باہر آ کر کہا کہ یہ عورت کنواری ہے۔

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: قنبر! یہ دائی جھوٹ بول رہی ہے۔ اس عورت نے اسے رشوت میں کنگن دیا ہے تم اس سے وہ کنگن برآمد کرو۔

جب قنبر نے اس کی تلاشی لی تو کنگن مل گیا۔ یہ دیکھ کر تمام حاضرین نے اللہ اکبر کی صدا بلند کی۔ پھر آپؑ نے فرمایا: لوگو! خاموش ہو جاؤ۔ میں علم کا ظرف ہوں۔ اس کے بعد آپؑ نے اس عورت سے فرمایا کہ دیکھ میں دین اسلام کا قاضی اور دین کی زینت ہوں۔ میں حسنؑ و حسینؑ کا والد ہوں۔ کیا تو مجھے اپنا ولی تسلیم کرتی ہے؟

عورت نے کہا: جی ہاں! میں آپ کو اپنا ولی مانتی ہوں۔

پھر آپؑ نے فرمایا: تمہارے رشتہ داروں نے اب تک تمہاری شادی نہ کر کے غلطی کی ہے میں تیرا ولی شرعی ہو کر تیرا نکاح کرنا چاہتا ہوں۔

عورت نے کہا: مولا کب؟

آپؑ نے فرمایا: آج۔

عورت نے کہا: مولا کس سے؟

آپؑ نے فرمایا: اس جوان سے۔

عورت نے کہا: مولا بھلا ماں کا نکاح بیٹے سے کیسے ہو سکتا ہے؟

حضرتؑ نے فرمایا: پھر تم نے اپنے بیٹے کا انکار کیوں کیا تھا؟

عورت نے کہا: میں نے جائیداد کی لالچ میں آ کر ایسا کیا تھا۔

آپؑ نے فرمایا: اب خدا کے حضور اپنے گناہوں کی معافی طلب کر۔ پھر آپؑ نے ماں بیٹے میں صلح کرا دی۔ (فضائل شاذان ص ۱۰۵-۱۰۶)

## فضائل علیؑ بزبانِ علیؑ

حضرت عمر نے اپنی وفات سے قبل چھ رکنی شوریٰ تشکیل دی تھی اور کہا تھا کہ ان میں سے جس کے طرفدار زیادہ ہوں اسے خلیفہ منتخب کیا جائے اور اگر ہر طرف امیدوار خلافت سمیت تین تین افراد ہوں تو پھر جس طرف عبدالرحمٰن بن عوف ہو اسی کو خلیفہ بنایا جائے۔ وہ چھ افراد یہ تھے:

حضرت علیؑ، حضرت عثمان، عبدالرحمٰن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، زبیر بن عوام، طلحہ بن عبداللہ التیمی۔

الغرض ارکان شوریٰ کا اجلاس ہوا تو حضرت علیؑ نے اپنے حق کے اثبات کے لیے ایک طویل خطبہ دیا اور ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

میں تمہیں اس خدا کا واسطہ دیتا ہوں جو تمہارے صدق و کذب سے باخبر ہے۔ مجھے بتاؤ کہ:

۱- میرے علاوہ تمہارے اندر کوئی ایسا ہے جس کے بھائی کو اللہ نے جنت میں دو پر دیئے ہوں؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۲- کیا میرے علاوہ تم میں سے کوئی ایسا ہے جس کا چچا سید الشہداءؑ ہو؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۳- کیا میرے علاوہ کسی کی زوجہ سیدہ نساء العالمین ہے؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۴- کیا میرے علاوہ کسی کے بیٹوں کو اللہ نے رسولؐ خدا کا بیٹا قرار دیا ہے؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۵- کیا تم میں سے کسی کے بیٹے جوانانِ جنت کے سردار ہیں؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۶- کیا تم میں مجھ سے زیادہ کوئی قرآن کے ناسخ ومنسوخ کا عالم ہے؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۷- کیا میرے علاوہ تم میں سے کسی نے جبریل امینؑ کو دحیہ کلبی کی صورت میں دیکھا ہے؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۸- کیا تم میں سے کسی کے لیے آیت تطہیر اُتری ہے؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۹- کیا میرے علاوہ رسولؐ خدا نے کسی کے لیے "من کنت مولاہ" کا اعلان کیا تھا؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۱۰- کیا میرے علاوہ تم میں سے کسی کو رسولؐ خدا نے اپنا بھائی بنایا ہے؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۱۱- کیا میرے علاوہ تم میں سے کوئی خندق کا فاتح ہے؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۱۲- کیا میرے علاوہ تم میں سے کسی کو ہارونِ محمدی کا اعزاز نصیب ہوا ہے؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۱۳- کیا میرے علاوہ تم میں سے کوئی ایسا ہے جسے اللہ نے قرآن کی دس آیات میں "مومن" کہا ہے؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۱۴- کیا میرے علاوہ شب ہجرت رسولؐ خدا کے بستر پر تم میں سے کوئی سویا تھا؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۱۵- کیا میرے علاوہ تم میں کوئی ایسا ہے کہ جنگِ اُحد کے دن اس کے ساتھ فرشتے کھڑے ہوں؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۱۶- کیا میرے علاوہ تم میں کوئی ایسا ہے کہ جس کی گود میں رسولؐ خدا کی وفات ہوئی ہو؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۱۷- کیا میرے علاوہ تم میں کوئی ایسا ہے جس نے رسولؐ خدا کو غسل دیا ہو اور ان کی تجہیز و تکفین کی ہو؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۱۸- کیا میرے علاوہ تم میں کوئی ایسا ہے جسے رسولؐ خدا نے اپنے کندھوں پر سوار کیا ہو اور اس نے 'بت' توڑے ہوں؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۱۹- کیا میرے علاوہ تم میں کوئی ایسا ہے جس کے پاس رسولؐ خدا کا اسلحہ، علَم اور انگشتری ہو؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۲۰- کیا میرے علاوہ ہاتفِ غیبی نے کسی کے لیے لَا فتــی اِلَّا عَلِــیٌّ لا سَیفَ اِلَّا ذُوالفَقَارِ کی ندا کی ہے؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۲۱- کیا میرے علاوہ تم میں کوئی ایسا ہے جس نے حضورؐ کے ساتھ بھنے ہوئے پرندے کا گوشت کھایا ہو؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۲۲- کیا میرے علاوہ کسی اور کے لیے رسولؐ خدا نے کہا تھا کہ تو دنیا اور آخرت میں

میرا علَم دار ہوگا؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۲۳- کیا میرے علاوہ تم میں سے کسی نے آیت نجویٰ پر عمل کیا تھا؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۲۴- کیا میرے علاوہ تم میں سے کسی کو رسولؐ خدا کا خاصف النھل ہونے کا شرف حاصل ہے؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۲۵- کیا میرے علاوہ رسولؐ خدا نے کسی اور کے لیے کہا تھا کہ تو مجھے ساری مخلوق سے زیادہ محبوب ہے اور میرے بعد سب سے زیادہ سچ بولنے والا ہے؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۲۶- کیا میرے علاوہ تم میں کوئی ایسا ہے جس نے سو کھجوروں کے عوض پانی کے سو ڈول نکال کر وہ کھجوریں رسولؐ خدا کو کھلائی ہوں؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۲۷- کیا میرے علاوہ تم میں کوئی ایسا ہے جسے بدر کے دن تین ہزار ملائکہ نے سلام کیا ہو؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۲۸- کیا میرے علاوہ تم میں کوئی مسلمِ اول بھی ہے؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۲۹- کیا میرے علاوہ تم میں کوئی ایسا ہے جس کے متعلق نبی اکرمؐ نے فرمایا ہو: ''تو ہی میرا پہلا مصدق ہے اور حوضِ کوثر پر تو ہی میرے پاس سب سے پہلے آئے گا؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۳۰ - کیا میرے علاوہ تم میں کوئی ایسا ہے کہ جس کے افرادِ خاندان کو رسولؐ خدا مباہلہ میں لے گئے ہوں؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۳۱ - کیا تم میں میرے علاوہ کوئی ایسا ہے جس نے حالتِ رکوع میں زکوٰۃ دی اور اللہ نے اس کے حق میں اِنَّمَا وَلِیُّکُم اللّٰہُ وَرَسُولُه کی آیت نازل فرمائی ہو؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۳۲ - کیا میرے تم میں کوئی ایسا ہے جس کے متعلق سورہ دہر نازل ہوئی ہو؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۳۳ - کیا میرے علاوہ تمہارے اندر کوئی ایسا ہے جس کے متعلق اللہ نے **اجعلتم سقایة الحارج وعمارة المسجد الحرام کمن اٰمَنَ باللّٰہِ ولیوم الاخرِ وجاهد فی سبیل اللّٰہ لا یستوون عنداللّٰہ** کی آیت نازل کی ہو؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۳۴ - کیا میرے علاوہ تم میں کوئی ایسا ہے جسے رسولؐ خدا نے ایسے ایک ہزار کلمات تعلیم کیے ہوں کہ ان میں سے ہر کلمہ ایک ہزار کلمات کی چابی ہو؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۳۵ - کیا میرے علاوہ تم میں کوئی ایسا ہے جس کے ساتھ رسولؐ خدا نے سرگوشی کی ہو اور معترفین کو یہ کہہ کر خاموش کیا ہو کہ ''میں نے اس سے سرگوشی نہیں کی بلکہ اللہ نے کی ہے؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۳۶ - کیا میرے علاوہ تم میں سے کوئی ایسا ہے جس کے لیے پیغمبرؐ نے فرمایا ہو: **انت وشیعتک الفائزون یوم القیامة** ؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۳۷- کیا میرے علاوہ تم میں کوئی ایسا ہے جس کے متعلق پیغمبرؐ نے فرمایا ہو: ''وہ جھوٹا ہے جو گمان کرے کہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور علیؑ سے بغض رکھتا ہے؟''

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۳۸- کیا میرے علاوہ تم میں کوئی ایسا ہے جس کے متعلق پیغمبرؐ نے فرمایا ہو: ''جو میرے ٹکڑوں سے محبت کرے اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ سے محبت کی''۔ آپ سے دریافت کیا گیا کہ آپ کے ٹکڑے کون ہیں تو فرمایا: ''وہ علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ ہیں؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۳۹- کیا میرے علاوہ تم میں کوئی ایسا ہے جسے رسولؐ خدا نے فرمایا ہو: اَنتَ خَیرُ البَشَرِ بَعدَ النَّبِیِّینَ؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۴۰- کیا میرے علاوہ تم میں کوئی ایسا ہے جسے رسولؐ خدا نے حق و باطل کا میزان قرار دیا ہو؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۴۱- کیا میرے علاوہ تم میں کوئی ایسا ہے جسے رسولؐ خدا نے چادرِ تطہیر میں داخل کیا ہو؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۴۲- کیا میرے علاوہ تم میں کوئی ایسا ہے جو غارِ ثور میں رسالت مآب کے لیے کھانا لے کر جاتا ہو؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۴۳- کیا تم میں میرے علاوہ کوئی ایسا ہے جس کے متعلق پیغمبرؐ نے فرمایا ہو: انت اخی وزیری وصاحبی من اھلی؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۴۴- کیا تم میں میرے علاوہ کوئی ایسا ہے جس کے متعلق پیغمبرؐ نے فرمایا ہو: **انت اقدمهم سلمًا و افضلهم علمًا و اکثرهم حلمًا؟**

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۴۵- کیا تم میں سے میرے علاوہ کسی نے مرحب یہودی کو قتل کیا تھا؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۴۶- کیا میرے علاوہ تم میں سے کوئی ہے جس نے خیبر کے اس دروازے کو تن تنہا اکھاڑا ہو جسے چالیس انسان مل کر حرکت دیتے تھے؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۴۷- کیا میرے علاوہ کسی کے سب وشتم کو رسولؐ خدا نے اپنی ذات پر سب وشتم قرار دیا ہے؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۴۸- کیا میرے علاوہ تم میں سے کوئی ایسا ہے جس کی منزل جنت کے متعلق رسولؐ خدا نے کہا ہو کہ تمہاری منزل میری منزل سے متصل ہوگی؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۴۹- کیا میرے علاوہ تم میں کوئی ایسا ہے جس کے متعلق رسول کریمؐ نے فرمایا ہو کہ تو قیامت کے دن عرش کے دائیں جانب ہوگا اور اللہ تجھے دو کپڑے پہنائے گا۔ ایک سبز ہوگا اور دوسرا گلابی ہوگا؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۵۰- کیا میرے علاوہ تم میں کوئی ایسا ہے جس نے تمام لوگوں سے سات برس قبل نماز پڑھی ہو؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۵۱- کیا میرے علاوہ تم میں کوئی ایسا ہے جس کی محبت کو رسولؐ خدا نے اپنی محبت اور جس کی دشمن کو اپنی عداوت قرار دیا ہو؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۵۲- کیا میرے علاوہ تم میں کوئی ایسا ہے جس کی ولایت کی تبلیغ اللہ نے اپنے رسولؐ پر فرض کی ہو؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۵۳- کیا میرے علاوہ تم میں سے کسی کو رسولؐ خدا نے "یعسوب المومنین" کہا ہے؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۵۴- کیا میرے علاوہ تم میں سے کوئی ہے جس کے متعلق رسولؐ خدا نے "**ولا بعثن الیکم رجلا امتحن اللّٰہ قلبه للایمان**" کہا ہو؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۵۵- کیا میرے علاوہ تم میں سے کسی کو رسولؐ خدا نے جنت کا انار کھلایا تھا؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۵۶- کیا میرے علاوہ تم میں سے کوئی ایسا ہے جس کے لیے رسولؐ خدا نے کہا ہو کہ میں نے اپنے رب سے جو طلب کیا اس نے مجھے عطا کیا اور جو کچھ میں نے اپنے لیے طلب کیا وہی کچھ تیرے لیے طلب کیا؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۵۷- کیا میرے علاوہ تم میں سے کسی کے لیے رسولؐ خدا نے فرمایا کہ تو امر خداوندی پر قائم رہنے والا اور عہدِ الٰہی کو نبھانے والا اور تقسیم میں مساوات کا خیال رکھنے والا اور اللہ کی نظر میں زیادہ رتبہ والا ہے؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۵۸- کیا میرے علاوہ تم میں کوئی ایسا ہے جس کے متعلق رسولؐ خدا نے فرمایا ہو کہ اس

اُمت پر تجھے وہی برتری حاصل ہے جو سورج کو چاند پر اور چاند کو ستاروں پر حاصل ہے؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۵۹- کیا میرے علاوہ تم میں کوئی ایسا ہے جس کے دوست کو جنت اور جس کے دشمن کو زبانِ پیغمبرؐ سے دوزخ کی خبر دی گئی ہو؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۶۰- کیا میرے علاوہ تم میں کوئی ایسا ہے جس کے متعلق رسول اکرمؐ نے فرمایا ہو کہ لوگ مختلف درختوں سے ہیں اور تُو اور میں ایک ہی درخت سے ہیں؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۶۱- کیا تم میں سے کسی کو رسولؐ خدا نے ''سیدالعرب'' کہا ہے؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۶۲- کیا تم میں سے کوئی ایسا ہے جس کا جبریلؑ مہمان بنا ہو؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۶۳- کیا تم میں میرے علاوہ کوئی ایسا ہے جس نے سورہ برأت کی تبلیغ کی ہو؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

۶۴- کیا میرے علاوہ تم میں کوئی ایسا ہے جو جنت وجہنم کے تقسیم کرنے والا ہو؟

ارکان شوریٰ نے کہا: نہیں۔

اس کے بعد آپ نے ارکانِ شوریٰ سے فرمایا: جب تم میرے یہ فضائل جانتے ہو تو حق کو چھوڑ کر باطل کی پیروی نہ کرو۔ (الاحتجاج - من المترجم عفی عنہ)

## حبِ علیؑ عظیم عبادت ہے

اخطب خوارزم نے اپنی اسناد سے ابوعلقمہ مولیٰ بن ہاشم سے نقل کیا کہ رسول

اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی اور پھر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا:

گروہِ اصحاب! آج رات میں نے اپنے چچا حمزہ بن عبدالمطلبؑ اور اپنے بھائی جعفر بن ابی طالبؑ کو دیکھا ان کے سامنے ایک طشت میں بیری کا پھل تھا۔ انہوں نے اسے کھایا۔ پھر بیری کا پھل بدل گیا۔ اس کی جگہ انگور آ گئے۔ انہوں نے کچھ دیر انگور کھائے پھر انگور تبدیل ہو کر خرما بن گئے۔ انہوں نے کچھ خرمے کھائے۔ میں ان کے قریب گیا اور میں نے ان سے کہا:

میرے ماں باپ تم دونوں پہ قربان ہو جائیں! تم نے سب سے افضل عمل کس چیز کو پایا؟

انہوں نے مجھے جواب دیا کہ آپ پر ہمارے والد اور ماں قربان ہوں! ہم نے آپؐ پر درود بھیجنے' پانی پلانے اور علی بن ابی طالبؑ کی محبت کو افضل ترین عمل پایا۔ (مناقب خوارزمی' ص ۳۷)

اخطب خوارزم نے اپنی اسناد سے انس سے روایت کی۔ اس نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے علی بن ابی طالبؑ کے چہرے کے نور سے ستر ہزار فرشتے پیدا کیے جو کہ روزِ قیامت تک علیؑ اور اس کے شیعوں کے لیے استغفار کرتے رہیں گے۔ (مناقب خوارزمی' ص ۳۱)

## حضرتؑ کی عطا رسول اکرمؐ کی عطا کے برابر ہے

حافظ برسی لکھتے ہیں کہ بشر بن جنادہ نے کہا کہ میں حضرت ابوبکر کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اتنے میں ایک شخص ان کے پاس آیا اور ان سے کہا کہ رسولؐ خدا کے جانشین آپؑ ہیں؟

انہوں نے کہا: جی ہاں۔ اس شخص نے کہا: پھر آپ مجھ سے رسولؐ خدا کا وعدہ پورا کریں۔

حضرت ابوبکر نے کہا: رسولؐ خدا نے تم سے کیا وعدہ کیا تھا؟

اس شخص نے کہا کہ رسولؐ خدا اپنی زندگی میں مجھے صیحانی کھجوروں کی مٹھیاں بھر کر دیتے تھے اور آپ نے مجھ سے تین مٹھیاں کھجوریں دینے کا وعدہ کیا تھا؟

حضرت ابوبکر نے تین مٹھیاں کھجور کی بھر کر اس کے حوالے کیں۔ اس نے کھجوروں کے دانے گنے۔ پھر اس نے وہ کھجوریں حضرت ابوبکر کے سامنے پھینک دیں اور کہا کہ تمہاری مٹی رسولؐ خدا کی مٹھی سے مطابقت نہیں رکھتی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ رسولؐ خدا کے مقرر کردہ جانشین نہیں ہیں۔

حضرت ابوبکر نے کہا: اسے ابوالحسن علی بن ابی طالبؑ کے پاس لے جاؤ۔

لوگ اسے حضرت علیؑ کے پاس لائے۔ آپ نے اسے دیکھتے ہی فرمایا کہ تم تین مٹھیاں کھجوریں لینے کے لیے آئے ہو؟

اس شخص نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ خدا کے ولی اور رسولؐ خدا کے جانشین ہیں اور آپ کے علاوہ کوئی دوسرا شخص رسول اکرمؐ کا جانشین نہیں ہے۔

پھر آپ نے تین مٹھیاں بھر کر اس شخص کے حوالے کیں۔ اس نے کھجوروں کی تعداد گنی تو چیخ کر کہا: بے شک یہ ہاتھ رسولؐ خدا کے ہاتھ کے برابر ہے۔

حضرت ابوبکر نے کہا: بے شک میں بھی اسی بات کی گواہی دیتا ہوں کہ شبِ ہجرت رسولؐ خدا نے مجھ سے فرمایا تھا کہ میرا اور علیؑ کا ہاتھ بالکل برابر ہے۔

(الفضائل لشاذان بن جبرئیل، ص ۱۱۶)

## حضرتؑ نے امام علیؑ رضا کی شہادت کی خبر دی تھی

شیخ صدوقؒ نے امالی میں لکھا کہ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

عنقریب میرا ایک بیٹا خراسان میں زہر سے ناحق شہید کیا جائے گا۔ اس کا نام میرے نام پر ہوگا اور اس کا والد موسیٰ بن عمرانؑ کا ہم نام ہوگا۔ جو اس کی زیارت کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دے گا۔ اگرچہ اس کے گناہ ستاروں اور بارش کے قطرات اور درختوں کے اوراق کے برابر بھی کیوں نہ ہوں۔

(امالی صدوق، ص ۱۰۴)

## اپنی شبِ ضربت کے متعلق اطلاع دینا

سید رضی نے اپنی اسناد سے حسن بن الحسن بصری سے روایت کی۔ اس نے کہا جس رات کی صبح کو آپؑ کو ضرب لگی آپؑ وہ پوری رات جاگتے رہے اور اس رات فرمایا: اس صبح میں قتل ہو جاؤں گا۔

صبح ہوئی اور مؤذن اطلاع دینے کے لیے آیا تو آپؑ تھوڑا سا چلے۔ آپؑ کی صاحبزادی حضرت زینبؑ نے آپؑ سے کہا کہ آپ ''جُعدہ'' کو حکم دیں کہ وہ آپؑ کی جگہ جا کر لوگوں کو نماز پڑھائے۔

آپؑ نے فرمایا: موت سے کوئی بھاگ نہیں سکتا۔ یہ کہہ کر آپؑ باہر چلے گئے۔

دوسری حدیث میں مذکور ہے کہ حضرت علیؑ ساری رات اپنے بستر پر کروٹیں لیتے رہے اور آپؑ نہ سوئے۔ آپؑ بار بار آسمان کو دیکھتے تھے اور فرماتے تھے:

خدا کی قسم! میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور مجھ سے جھوٹ نہیں کہا گیا۔ یہ وہی رات ہے جس کا مجھ سے وعدہ کیا گیا ہے۔ صبح ہوئی آپؑ گھر سے یہ کہتے ہوئے روانہ ہوئے:

اشدد حیازیمک للموت     فان الموت لاقیکا
ولا تجزع من الموت     اذا حل بوادیکا

موت کے لیے کمربستہ ہو جاؤ۔ موت تم سے آکر ملے گی۔ جب

موت تمہاری وادی میں قدم رکھے تو تم اس سے مت گھبراؤ۔

آپؑ مسجد میں تشریف لائے وہاں چند افراد کو سویا ہوا پایا۔ ان میں عبدالرحمٰن بن ملجم بھی شامل تھا۔ آپؑ نے اسے پاؤں کی ٹھوکر مار کر فرمایا: اٹھ نماز پڑھ۔

اس لعین نے آپؑ پر حملہ کر دیا۔ لعین نے جیسے ہی آپؑ کے سر اطہر پر وار کیا تو آپؑ نے فرمایا:

فُزتُ وَرَبِّ الْكَعبَةِ

ربِ کعبہ کی قسم! میں کامیاب ہو گیا۔

(خصائص امیر المومنینؑ، ص ۳۶۔ ارشاد مفید ص ۵۱)

## حضرتؑ اپنے قاتل کو پہچانتے تھے

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ امیر المومنین علیہ السلام نے حکم دیا تھا کہ باہر سے جو بھی شخص کوفہ میں آئے تو اس کا نام لکھ کر آپؑ کے سامنے پیش کیا جائے۔ ایک دن جب حکومتی اہل کار نے کوفہ میں داخل ہونے والوں کے ناموں کی فہرست آپؑ کے سامنے پیش کی اور آپؑ نے اس میں عبدالرحمٰن بن ملجم کا نام پڑھا تو فرمایا: یہ میرا قاتل ہے۔

لوگوں نے کہا کہ جب آپؑ کو معلوم ہے کہ وہ آپؑ کو قتل کرے گا تو آپؑ اسے قتل کیوں نہیں کرا دیتے؟

آپؑ نے فرمایا: جرم سے پہلے کسی کو سزا دینا غیر عادلانہ فعل ہے اور میں ایسا نہیں کروں گا۔ اگر میں نے اسے قتل کر دیا تو پھر مجھے کون قتل کرے گا؟

(مناقب آل ابی طالبؑ، ج ۲، ص ۲۷۱)

## اشتیاقِ موت

ابوالحسین بن ابی الفوارس نے اپنی اسناد کے ساتھ ایک صحابی اسماعیل بن عبداللہ صلعی سے روایت کی۔ اس نے کہا:

جب حضرت عثمان قتل ہو گئے اور ان کے بعد اُمت میں داخلی انتشار پیدا ہوا تو میں نے اپنے آپ کو اس فتنہ و انتشار سے بچانے کے لیے گوشہ نشینی کا فیصلہ کیا اور میں ساحل سمندر پر چلا گیا اور وہاں اکیلا رہنے لگا اور میں لوگوں سے اتنا دُور ہو گیا کہ مجھے کوئی پتہ نہیں چلا کہ لوگ کیا کر رہے ہیں۔ ایک رات جب میں اپنی کٹیا سے باہر نکلا تو میں نے ایک شخص کو ساحلِ سمندر پر دیکھا جو کہ اپنے پروردگار کے حضور گڑگڑا کر مناجات کر رہا تھا۔ اس کی آواز میں اتنا درد تھا کہ مجھے اس کی دعا سننے کا اشتیاق ہوا اور میں اسکے کچھ قریب گیا اور میں نے کان لگا کر سنا تو وہ رو رو کر کہہ رہا تھا:

اے بہترین ساتھی! اے انبیاء کے نگہبان، اے ارحم الراحمین، اے خالق و مالک، اے بے مثل و بے مثال ذات، اے ہمیشہ رہنے والے، کبھی غافل نہ ہونے والے، اے حی و قیوم، ہر روز تیرا نیا فیصلہ لے کر طلوع ہوتا ہے تو ہی محمدؐ کا نگہبان اور اس کا مددگار ہے اور تو نے ہی محمدؐ کو تمام انبیاء پر فضیلت دی ہے۔ میری تجھ سے یہی درخواست ہے کہ وصی محمدؐ کی مدد فرما اور اس پر شفقت فرما، اسے کامیابی دے یا اس پر رحم کرتے ہوئے اسے اپنے پاس بلا لے"۔

اس دعا کے بعد اس نے اپنا سر آسمان کی جانب بلند کیا اور اتنی دیر بیٹھا جتنا کہ کوئی نمازی تشہد کے لیے بیٹھتا ہے۔ پھر وہ اٹھا اور پانی پر چلنے لگ گیا۔

میں نے اس مردِ خدا کو پیچھے سے صدا دے کر کہا: اللہ آپ پر رحم کرے آپ مجھ سے کلام کریں۔

اس مردِ خدا نے میری طرف منہ کیے بغیر کہا: تو ہادی کو پیچھے چھوڑ آیا ہے اپنے

دین کے امور کے لیے اسی سے رجوع کرو۔

میں نے کہا: وہ ہادی کون ہے؟

اس مردِ خدا نے کہا: وہ محمد مصطفیٰؐ کے بعد ان کا وصی ہے۔

یہ سن کر میں کوفہ کی طرف چل پڑا۔ مجھے کوفہ سے اس طرف حیرہ میں رات بسر کرنا پڑی۔ جب رات اچھی طرح سے چھا گئی تو میں نے دیکھا کہ ایک شخص آیا اور بلند مقام پر کھڑا ہو گیا اور اس نے خدا سے طویل مناجات کی۔ اس نے اپنی مناجات میں دوسری باتوں کے علاوہ یہ کہا:

خدایا! تو جانتا ہے کہ میں نے لوگوں کے ساتھ وہی طرزِ عمل اپنایا جس کا مجھے رسول اکرمؐ نے حکم دیا تھا مگر لوگوں نے مجھ پر بڑے ظلم کیے۔ پروردگار! تو نے مجھے منافقین کے قتل کرنے کا حکم جاری کیا تھا۔ میں نے تیرے فرمان پر عمل کیا مگر لوگوں نے میری ناقدری کی۔ خدایا! میں ان سے اُکتا چکا ہوں اور وہ مجھ سے اُکتا چکے ہیں۔ میں ان سے نفرت کرتا ہوں اور وہ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔ خدایا! اب تو مجھے صرف اور صرف اپنے قاتل مرادی کا انتظار ہے۔ پروردگار! اس کی بدبختی میں جلدی کر اور مجھے جلد سعادت سے ہمکنار فرما۔

خدایا! تیرے نبیؐ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ میں جب بھی تجھ سے اپنے لیے وفات طلب کروں گا تو تو میری درخواست کو فوراً قبول کرے گا۔ اب میں تجھ سے موت کی درخواست کرتا ہوں۔

یہ کہہ کر وہ شخص اُٹھ کر چلا گیا۔ میں اس کے پیچھے روانہ ہوا۔ یہاں تک کہ وہ شہر کوفہ میں پہنچا اور اپنے گھر میں داخل ہوا۔ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ یہ کس کا گھر ہے تو مجھے بتایا گیا کہ یہ گھر خلیفۃ المسلمین علی بن ابی طالبؑ کا گھر ہے۔

پھر کچھ دیر بعد موذن نے اذانِ فجر دی۔ میں نے دیکھا کہ علیؑ اپنے بیت الشرف سے نکلے اور میں بھی چپکے سے ان کے پیچھے چلنے لگا۔ یہاں تک کہ وہ مسجد میں آئے جہاں

ابن ملجم لعین نے ان پر اپنی تلوار سے وار کیا۔ (تنبیہ الخواطر ونزھۃ النواظر، ج ۲، ص ۲)

## اپنے شہرِ شہادت کی تعیین

اخطب خوارزم لکھتے ہیں کہ جنگِ صفین میں جب کہ ایک بار زبردست رن پڑا اور مالک اشتر نے معاویہ کے پیروکار قبیلہ عک کا جنگ میں صفایا کیا۔

اسی ہنگامہ دار و گیر میں حضرت امیر علیہ السلام اہلِ عراق کی نظروں سے اوجھل ہو گئے اور حضرتؑ کی فوج نے خیال کیا کہ کہیں آپؑ شہید ہی نہ ہو گئے ہوں۔ یہ سوچ کر وہ رونے لگ گئے۔ جب امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے اپنی فوج کے رونے کی صدائیں سنیں تو آپ نے انھیں رونے سے منع کیا اور فرمایا: جب دشمن تمہیں روتا ہوا پائیں گے تو ان کے حوصلے بڑھ جائیں گے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے مجھے خود بتایا تھا کہ وہ کوفہ میں شہید کیے جائیں گے۔

ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک بزرگ روتا ہوا آیا اور کہا: امیر المومنینؑ شہید ہو گئے ہیں اور میں نے ان کی لاش کو مقتولین میں دیکھ کر آ رہا ہوں۔

جب لوگوں نے یہ سنا تو اور زور زور سے رونے لگ گئے۔

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے فرمایا: یہ شخص جھوٹ بول رہا ہے۔ تم اس کی تصدیق نہ کرو۔ امیر المومنین علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا تھا کہ انھیں تمہارے شہر کوفہ میں قبیلہ مراد سے تعلق رکھنے والا شخص قتل کرے گا۔ کچھ دیر کے بعد آپ خیر و عافیت سے واپس آ گئے۔ (مناقب خوارزمی، ص ۱۷۰)

## اپنے مقامِ دفن کی تعیین

۱۔ شیخ تہذیب میں رقم طراز ہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام نے اپنی اولاد کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا:

میری شہادت کے بعد تم میرے جنازہ کو پشتِ کوفہ کی طرف لے جانا اور راستے میں ایک مخصوص ہوا تمہیں ملے گی۔ وہاں مجھے دفن کر دینا اور وہ جگہ طورِ سینا کا ابتدائی حصہ ہے۔ حسنین کریمینؑ نے آپؑ کی وصیت کے مطابق عمل کیا۔ (تہذیب الاحکام، ج ٦، ص ٦٣)

٢- سید ابن طاؤس نے اپنی کتاب ''المعمول فی تعیین قبر امیر المومنین'' میں شیخ صدوق کے حوالہ سے ابوبصیر سے نقل کیا۔ اس نے کہا کہ میں نے امام محمد باقر علیہ السلام سے قبر امیر المومنین علیہ السلام کے متعلق پوچھا اور کہا کہ لوگوں کا اس میں اختلاف ہے۔ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

امیر المومنین علیہ السلام اپنے والد حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ ان کی قبر میں دفن ہوئے۔

میں (راوی) نے پوچھا کہ انہیں دفن کرنے والے کون تھے؟

آپ نے فرمایا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کراماً کاتبین کے ساتھ انہیں دفن کیا تھا۔ (فرحۃ الغری، ص ٨٤)

٣- صفار نے بصائر الدرجات میں اپنی اسناد کے ساتھ امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی تو روح القدس اور جبریل امینؑ کے علاوہ جتنے فرشتے شب قدر میں نازل ہوتے تھے وہ سب کے سب زمین پر نازل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے امیر المومنین کی آنکھوں کو کھول دیا۔ آپؑ نے ملائکہ کی افواج کو زمین و آسمان سے اترتے ہوئے دیکھا اور آپ نے یہ بھی دیکھا کہ پیغمبر اکرم کو غسل دینے میں بھی وہ آپؑ کے شریک تھے اور انھوں نے آنخضرتؐ کی نمازِ جنازہ بھی پڑھی اور آنخضرتؐ کی انہوں نے ہی لحد کھودی تھی اور جب آنخضرت کو لحد میں اتارا گیا تو اتارنے والے افراد کے ساتھ ملائکہ بھی لحد میں اترے تھے۔ جب آنخضرتؐ کے جسدِ مبارک کو لحد میں رکھا گیا تو آپ نے ملائکہ سے گفتگو کی۔ اللہ تعالیٰ نے

امیرالمومنین کے کان کھول دیئے۔ آپ نے سنا کہ آنحضرتؐ ملائکہ کو خود انہی کے متعلق وصیت کر رہے تھے۔ حضرت علیؑ یہ سن کر رو دیئے اور ملائکہ نے عرض کیا کہ علیؑ کو اللہ سلامت رکھے۔ آپ کے جانے کے بعد علیؑ ہمارا ساتھی ہے۔ البتہ وہ آج کے بعد ہمیں اپنی آنکھوں سے دیکھ نہیں سکے گا۔

جب امیرالمومنین علیہ السلام شہید ہوئے تو حسنین کریمینؑ نے بھی وہی منظر دیکھا جو کہ ان کے والد ماجد نے وفاتِ پیغمبرؐ کے وقت دیکھا تھا۔ اور شاہزادوں نے دیکھا کہ نبی اکرمؐ اور ملائکہ مل کر حضرت علیؑ کے غسل وکفن میں مصروف ہیں۔ جب امام حسنؑ کی وفات ہوئی تو امام حسینؑ نے یہ منظر دیکھا کہ نبی اکرمؐ اور حضرت علیؑ مل کر امام حسنؑ کی تجہیز وتکفین میں ملائکہ کا ہاتھ بٹا رہے تھے۔

جب امام حسین علیہ السلام شہید ہوئے تو امام علی زین العابدینؑ نے یہ منظر دیکھا کہ نبی اکرمؐ، حضرت علیؑ اور حضرت حسنؑ امام حسینؑ کی تدفین میں ملائکہ کی مدد کر رہے تھے۔ جب امام زین العابدینؑ کی وفات ہوئی تو امام محمد باقر علیہ السلام نے دیکھا کہ نبی اکرمؐ، حضرت علیؑ اور حسنین کریمین علیہم السلام امام زین العابدینؑ کی تجہیز وتکفین میں ملائکہ کی مدد کر رہے تھے۔

جب امام محمد باقر علیہ السلام کی وفات ہوئی تو امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ منظر دیکھا کہ نبی اکرمؐ، حضرت علیؑ، حسنین کریمینؑ اور امام زین العابدین علیہم السلام ان کی تجہیز وتکفین میں ملائکہ کی مدد کر رہے تھے۔ اور جب امام جعفر صادق علیہ السلام کی وفات ہوئی تو امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے بھی یہی منظر دیکھا اور یہی سلسلہ ہمارے آخری امام تک جاری رہے گا۔ (بصائر الدرجات' ص ۲۲۵)

## اپنی قبر کی نشان دہی

شیخ مفید الارشاد اور طبرسی اعلام الوریٰ میں رقم طراز ہیں اور طبرسی کی روایت ان

الفاظ سے مروی ہے کہ حسان بن علی العنزی نے کہا کہ حضرت علی علیہ السلام کے آزاد کردہ ایک غلام نے مجھ سے بیان کیا کہ امیر المومنین علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت حسنین کریمین علیہما السلام سے فرمایا کہ جب میری روح قفس عنصری سے پرواز کر جائے تو تم میری لاش کو چارپائی پر رکھ دینا اور غسل وکفن کے بعد میرا جنازہ لے جانا۔تم چارپائی کے پچھلے حصے کو اٹھانا' اگلے حصہ کو اٹھانے والے کوئی اور ہوں گے۔ پھر میرا جنازہ مقام غریین تک لے جانا وہاں تمھیں ایک چٹان دکھائی دے گی جس سے روشنی نکل رہی ہوگی۔اسے تھوڑا سا کھودنا۔تمہیں اس میں بنی بنائی قبر دکھائی دے گی۔ مجھے اس میں دفن کر دینا۔

جب حضرتؑ کی وفات ہوئی تو ہم نے حضرتؑ کا جنازہ اٹھایا اور ہم نے چارپائی کے پچھلے حصے کو اٹھایا۔ اگلا حصہ خود بخود اٹھا گیا۔ پورے راستے میں ہمیں تسبیح و تقدیس کی جھنجھناہٹ جیسی آوازیں سنائی دیتی رہیں اور جب ہم مقامِ غریین پر پہنچے تو ہم نے اس چٹان کو دیکھا جس سے روشنی برآمد ہو رہی تھی۔ ہم نے اس جگہ کو تھوڑا سا کھودا تو ہمیں بنی بنائی قبر نظر آئی اور وہاں ایک پتھر رکھا تھا جس پر یہ عبارت تحریر تھی۔ اس قبر کو نوح نے علی بن ابی طالبؑ کے لیے تیار کیا۔ ہم نے آپؑ کو اس قبر میں دفن کیا اور اللہ کی طرف سے آپؑ کی عزت افزائی کو دیکھ کر ہم خوش ہوئے۔ جب ہم حضرتؑ کو دفن کر کے واپس آرہے تھے تو راستے میں ہمیں کچھ ایسے شیعہ ملے جنہوں نے حضرتؑ کی نمازِ جنازہ ادا نہیں کی تھی۔ ہم نے انہیں بتایا کہ اللہ نے ہمارے والد کی کیا کچھ عزت افزائی کی ہے۔ یہ سن کر انہوں نے کہا کہ ہم بھی اس بات کے دیکھنے کے خواہش مند ہیں۔

ہم نے انہیں بتایا کہ ہمارے والد کی وصیت تھی کہ قبر کا نشان مٹا دیا جائے چنانچہ ہم نے نشانِ قبر مٹا دیا ہے۔ مگر لوگ پھر بھی وہاں گئے اور پھر وہ ہمارے پاس واپس آئے اور کہا کہ ہم نے حضرتؑ کی قبر کو بہتیرا تلاش کیا مگر ہمیں اس کا کہیں نام و نشان دکھائی نہیں دیا۔ (ارشاد مفید' ص ۹۱ ۔ اعلام الوریٰ' ص ۲۰۲)

## آپؑ نے عالمِ نزع میں کیا دیکھا؟

شیخ صدوق نے امالی میں اپنی اسناد کے ساتھ ابوحمزہ ثمالی سے روایت کی۔ انہوں نے حبیب بن عمرو سے نقل کیا۔ اس نے کہا:

میں امیرالمومنین علیہ السلام کی زندگی کے آخری لمحات میں ان کی عیادت کرنے گیا۔ آپ نے مجھے اپنا زخم دکھایا۔ میں نے زخم دیکھنے کے بعد کہا: خدا نے چاہا تو آپؑ کو کچھ نہیں ہوگا۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا:

حبیب! میں چند لمحوں کا مہمان ہوں۔ یہ سن کر میں رونے لگا اور آپؑ کی صاحبزادی حضرتؑ ام کلثوم بھی رونے لگیں۔ آپؑ نے اپنی دفتر سے فرمایا:

پیاری بیٹی! آپؑ کیوں روتی ہیں؟

شاہزادی نے کہا: ابا جان! ابھی آپؑ نے کہا ہے کہ آپؑ ہم سے جدا ہونے والے ہیں۔ میں اسی لیے رو رہی ہوں۔

آپؑ نے فرمایا:

پیاری بیٹی! جو کچھ اس وقت میں دیکھ رہا ہوں اگر تمہیں بھی وہ دکھائی دیتا تو تو نہ روتی۔

حبیب کہتا ہے کہ میں نے کہا: امیرالمومنینؑ! آپؑ اس وقت کیا دیکھ رہے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: حبیب! میں اس وقت آسمان کے فرشتوں اور انبیاء کو یکے بعد دیگرے اترتا ہوا دیکھ رہا ہوں اور یہ میرے پاس میرے بھائی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی بیٹھے ہوئے ہیں اور مجھ سے فرما رہے ہیں کہ آگے آجاؤ۔ تمہارے لیے آگے جو کچھ رکھا ہے وہ اس سے کہیں بہتر ہے جس میں آپ ہیں۔

حبیب کا بیان ہے کہ ابھی میں حضرتؑ کے پاس سے اٹھ کر باہر نہیں آیا تھا کہ

آپؑ کی وفات ہوگئی۔ دوسرے دن حضرت حسن مجتبیٰؑ نے خطبہ دیا اور حمد وثنا کے بعد فرمایا:

لوگو! اس رات قرآن حکیم نازل ہوا اور اسی رات حضرت عیسٰی بن مریم کو اٹھایا گیا اور اسی رات یوشع بن نون شہید ہوئے تھے اور اسی رات میرے والد ماجد امیرالمومنینؑ کی وفات ہوئی۔ خدا کی قسم! کوئی بھی وصی میرے والد سے پہلے جنت میں داخل نہیں ہوسکتا اور آپؑ پر نبی اکرمؐ کی وصیت تمام ہوئی۔ رسولؐ خدا انہیں غزوات میں بھیجتے تھے تو جبریل آپؑ کے دائیں اور میکائیل آپؑ کے بائیں جنگ کرتے تھے۔ میرے والد کوئی چاندی اور سونا چھوڑ کر دنیا سے رخصت نہیں ہوئے البتہ وظیفہ کے ساتھ سات سو درہم چھوڑ کر رخصت ہوئے ہیں جو کہ انہوں نے غلام خرید کرنے کے لیے جمع کیے تھے۔ (امالی صدوق، ص ۲۶۲)

## مصطفیٰؐ و مرتضیٰؑ کی ارواح ملک الموت کے تصرف میں نہیں

ابن شہرآشوب نے اپنی اسناد کے ساتھ عبداللہ بن عمر سے روایت کی۔ اس نے کہا کہ ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے۔ آپؐ نے حضرت علیؑ کو منبر کے ساتھ کھڑا کیا اور آپؐ نے اپنا دایاں ہاتھ علیؑ کے ہاتھ میں دے کر بلند کیا اور دونوں کے ہاتھ اتنے بلند ہوئے کہ ان کے بغلوں کی سفیدی تک لوگوں کو دکھائی دینے لگی۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

گروہِ مردم! آگاہ رہو اللہ تمہارا رب ہے اور محمد تمہارا نبی ہے اور اسلام تمہارا دین ہے اور علیؑ تمہارا ہادی ہے اور وہ میرا وصی ہے اور میرے بعد میرا خلیفہ ہے۔

پھر آپؐ نے ابوذر کو مخصوص کر کے فرمایا:

ابوذر! علیؑ میرا بازو ہے اور وہ میرے رب کی وحی کا امین ہے اور اللہ نے مجھے جو بھی فضیلت عطا کی ہے اس جیسی فضیلت اس نے علیؑ کو بھی عطا کی ہے۔

ابوذر! اللہ تعالیٰ کسی کے بھی فرائض حب علیؑ کے بغیر ہرگز قبول نہیں کرتا۔

ابوذر! جب مجھے آسمانوں پر لے جایا گیا۔ میں عرش پر پہنچا تو وہاں سبز زبرجد کا حجاب دکھائی دیا۔ وہاں ایک منادی نے ندا کر کے کہا:

محمدؐ! حجاب اٹھاؤ۔ میں نے حجاب ہٹایا تو میں نے ایک فرشتے کو دیکھا۔ تمام دنیا اس کی نگاہوں کے سامنے موجود تھی اور اس کے سامنے ایک تختی تھی جس پر وہ نظر کر رہا تھا۔

میں نے جبریلؑ سے کہا: پیارے جبریلؑ! یہ فرشتہ کون ہے میں نے تمام فرشتوں میں اس سے زیادہ بارعب اور کوئی فرشتہ نہیں دیکھا؟

جبریلؑ نے کہا: آپ اسے سلام کریں یہ ملک الموت عزرائیل ہے۔

میں نے کہا: **السلام علیکم حبیبی ملک الموت** ۔ پیارے ملک الموت! تم پر سلام ہو۔

اس نے کہا: **وعلیک السلام یاخاتم النبیین کیف ابن عمک علی بن ابی طالب**ؑ ۔ خاتم الانبیاء! آپؐ پر سلام ہو۔ آپ کے ابن عم علی بن ابی طالبؑ کیسے ہیں؟

میں نے کہا کہ کیا تم اسے پہچانتے ہو؟

ملک الموت نے کہا: محمدؐ! میں بھلا اس کو کیسے نہ پہچانوں۔ مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا اور بحیثیت رسولؐ آپ کو منتخب کیا ہے۔ میں آپؐ کے ابن عم کو اسی طرح سے وصی مانتا ہوں جس طرح سے آپ کو نبی مانتا ہوں اور یہ سب اس لیے ہے کہ تمام مخلوقات کے ارواح قبض کرنے کا اختیار خدا کی طرف سے مجھ کو دیا گیا ہے مگر دو روحیں ایسی ہیں جو کہ میرے قبضہ اختیار میں نہیں ہیں۔ ایک آپ کی روح ہے اور دوسری علیؑ کی روح ہے۔ اللہ اپنی قدرت و مشیت سے جیسے چاہے گا انہیں قبض کرے گا۔ (مناقب آل ابی طالب، ج ۲، ص ۲۳۶)

## حضرتؑ کا حنوط اور کفن اور غسل کا پانی جنت سے آیا

سید مرتضٰی عیون المعجزات میں رقم طراز ہیں:

بیان کیا گیا کہ لوگ آپؑ کے گرد جمع ہوئے۔ حضرت ام کلثوم نے رو کر ''وَابَتَاهُ'' (ہائے بابا) کہا۔ اس وقت عمرو بن الحمق بھی وہاں موجود تھے۔ انہوں نے بی بی کو تسلی دیتے ہوئے کہا کہ امیر المومنینؑ کو کچھ نہیں ہوگا۔ آپؑ کو بس ایک خراش پہنچی ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا: میں ابھی تم سے جدا ہونے والا ہوں۔

یہ سن کر حضرت ام کلثوم رونے لگیں۔ آپؑ نے فرمایا: پیاری بیٹی! کیوں روتی ہو؟ جو کچھ اس وقت میں دیکھ رہا ہوں اگر تم اسے دیکھ سکتیں تو نہ روتیں۔ اس وقت ساتوں آسمانوں کے فرشتے قطار اندر قطار اتر رہے ہیں اور ان کے ساتھ انبیائے کرام بھی جوق در جوق میرے پاس آ رہے ہیں اور اس وقت رسولؐ خدا نے میرے ہاتھ کو پکڑے ہوا ہے اور مجھ سے فرما رہے ہیں:

علیؑ! تم ہمارے ساتھ چلو۔ تمہارے لیے آگے بہت کچھ رکھا ہے جب کہ یہاں تمہارے لیے کچھ بھی نہیں ہے۔

پھر آپؑ نے حاضرین سے فرمایا کہ تم لوگ اب چلے جاؤ۔ میں نے اپنے خاندان کے افراد کو کچھ وصیتیں کرنی ہیں۔

آپؑ کا یہ فرمان سن کر چند شیعوں کے علاوہ باقی تمام حاضرین اٹھ کر چلے گئے۔ اس کے بعد آپؑ نے اللہ کی حمد وثنا کی اور نبی اکرمؐ پر درود بھیجا اور فرمایا:

میں حسنؑ و حسینؑ کو اپنا وصی مقرر کر کے جا رہا ہوں۔ تم ان کے فرمان کو سننا اور ان کے حکم کی اطاعت کرنا اور یاد رکھو کہ رسولؐ خدا نے میرے بعد ان دونوں کی امامت پر نص فرمائی تھی۔

ایک روایت میں مذکور ہے کہ جب لوگ آپؑ کے پاس جمع ہوئے تو آپؑ نے

اللہ کی حمد وثنا کی اور اس کے بعد آپؑ نے فرمایا:

ہر شخص جس چیز سے بھاگ رہا ہے [illegible] ملاقات کرنے ہی والا ہے۔ اور اجل نفس کو ہنکا رہی ہے۔ دیکھو! یہ پوشیدہ علم اور مخفی راز ہے۔ تمہارے لیے میری وصیت یہ ہے کہ اللہ کے ساتھی کسی کو شریک نہ کرنا اور پیغمبر خدا کی سنت کو ضائع نہ کر دینا۔ ان دونوں ستونوں کو قائم رکھنا۔ جب تک شرک سے بچے رہو گے اس وقت تک کوئی مذمت تمہارے قریب نہیں آئے گی۔ رب رحیم ہے اور دین بڑا مضبوط ہے۔ قیامت کے روز تک تم پر سلامتی ہو۔ میں کل تک تمہارا ساتھی تھا اور آج تمہارے لیے ذریعہ نصیحت ہوں اور کل تم سے جدا ہو جاؤں گا۔

پھر آپؑ نے حسن و حسین علیہما السلام کو اپنا وصی مقرر کیا اور اسم اعظم، نورِ حکمت، مواریث انبیاء اور انبیاء کے ہتھیار ان کے سپرد کیے اور ان سے فرمایا: جب میری روح میرے جسم سے پرواز کر جائے تو تمہارے گھر کی دہلیز پر ہی میرا کفن اور میرا حنوط اور غسل کا پانی مل جائے گا۔ جبریل امینؑ! یہ چیزیں جنت سے لے کر آئیں گے۔ تم آبِ جنت سے مجھے غسل دینا اور حنوط کرنا اور مجھے کفن پہنانا اور تمہیں دہلیز پر ایک تابوت دکھائی دے گا۔ میری میت کو اس تابوت میں رکھ کر اونٹ پر رکھ دینا۔ اور جب میرا جنازہ اٹھاؤ تو تم تابوت کے اگلے حصہ کو ہی اٹھانا۔ دوسرا حصہ خود بخود اٹھ جائے گا اور جہاں جا کر اونٹ بیٹھ جائے تم وہاں ذرا سی زمین کھودنا۔ وہاں تمہیں بنی بنائی قبر دکھائی دے گی۔ اس قبر کو نوح علیہ السلام نے میرے لیے کھودا تھا۔ تم مجھے اس قبر میں دفن کر دینا۔

مروی ہے کہ حضرتؑ کی وفات اکیس ماہِ رمضان کی رات شبِ جمعہ کو ہوئی اور وہ شب قدر تھی۔ شہادت کے وقت آپؑ کی عمر پینسٹھ برس کی تھی جس میں سے آپؑ نے رسولؐ خدا کے ساتھ پینتیس سال بسر کیے اور آنحضرتؐ کے بعد آپؑ تیس برس زندہ رہے۔ جیسے ہی آپؑ کی وفات ہوئی تو حسن و حسین علیہما السلام دہلیز پر گئے تو وہاں کفن، حنوط اور پانی موجود تھا۔ آپ کے فرمان کے مطابق آپ کو غسل و کفن دیا گیا۔ پھر حسنینؑ

نے آپؑ کی میت کو تابوت میں رکھا اور انہوں نے اس کے اگلے سرے کو اٹھایا۔ پچھلا حصہ خود بخود اٹھ گیا۔ پھر آپؑ کے جنازہ کو مسجد سہلہ لایا گیا۔ مسجد کے دروازے پر ایک اونٹنی بیٹھی تھی اس پر جنازہ رکھا گیا۔ پھر اُونٹنی وہاں سے چل پڑی۔ حسنین کریمینؑ ساتھ ساتھ روانہ ہوئے اور جب وہ اونٹنی ''غری'' (نجف) کے مقام پر پہنچی تو وہ وہاں بیٹھ گئی اور اپنے پاؤں سے زمین کو کھرچنے لگ گئی۔ حسنین کریمینؑ نے اس جگہ کو تھوڑا سا کھودا تو وہاں بنی بنائی قبر دکھائی دی۔ چنانچہ آپؑ کے فرزندوں نے آپؑ کو اس قبر میں دفن کیا۔ اور جہاں آپؑ دفن ہوئے وہاں پہلے سے حضرت آدم ونوح علیہما السلام مدفون تھے۔

حضرت علی علیہ السلام نے اپنی وصیت میں یہ بھی فرمایا تھا کہ جب تم مجھے دفن کرو اور میری لحد کو اینٹوں سے بند کر لو تو پھر پہلی اینٹ اٹھا کر میری قبر میں نگاہ ڈالنا۔ میں تمہیں اپنی قبر میں دکھائی نہ دوں گا۔

ابو عبداللہ الجدلی بھی حضرتؑ کی وصیت میں موجود تھا۔ اس نے امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے یہی سوال کیا تھا کہ کیا آپؑ نے اینٹ اٹھا کر اپنے والد ماجد کی لحد میں نظر دوڑائی تھی؟

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے فرمایا: کیا میں اپنے والد کی وصیت سے غافل رہ سکتا تھا؟

ابو عبداللہ نے کہا: تو کیا آپؑ کو لحد میں امیر المومنین علیہ السلام دکھائی دیئے تھے؟

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم! نہیں۔ آپؑ کا جسد اطہر وہاں موجود نہ تھا۔ پھر امام حسنؑ نے فرمایا:

اگر کوئی نبی مغرب میں مرے اور اس کا وصی مشرق میں مرے تو بھی اللہ تعالیٰ انہیں ایک ہی لحہ میں جمع کر دیتا ہے۔ (عیون المعجزات، ص ۵۰)

## اپنے ہی جنازہ کی مشایعت

حافظ رجب البرسی لکھتے ہیں کہ کوفی محدثین کا بیان ہے کہ جب حسنین کریمین علیہما السلام اپنے والد کے جنازہ کو لے کر نجف کی طرف لے جارہے تھے کہ راستے میں انہیں ایک سوار ملا جس سے مشک وعنبر کی خوشبو کی لپٹیں آرہی تھیں۔ پھر اس نے امام حسن علیہ السلام سے کہا:

کیا آپؑ وحی وتنزیل کا دودھ پینے والے حسن بن علیؑ ہیں اور علم اور شرف جلیل کے وارث حسنؑ آپ ہی ہیں اور امیر المومنینؑ اور سید الوصیینؑ کے جانشین آپؑ ہی ہیں؟

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے کہا: جی ہاں۔

پھر اس سوار نے کہا: کیا یہ حسینؑ بن علیؑ ہے۔ اور کیا یہ نبیؐ رحمت کا نواسہ اور حکمت وعصمت کا پروردہ اور ائمہ ہدیٰ کا والد ہے؟

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے کہا: جی ہاں۔

پھر سوار نے کہا: تم یہ جنازہ میرے سپرد کردو اور تم اللہ کی نگہبانی میں واپس چلے جاؤ۔

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: مگر ہمارے والد ماجد نے ہمیں یہ وصیت کی تھی کہ ہم ان کا جنازہ صرف حضرت جبریلؑ یا حضرت خضرؑ کے ہی سپرد کر سکتے ہیں مگر آپ کون ہیں؟

اس کے بعد سوار نے اپنے چہرے سے نقاب اٹھایا تو وہ امیر المومنینؑ ہی تھے۔ پھر انہوں نے امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے کہا:

ابومحمد! جو بھی شخص مرتا ہے تو تمہارا والد ہر مرنے والے کے پاس جاتا ہے تو کیا وہ خود اپنے جنازہ میں شریک نہ ہوگا؟

(مشارق انوار الیقین' بحار الانوار' بحوالہ مشارق' ج ۲۴' ص ۳۰۰)

## ملائکہ نے آپؑ کے جنازہ کی مشایعت کی

۱- ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ دلالت البطائنی میں مرقوم ہے کہ حضرت کی چارپائی کے اگلے حصہ کو جبریل، میکائیل، اسرافیل اور ملائکہ کے ایک گروہ نے اٹھایا تھا اور وہ تسبیح الٰہی میں مصروف رہے۔ ان کی تسبیح کی آوازیں سارے راستے حسنین کریمینؑ سنتے رہے اور ملائکہ نے یہ تسبیح پڑھی تھی:

**قدوس قدوس انت عزیز سلطان نافذ لامرک لا الله الا انت ونحمدک لا الله الا انت رب العالمین**

۲- روایات میں مذکور ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے غسل کے وقت اپنے بھائی امام حسن مجتبیٰ سے کہا:

ابومحمدؑ! دیکھیں امیرالمومنینؑ کا جسم اطہر کتنا ہلکا پھلکا ہے!!

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

ابوعبداللہ! اس کام میں ایک اور گروہ بھی ہمارا ہاتھ بٹا رہا ہے۔

امام حسن علیہ السلام کا بیان ہے کہ نمازِ عشاء کے بعد ہم نے والد کی چارپائی کے پچھلے حصے کو اٹھایا۔ اگلا حصہ خود بخود اٹھ گیا اور جس طرف اگلا حصہ جاتا رہا۔ ہم اس کے پیچھے چلتے رہے۔ یہاں تک کہ ہم غری (نجف) پہنچے اور وہاں ہمیں وہ قبر ملی جس کی ہمارے والد نے نشاندہی کی تھی۔ تدفین تک ہم ملائکہ کے پروں کی پھڑپھڑاہٹ اور ان کے گریہ و بکا کی آوازیں سنتے رہے۔

پھر ہم نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی اور ہم نے آپ کو لحد میں اتارا اور لحد کو اینٹوں سے بند کر دیا۔ (مناقب ابن شہر آشوب، ج ۲، ص ۳۴۸)

## حضرت خضرؑ کا آپؑ کو خراجِ تحسین پیش کرنا

ثقۃ الاسلام محمد بن یعقوب کلینی نے اپنی اسناد کے ساتھ صحابیِ پیغمبرؐ اُسید بن صفوان سے روایت کی کہ جس دن امیر المومنینؑ شہید ہوئے تو لوگوں کے گریہ و بکا کی وجہ سے زمین لرزتی ہوئی محسوس ہوتی تھی اور لوگ یوں مدہوش دکھائی دیتے تھے جیسا کہ وفاتِ پیغمبرؐ کے دن دکھائی دیتے تھے۔

ایک شخص روتا ہوا اور انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھتا ہوا آیا اور اس نے کہا: آج خلافتِ نبوت ختم ہوگئی۔ امیر المومنینؑ! اللہ تعالیٰ آپؑ پر رحم کرے۔

ابوالحسن! آپؑ مسلم اول ہیں اور ایمان میں مخلص ہیں اور یقین میں پختہ ہیں اور سب لوگوں سے زیادہ خوفِ خدا رکھنے والے ہیں اور آپؑ نے راہِ اسلام میں سب سے زیادہ تکالیف اٹھائیں اور آپؑ رسولؐ خدا کے سب سے بڑے محافظ رہے ہیں اور تمام صحابہ کی جماعت میں آپؑ سب سے بڑے امین ہیں اور آپؑ مناقب و فضائل میں بے مثال ہیں اور ایمانی سبقت میں آپؑ سب سے آگے رہے ہیں۔ آپؑ کا درجہ سب سے زیادہ ہے اور آپؑ رسول اکرمؐ کے سب سے زیادہ قرابت دار ہیں اور آپؑ ہدایت' اخلاق اور قول و فعل میں رسول اکرمؐ کے زیادہ مشابہ ہیں۔ آپ منزلت کے لحاظ سے سب سے بلند ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپؑ کو اسلام اور رسولؐ اسلام اور اہلِ اسلام کی طرف سے بہترین جزا عنایت فرمائے۔

جب اور مسلمانوں نے کمزوری دکھائی تو آپؑ نے قوت کا مظاہرہ کیا۔ جب دوسرے لوگ کفار سے ڈر گئے تو آپؑ نے ان کا دلیری سے مقابلہ کیا اور جب دوسرے سُست پڑے تو آپؑ نے اسلام کو تحفظ فراہم کیا اور آپؑ نے ہر مشکل وقت میں رسولؐ خدا کا ساتھ دیا۔ آپؑ ان کے حقیقی جانشین ہیں اور آپؑ نے پوری زندگی حق کے ساتھ تقاضوں پر عمل کیا اور اس سلسلہ میں آپ نے کبھی منافقین' کافرین اور حاسدین کی پرواہ

نہ کی۔ جب دوسرے ناکام ہوئے تو آپ نے حق کی بلندی کا بیڑا اٹھایا اور جب دوسرے لکنت میں مبتلا ہوئے تو آپ نے کھل کر حق کا اظہار کیا اور جب دوسرے رُک گئے تو آپ نے نورِ خداوندی کی روشنی میں سفر طے کیا۔ اگر لوگ آپؑ کی پیروی کرتے تو ہدایت حاصل کر لیتے۔ آپ ہمیشہ دھیمے لہجے میں بات کرنے کے عادی تھے اور آپؑ ہمیشہ تھوڑی مگر پُر مغز گفتگو کیا کرتے تھے اور آپؑ کی رائے ہمیشہ درست اور صائب ہوتی تھی۔ آپؑ دل کے مضبوط اور یقین میں پختہ اور عمل میں احسن اور حقائق امور کے واقف کار تھے۔

خدا کی قسم! آپؑ دین کے یعسوب تھے۔ جب لوگ متفرق ہوئے اور جب لوگ ناکام ہوئے۔ ان دونوں طرح کے حالات میں آپؑ نے دین کی رکھوالی کا فریضہ سرانجام دیا۔ آپؑ اہل ایمان کے لیے مہربان باپ تھے اور آپؑ نے انھیں ہمیشہ اولاد کی طرح سے رکھا۔ لوگ جس بوجھ کے اٹھانے سے قاصر تھے آپ نے وہ بوجھ خود اُٹھائے اور لوگوں نے جس حق کو ضائع کیا۔ آپ نے اس کی محافظت کی۔ لوگوں نے جس دین کو بے یارومددگار چھوڑا۔ آپ نے اس کی نصرت کی۔ لوگ جب پیچھے ہٹے تو آپ نے پیش قدمی کی اور جب لوگ گھبرائے تو آپ نے دادِ شجاعت دی۔ آپؑ کافروں کے لیے عذاب الٰہی اور اہلِ ایمان کے لیے مضبوط قلعہ تھے۔ آپؑ نے نعمات پروردگار کو حاصل کیا اور آپؑ نے دینی سبقتوں کو اپنے دامن میں سمیٹ لیا۔ آپ نے فضائل کی چوٹیوں پر قدم رکھے۔ آپؑ کی دلیل کبھی ناکام نہیں ہوئی اور آپؑ کا دل حق سے کبھی منحرف نہیں ہوا۔ آپؑ کی بصیرت میں کسی بھی دور میں کمی واقع نہ ہوئی۔ آپ نے اپنے لیے کبھی بھی بزدلی کو پسند نہ کیا۔ آپ وہ کوہِ گراں تھے جسے تند و تیز جھکڑ ہلا نہیں سکتے تھے۔ آپ کی صحبت اور آپ کے ہاتھوں نے ہمیشہ لوگوں کو امن فراہم کیا۔ آپ جسانی طور پر کمزور لیکن ایمانی طور پر مضبوط تھے۔ آپ نے پوری زندگی تواضع اور انکساری کے تقاضوں کو مدنظر رکھا۔ آپ اللہ کی نظر میں عظیم تھے اور زمین کے سردار تھے۔

مومنین کی نظروں میں آپ کا احترام ہے۔ کسی کو آپ پر کوئی اعتراض نہیں۔ اور کوئی آپ پر انگشت نمائی کی جرأت نہیں کرسکتا۔ اور آپ سے کوئی بھی شخص ناجائز طمع نہیں کر سکتا تھا اور کوئی بھی شخص آپ کے عدل وانصاف سے مایوس نہیں ہوا تھا۔ کمزور آپ کے ہاں طاقتور تھا۔ آپؓ اسے قوی سے حق دلاتے رہے اور قوی آپؓ کی نظر میں ضعیف تھا یہاں تک کہ آپؓ اس سے کمزور کو حق دلاتے تھے اور عدل وانصاف کے لیے آپؓ کی نظر میں سب کی حیثیت یکساں تھی۔ آپؓ نے پوری زندگی قریب و بعید میں فرق روا نہیں رکھا۔ آپؓ نے ہمیشہ حق وصداقت کا ساتھ دیا۔ آپؓ کا قول فیصلہ کن اور حتمی ہوتا تھا۔ آپؓ کا فرمان حلم واحتیاط کا آئینہ دار ہوتا تھا۔ آپؓ نے حق کی راہوں کو اجاگر کیا اور فتنوں کی آگ کو فرو کیا۔ دین کو آپؓ کے دم قدم سے ثبات ملا اور اسلام کو آپؓ نے قوت فراہم کی اور آپؓ کی مسلسل کوششوں سے حق کو غلبہ نصیب ہوا۔ اگرچہ وہ کافروں کے لیے ناگوار تھا۔ اسلام اور مومنین کو آپؓ سے عزت نصیب ہوئی۔

آپؓ اس مقام پر پہنچ گئے تھے کہ بعد میں آنے والوں کے لیے اس مقام کا حصول خواب وخیال بنا دیا۔ آپؓ نے بعد میں آنے والوں کو سخت تھکان میں مبتلا کیا۔ آپؓ کی موت کے صدمہ کو صرف رونے سے پورا نہیں کیا جاسکتا۔ آپؓ کی شہادت کا المیہ آسمانوں میں محسوس کیا گیا اور آپؓ کی موت کی وجہ سے حق پرست افراد کی کمر ٹوٹ گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون!

ہم اللہ کی قضا پر راضی ہیں اور ہم اس کے فرمان کو تسلیم کرتے ہیں۔ آپؓ کی موت سے بڑا صدمہ کبھی مسلمانوں کو نہیں پہنچے گا۔ آپؓ اہل ایمان کے لیے چٹان اور مضبوط قلعہ تھے۔ آپؓ اہل ایمان کے لیے مستحکم پہاڑ تھے۔ اللہ تعالیٰ آپؓ کو اپنے نبیؐ سے ملحق فرمائے اور ہمیں آپؓ کے اجر سے محروم نہ رکھے اور آپؓ کے بعد ہمیں گمراہی سے محفوظ رکھے۔

ان الفاظ کے بعد وہ بزرگ پھوٹ پھوٹ کر روئے اور انہیں روتا دیکھ کر باقی

صحابہ پیغمبرؐ بھی دل کھول کر روئے۔اس کے بعد وہ بزرگ لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔لوگوں نے انھیں بہت تلاش کیا لیکن وہ کہیں دکھائی نہ دیئے۔

لوگوں نے امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ بزرگ کون تھے؟

آپ نے فرمایا: یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔

(الکافی، ج ۱، ص ۴۵۴۔امالی صدوق، ص ۲۰۰۔مناقب آل ابی طالب، ج ۲، ص ۳۴۷)

## زمین و آسمان کا آپؑ پر چالیس سال گریہ کرنا

۱- ابن شہر آشوب نے اپنی اسناد سے ابن عباس سے نقل کیا۔انہوں نے کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

جب کوئی مومن دنیا سے رخصت ہوتا ہے تو آسمان و زمین اس پر چالیس دنوں تک روتے ہیں اور جب کوئی عالم مرجائے تو زمین و آسمان چالیس مہینے اس پر گریہ کرتے ہیں اور جب کوئی نبی اس دنیا سے رخصت ہو تو اسے چالیس سال تک روتے ہیں۔

پھر آنحضرتؐ نے فرمایا: علیؑ! جب تو شہید ہوگا تو زمین و آسمان تجھ پر چالیس سال تک گریہ کریں گے۔

ابن عباس کہتے ہیں کہ جب حضرت علیؑ شہید ہوئے تو تین دن تک آسمان سے خون برستا رہا۔(مناقب آل ابی طالب، ج ۲، ص ۳۴۶)

۲-سعید بن میتب نے کہا کہ جب امیر المومنینؑ شہید ہوئے تو زمین سے جو بھی پتھر اٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے سے تازہ خون برآمد ہوتا تھا۔

زہری نے کہا کہ شہادت علیؑ کے دن بیت المقدس میں جس بھی پتھر کو اٹھایا جاتا تھا تو اس کے نیچے سے تازہ خون برآمد ہوتا تھا۔(مناقب آل ابی طالب، ج ۲، ص ۳۴۶۔

عیون المعجزات، ص ۵۲-۵۳)

## آپؑ موت کے بعد بھی زندہ ہیں

۱- قطب راوندی لکھتے ہیں کہ حضرت رشید ہجری نے کہا کہ ہم حضرت امیر المومنین علیہ السلام کی شہادت کے بعد ایک مرتبہ امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے پاس بیٹھے تھے کہ ہم نے ان سے کہا کہ ہمیں آپؑ کے والد کو دیکھنے کا شدت سے اشتیاق ہے اور ان کی زیارت کے لیے ہمارے سینے پھٹے جاتے ہیں۔

امام حسن علیہ السلام نے فرمایا: کیا تم میرے والد علیہ السلام کو دیکھنا چاہتے ہو؟

ہم نے کہا: جی ہاں۔ لیکن وہ تو ہمیں داغِ مفارقت دے چکے ہیں اب بھلا کیسے اس دنیا میں رہ کر انہیں کیسے دیکھ پائیں گے۔

صدرِ مجلس میں ایک پردہ آویزاں تھا۔ امام حسن علیہ السلام نے اس پردے کو ہٹا کر فرمایا: اس گھر کی طرف دیکھو۔ جب ہم نے گھر میں نگاہ دوڑائی تو ہمیں وہاں امیر المومنین علیہ السلام بیٹھے دکھائی دیئے۔

حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے فرمایا: یہی امیر المومنینؑ ہیں ناں؟

پھر آپؑ نے پردہ گرا دیا۔ (خرائج راوندی، ج ۲، ص ۸۱۰)

۲- ثاقب المناقب میں مرقوم ہے کہ جابر بن عبداللہ انصاری نے کہا کہ حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ بنی اسرائیل کے واقعات بیان کیا کرو۔ ان کے واقعات میں کئی عجیب وغریب قسم کے واقعات ملتے ہیں۔

پھر آنحضرتؐ نے فرمایا: بنی اسرائیل کا ایک گروہ قبرستان میں آیا اور انہوں نے آپس میں کہا کہ اگر ہم نماز پڑھ کر اللہ سے درخواست کریں تو ممکن ہے کہ وہ ہمارے لیے کسی مردہ کو بولنے کی اجازت دے دے اور ہم اس سے موت کی کیفیت دریافت کریں۔

پھر انھوں نے نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ وہ ان کے لیے کسی مردہ کو

قبر سے برآمد کرے۔ جیسے ہی وہ دعا سے فارغ ہوئے تو ایک مُردے نے اٹھ کر قبر سے سر نکالا اور اس کی پیشانی پر سجدوں کا نشان تھا۔

اس نے کہا: تم لوگ مجھ سے کیا دریافت کرنا چاہتے ہو؟ مجھے مرے ہوئے ستر سال ہو چکے ہیں لیکن ابھی تک موت کی تلخی میرے حلق سے نہیں اُتری۔ اب تم دعا کرو کہ میں دوبارہ موت کی آغوش میں چلا جاؤں۔

جابر بن عبداللہ انصاری نے کہا: مجھے اللہ اور اس کے رسولؐ کے حق کی قسم! میں نے حسن بن علیؑ سے ایک ایسی بات کا مشاہدہ کیا جو کہ اس سے بھی زیادہ عجیب تھی اور میں نے حسین بن علیؑ سے بھی ایک ایسی بات کا مشاہدہ کیا جو کہ سب سے عجیب ترین تھی۔ جب امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے معاویہ سے صلح کی تو آپ کی یہ صلح بہت سے لوگوں کو ناگوار محسوس ہوئی اور بذاتِ خود مجھے بھی یہ صلح ناگوار محسوس ہوئی۔ چنانچہ میں حضرت کے پاس گیا اور میں نے انہیں اس صلح پر ملامت کی۔

امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

جابر! تم تو مجھے ملامت نہ کرو۔ میرے نانا جان نے فرمایا تھا کہ یہ میرا بیٹا (حسن) سردار ہے اور اللہ اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کرائے گا۔

اس حدیث کو سننے کے بعد بھی میرے دل کو خاصی تشفی نہ ہوئی۔ میں نے کہا: ممکن ہے اس حدیث سے کوئی اور مصالحت کی طرف اشارہ کیا گیا ہو۔ جہاں تک معاویہ کے ساتھ مصالحت کا سوال ہے تو اس مصالحت میں اہل ایمان اور ان کی اولاد کی ہلاکت مضمر ہے۔

میری یہ بات سن کر امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام نے میرے سینے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا:

جابر! تو شک کر رہا ہے؟

میں نے کہا: جی ہاں۔

پھر آپؑ نے فرمایا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ میں اس کی تصدیق اپنے نانا جان سے

کراؤں اور وہ خود تمہیں مطمئن کریں؟

حضرت کے یہ الفاظ سن کر مجھے سخت تعجب ہوا۔ پھر اچانک میں نے دیکھا کہ ہمارے قدموں کے نیچے سے زمین پھٹ گئی اور رسولؐ خدا اور علیؑ مرتضٰی اور جعفر طیار اور حضرت حمزہ علیہم افضل السلام وہاں سے برآمد ہوئے۔ میں حیران ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔

امام حسن مجتبٰی نے کہا: نانا جان! جابر مجھے ملامت کر رہا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جابر! تو اس وقت تک مومن نہیں بن سکے گا جب تک اپنے آئمہ کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کرے گا اور اپنی رائے کی وجہ سے ان پر اعتراض نہ کر۔ میرے فرزند حسنؑ نے جو مصالحت کی ہے اسے دل سے تسلیم کر۔ میرے فرزند نے ایسا کر کے مومنین کی زندگیوں کو تحفظ فراہم کیا ہے اور جو کچھ اس نے کیا ہے وہ اللہ کے فرمان اور میرے حکم کے تحت کیا ہے۔

میں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! میں سر تسلیم جھکا رہا ہوں۔ پھر چاروں حضرات ہوا میں بلند ہوئے۔ میں انھیں دیکھتا رہا۔ یہاں تک کہ ان کے لیے آسمان کا دروازہ کھلا۔ وہ اس میں داخل ہو گئے۔ پھر ان کے لیے دوسرے آسمان کا دروازہ کھلا اور یوں ان کے لیے باری باری ساتوں آسمانوں کے دروازے کھلتے گئے اور ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باقی حضرات کی قیادت کرتے گئے۔ (الثاقب فی المناقب، ص ۳۰۶)

۳- حضرت جابر نے دوسرا واقعہ یوں بیان کیا کہ جب امام حسین علیہ السلام نے سفر عراق کا ارادہ کیا تو میں ان کے پاس گیا اور ان سے کہا: آپ رسولؐ خدا کے فرزند اور ان کے نورِ نظر ہیں۔ میرا خیال ہے کہ آپ بھی اپنے بھائی حضرت حسن مجتبٰی علیہ السلام کی طرح سے صلح کر لیں گے۔ آپ کے بھائی توفیق الٰہی سے موفق تھے اور ان کا اقدام بالکل درست تھا۔

امام حسین علیہ السلام نے فرمایا:

جابر! میرے بھائی نے جو کچھ کیا تھا وہ خدا اور رسولؑ کے حکم سے کیا تھا اور میں بھی جو کچھ کروں گا وہ خدا اور رسولؑ کے حکم سے کروں گا۔ کیا تو چاہتا ہے کہ میں رسولؐ خدا سے تیری ملاقات کراؤں اور ان کی زبانی تجھے اپنے اقدام کی خبر دلاؤں؟

اس کے بعد آپؑ نے فرمایا کہ اوپر دیکھو۔ جب میں نے اوپر دیکھا تو مجھے محسوس ہوا کہ آسمان کا دروازہ کھل گیا ہے اور اس میں سے رسولؐ خدا، علی مرتضیٰؑ، امام حسنؑ، حضرت حمزہ اور جعفر طیار و زید بن حارثہ اتر رہے ہیں۔ پھر میں نے دیکھا کہ وہ زمین پر آ کر ٹھہرے۔

یہ منظر دیکھ کر میں مبہوت ہو کر کھڑا ہو گیا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

جابر! کیا میں نے تجھے اس سے قبل حسنؑ کے اقدام کے متعلق نہ بتایا تھا؟ اور اس وقت میں نے تجھے یہ کہا تھا کہ تم اس وقت تک مومن نہیں بن سکو گے جب تک اپنے ائمہ کے فرمان کے سامنے سرِ تسلیم خم نہ کرو گے اور ان پر اعتراض نہ کرو گے۔

کیا تو چاہتا ہے کہ حسنؑ کے حریف اور یزید اور حسینؑ کا آخری مقام تجھے دکھاؤں؟

میں نے کہا: جی ہاں یا رسولؐ اللہ!

اس کے بعد رسولؐ خدا نے زمین پر پاؤں کی ٹھوکر ماری۔ زمین پھٹ گئی۔ پھر ایک سمندر نمودار ہوا۔ وہ بھی پھٹ گیا اور یوں سات زمینیں یکے بعد دیگرے ظاہر ہوئیں اور اسی ترتیب سے سات سمندر بھی ظاہر ہوئے۔ ساتویں زمین کے نیچے مجھے آگ ہی آگ دکھائی دی۔ میں نے آگ کو دیکھا تو مجھے اس میں ولید بن مغیرہ' ابو جہل اور یزید اور امام حسنؑ کا حریف ایک آتشیں زنجیر میں بندھے ہوئے دکھائی دیئے اور ان کے ساتھ سرکش شیاطین بھی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے جنہیں سخت عذاب دیا جا رہا تھا۔

پھر آنحضرتؐ نے فرمایا: جابر! سر بلند کر کے اوپر دیکھ۔ میں نے سر بلند کر کے اوپر دیکھا تو رسولؐ خدا اور آپؐ کے ساتھی آسمان کی طرف پرواز کرنے لگ گئے اور کچھ دیر پرواز کرنے کے بعد رسولؐ خدا نے فرمایا:

حسینؑ! آؤ مجھ سے مل جاؤ۔

یہ حکم سنتے ہی امام حسینؑ ان کے ساتھ شامل ہو گئے اور وہ میرے دیکھتے دیکھتے جنت اعلیٰ میں چلے گئے۔ پھر میں نے دیکھا کہ رسولؐ خدا نے امام حسینؑ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا:

جابر! میرا بیٹا یہاں میرے ساتھ ہوگا۔ اس کے فرمان کو تسلیم کرنا اور کبھی شک نہ کرنا اور اس طرح سے تم مومن بن جاؤ گے۔

جابر کا بیان ہے کہ اگر میں نے جھوٹ بولا ہو تو میری آنکھیں اندھی ہو جائیں۔

(الثاقب فی المناقب، ص ۳۲۲)

۴- حافظ رجب برسی لکھتے ہیں کہ امیر المومنین علیہ السلام نے حسنین کریمین علیہما السلام سے فرمایا تھا کہ جب تم میری میت کو لحد میں اتارو تو میری لحد بند کرنے سے قبل وہاں دو رکعت نماز پڑھنا اور نماز کے بعد میری قبر میں جھانک کر دیکھنا کہ وہاں تمہیں کیا نظارہ دکھائی دیتا ہے۔

حسنین کریمین علیہما السلام نے اپنے والد ماجد علیہ السلام کے فرمان پر عمل کیا۔ پھر انہوں نے قبر میں نگاہ کی تو انہوں نے دیکھا کہ آپ کے جسم اطہر پر سندس کی ایک چادر لپٹی ہوئی ہے۔ امام حسن مجتبیٰؑ نے سر سے چادر کو ہٹایا تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت رسولؐ خدا اور حضرت ابراہیم علیہما السلام حضرت علیؑ کے پاس بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔

امام حسین علیہ السلام نے حضرت کے قدموں کی طرف سے چادر ہٹائی تو آپ نے دیکھا کہ آپ کے قدموں کے پاس جناب زہراء، حوا، مریم و آسیہ بیٹھی امیر المومنینؑ پر گریہ کر رہی تھیں۔ (مشارق انوار الیقین، بحار الانوار، ج ۴۲، ص ۳۰۱)

## جمال لعین کا واقعہ

حسین بن حمدان نے حصینی نے اپنی کتاب ہدایت حصینی میں اپنے اسناد کے ساتھ سعید بن میتب سے روایت کی۔ انہوں نے کہا:

امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد جب ایامِ حج قریب آئے تو میں اپنے آقا و مولا علی بن الحسین زین العابدین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے عرض کی کہ میں حج پر جانا چاہتا ہوں۔ آپ کیا حکم دیتے ہیں؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جو تم نے نیت کی ہے اسے پورا کرو۔ چنانچہ میں نے سفر حج کیا اور جب میں طواف میں مصروف تھا تو میں نے ایک شخص کو دیکھا جس کا چہرہ سیاہ رات کی طرح سے کالا تھا اور وہ غلافِ کعبہ تھام کر کہہ رہا تھا:

بیت الحرام کے رب! مجھے معاف کر دے۔ میرا خیال ہے کہ تو مجھے کبھی معاف نہیں کرے گا اور اگر تمام آسمان اور زمین کی مخلوق بھی میری شفاعت کرے پھر بھی تو مجھے معاف نہیں کرے گا کیونکہ میرا جرم اتنا بڑا ہے جو کہ بخشش کے لائق ہی نہیں ہے۔

سعید بن میتب کہتے ہیں کہ جب ہم نے اس شخص کی یہ دعا سنی تو ہم طواف روک کر اس کے گرد جمع ہو گئے اور ہم نے اس سے کہا:

اگر تو ابلیس بھی ہے تو بھی تجھے اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ تو کون ہے اور تو نے کیا گناہ کیا ہے؟

یہ سوال سن کر وہ خوب رویا اور اس نے کہا: لوگو! میں اپنے گناہ کو خود جانتا ہوں۔

ہم نے کہا: پھر وہ گناہ ہمیں بھی بتا۔

اس نے کہا کہ جب امام حسینؑ نے مدینہ سے عراق ہجرت کی تھی تو میں ان کے اونٹوں کا ساربان تھا۔ میں دورانِ سفر دیکھتا تھا کہ امام حسینؑ کے پاس ایک قیمتی کمر بند تھا

جس کی روشنی سے آنکھیں چندھیا جاتی تھیں۔ میرے دل میں خواہش تھی کہ کسی طرح سے یہ کمر بند مجھے مل جائے۔ میں امام علیہ السلام کے ساتھ سفر کرتا رہا یہاں تک کہ آپ کربلا آ گئے اور جب دس محرم کا دن ہوا تو میں نے اپنے آپ کو میدانِ کربلا سے دُور ایک کھائی میں چھپایا۔

الغرض اس دن امام حسین علیہ السلام اور ان کے رفقاء شہید ہو گئے۔ مجھ جیسے افراد سے کسی نے تعرض نہ کیا۔ جب گیارہ محرم کی رات ہوئی تو میں اپنی جگہ سے اٹھا اور میں نے میدان پر نظر کی تو مجھے میدان میں روشنی ہی روشنی نظر آئی اور اس روشنی میں' مَیں نے دیکھا کہ شہداء زمین پر پڑے ہوئے تھے۔ اس وقت میری بدنصیبی اور شقاوت نے مجھے کمر بند کی یاد دلائی۔ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ خدا کی قسم! اب موقع ہاتھ آیا ہے تو میں حسینؑ کو تلاش کروں گا اور اگر مجھے کمر بند دکھائی دیا تو میں اسے حاصل کروں گا۔

یہ سوچ کر میں میدان میں آیا اور میں لاشِ حسینؑ کو تلاش کرنے لگ گیا۔ یہاں تک کہ میں نے ان کے جسم کو تلاش کر لیا۔ اس پر سر موجود نہ تھا۔ میں نے اپنے آپ سے کہا کہ یہ حسینؑ ہے۔ پھر مین نے ان کی شلوار کو دیکھا تو مجھے اس میں وہ کمر بند دکھائی دیا۔ میں ان کے قریب گیا اور میں نے اپنا ہاتھ ان کے کمر بند پر رکھا۔ مگر مجھے یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ حسینؑ نے اسے بہت زیادہ گانٹھیں لگائی ہوئی تھیں۔ میں نے گانٹھوں کو کھولنا شروع کیا اور جب آخری گانٹھ رہ گئی تو اس وقت حسینؑ اپنا دایاں ہاتھ اس پر رکھ دیا۔ میں نے ہاتھ ہٹانے کی بڑی کوشش کی لیکن میں ہاتھ ہٹانے میں کامیاب نہ ہو سکا۔

اس وقت میرے ملعون نفس نے مجھ سے کہا کہ میدان میں تلوار کا ٹکڑا تلاش کر اور اس سے ان کا ہاتھ کاٹ دے۔ پھر میں میدان میں ادھر ادھر پھرنے لگا۔ آخر کار مجھے تلوار کا ایک ٹکڑا مل گیا۔ میں نے وہ ٹکڑا اٹھایا اور لاشِ حسینؑ کے قریب پہنچا۔ جہاں امام حسینؑ نے کمر بند پر ہاتھ رکھا ہوا تھا۔ میں نے اس تلوار کے ٹکڑے سے ان کی ہتھیلی کو کاٹنا شروع کر دیا یہاں تک کہ ان کی ہتھیلی کٹ گئی اور میں نے ان کا دایاں ہاتھ کمر بند

سے ہٹا دیا اور ارادہ کیا کہ گانٹھ کھول کر کمر بند حاصل کروں کہ اتنے میں امام حسینؑ اپنا بایاں ہاتھ کمر بند پر رکھا۔ میں نے اسے ہٹانا چاہا تو وہ ہاتھ مجھ سے نہ ہٹ سکا۔ پھر میں نے اس ہاتھ کو تلوار کے ٹکڑے سے کاٹا اور جب حسینؑ کے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی جدا ہوگئی اور میں نے کمر بند اتارنے کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا تو اس وقت زمین کانپنے لگی اور آسمان لرزنے لگا اور مجھے رونے کی آوازیں سنائی دیں: کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا:

وَابنَاہُ وَاحُسَینَاہُ (ہائے میرا بیٹا' ہائے میرا حسین)

یہ آوازیں سن کر میں گھبرا گیا اور میں نے اپنے آپ کو مقتولین میں گرا دیا۔ ایک نور کی عماری اتری جس میں سے تین مرد اور ایک خاتون برآمد ہوئی اور ان کے گرد بہت زیادہ مخلوق تھی جنہوں نے آسمان و زمین کی فضاؤں کو بھر دیا تھا۔ ان لوگوں کی شکل انسانوں جیسی اور پر ملائکہ جیسے تھے۔

پھر مجھے ایک دردناک آواز سنائی دی۔ ان تین افراد میں سے ایک بزرگ یہ کہہ رہے تھے:

''ہائے میرا بیٹا' ہائے میرا حسین' حسین! تجھ پر تیرا نانا' تیرا باپ' تیری ماں اور تیرا بھائی قربان جائے۔

پھر میں نے دیکھا کہ حسین اٹھ بیٹھے اور ان کا سر بھی ان کے بدن پر موجود تھا اور انہوں نے کہا: نانا جان! میں حاضر ہوں۔ یارسولؐ اللہ! میں حاضر۔ ابا امیر المومنینؑ! میں حاضر! اماں فاطمہ زہراءؑ! میں حاضر ہوں۔

پھر امام حسینؑ نے رو رو کر کہا: نانا جان! خدا کی قسم! ان ظالموں نے ہمارے مردوں کو قتل کیا۔ نانا جان! ان ظالموں نے ہمارے بچے ذبح کیے۔ نانا جان! ان ظالموں نے ہمارے پردہ داروں کو لوٹا۔

یہ فریاد سن کر سب رونے لگ گئے۔ اس وقت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے کہا:

ابا جان! آپؐ مجھے اجازت دیں میں اس کا خون لے کر اپنی پیشانی کو خضاب

کرنا چاہتی ہوں اور یہی خون میں قیامت کے دن اپنے خدا کو دکھاؤں گی۔

رسولؐ خدا نے فرمایا: فاطمہؑ! تم یہ خون اپنی پیشانی پر ضرور لگاؤ۔ اس کے بعد حضرت سیدہؑ نے حسینؑ کی گردن کا خون اپنی پیشانی پر لگایا۔ اس کے بعد نبی اکرمؐ، علی مرتضیٰؑ اور امام حسنؑ نے بھی حسینؑ کا خون لے کر اپنے سینوں اور اپنے ہاتھوں پر کہنیوں تک لگایا۔ پھر رسولؐ خدا نے فرمایا:

حسینؑ! نانا تجھ پر قربان جائے۔ تمہارا دایاں ہاتھ اور بایاں ہاتھ کس نے قطع کیا؟

امام حسین علیہ السلام نے کہا: میرے ساتھ ایک ساربان تھا جو مدینہ سے میرے ساتھ چلا تھا اور وہ ہمیشہ میرے کمر بند پر نظریں گاڑے رہتا تھا اور اس کی خواہش تھی کہ میرا کمر بند اس کے ہاتھ لگ جائے اور میں نے اپنی زندگی میں اسے یہ کمر بند اس لیے نہ دیا کیونکہ میں جانتا تھا کہ اس نے یہ ظلم کرنا ہے۔ اور جب میں مارا گیا تو یہ مقتولین میں مجھے تلاش کرتا ہوا آیا۔ اس نے میرے بے سر جسم کو تلاش کر لیا۔ پھر اس نے کمر بند کو دیکھا تو اسے وہ کمر بند نظر آیا جس پر میں نے بہت سی گانٹھیں دی ہوئی تھیں۔ اس نے ان گانٹوں کو کھولا جب آخری گانٹھ پر یہ ظالم پہنچا تو میں نے اس پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔ یہ بے حیا میدان سے تلوار کا ٹکڑا اٹھا لایا اور اس سے میری ہتھیلی کو قطع کیا۔ پھر میں نے کمر بند پر اپنا بایاں ہاتھ رکھا تو اس ظالم نے اسے بھی ہتھیلی سے کاٹ دیا۔ اور جب اس ظالم نے کمر بند اتارنے کا ارادہ کیا تو اس وقت آپؐ آ گئے اور اس نے اپنے آپ کو مقتولین میں چھپا دیا۔

یہ داستانِ ظلم سن کر نبی اکرمؐ نے اللہ اکبر کہا۔ پھر آپؐ نے مجھ سے کہا: جمال! (ساربان) تو نے ایسا کیوں کیا۔ اللہ دنیا و آخرت میں تیرے چہرے کو سیاہ کرے اور تیرے دونوں ہاتھ قطع کرے اور تجھے ان لوگوں میں قرار دے جنہوں نے ہمارے خون بہائے ہیں اور جنہوں نے اللہ پر جسارت کرتے ہوئے ہمیں قتل کیا ہے۔

ابھی رسول کریمؐ کی بددعا مکمل نہیں ہوئی تھی کہ میرے دونوں ہاتھ کٹ گئے اور مجھے اپنے چہرے کے متعلق محسوس ہوا کہ وہ انتہائی سیاہ اور بدہیئت ہو چکا ہے۔ اب میں اپنے گناہ کی معافی طلب کرنے کے لیے یہاں بیت اللہ آیا ہوں اور مجھے یہ یقین ہے کہ اللہ میرے گناہ کبھی معاف نہیں کرے گا۔

مکہ کے تمام لوگوں نے اس ظالم کی داستان ظلم اپنے کانوں سے سنی اور اس واقعہ کو لوگوں نے نقل کیا اور جس بھی شخص نے اس کی داستانِ ظلم سنی تو اس پر لعنت کی۔ (ہدایۃ الحضینی، ص ۴۴ - ۴۵ مخطوط)

## سرِ حسینؑ کی زیارت کے لیے حضرت علیؑ اور انبیاء کا آنا

ابومخنف لوط بن یحییٰ ازدی لکھتے ہیں کہ محضر بن ثعلبہ نے جو کہ ابن زیاد کا دوست تھا، بیان کیا کہ یزید لعین نے شہادتِ حسینؑ کے بعد دمشق سے باہر ایک بڑا خیمہ نصب کرایا اور اس خیمہ میں اس نے امام حسینؑ کا سر رکھا اور اس نے مجھ سمیت چالیس افراد کو سرِ حسینؑ کا نگران مقرر کیا اور اس نے ہم سے کہا کہ تم اس سر کی حفاظت کرتے رہو یہاں تک کہ میں اس کے متعلق اپنا کوئی فیصلہ نہ کر لوں۔

یزید نے تمام نگرانوں کو ایک ایک ہزار دینار بطور انعام دیا۔ ایک رات کا واقعہ ہے کہ میرے ساتھیوں نے کھانا کھایا اور شرابیں پئیں لیکن میں بیمار تھا۔ میں نے ان کے ساتھ کھانے پینے میں شرکت نہ کی۔ کچھ دیر بعد میرے تمام ساتھی سو گئے لیکن مجھے بیماری کی وجہ سے نیند نہ آئی۔ پھر رات کے ایک حصے میں مجھے سخت گریہ و بکا کی آوازیں سنائی دیں۔ پھر میں نے کسی ہاتف کو پردرد آواز میں یہ اشعار پڑھتے ہوئے سنا:

عین بکی علی الحسین غریبا    وجودی بدمع ساکب وعدیل

سوف یصلی بقتله ابن زیاد    نار جحیم بعد ظل ظلیل

اے آنکھ! حسینؑ مسافر پر رو لے۔ آنسو بہا اور آہ و فغاں کر۔ ابن

زیاد عیش وعشرت کے بعد قتلِ حسینؓ کی وجہ سے دوزخ کی آگ
میں جلے گا۔

محفر بن ثعلبہ کا بیان ہے کہ مذکورہ اشعار سن کر میں بہت گھبرایا۔ پھر کسی اور ہاتف کی آواز مجھے سنائی دی جس نے یہ اشعار پڑھے:

نبکیہ حزناثم نسبل دمعة     ونند بہ فی کل عید مشهد
فلا قدس الرحمن ارواح معشر     اطاعوا عبیدالله فی قتل سیدی

ہم اس کے غم میں روتے ہیں' پھر آنسو بہاتے ہیں اور ہم ہر عید اور
ہر محفل میں اس کا مرثیہ پڑھتے ہیں۔
اللہ ان لوگوں کی ارواح کو پاکیزگی نصیب نہ کرے جنہوں نے
میرے سردار کے قتل کے لیے ابن زیاد کی اطاعت کی ہے۔

محفر کا بیان ہے کہ ان اشعار نے مجھے مزید ہلا کر رکھ دیا اور میری آنکھوں سے نیند کوسوں دُور چلی گئی۔ پھر بہت سی آوازیں سنیں جو کہ آسمان کی طرف آ رہی تھیں۔ اس وقت میں نے یہ آواز سنی:

آدمؑ! اتر آؤ۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو آدمؑ خیمہ کے دروازے پر کھڑے تھے اور انہوں نے امام حسینؓ کو سلام کرتے ہوئے کہا:

السلام علیک یا ابا عبداللّٰه الحسین لعن اللّٰه امة
قتلتک

ابوعبداللہ الحسین آپؑ پر سلام ہو۔ اللہ ان لوگوں پر لعنت کرے
جنہوں نے آپؑ کو قتل کیا۔

میں یہ گفتگو سن کر سخت متعجب ہوا لیکن میری زبان پر تالا سا لگ چکا تھا اور میں کلام نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے بعد آدمؑ سرِ حسینؓ کے پاس کھڑے ہو کر نماز میں مصروف ہو گئے۔

پھر چند لمحات کے بعد میں نے ایک اور شور وغوغا کی آوازیں سنیں اور کسی کہنے والے نے کہا: نوح! آپ اُتر آئیں۔ میں نے آنکھیں کھول کر دیکھا تو نوحؑ خیمہ کے دروازے پر کھڑے تھے اور انہوں نے بھی امام حسینؑ کو انہی الفاظ سے سلام کیا جن سے حضرت آدمؑ سلام کر چکے تھے۔

پھر نوح علیہ السلام حضرت آدمؑ کے پہلو میں کھڑے ہو گئے اور انہوں نے نماز شروع کر دی۔ پھر کچھ ہی دیر بعد میں نے بہت زیادہ آوازیں سنین اور کسی کہنے والے نے آواز دے کر کہا: ابراہیمؑ! آپ اتر آئیں۔

میں نے آنکھ کھول کر دیکھا تو ابراہیمؑ درخیمہ پر کھڑے تھے اور انہوں نے سلام کرتے ہوئے کہا:

**السلام علیک یاابا عبداللّٰہ الحسین لعن اللّٰہ قوماً قتلوک یاولدی والصفوۃ من ذریتی -**

ابو عبداللہ الحسینؑ! آپؑ پر سلام۔ اے میرے فرزند اور میری ذریت کا منتخب انسان تجھ پر سلام۔ اللہ اس قوم پر لعنت کرے جس نے تجھے قتل کیا ہے۔

پھر حضرت ابراہیمؑ حضرت نوحؑ کے پہلو میں کھڑے ہو گئے اور انھوں نے نماز شروع کر دی۔

اس کے بعد میں نے پھر شور وغوغا کی آوازیں سنیں اور کسی کہنے والے نے کہا: موسیٰ! آپ اتر آئیں۔

راوی کا بیان ہے کہ اگر میں غلط کہوں تو اندھا ہو جاؤں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے حضرت موسیٰؑ کو درخیمہ پر کھڑے دیکھا۔ انہوں نے امام حسینؑ پر سلام کیا اور قاتلوں پر لعنت کی۔ پھر وہ ابراہیم علیہ السلام کے پہلو میں نماز میں مصروف ہو گئے۔

ابھی میں ان باتوں پر تعجب ہی کر رہا تھا کہ میں نے سخت شور وغوغا کی آوازیں

سنیں اور کسی کہنے والے نے کہا:

امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ! آپؑ اتر آئیں۔ میں نے دیکھا کہ علیؑ آئے اور ان کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ انہیں دیکھ کر میں لرز اٹھا اور مجھے یقین ہو گیا کہ حضرت علیؑ تلوار سے ہم سب کا کام تمام کر دیں گے۔ بہرنوع علیؑ درخیمہ پر آئے اور انہوں نے اپنے فرزند کو سلام کیا اور ان کے قاتلوں پر لعنت بھیجی۔ پھر وہ موسٰیؑ کے پہلو میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگ گئے۔

پھر میں نے سب سے زیادہ شور و غوغا کی صدائیں سنیں اور کسی کہنے والے نے کہا:

محمدؐ! آپؐ اتر آئیں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے محمد مصطفٰیؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو درخیمہ پر کھڑے دیکھا۔ آپؐ سر کے قریب آئے اور آپؐ نے سر کو بوسے دیئے اور آپؐ اتنا روئے کہ آپ کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ پھر آپؐ نے فرمایا: بیٹا! تیری مصیبتیں میرے لیے ناقابلِ برداشت ہیں۔ پھر آنحضرتؐ نے امام حسینؑ کے دانتوں کا بوسہ لیا۔

بعد ازاں رسول اکرمؐ نے خیمہ کے وسط سے امام حسین علیہ السلام کا سر اٹھایا اور مقدس شخصیات کے درمیان میں رکھا۔ رسولؐ خدا نے نماز جنازہ پڑھائی اور سب نے آپ کی اقتدا میں نماز جنازہ پڑھی۔ اتنے میں آسمان سے ایک فرشتہ آیا اور اس نے کہا: یارسولؐ اللہ! علی واعلیٰ خدا آپ کو سلام کہتا ہے اور آپؐ سے کہہ رہا ہے اگر آپؐ چاہیں تو پھر میں تختہ زمیں الٹ دیتا ہوں اور نیچے کا حصہ اوپر اور اوپر والا حصہ نیچے کر دیتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام سن کر حضرت محمد مصطفٰیؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

بھائی جبریلؑ! میری طرف سے خدا کے حضور یہ عرض کرو کہ ان کا حساب یومِ قصاص تک مؤخر کر دے۔

جبریلؑ حضرت کا یہ جواب لے کر آسمان پر گئے۔ پھر چند لمحات بعد آنحضرتؐ کی

خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ پروردگار کا فرمان ہے کہ میں حساب کو یومِ قصاص تک مؤخر کر رہا ہوں لیکن یہاں جو افراد موجود ہیں ان کے لیے میں قتل کا حکم جاری کر رہا ہوں۔

پھر میں نے دیکھا کہ ہم چالیس افراد کے لیے چالیس فرشتے اُترے اور ہر فرشتے کے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا۔ اور انہوں نے میرے ساتھیوں کو قتل کرنا شروع کر دیا۔ جب ایک فرشتہ میری طرف نیزہ لے کر بڑھا تو میں رسولؐ خدا کو دہائی دے کر کہا: یارسولؐ اللہ! آپؐ میری مدد کریں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ملعون! تو ابھی زندہ ہے۔ جا سو جا' خدا تجھے کبھی نہ بخشے اور تجھے اہل نار میں سے قرار دے۔

اس کے بعد وہ تمام شخصیات غائب ہوگئیں۔ مجھے اپنے مشاہدے پر سخت تعجب ہوا اور میں نے اپنے دل ہی دل میں کہا کہ شاید میں نے کوئی بھیانک خواب دیکھا ہے۔ لیکن جب صبح ہوئی اور دن چڑھنے کے بعد بھی میرا کوئی ساتھی بیدار نہ ہوا تو میں نے انھیں آوازیں دیں اور انھیں جگانے کی کوشش کی لیکن کوئی بھی بیدار نہ ہوا اور جب میں نے انہیں ہلا جلا کر دیکھا تو وہ سب کے سب مرے پڑے تھے۔

اس واقعہ کے بعد میں سیدھا یزید بن معاویہ کے پاس گیا اور اسے پورا قصہ کہہ سنایا۔ اس نے مجھ سے کہا کہ اس واقعہ کا ذکر کبھی کسی سے نہ کرنا اور اگر میں نے یہ بات کسی اور کی زبانی سن لی تو میں تجھے قتل کر دوں گا۔ اور میرے حکم کے آنے تک وہاں قیام کر۔ اور اگر کوئی تجھ سے تیرے ساتھیوں کی موت کی وجہ پوچھے تو کہنا کہ انہوں نے ضرورت سے زیادہ شراب لی تھی اسی لیے وہ مر گئے۔

## آپؑ ہی ''دابۃ الارض'' ہیں

ثقۃ الاسلام کلینی نے اپنی اسناد کے ساتھ امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کیا کہ

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا:

خدا کی طرف سے میں ہی جنت و دوزخ کا تقسیم کرنے والا ہوں اور جنت میں جانے والا میری ہی تقسیم کے تحت جنت میں جائے گا۔ میں ہی فاروق اکبر ہوں اور بعد میں آنے والوں کا رہنما میں ہوں اور اپنے سے پہلے گزرنے والے ہادیوں کا نمائندہ میں ہوں۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کوئی مجھ سے افضل نہیں ہے اور نبی اکرمؐ اور میں ایک ہی راستے کے راہی ہیں۔ مگر ان کا اور میرا نام جدا جدا ہے۔ اللہ نے مجھے چھ چیزیں عطا کی ہیں:

۱- مجھے علم المنایا والبلایا والوصایا عطا ہوا ہے۔

۲- مجھے فیصلہ کرنے کا حکم دیا گیا گیا۔

۳- مجھے کئی بار دنیا میں آنا ہے۔

۴- میں نے کئی حکومتیں تشکیل دینی ہیں۔

۵- عصا اور مہر والا میں ہی ہوں۔

۶- اور میں وہ ''دابہ'' (جاندار) ہوں جو قبل قیامت لوگوں سے باتیں کرے گا۔ (الکافی، ج ۱، ص ۱۹۸)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک شخص نے حضرت عمار یاسر سے کہا کہ قرآن مجید میں ایک آیت ایسی بھی ہے جس نے میرے دل کو پریشان کر دیا ہے اور مجھے شک میں ڈال دیا ہے۔

حضرت عمار نے فرمایا: وہ کون سی آیت ہے؟

اس شخص نے کہا: وہ آیت یہ ہے:

وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُم دَابَّةً مِّنَ الْاَرضِ تُكَلِّمُهُم اَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِاٰيَاتِنَا لَا يُوقِنُوْنَ ٥ (النمل: ۸۲)

''اور جب ان پر وعدہ پورا ہوگا تو ہم زمین سے ایک چلنے والا نکال

کر کھڑا کر دیں گے جو ان سے باتیں کرے گا کیونکہ لوگ ہماری
آیات پر یقین نہیں رکھتے''۔

اب مجھے بتاؤ وہ دابہ (جاندار) کیا ہے؟

حضرت عمار نے کہا: میں تب تک نہ بیٹھوں گا اور نہ ہی کچھ کھاؤں پیوں گا جب تک تجھے وہ ''دابہ'' نہ دکھائی دوں۔

پھر عمار اس شخص کو اپنے ساتھ لے کر چل پڑے اور سیدھے وہاں آئے جہاں امیر المومنین علیہ السلام بیٹھے تھے۔ اور آپ اس وقت کھجوریں کھا رہے تھے۔ آپؑ نے عمار سے فرمایا کہ آؤ کھجوریں کھاؤ۔

عمار بیٹھ گئے اور انہوں نے حضرت کے ساتھ کھجوریں کھائیں۔ جو شخص عمار کے ساتھ آیا تھا اسے بڑا تعجب ہوا اور اس نے کہا: عمار! کیا تجھے اپنا قول بھول گیا ہے۔ ابھی تم نے مجھ سے کہا تھا کہ جب تک تجھے ''دابۃ الارض'' نہ دکھاؤں گا تب تک نہ تو بیٹھوں گا اور نہ ہی کچھ کھاؤں پیوں گا اور تم نے مجھے ''دابۃ الارض'' تو دکھایا نہیں مگر تم بیٹھ بھی گئے اور کھانے پینے بھی لگ گئے۔ آخر یہ کیا ہے؟

عمار نے کہا: بندۂ خدا! اگر تجھ میں عقل موجود ہے تو میں تو تجھے وہ دکھا چکا ہوں۔ یعنی تو نے حضرت علیؑ کو دیکھ لیا ہے اور وہی تو ''دابۃ الارض'' ہیں۔

(تفسیر قمی، ج ۲، ص ۱۳۱)

## آپؑ زمانہ رجعت میں تشریف لائیں گے

۱۔ کتاب بصائر الدرجات میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے۔ آپؑ نے فرمایا:

قرآن مجید کی آیت ''حَتّٰى اِذَا فَتَحنَا عَلَيهِم بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِيدٍ (یہاں تک کہ جب ہم ان پر سخت عذاب والا دروازہ کھول دیں گے) سے مراد علیؑ بن ابی

طالبؑ ہیں اور جب وہ دنیا میں لوٹیں گے تو کفار کے لیے سخت عذاب کا موجب ہوں گے۔ (مختصر البصائر، ص ۲۰۹)

۲۔عبدالکریم بن عمرو الخثعمی نے کہا کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سنا۔ آپؑ نے فرمایا:

ابلیس نے اللہ تعالیٰ سے قیامت کے دن تک کی مہلت طلب کی تھی لیکن اللہ نے اسے روزِ قیامت تک مہلت نہیں دی تھی بلکہ اللہ نے فرمایا: فَاِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ (الحجر:۳۶) (تجھے ایک مقررہ دن کے وقت تک مہلت دی جاتی ہے) اور جب وہ ''وقت معلوم'' ہوگا تو ابلیس لعین زمانہ آدمؑ سے لے کر اس وقت تک کے اپنے تمام پیروکاروں کو لے کر آجائے گا۔ اور اس وقت حضرت امیرالمومنینؑ کی آخری واپسی ہوگی۔

میں (راوی) نے کہا تو کیا امیرالمومنینؑ نے کئی بار واپس آنا ہے؟

امام علیہ السلام نے فرمایا: جی ہاں۔ انہیں کئی مرتبہ آنا ہے۔ جو بھی امامؑ کسی دور میں گزرا تو وہ بھی دنیا میں واپس آئے گا اور اس کے ساتھ اس کے دور کے نیک و بد افراد بھی دوبارہ ظاہر ہوں گے یہاں تک کہ اللہ مومن کو کافر پر کامیابی دے گا۔

اور جب ''وقت معلوم'' کا دن ہوگا تو امیرالمومنین علیہ السلام اپنے ساتھیوں سمیت واپس آئیں گے اور ابلیس بھی اپنے تمام ساتھیوں کو لے کر آجائے گا اور فرات کے قریب روحا کے مقام پر ان میں مقابلہ ہوگا اور وہ مقام تمہارے کوفہ کے قریب ہوگا اور وہاں ایسا زور کا رن پڑے گا کہ زمانہ سابق میں اس کی کوئی مثال نہیں ہوگی۔ اور گویا یہ منظر اس وقت میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ حضرت علیؑ کے ساتھ ایک سو قدم جتنا پسپا ہو رہے ہیں اور مجھے یہ بھی نظر آ رہا ہے کہ کچھ لوگوں کے پاؤں بھی فرات میں پڑے ہیں اس وقت اللہ کی نشانیاں اور ملائکہ بادلوں کے سائے میں اتریں گے اور اس وقت حق و باطل کا فیصلہ ہوگا۔ حضرت رسول اکرمؐ آگے آگے ہوں گے۔ ان کے ہاتھ

میں نور کا ایک نیزہ ہوگا۔ جب ابلیس یہ منظر دیکھے گا تو اس وقت الٹے پاؤں بھاگنے لگے گا۔ اس کے ساتھ اس سے کہیں گے کہ اب تو تو کامیاب ہو چکا ہے۔ پھر واپس بھاگنا کیوں چاہتا ہے؟

تو اس وقت وہ کہے گا: اِنِّیْ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ (الانفال: ۴۸) میں وہ کچھ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے۔ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰہَ رَبَّ الْعَالَمِیْنَ (الحشر: ۱۶) میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ نبی اکرم اس لعین پر حملہ کریں گے اور حضرت اپنے نیزے سے اس کے کندھوں کے درمیان وار کریں گے جس سے وہ ہلاک ہو جائے گا اور اس کے تمام ساتھی ہلاک ہو جائیں گے۔

یہ وہ وقت ہوگا جب پوری روئے زمین پر صرف اللہ کی ہی عبادت کی جائے گی اور دنیا سے شرک کا نام ونشان تک مٹ جائے گا۔ اس کے بعد امیر المومنین علیہ السلام چوالیس ہزار سال تک حکومت کریں گے یہاں تک کہ آپ کے ایک ایک شیعہ کی ہزاروں اولاد پیدا ہو جائے گی۔ اس وقت مسجد کوفہ کے قریب اور اس کے گرد دو سرسبز باغات ظاہر ہوں گے۔ (مختصر البصائر' ص ۶۲)

## آپؑ ہر مرنے والے کے پاس تشریف لاتے ہیں

شیخ امالی میں لکھتے ہیں کہ اصبغ بن نباتہ نے کہا کہ حارث ہمدانی چند شیعوں کے ساتھ امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہ اپنے عصا کے سہارے بڑی مشکل سے چل رہا تھا۔ امیر المومنینؑ کی نظر میں اسے بڑا مقام حاصل تھا۔ آپؑ نے اس سے فرمایا:

حارث! اپنے آپ کو کیسا محسوس کرتے ہو؟

حارث نے عرض کیا: مولا! اس وقت زمانہ مجھے نگل چکا ہے اور آپؑ کے ماننے والوں کے جھگڑوں نے بھی میرے تفکرات میں اضافہ کر دیا ہے۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا: وہ کس بات میں جھگڑا کر رہے ہیں؟

حارث نے کہا: مولا! آپؑ کے ماننے والوں میں کچھ افراط کرتے ہیں' کچھ تفریط سے کام لیتے ہیں اور کچھ اعتدال پسند ہیں اور کچھ شکوک وشبہات میں مبتلا ہیں جن سے یہ فیصلہ نہیں ہو رہا کہ وہ آگے بڑھیں یا پیچھے ہٹیں۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا:

اے ہمدانی! یاد رکھ میرے بہتر شیعہ وہ ہیں جو اعتدال پسند ہیں۔ غالی نے ان کی طرف لوٹ کر آنا ہے اور پیچھے رہ جانے والے نے ان سے آ کر ملنا ہے۔

حارث نے کہا: مولا! اگر آپ ہمارے دلوں سے زنگ اُتار دیں اور ہمیں ہمارے عقیدہ میں بابصیرت بنا دیں تو آپ کا احسان ہوگا۔

حضرتؑ نے فرمایا: اللہ کا دین لوگوں اور افراد کے ذریعہ سے نہیں پہچانا جاتا' اللہ کا دین حق کی علامت سے پہچانا جاتا ہے۔ حق کی پہچان کر تجھے اہل حق کی پہچان خود بخود ہو جائے گی۔

حارث! حق ہی بہترین گفتگو ہے اور حق بات کرنے والا مجاہد ہوتا ہے اور میں تجھے حق کی ہی خبر دیتا ہوں' اپنے کان کو میری طرف متوجہ رکھ۔ پھر تیرے ساتھیوں میں سے جسے معرفت و خاصیت حاصل ہو' اسے اس کی خبر دے۔

تمھیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں اللہ کا عبد اور اس کے رسولؐ کا بھائی ہوں اور میں ان کا سب سے پہلا مصدق ہوں۔ میں نے آنحضرتؐ کی اس وقت تصدیق کی تھی جب آدمؑ روح اور جسم کی منزلیں طے کر رہے تھے اور اس امت میں بھی میں ہی آنحضرتؐ کا پہلا تصدیق کنندہ ہوں۔ ہم ہی اولین اور ہم ہی آخرین ہیں۔ اور میں ان کا فردِ خاص ہوں۔

حارث! میں اللہ کا خاص بندہ اور اس کا منتخب فرد اور اس کا ولی اور حضرت محمدؐ کا وصی اور ان کا رازدان ہوں۔ مجھے فہمِ کتاب اور فیصلہ کرنے کی قوت عطا ہوئی ہے اور

میرے پاس صدیوں اور اسباب کا علم ہے۔ ایک ہزار چابیاں میرے سپرد کی گئی ہیں اور ہر چابی سے ایک ہزار دروازہ کھلتا ہے اور ہر دروازہ ایک ایک لاکھ عہد تک منتہیٰ ہوتا ہے اور لیلۃ القدر کے ذریعہ سے میری مدد کی گئی ہے اور جب تک سلسلۂ روز وشب جاری رہے گا اس وقت تک شب قدر میں میری اور میری اولاد کے لیے آتی ہی رہے گی یہاں تک کہ اللہ زمین اور اہلِ زمین کا وارث ہو جائے۔

حارث! میں تجھے خوش خبری دیتا ہوں۔ اس ذات کی قسم جس نے دانے کو شگافتہ کیا اور انسانی جان کو پیدا کیا۔ میرے دوست اور دشمن مجھے کئی مقامات پر پہچانیں گے۔ مجھے موت کے وقت، صراط کے وقت اور تقسیم کے وقت پہچانیں گے۔

حارث نے کہا: مولا! تقسیم سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: دوزخ کی تقسیم! میں اسے صحیح صحیح تقسیم کروں گا۔ میں کہوں گا یہ میرا دوست ہے اور یہ میرا دشمن ہے۔

پھر امیر المومنین علیہ السلام حارث کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا:

حارث! آج جس طرح سے میں نے تیرا ہاتھ پکڑا ہے اسی طرح سے ایک دن رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی میرے ہاتھ سے پکڑا تھا اور میں نے ان سے قریش ومنافقین کے حسد کی شکایت کی تھی۔ آنحضرتؐ نے مجھ سے فرمایا تھا:

''جب قیامت کا دن ہوگا تو میں صاحبِ عرش خدا کے دامن رحمت کو پکڑوں گا اور تو میرے دامن سے وابستہ ہوگا اور تیری اولاد تیرے دامن سے وابستہ ہوگی اور تمہارے شیعہ تمہارے دامن سے وابستہ ہوں گے''۔

اب خود ہی سوچو کہ خدا اپنے نبیؐ سے کیا سلوک کرے گا؟ اور نبیؐ اپنے وصی سے کیا سلوک کرے گا؟ اور وصی پیغمبرؐ اپنے خاندان اور اپنے شیعوں سے کیا سلوک کرے گا؟

حارث! طویل بات کی بجائے مختصر سی بات کو اپنے لیے کافی سمجھو۔ تو اسی کے

ساتھ محشور ہوگا جس سے تو نے محبت کی ہوگی اور تجھے تیرے اپنے اعمال کا ہی بدلہ ملے گا۔آپ نے یہ جملے تین بار دہرائے۔

حضرتؑ کا فرمان سن کر حارث اٹھے اور خوشی کی وجہ سے ان کی ردا زمین پر گھسٹنے لگی اور انہوں نے کہا: مجھے اپنے رب کی قسم! اب مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ موت مجھ پر کب آتی ہے یا میں موت پر کب جا پڑوں گا۔

اسی واقعہ کو سید بن محمد نے نظم میں یوں بیان کیا:

قول علی لحارث عجب — کم ثم اعجوبة لها جملا
یاحار همدان من یمت یرنی — من مؤمن او منافق قبلا
یعرفنی طرفه وانا اعرفه — بنعمته واسمه وما فعلا
وانت عندالصراط تعرضنی — فلا تخف عثرة ولا زللا
اسقیک من بارد علی ظمأ — تخاله فی الحلاوة العسلا
اقول للنار حین تعرض للعر — ض دعیه لا تقربی الرجلا
دعیة لا تقربیه ان له — حبلا بحبل الوصی متصلا

(امالی شیخ طوسی' ج ۲' ص ۲۳۸)

علی علیہ السلام نے حارث سے عجیب بات کہی ہے۔ان کے علاوہ ان کے اور بھی عجائبات ہیں۔

اے حارث ہمدان! جو بھی مرتا ہے مجھے دیکھ کر مرتا ہے۔مرنے والا خواہ مومن ہو یا منافق ہو اس کی آنکھیں مجھے پہچانتی ہوں گی اور میں اسے اس کی حالت' اس کے نام اور اس کے افعال سے پہچانوں گا۔

اور تو پل صراط پر میرے سامنے ہوگا لہذا تجھے کسی لغزش اور پھسلنے کا خوف نہیں ہونا چاہیے۔

میں تم کو پیاس کے وقت ٹھنڈا پانی پلاؤں گا جو اس قدر شیریں ہوگا
کہ تم اس کو شہد سمجھو گے
اور جب تجھے دوزخ کے سامنے پیش کیا جائے گا تو میں اس سے
کہوں گا اسے چھوڑ دے اور اس کے قریب نہ جا
اسے چھوڑ دے اور اس کے قریب نہ جا اس کی رسّی وصی پیغمبر کی
رسّی سے متصل ہے۔

## سید حمیری نے نزع میں کیا دیکھا؟

ا۔ شیخ طوسی نے اپنی اسناد کے ساتھ حسین بن علیؑ سے روایت کی۔ اس نے کہا کہ میں سید بن محمد حمیری کی عیادت کرنے گیا اور جب میں وہاں پہنچا تو اس وقت وہ اپنی زندگی کی آخری سانسیں لے رہے تھے۔ اس وقت ان کے قریب ان کے ہمسائے جمع تھے جن میں سے اکثریت کا تعلق عثمانی گروہ سے تھا۔ سید ایک خوبصورت اور کشادہ جبین انسان تھے۔ ان کے چہرے پر سیاہی کا ایک نقطہ سا پیدا ہوا۔ پھر وہ نقطہ پھیلنے لگ گیا اور پھیلتے پھیلتے ان کے پورے چہرہ پر محیط ہوگیا اور کچھ ہی دیر میں ان کا پورا چہرہ کالا سیاہ ہوگیا۔ یہ منظر دیکھ کر وہاں بیٹھے ہوئے شیعہ سخت پریشان ہوگئے اور وہاں موجود ناصبی ازروئے شماتت بہت خوش ہوئے۔ پھر تھوڑی دیر بعد اسی جگہ ایک سفید نقطہ پیدا ہوا جو چند ہی لحات میں پورے چہرے پر پھیل گیا اور ان کا چہرہ چمکنے لگا اور یوں محسوس ہونے لگا کہ ان کا چہرہ چاند کا ٹکڑا ہو۔ اس وقت سید نے یہ شعر پڑھے:

کذب الزاعمون ان علیا ۔۔۔ لن ینجی محبه من هناة
قدو ربی دخلت جنة عدن ۔۔۔ وعفا لی الا له عن سیئات
فابشروا الیوم اولیاء علی ۔۔۔ وتولوا علیا حتی الممات
ثم من بعده تولوا بنیه ۔۔۔ واحد بعد واحد بالصفات

جولوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ علیؑ اپنے محبّ کو مصیبت سے نجات
نہیں دلا سکتے وہ لوگ جھوٹے ہیں۔
مجھے اپنے رب کی قسم! میں جنت عدن میں داخل ہو چکا ہوں اور
میرے خدا نے میری برائیاں معاف کر دی ہیں۔
علیؑ کے دوستو! آج خوشی مناؤ اور مرتے دم تک علیؑ کی وِلا کا دم
بھرتے رہو۔
علیؑ کے بعد یکے بعد دیگرے ان کی اولاد سے محبت رکھو۔

اس کے بعد سید نے یہ جملے کہے:

**اشهد ان لا الٰه الا اللّٰه حقا حقا و اشهد ان محمدا رسول اللّٰه حقا حقا اشهد ان علیا امیر المؤمنین حقا حقا – اشهد ان لا الٰه الا اللّٰه**

پھر سید کی آنکھیں بند ہو گئیں اور انہوں نے اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

علی بن حسین نے کہا کہ مجھ سے میرے والد حسین بن عون نے کہا کہ اذنیہ نے امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے روایت کی۔ ان دونوں بزرگوں نے فرمایا:

کسی بھی روح کے لیے جسم سے جدا ہونا اس وقت تک حرام ہے جب تک وہ محمد مصطفیٰؐ، علی مرتضیٰؑ، فاطمہ زہراءؑ، حسن مجتبیٰ اور حسین علیہما السلام کو دیکھ نہ لے اور یہ بات جدا ہے کہ کوئی انہیں دیکھ کر خوش ہوتا ہے اور کوئی ناراض ہوتا ہے۔

سید کی موت کی خبر پورے شہر میں پھیل گئی اور ہر موافق و مخالف نے ان کے جنازہ میں شرکت کی۔ (امالی طوسی، ج ۲، ص ۲۴۰)

۲- امام حسن عسکری علیہ السلام نے اپنے آبائے طاہرینؑ کی سند سے رسول خدا

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نقل کیا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا:

مومن ہمیشہ بُرے انجام سے خوف زدہ رہتا ہے اور اسے رضائے الٰہی کے حصول کا اس وقت تک یقین نہیں آتا جب تک اس پر احتضار کی گھڑیاں طاری نہ ہوں۔

جب ملک الموت کسی مومن کے پاس جاتا ہے اور مومن سخت بیماری اور اہل وعیال اور جائیداد کے اندیشہ میں مبتلا ہوتا ہے اور اس کے دل میں رہ رہ کر حسرتیں اُٹھتیں ہیں اور وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ اس کی آرزو کی تکمیل سے قبل اس پر موت وارد ہو رہی ہے تو اس کی یہ حالت دیکھ کر ملک الموت اس سے کہتا ہے: کیا وجہ ہے تو آخر اتنا پریشان کیوں ہے؟

مومن کہتا ہے: میں اس لیے پریشان ہوں کہ میرے حالات مضطرب ہوگئے ہیں اور ابھی میری آرزوئیں نامکمل تھیں کہ تم آ گئے ہو۔

ملک الموت کہتا ہے کہ کیا اگر کسی عقل مند کا ایک کھوٹا درہم گم ہو جائے اور اسے اس دنیا سے لاکھوں گنا زیادہ معاوضہ مل جائے تو کیا پھر بھی وہ غمگین ہوگا؟

مومن کہتا ہے کہ نہیں وہ غمگین نہیں ہوگا۔

اس وقت ملک الموت اس سے کہتا ہے۔ اب ذرا اوپر نگاہ کرو۔ جب مومن اوپر نگاہ کرتا ہے تو اسے جنت کے وہ درجات وقصور دکھائی دیتے ہیں جو کہ اس کی حدودِ آرزو سے بھی کہیں بلند و بالا ہوتے ہیں۔ اس وقت ملک الموت مومن سے کہتا ہے۔ یہ تیری منازل اور نعمات ہیں اور تیری صالح اولاد بھی جُنت کے محلات میں تیرے ساتھ ہوگی۔ تو کیا اب تو دنیا کے بدلے میں ان نعمات کو حاصل کرنا چاہتا ہے؟

مومن کہتا ہے: جی ہاں! خدا کی قسم میں ان نعمات کا خواہش مند ہوں۔

پھر ملک الموت اس سے کہتا ہے کہ ایک مرتبہ پھر نگاہ کرو۔ مومن نگاہ کرے گا تو اسے محمد مصطفیٰؐ، علی مرتضیٰؑ اور ان کی طیب وطاہرہ اولاد مقام اعلیٰ علیین پر دکھائی دے گی۔

ملک الموت کہتا ہے: یہ تیرے سردار اور تیرے آئمہ ہیں۔ یہ تیرے ہم نشین ہوں گے۔ کیا تو دنیا کے ساتھیوں کے بدلے میں ان کی رفاقت کو پسند کرتا ہے؟

مومن کہے گا: جی ہاں! مجھے اپنے پروردگار کی قسم! چنانچہ اسی حقیقت کی طرف اللہ تعالیٰ نے اس آیت مجیدہ میں اشارہ کیا ہے۔

اِنَّ الَّذِيۡنَ قَالُوا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيۡهِمُ الۡمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحۡزَنُوا وَاَبۡشِرُوا بِالۡجَنَّةِ الَّتِىۡ كُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ

بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر انہوں نے استقامت اختیار کی ان پر ملائکہ نازل ہوتے ہیں کہ تم خوف نہ کرو اور غم نہ کرو اور تمہیں اس جنت کی خوش خبری ہو جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ (فصلت: ۳۰)

میں مؤلف عرض کرتا ہوں کہ حضرت علی علیہ السلام کے متعلق یہ تصور کرنا کہ آپ آنِ واحد میں امکنہ متعددہ میں کیسے پہنچ جاتے ہیں۔ یہ شان ولایت کے مفہوم سے ناآشنائی کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ قدرت عطا کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دارِ دنیا میں بھی ان کی اس شانِ ولایت کو کئی بار واضح کیا ہے جس کی تاریخ و حدیث میں متعدد مثالیں موجود ہیں۔ ہم صرف چند ایک پر قناعت کریں گے۔

## حضرتؑ کا بیک وقت امکنہ متعددہ میں موجود ہونا

۱- شیخ برسی لکھتے ہیں کہ جب جنگِ خندق میں امیرالمومنین علیہ السلام نے عمرو بن عبدود عامری کو قتل کیا تو آپؑ خندق کے کنارے کھڑے ہوگئے اور آپؑ نے اپنی تلوار کو ہوا میں حرکت دی۔ لشکر کفار تیغ علیؑ کو دیکھ کر بھاگا اور بھاگنے والوں کی ستره صفیں بن گئیں اور ہر صف والوں کو علیؑ اپنے تعاقب میں دکھائی دیا۔ (مشارق انوار الیقین)

۲- ابن شہر آشوب کتاب المناقب میں لکھتے ہیں کہ حسن بصری نے اپنی کتاب میں لکھا کہ روزِ احزاب لشکر کفار ستر صفیں بنا کر بھاگا اور ہر صف والوں کو علیؑ اپنے تعاقب

میں دکھائی دیتا تھا۔

۳- ابن شہرآشوب نے شیخ مفید کی کتاب العیون اور کتاب المحاسن کے حوالہ سے لکھا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے واقعاتِ بدر بیان کرتے ہوئے فرمایا:

مشرک زخمیوں سے پوچھا جاتا کہ تجھے کس نے زخمی کیا؟

جواب میں وہ کہتا کہ مجھے علیؑ بن ابی طالبؑ نے زخمی کیا اور جیسے ہی کوئی زخمی علیؑ کا نام لیتا تو فوراً مر جاتا تھا۔

۴- بستان الواعظین میں مرقوم ہے کہ رسولؐ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب خدا نے مجھے معراج کرائی تو میں نے ہر آسمان میں دیکھا کہ علی بن ابی طالبؑ نماز پڑھ رہے ہیں اور ملائکہ ان کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں۔

## نجف میں دفن ہونے والا عذابِ قبر اور منکر نکیر کی باز پرس سے محفوظ

۱- حسن بن ابی الحسن دیلمی لکھتے ہیں کہ تربتِ علیؑ کے خواص میں سے ایک خاصیت یہ ہے کہ وہاں دفن ہونے والا عذاب قبر اور منکر نکیر کی باز پرس سے محفوظ رہتا ہے۔ اس سلسلہ میں اہل بیت علیہم السلام سے کئی احادیث صحیحہ مروی ہیں۔

## صافی صفا یمانی کا واقعہ

حافظ برسی لکھتے ہیں کہ اصبغ بن نباتہ کا بیان ہے کہ امیرالمومنین علیہ السلام کبھی کبھی کوفہ سے نجف کے کنارے آ کر بیٹھا کرتے تھے۔ ایک دن آپ خشک جھیل کے کنارے پر بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا:

جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں کیا تم بھی وہ دیکھ رہے ہو؟

آپؑ کے اصحاب نے کہا: عین اللہ! آپ کیا دیکھ رہے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک اونٹ پر جنازہ لدا ہوا ہے اور ایک

شخص اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے ہے اور ایک شخص پیچھے سے اونٹ کو ہانک رہا ہے اور تین دن کے بعد وہ اونٹ یہاں پہنچے گا۔

تیسرے دن آپؑ وہاں جاکر بیٹھ گئے تھوڑی دیر بعد ایک اونٹ آیا جس پر جنازہ لدا ہوا تھا اور ایک اور شخص اس کی مہار تھامے ہوئے تھا اور ایک شخص اونٹ کو ہانک رہا تھا۔ پھر انہوں نے حضرتؑ کی جماعت پر سلام کیا۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے جوابِ سلام کے بعد فرمایا: تم کون ہو اور کہاں سے آ رہے ہو اور یہ جنازہ کس کا ہے اور تم یہاں کس غرض سے اس جنازہ کو لائے ہو؟

انہوں نے کہا کہ ہم یمن کے رہنے والے ہیں۔ یہ جنازہ ہمارے والد کا ہے۔ ہمارے والد نے مرتے وقت ہمیں وصیت کی تھی کہ جب میں مر جاؤں تو تم مجھے غسل وکفن دینا اور میری نماز جنازہ پڑھنا۔ نماز جنازہ سے فارغ ہو کر میری لاش کو اونٹ پر سوار کرانا اور تم میرے اونٹ کو عراق لے جانا۔ پھر کوفہ کے قریب خشک جھیل (نجف) کے کنارے مجھے دفن کر دینا۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا:

تم نے اپنے والد سے یہ کیوں نہ پوچھا کہ آخر اتنی دُور دفن ہونے کا کیا فائدہ ہے؟

جوانوں نے کہا کہ ہم نے اپنے والد سے یہ بات بھی پوچھی تھی۔ ہمارے والد نے ہمیں بتایا تھا کہ وہاں ایک ایسا مرد دفن ہوگا اگر وہ پورے اہلِ حشر کی شفاعت بھی کرے تو بھی اللہ اس کی شفاعت کو رد نہیں کرے گا۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا:

بے شک اس نے سچ کہا۔ وہ شفاعت کرنے والا مرد میں ہوں۔ وہ شفاعت کرنے والا مرد میں ہوں۔

## مومن جنات کا جزیرہ

کتاب بستان الواعظین میں مرقوم ہے کہ محمد بن ادریس نے کہا: میں نے مکہ میں ایک پادری کو بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے پایا۔ میں نے اس سے کہا کہ تو نے اپنے آباء واجداد کا دین کیوں چھوڑا؟

اس نے کہا کہ میں نے نصرانیت چھوڑ کر اور اسلام قبول کر کے منافع کا سودا کیا کیونکہ اسلام اس سے بہتر دین ہے۔

میں نے کہا: وہ کیسے؟

پھر اس نے اپنی داستان یوں بیان کی:

میں نے ایک مرتبہ سمندر کا سفر کیا اور جب ہم درمیان میں گئے تو تلاطم خیز موجوں سے ہماری کشتی کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ اتفاق سے ایک ٹکڑا میرے ہاتھ لگا اور میں اس پر سوار ہو گیا۔ آخر کار کئی دنوں کے سفر کے بعد وہ ٹکڑا ایک جزیرہ کے قریب جا لگا اور میں اسے چھوڑ کر جزیرہ میں آیا۔ اس جزیرہ میں بہت زیادہ درخت تھے جن کے پھل شہد سے زیادہ لذیذ' دودھ سے زیادہ نرم و ملائم تھے۔ وہاں ایک میٹھے پانی کی نہر بہہ رہی تھی۔

میں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور دل میں کہا کہ میں یہ پھل کھاتا رہوں گا اور اس نہر کا پانی پیتا رہوں گا اور کبھی نہ کبھی اللہ میرے لیے یہاں سے روانگی کی بھی سبیل کر دے گا۔ سارا دن مین خوش وخرم جزیرہ میں چلتا رہا۔ جب رات ہوئی تو میں نے سوچا کہ ممکن ہے کہ یہاں کوئی وحشی جانور رہتے ہوں جو مجھے اذیت دیں۔ چنانچہ یہ سوچ کر میں ایک درخت پر چڑھ گیا اور ایک ٹہنی کو مضبوطی سے تھام کر نیند کرنے لگا۔ آدھی رات کے وقت میں نے محسوس کیا کہ کوئی چوپایہ سطح سمندر پر چل رہا ہے اور خدا کی تسبیح کر رہا ہے اور وہ کہہ رہا تھا:

**لا الہ الا اللّٰہ العزیز الجبار محمد رسول اللّٰہ النبی المختار علی بن ابی طالب سیف اللہ علی الکفار فاطمۃ وبنوھا صفوۃ الجبار علی مبغضیھم لعنۃ اللّٰہ الجبار وماواہ جھنم وبئس القرار**

''عزیز و جبار خدا کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ محمدؐ اللہ کے رسولؐ اور نبی مختار ہیں۔ علیؑ بن ابی طالبؑ کافروں کے لیے اللہ کی تلوار ہیں۔ فاطمہؑ اور ان کے فرزند خدا کے پسندیدہ ہیں۔ ان کے دشمنوں پر خدائے جبار کی لعنت ہے اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بہت ہی بُرا ٹھکانہ ہے''۔

وہ مسلسل انہی کلمات کو دہراتا رہا اور جب فجر ہوئی تو اس نے یہ الفاظ کہے:

**لا الہ الا اللّٰہ صادق الوعد والوعید محمد رسول اللّٰہ الھادہ الرشید علی ذو البأس الشدید وفاطمۃ وبنوھا خیرۃ الرب الحمید فعلی مبغضیھم لعنۃ الرب المجید**

''اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں جو کہ وعد وعید کا سچا ہے۔ محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں جو کہ ہادی اور ہدایت یافتہ ہیں۔ علیؑ زبردست قوت کا مالک ہے۔ فاطمہؑ اور اس کے بیٹے لائق حمد خدا کے پسندیدہ ہیں۔ ان کے دشمنوں پر رب مجید کی لعنت ہے''۔

پھر وہ چوپایہ سمندر سے نکل کر خشکی پر آیا۔ اس کا سر شترمرغ جیسا اور اس کا چہرہ انسانوں جیسا تھا اور اس کے پاؤں اونٹ کے پاؤں جیسے اور اس کی دُم مچھلی کی دُم جیسی تھی۔ اسے دیکھ کر مجھے اپنی جان کے لالے پڑ گئے۔ میں اس کے آگے دوڑ پڑا۔ اس نے مجھے میری ہی زبان میں کہا کہ آدم زاد! رک جا اور اگر تو نہ رکا تو ہلاک ہو جائے گا۔

اس کا حکم سن کر میں رک گیا۔ اس نے مجھ سے کہا: تیرا دین کیا ہے؟

میں نے کہا کہ میں نصرانی ہوں۔

اس نے کہا: تجھ پر افسوس! اسلام قبول کر لے اسی میں دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔ یہ مسلمان جنات کا جزیرہ ہے۔ مسلمان کے علاوہ یہاں سے بچ کر کوئی نہیں جا سکتا۔

میں نے کہا کہ مجھے اسلام کا کلمہ پڑھاؤ۔

اس نے کہا کہ تم لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھو۔ میں نے کلمہ طیبہ پڑھا۔ پھر اس نے کہا کہ اپنے اسلام کو علی بن ابی طالبؑ اور ان کی اولاد کی محبت اور ان پر درود اور ان کے دشمنوں پر لعنت کے ذریعہ سے مکمل کرو۔

میں نے اس سے کہا: تمہیں یہاں دین اسلام کی دعوت کس نے دی تھی؟

اس نے کہا: ہمارے بزرگوں میں سے کچھ افراد رسولؐ خدا کی خدمت میں گئے تھے اور انہوں نے آنحضرتؐ کی زبانی قرآن سنا تھا تو انہوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ ہمارے بزرگ کہتے تھے کہ انہوں نے رسولؐ خدا کی زبانِ مبارک سے یہ جملے سنے تھے کہ:

''قیامت کے دن جنت اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کرے گی کہ پروردگار! تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ تو میرے ارکان کو مضبوط بنائے گا اور مجھے زینت عطا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا۔ میں نے تیرے ارکان کو مضبوط بنا دیا ہے اور میں نے تجھے اپنے حبیب کی دختر فاطمہ زہراءؑ اور اس کے شوہر علیؑ بن ابی طالبؑ اور اس کے فرزندوں حسنؑ و حسینؑ اور نسلِ حسینؑ کے نو اماموں سے زینت دی ہے۔

پھر اس چوپایہ نے مجھ سے کہا کہ تو یہاں رہنا چاہتا ہے یا اپنے گھر کی طرف واپس جانا چاہتا ہے؟

میں نے کہا کہ میں واپس جانا چاہتا ہوں۔

اس نے کہا: صبر کر ابھی ایک کشتی آنے والی ہے۔ تھوڑی دیر بعد ایک سمندری جہاز سامنے سے گزرنے لگا تو اس نے ان کی طرف اشارہ کیا۔ انہوں نے وہاں سے

ایک کشتی میری طرف روانہ کی۔ میں کشتی میں سوار ہو کر جہاز میں پہنچ گیا اور جہاز پر بارہ افراد سوار تھے جو کہ سب کے سب نصرانی تھے۔ میں نے انہیں اپنا واقعہ سنایا جسے سن کر انہوں نے بھی اسلام قبول کیا۔

## حضرتؑ کی عمر بن سعد لعین سے گفتگو

روایات میں مذکور ہے کہ ایک دن حضرت علی علیہ السلام نے عمر بن سعد کو دیکھا تو اس سے فرمایا:

ایک دن آنے والا ہے جب تجھے جنت و دوزخ میں سے کسی ایک کے منتخب کرنے کا موقع ملے گا مگر تو دوزخ کا چناؤ کرے گا۔

عمر بن سعد نے کہا کہ خدا نہ کرے کہ میں دوزخ کا انتخاب کروں۔

حضرتؑ نے فرمایا: بہر حال وہ وقت ضرور آئے گا۔

حضرتؑ کی یہ پیشین گوئی حرف بہ حرف صحیح ہوئی۔ ابن زیاد نے اسے امیر لشکر بنا کر امام حسین علیہ السلام کے مقابلہ کے لیے بھیجا اور اس نے امام حسینؑ سے جنگ کر کے دنیا کی رسوائی اور آخرت میں دوزخ کا انتخاب کیا۔

## امام حسینؑ کی تشنگی کی پیشین گوئی

لوط بن یحییٰ اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ عبداللہ قیس کا بیان ہے کہ میں امیر المومنین علیہ السلام کے ساتھ جنگِ صفین میں شریک تھا۔ معاویہ کے ایک سالار ابوایوب السلمی نے گھاٹ پر قبضہ کر لیا اور امیر المومنینؑ کے لشکر کا پانی بند کر دیا۔ حضرت علیؑ کے ساتھیوں نے پیاس کی شکایت کی۔ حضرت علیؑ نے ایک دستہ روانہ کیا لیکن وہ پانی واگزار کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ امام حسین علیہ السلام نے عرض کی کہ امیر المومنینؑ! آپ مجھے میدان میں جانے کی اجازت دیں تا کہ میں پانی واگزار کرا سکوں۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے آپؑ کے ساتھ ایک دستہ روانہ کیا۔ آپ نے ابوایوب سے جنگ کی اور انہیں بھگا دیا۔ پانی پر امام حسینؑ کی فوج کا تسلط قائم ہوگیا۔ امام حسینؑ جنگ جیت کر امیرالمومنینؑ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ میں نے دشمنوں کا گھاٹ سے قبضہ ختم کر دیا ہے اب ہمارے لیے پانی کی کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

یہ سن کر امیرالمومنینؑ بے ساختہ رونے لگے۔ آپؑ سے کہا گیا کہ آپؑ اس خوشی کے پُرمسرت موقع پر گریہ کیوں کر رہے ہیں جب کہ یہ امام حسینؑ کی پہلی فتح ہے؟

آپؑ نے فرمایا: یہ بات صحیح ہے لیکن میں اس لیے روتا ہوں کہ عنقریب میرا حسینؑ میدانِ کربلا میں پیاسا مارا جائے گا۔ اس کا گھوڑا ہنہناتا ہوا درِ خیمہ پر آئے گا اور زبانِ حال سے کہے گا:

ہائے اُمت محمدؐ نے محمدؐ کے نواسے کو بے گناہ شہید کر دیا۔

## نہر کوفہ کی کھدائی کی پیشین گوئی

قطب راوندی رقم طراز ہیں کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک دن امیرالمومنینؑ اپنے اصحاب کو ساتھ لے کر کوفہ سے باہر آئے اور فرمایا:

اگر میں تم سے یہ کہوں کہ یہاں ایک نہر کھودی جائے گی جس میں کشتیاں چلیں گی تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟

حضرتؑ کے اصحاب نے کہا: مولا! کیا ایسا ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: جی ہاں۔ ایسا ہو کر رہے گا گویا میں یہاں نہر کو بہتا ہوا دیکھ رہا ہوں جس میں کشتیاں چل رہی ہیں اور وہ نہر ابتدا میں اہلِ کوفہ کے لیے باعث مصیبت اور بعد میں ان کے لیے باعثِ رحمت ثابت ہوگی۔

راوی کا بیان ہے کہ حضرتؑ کی یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی اور نہر کا اجرا ہوا جو کہ پہلے پہل اہل کوفہ کے لیے مصیبت اور بعد میں رحمت ثابت ہوئی۔ (خرائج

راوندی' ج ۲' ص ۷۵۴)

## قصاب کا کٹا ہوا ہاتھ درست کرنا

قطب راوندی لکھتے ہیں کہ ایک شخص کی کنیز قصاب کے پاس گوشت خریدنے کے لیے گئی۔ قصاب نے اسے گوشت تھوڑا دیا۔ وہ گوشت لے کر روتی ہوئی جا رہی تھی کہ امیر المومنین علیہ السلام اس کو دکھائی دیئے۔ کنیز نے قصاب کی شکایت کی۔ آپؑ اسے ساتھ لے کر قصاب کے پاس گئے اور اس سے فرمایا: تمہیں گوشت دیتے وقت امیر غریب اور کمزور وقوی کا فرق روا نہیں رکھنا چاہیے۔

قصاب جو کہ حضرتؑ کو نہ جانتا تھا اس نے ہاتھ کے اشارہ سے کہا کہ آپ تشریف لے جائیں۔ آپؑ وہاں سے واپس آ گئے۔ کسی نے قصاب سے کہا کیا تو انہیں پہچانتا بھی ہے کہ یہ کون ہیں؟

قصاب نے کہا: نہیں۔

اس شخص نے کہا کہ یہ امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ ہیں۔ جیسے ہی قصاب نے یہ سنا تو اس نے چھری سے اپنی ہتھیلی کاٹ دی اور کٹی ہوئی ہتھیلی کو دوسرے ہاتھ سے پکڑ کر آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا:

مولا! اس ہاتھ نے گستاخی کی تھی لہٰذا اسے کاٹ کر آپؑ کے پاس لایا ہوں اور آپؑ سے معافی کا طلب گار ہوں۔

آپؑ نے فرمایا: کٹی ہوئی ہتھیلی کو ہاتھ سے جوڑو۔

جب اس نے ہتھیلی ہاتھ سے جوڑی تو آپؑ نے اس پر اپنا شفقت کا ہاتھ پھیرا اور دعا کی۔ قصاب کی ہتھیلی فوراً جڑ گئی اور وہ ٹھیک ہو گیا۔ (الخرائج' ج ۲' ص ۷۵۸)

## آپؑ کے لیے لوہے کا موم ہونا

کتاب ثاقب المناقب میں مرقوم ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام کے ایک غلام نے کہا کہ میں نے اپنے آقا و مولا کو دیکھا کہ ان کے سامنے لوہا رکھا تھا اور آپ اپنے ہاتھوں سے اس کی تاریں نکال کر زرہ بنانے میں مصروف تھے۔ میں نے کہا:

مولا! یہ کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: کیا تو نے نہیں سنا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے اللہ نے لوہا موم کر دیا تھا اور میں وارثِ داؤد ہوں۔ (الثاقب فی المناقب ص ۱۶۶)

## آپؑ کے قرآن مجید میں تین سو نام ہیں

کتاب ہدایۃ الحصینی میں مرقوم ہے کہ علی ابن دراع الاسدی مسجد کوفہ میں امیر المومنین علیہ السلام کے پاس گئے تو امیر المومنین علیہ السلام نے اس سے فرمایا:

علی بن ذراع! ساری رات جاگتے رہے ہو؟

اس نے کہا: مولا! آپ کو میری شب بیداری کا علم کیسے ہوا؟

آپؑ نے فرمایا: اس کی دوسری نشانی یہ ہے کہ تم نے شب بیداری کے دوران میرا ذکر بھی کیا تھا۔

علی بن ذراع نے کہا: مولا! میرا خیال ہے کہ میں نے تو آپ کا ذکر نہیں کیا تھا۔

حضرتؑ نے فرمایا: رات تم نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت کی:

عَمَّ يَتَسَآءَلُونَ عَنِ النَّبَإِ الْعَظِيمِ الَّذِى هُمْ فِيهِ مُخْتَلِفُونَ ○

(النباء : ۱ – ۲)

پھر آپؑ نے فرمایا: تم نے جس نبأ عظیم کی آیت پڑھی تھی وہی نبأ عظیم میں ہوں

اور لوگوں کا اختلاف بھی میرے ہی بارے میں ہے۔ اللہ کی کوئی نبأ (خبر) مجھ سے بڑی نہیں ہے۔ قرآن مجید میں میرے تین سو نام ہیں اور اللہ نے میرے ذاتی نام کا تذکرہ اس لیے نہیں کیا تاکہ لوگوں کو یہ بات ناگوار نہ گزرے۔

## عمرو بن الحمق کے انجام کے لیے پیشین گوئی

ابوحمزہ ثمالی کا بیان ہے کہ مجھ سے جابر بن عبداللہ انصاری نے بیان کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سریہ روانہ کیا اور ان سے فرمایا کہ تم دورانِ سفر رات کے وقت راستہ بھٹک جاؤ گے اور تمہیں راستہ نہیں ملے گا۔ اس وقت تمہیں بائیں ہاتھ پر سفر کرنا چاہیے۔ جب تم بائیں ہاتھ چلو گے تو تمہیں ایک نیک انسان ملے گا اور تم اس سے راستہ پوچھو گے تو وہ کہے گا کہ میں تمہیں اس وقت تک راستہ نہیں دکھاؤں گا جب تک تم میرے ہاں کھانا نہیں کھاؤ گے۔

چنانچہ وہ تمہارے لیے ایک دنبہ ذبح کرے گا اور تمہیں کھانا کھلائے گا۔ اس کے بعد وہ تمہارے ساتھ چل کر تمہیں راستہ دکھائے گا۔ تم اسے میری طرف سے سلام کہنا اور اسے بتانا کہ مدینہ میں میرا ظہور ہو چکا ہے۔

الغرض سریہ روانہ ہوا اور دورانِ سفر رات کے وقت راستہ بھٹک گئے۔ انہیں کہیں سے بھی راستے کا نشان دکھائی نہ دیا۔ پھر انہوں نے آنحضرتؐ کے فرمان کے مطابق بائیں ہاتھ چلنا شروع کیا۔ ابھی وہ کچھ دُور تک گئے تھے کہ راستہ میں انھیں ایک شخص ملا۔ لوگوں نے اس سے راستہ پوچھا تو اس نے کہا کہ میں تمھیں اس وقت تک راستہ نہیں دکھاؤں گا جب تک تم میرے ہاں کا کھانا نہیں کھاؤ گے۔

الغرض اس نے ایک دنبہ ذبح کیا اور انہیں کھانا کھلایا۔ پھر ان کے ساتھ روانہ ہو کر انہیں راستہ دکھایا۔ لوگوں نے اسے رسولؐ خدا کے سلام پہنچائے اور اسے بتایا کہ آپ کا مدینہ میں ظہور ہو چکا ہے۔

جس شخص نے اہلِ سریہ کی میزبانی کی تھی اس کا نام عمرو بن الحمق الخزاعی تھا۔ عمرو بن الحمق نے اپنے گھربار کو خیرباد کہا اور آنحضرتؐ کے پاس آ گیا اور اسلام قبول کیا اور کچھ عرصہ تک آپ کے پاس قیام کیا۔ پھر نبی اکرمؐ نے انہیں حکم دیا کہ تم اب اپنے گھر بار کو لوٹ جاؤ۔ اور جب میرا بھائی امیرالمومنینؑ کوفہ کو اپنا دارالحکومت بنائے تو تم ان کے پاس چلے جانا۔

عمرو بن الحمق اپنے گھر کو چلے گئے اور جب امیرالمومنینؑ کوفہ تشریف لائے تو عمرو بن الحمق بھی کوفہ آ گئے۔ ایک دن عمرو بن الحمق امیرالمومنینؑ کے پاس بیٹھے تھے تو آپؑ نے اس سے فرمایا: کیا تم نے یہاں مکان بھی خریدا ہے؟

عمرو بن الحمق نے کہا: جی ہاں۔

آپؑ نے فرمایا: موجودہ مکان فروخت کر کے بنی ازد کے محلّہ میں مکان خرید کرلو۔ اور یاد رکھو میری رحلت کے بعد ظالم حکمران تجھے گرفتار کرنے کا ارادہ کریں گے۔ تم جان بچانے کے لیے موصل جاؤ گے۔ راستے میں تمہاری ملاقات ایک اپاہج نصرانی سے ہوگی۔ تم اس سے پانی طلب کرو گے وہ تمہیں پانی پلائے گا۔ وہ تم سے تمہارا حال دریافت کرے گا تم اس کو اپنا پورا حال سنا دینا۔ پھر اسے دعوتِ اسلام دینا۔ وہ اسلام قبول کرے گا۔ جب وہ مسلمان ہو جائے تو پھر اپنا ہاتھ اس کے گھٹنوں پر مس کرنا' انشاء اللہ وہ فوراً تندرست ہو جائے گا اور تمہارے ساتھ چل پڑے گا۔

اس کے بعد راستے میں تمہیں ایک نابینا شخص بیٹھا ہوا دکھائی دے گا تم اس سے پانی طلب کرو گے وہ تمہیں پانی پلائے گا اور وہ تم سے تمہارا حال دریافت کرے گا۔ تم اسے بتا دینا کہ معاویہ کی حکومت تمہیں گرفتار کرنا چاہتی ہے کیونکہ تم اللہ' رسولؐ اور امیرالمومنینؑ کے پیروکار ہو۔ پھر تم اسے دعوتِ اسلام دینا۔ وہ تمہاری دعوت قبول کرے گا اور مسلمان ہو جائے گا۔ جب وہ کلمہ پڑھ لے تو تم اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرنا' خدا کے فضل سے وہ بینا ہو جائے گا اور پھر یہ دونوں نومسلم تیرے رفیقِ سفر ثابت ہوں گے اور

یہی دونوں تجھے غسل وکفن دے کر دفن کریں گے۔

جب تم دجلہ کے قریب پہنچو گے تو وہاں ایک گرجا ہوگا جس میں ایک ایسا شخص قیام پذیر ہوگا جس کے پاس مسیح کے علم کا کچھ حصہ ہوگا اور وہ تیرے رازوں کا امین ثابت ہوگا۔ پھر جب تو حکومتی دستہ کے گھوڑوں کی آواز سنے تو پھر گرجا میں چلے جانا۔ وہ عیسائی عالم تجھے پناہ دے گا اور جب تو گرجا میں قدم رکھے گا تو اس وقت وہ عیسائی عالم اپنے ایک شاگرد سے کہے گا کہ ابھی مسیح کے نزول کا زمانہ نہیں پہنچا۔ یہ شخص اُمت مصطفیٰؐ کا فرد ہے۔ حضرت محمدؐ دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں اور ان کے وصی کوفہ میں شہید ہو چکے ہیں اور یہ شخص اس وصی محمد کے حواریوں میں سے ایک ہے۔ پھر وہ عیسائی عالم بڑے ادب کے ساتھ تجھے کہے گا کہ آپ نے میرے ہاں آکر میری عزت افزائی کی ہے۔ اب میں آپ کی کیا خدمت کر سکتا ہوں۔

اس وقت تم اس سے کہو گے کہ میرے ان دو شاگردوں کو اپنے ہاں پناہ دو اور گرجا کی چھت پر چڑھ کر دیکھو کہ آیا تمہیں وہاں سے کچھ دکھائی دیتا ہے؟

پھر وہ تجھے بتائے گا کہ کچھ گھڑسواروں کا دستہ ہماری طرف روانہ ہے۔ اس وقت تم گرجا چھوڑ کر دجلہ کے کنارے ایک غار میں جا کر چھپنے کی کوشش کرو گے۔ اس غار میں کچھ بدکار جنات کا بسیرا ہوگا اور جب وہ تجھے پہچان لیں گے تو ان میں سے ایک خبیث جن کالا ناگ بن کر تم پر حملہ آور ہوگا جس کی وجہ سے تمہارا گھوڑا بدک کر غار سے باہر آجائے گا اور جب فوجی دستہ تیرے گھوڑے کو دیکھے گا تو انہیں یقین ہو جائے گا کہ تم غار میں چھپنے کی کوشش کر رہے ہو۔

پھر تم غار سے نکل کر باہر کھلے میدان میں آجاؤ گے اور ان سے جنگ کرو گے۔ اور کچھ افراد کو قتل کرو گے۔ اس کے بعد وہ تجھ پر غلبہ حاصل کر لیں گے اور تجھے شہید کر دیں گے۔ شہادت کے بعد تیرا سر جدا کر کے نوکِ نیزہ پر سوار کریں گے اور تیرے سر کو معاویہ کے پاس شام روانہ کریں گے۔ تیرا سر تاریخِ اسلام میں پہلا سر شمار کیا جائے گا

جسے تشہیر کی غرض سے شہر بہ شہر پھرایا جائے گا۔

حضرت امیر المومنینؑ کی یہ پیشین گوئی حرف بہ حرف پوری ہوئی اور یہ آپؑ کے دلائل امامت میں سے ایک دلیل ہے۔ (ہدایۃ الحضینی، ص ۹۲۔ ارشاد القلوب، ص ۲۸۰)

## حبیب بن مظاہر اور میثم تمار کی گفتگو

حضینی نے اپنی اسناد کے ساتھ فضیل بن زبیر سے نقل کیا۔ اس نے کہا کہ ہم بنی اسد کے ڈیرے پر بہت سے افراد جمع تھے۔ اتنے میں میثم تمار ایک گھوڑے پر سوار ہو کر وہاں سے گزرنے لگے کہ سامنے سے ایک گھوڑے پر حبیب بن مظاہر آ رہے تھے۔ چنانچہ دونوں نے گھوڑے روک کر ایک دوسرے کو سلام کیا۔ میثم تمار نے کہا:

حبیب! میں ایک ایسے شخص کو پہچانتا ہوں جس کے سر پر بال کم ہیں اور جو خاصا لحیم وشحیم ہے جو باب ارزق کے پاس بیٹھ کر تربوز بیچتا ہے اسے آلِ محمدؐ کی محبت کے جرم میں صلیب پر چڑھایا جائے گا (یہ اشارہ انہوں نے اپنی طرف کیا)۔

یہ سن کر حضرت حبیب بن مظاہر اسدی نے کہا: میثم! میں بھی ایک سرخ رنگ والے شخص کو پہچانتا ہوں جو رسولؐ خدا کے نواسہ کی مدد کرتے ہوئے شہید کیا جائے گا اور اس کے سر کو نوکِ نیزہ پر سوار کر کے کوفہ لایا جائے گا اور جو سر لے کر آئے گا اسے انعام دیا جائے گا (حضرت حبیب نے یہ اشارہ اپنی طرف کیا)۔

یہ کہہ کر دونوں جدا ہو گئے اور اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ اہلِ مجلس نے ان دونوں کی گفتگو سن کر کہا: ہم نے ابوتراب کے اصحاب کو انتہائی عجیب پایا ہے۔ یہ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ ابوتراب نے انہیں یہ علم دیا ہے۔

ابھی ہماری محفل ختم نہیں ہوئی تھی کہ رشید ہجری وہاں سے آئے اور انہوں نے ہم سے میثم وحبیب کے متعلق پوچھا۔ ہم نے بتایا کہ کچھ دیر قبل دونوں یہاں کچھ دیر کے لیے رکے تھے اور انہوں نے یہ یہ باتیں کیں۔ پھر دونوں یہاں سے چلے گئے۔

رشید ہجری نے کہا: اللہ میثم اور حبیب دونوں پر رحم کرے۔ حبیب کو یہ بات بھول گئی کہ اس کے سر لانے والے کو پہلی دفعہ انعام دینے کے بعد دوسری بار بھی ایک سو درہم دیا جائے گا۔

اہلِ مجلس نے رشید ہجری کی گفتگو سنی تو انہوں نے کہا کہ یہ ان سے بھی بڑا جھوٹا ہے۔ دن گزرتے رہے یہاں تک کہ انہی اہلِ مجلس نے یہ منظر دیکھا کہ میثم کو عمرو بن حریث کے دروازے پر صلیب پر لٹکایا گیا اور حبیب بن مظاہر اسدی فرزندِ رسولؐ کی نصرت کرتے ہوئے کربلا میں شہید ہوئے اور ان کا سر ابن زیاد لعین کے پاس لایا گیا۔ ابن زیاد نے سر لانے والے کو انعام دیا۔ کچھ دیر بعد اس نے دوبارہ اسے بلا کر ایک سو درہم انعام دیا۔ اور یوں ان کی پیشین گوئیاں درست ثابت ہوئیں اور اس حقیقت میں کوئی شک نہیں کہ مذکورہ بزرگوں نے یہ پیشین گوئیاں اپنی طرف سے نہیں کی تھیں بلکہ انہوں نے امیر المومنین علیہ السلام سے یہ پیشین گوئیاں سن کر بیان کی تھیں۔ (ہدایۃ الحصینی، ص ۴۹، مخطوط)

## ابن ملجم کے لیے خدائی عذاب

راوندی نے اپنی اسناد سے ابوالقاسم حسن بن محمد المروف ابن الرفا سے نقل کیا۔ اس نے کہا: میں مسجد الحرام میں گیا تو میں نے مقامِ ابراہیمؑ کے پاس لوگوں کا ایک بڑا انبوہ دیکھا۔ میں نے پوچھا کہ یہاں مجمع کیوں لگا ہوا ہے؟

لوگوں نے بتایا کہ ایک عیسائی راہب مسلمان ہوا ہے اور وہ زیارتِ کعبہ کے لیے آیا ہوا ہے۔ یہ سن کر میں بھی آگے بڑھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک بوڑھا بزرگ مقامِ ابراہیم کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے اُون کا جبہ اور اُونی ٹوپی پہن رکھی تھی۔ اس نے بیان کیا ایک دن میں اپنے صومعہ میں بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے اپنے گرجا سے باہر دیکھا تو گدھ کی طرح سے ایک بڑا پرندہ مجھے دکھائی دیا جو کہ ساحلِ سمندر کے قریب ایک چٹان

پر آ کر بیٹھا۔ پھر اس نے قے کی۔ اس کے منہ سے ایک انسان کا چوتھائی حصہ برآمد ہوا۔ پھر وہ پرندہ اڑ گیا۔ کچھ دیر بعد وہ پرندہ دوبارہ اسی جگہ پر آیا اور اس نے قے کی۔ اس بار بھی ایک انسان کا چوتھائی حصہ اس نے اگلا۔ پھر وہ پرندہ اڑ گیا۔ کچھ دیر بعد وہ واپس آیا اس نے قے کی۔ تیسری بار بھی اس نے انسان کا چوتھائی حصہ اگلا۔ پھر وہ اڑ گیا۔ کچھ دیر بعد وہ پھر اسی جگہ پر آیا اور اس نے قے کی۔ چوتھی بار بھی اس نے ایک انسان کا چوتھائی حصہ اگلا۔

پھر میں نے ایک عجیب منظر دیکھا۔ وہ کٹے ہوئے چاروں حصے ایک دوسرے کے ساتھ مل گئے اور ایک جیتا جاگتا انسان اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ کچھ دیر بعد وہ پرندہ آیا اور اس شخص پر جھپٹا اور اسے چار حصوں میں تقسیم کیا۔ اس نے اس کا ایک چوتھائی حصہ نگل لیا۔ پھر تین مرتبہ وہ اترا اور ہر بار چوتھائی حصہ نگلتا رہا۔ یہاں تک کہ اس نے اپنی چار پروازوں میں پورے انسان کو نگل لیا۔

کچھ دیر کے بعد میں نے پھر اس پرندے کو اسی جگہ اترتے ہوئے دیکھا۔ اس نے قے کی اور ایک انسان کا چوتھائی حصہ اگل دیا۔ الغرض وہ چار مرتبہ اترا اور اس نے انسان کے پورے وجود کو اُگل دیا۔ پھر اس شخص کے جسم کے حصے ایک دوسرے سے مل گئے اور وہ کھڑا ہو گیا۔

میں نے جرأت سے کام لیتے ہوئے قدم بڑھائے اور اس شخص کے قریب گیا اور میں نے اس سے کہا: تجھے تیرے خالق کا واسطہ مجھے بتا کہ تو کون ہے؟

اس نے کہا: میں ابن ملجم ہوں۔

میں نے کہا کہ تو نے کون سا گناہ کیا تھا؟

اس نے کہا: میں نے علی بن ابی طالبؑ کو قتل کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پرندے کو مجھ پر مسلط کر دیا جو ہر روز مجھے چالیس بار قتل کرتا ہے۔

نومسلم عیسائی نے کہا کہ ابھی میں اس لعین سے یہ باتیں ہی کر رہا تھا کہ وہ پرندہ

پھر نمودار ہوا اور اس نے اس کے جسم کے چار ٹکڑے کر دیئے اور ایک چوتھائی حصہ میرے ہوتے ہوئے نگل لیا۔ میں خوف کے مارے فوراً واپس آیا۔ پھر اس پرندے نے مزید تین چکروں میں اس کا پورا وجود نگل لیا۔

یہ منظر دیکھنے کے بعد میں اپنی خانقاہ سے باہر نکلا اور میں نے لوگوں سے پوچھا کہ علی بن ابی طالبؑ کون تھے؟ لوگوں نے مجھے بتایا کہ وہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابن عمؑ داماد اور ان کے وصی تھے۔ لہٰذا میں نے سوچا جس نبی کا وصی خدا کو اتنا پیارا ہے تو اس کا نبی کتنا پیارا ہوگا۔ چنانچہ یہ سوچ کر میں مسلمان ہوگیا۔ (الخراج، ج ۱ ص ۲۱۶)

## عباسی خلیفہ راضی باللہ کا خواب

راوندی نے اپنی اسناد سے ابوالحسن علی بن ہارون منجم سے نقل کیا۔ اس نے کہا کہ عباسی خلیفہ راضی باللہ ہمیشہ مجھ سے بحث کرتا تھا کہ نعوذ باللہ حضرت علیؑ کی معاویہ کے متعلق پالیسی غلط تھی۔ اور میں ہمیشہ اس سے کہتا تھا کہ حضرت علیؑ کا ہر قول و فعل صحیح تھا اور ان سے زندگی میں کبھی کوئی غلطی سرزد نہیں ہوئی تھی لیکن وہ میری بات کو تسلیم نہیں کرتا تھا۔

پھر ایک دن اس نے مجھ سے کہا کہ ہمیں ان باتوں کے متعلق غور و خوض نہیں کرنا چاہیے اور اس نے اس کی وجہ یہ بیان کی کہ میں نے ایک رات خواب دیکھا کہ میں اپنے گھر سے نکل کر ایک سیرگاہ کی طرف جا رہا تھا۔ میرے سامنے ایک شخص کو لایا گیا جس کا دھڑ انسان کا اور سر کتے کا تھا اور مجھے بتایا گیا کہ یہ شخص علی بن ابی طالبؑ کو غلط کہتا تھا۔ لہٰذا اللہ نے اسے مسخ کر کے کتا بنا دیا۔

میں خواب سے بیدار ہوا تو مجھے یقین ہوگیا کہ یہ خواب مجھے میری غلطی پر متنبہ کرنے کے لیے دکھایا گیا ہے۔ میں نے خدا کے حضور توبہ کی اور دل سے یہ عہد کیا کہ

آئندہ مجھ سے یہ غلطی سرزد نہ ہوگی۔ (الخراج، ج ۱، ص ۲۲۱)

## امیر المومنینؑ کی قبر کا لوگوں کو کیسے علم ہوا؟

امیر المومنین علیہ السلام نے اپنی وصیت میں فرمایا تھا کہ میری شہادت کے بعد مجھے نجف لے جانا اور میری چارپائی کے پچھلے حصے کو اٹھانا، اگلے حصہ کو ملائکہ اٹھائیں گے اور جب تم نجف پہنچو گے تو تمہیں وہاں ایک چمکدار چٹان سی دکھائی دے گی۔ تم اسے ذرا سا کھودو گے تو تمہیں وہاں بنی بنائی قبر دکھائی دے گی اور اس کے کنارے ایک تختی پر یہ عبارت کندہ ہوگی۔ اس قبر کو نوحؑ نے علی بن ابی طالبؑ کے لیے تیار کیا۔ تم مجھے میری قبر میں لٹا دینا۔ پھر قبر بند کر کے اس کا نشان بھی ختم کر دینا۔

حسنین کریمینؑ نے اپنے والد کی وصیت پر عمل کیا اور گھرانہ اہل بیتؑ کے علاوہ عام لوگوں کو حضرتؑ کی قبر کا نشان معلوم نہیں تھا۔ یہاں تک کہ اموی دور کا خاتمہ ہوا اور عباسی دور میں ہارون الرشید کوفہ آیا اور اس نے شکار کا ارادہ کیا اور اپنے ساتھ بہت سے شکاری کتوں کو لے کر کوفہ سے باہر آیا۔ اتفاق سے کتوں کی نظر ہرنوں پر پڑی تو انہوں نے ہرنوں کا تعاقب کیا اور ہرن بھی کتوں کے خوف سے تیز بھاگے اور بھاگتے بھاگتے وہ ایک ٹیلے پر آ کر چڑھے اور وہاں آ کر اطمینان سے بیٹھ گئے۔ کتے ٹیلے سے کچھ فاصلے پر آ کر رک گئے۔ ہارون نے کتوں کو بہت پچکارا مگر وہ ٹیلے پر نہ چڑھے۔ آخر کار چند آدمی ٹیلے پر چڑھے تو ہرن نیچے اترے۔ جیسے ہی وہ نیچے اترے تو کتوں نے ان کے تعاقب شروع کر دیا۔ پھر ہرن اسی ٹیلے پر چڑھ گئے اور آرام سے وہاں بیٹھ گئے۔ کتے ٹیلے کے نیچے کھڑے ہو گئے اور ٹیلے پر نہ چڑھے۔ تین بار ایسا ہوا لیکن ہر بار کتے نیچے آ کر رک جاتے تھے۔

یہ دیکھ کر ہارون کو بہت تعجب ہوا۔ اس نے بنی اسد کے ایک بوڑھے شخص کو طلب کر کے اس کی وجہ دریافت کی تو اس نے کہا کہ میں اتنا ضرور جانتا ہوں کہ یہاں اہل

بیت کے کسی فرد کی قبر ہے لیکن اس سے زیادہ مجھے بھی معلوم نہیں ہے۔ آخر کار اس نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے رجوع کیا تو آپؑ نے فرمایا:

یہاں میرے جد نامدار حضرت امیرالمومنین علیہ السلام مدفون ہیں۔ ہارون نے وہاں جا کر وضو کیا اور نماز پڑھی اور دعا مانگی۔ (الخراج، ج ۱، ص ۲۳۳)

قدتمت تلخیص معاجز امیرالمومنین علیہ السلام بعون الودود فلہ الحمد فی الاولیٰ والاخرۃ والصلاۃ علی رسولہ واھل بیتہ الطاھرین وغضب اللّٰہ علی اعدائھم اعداء الدین –

# فہرست کتب ادارہ منہاج الصالحین، لاہور

| ☆ | نام کتاب | ہدیہ |
|---|---|---|
| ☆ | تلاش حق | 120 |
| ☆ | ذکر حسینؑ | 100 |
| ☆ | برزخ چند قدم پر | 120 |
| ☆ | اسلامی معلومات | 100 |
| ☆ | محمد تا محمد | 100 |
| ☆ | محمدؐ تا علیؑ | 100 |
| ☆ | سورج بادلوں کی اوٹ میں | 120 |
| ☆ | شہید اسلام | 100 |
| ☆ | قیام عاشورہ | 50 |
| ☆ | قرآن اور اہل بیتؑ | 100 |
| ☆ | دینی معلومات | 45 |
| ☆ | نوجوان پوچھتے ہیں کہ شادی کس سے کریں؟ | 25 |
| ☆ | ظالم حاکم اور صحابی امام | 10 |
| ☆ | توضیح عزا | 200 |

| | | | |
|---|---|---|---|
| 100 | | تفسیر سورۂ فاتحہ | ☆ |
| 100 | | مشعل ہدایت | ☆ |
| 150 | | اسم اعظم | ☆ |
| 200 | | سوگنامہ آل محمدؑ | ☆ |
| 250 | | افکار شریعتی | ☆ |
| 150 | | گفتار شریعتی | ☆ |
| 150 | | سیرت آل محمدؑ | ☆ |
| 250 | | 110 بہترین مناظرے | ☆ |
| 200 | | ٹاپ (10) خطباء | ☆ |
| 125 | | سیرت رسولؐ | ☆ |
| 50 | | نبی امی | ☆ |
| 240 | | آسان مسائل (چار جلد) | ☆ |
| 100 | | تاریخ جنت البقیع | ☆ |
| 100 | | عمدۃ المجالس | ☆ |
| 25 | | حقوق زوجین | ☆ |
| 15 | | ارشادات امیر المومنینؑ | ☆ |
| 45 | | صدائے مظلوم | ☆ |
| 30 | | مراسم عروسی و معجزات بتولؑ | ☆ |

| | | | |
|---|---|---|---|
| ☆ | اسلامی پہیلیاں | | 25 |
| ☆ | لڑکی سونا لڑکا چاندی | | 25 |
| ☆ | فکر حسینؑ اور ہم | | 10 |
| ☆ | پیام عاشورہ | | 30 |
| ☆ | معصومینؑ کی کہانیاں | | 25 |
| ☆ | ارشادات مصطفیٰؐ و مرتضیٰؑ | | 30 |
| ☆ | آزادی مسلم | | 6 |
| ☆ | فقہ اہل بیتؑ | | 45 |
| ☆ | صحیفہ پنجتن | | 100 |
| ☆ | حرف احساس | | 100 |
| ☆ | حسینؑ میرا | | 100 |
| ☆ | جام غدیر | | 150 |
| ☆ | زندہ تحریریں | | 100 |
| ☆ | شاہکار رسالت | | 60 |
| ☆ | محشر خاموش | | 200 |
| ☆ | اسلام اور کائنات | | 200 |
| ☆ | غریب ربذہ | | 100 |
| ☆ | فطرت | | 125 |